

**PAGES MISSING
WITHIN THE
BOOK ONLY**

**TEXT CUT WITHIN
THE BOOK ONLY**

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224298

UNIVERSAL
LIBRARY

جلد ۵ گردش آفاق

حیرت انگیز سوشل ناول

Checked 1969:

اس سلسلے میں سبیل بھی ملاحظہ فرمائیے

فنانہ لندن (سلسلہ اول و دوم) نظارہ پرستان - نوحی قمار و غیر

مترجم

مصنف

تیرتھ رام فیروز پوری

ارج ڈبلیو۔ ایم۔ پینالڈس

لال برادر س

۲۔ پارسنر روڈ۔ نولکھا۔ لاہور

عبارت نوری میرٹھس ہسپتال روڈ لاہور میں قتل ہوا پر تاج سنگھ بھائیہ برسرِ جھپٹا

قواعد خریداری

۵۵ ف

۱۔ اس سلسلہ کی مستقل خریداری کی سادہ قیمت میرے چننا ہے جو وہ بذریعہ منی آرڈر یا وی۔ پی۔ بی آئی چاہیے۔ مابعد یا ششماہی کا کوئی حساب نہیں جو اصحاب ہمارے سلسلہ ہزار فرسائی کے بھی مستقل خریداری میں ان سے بطور رعایت صرف یہ سادہ لیا جائے گا۔ واصل شدہ روپیہ کسی حالت میں واپس نہ ہوگا۔

۲۔ خریداری کسی ایک جلد سے شروع ہو سکتی ہے۔ لیکن قیمت بہر حال ایک سال کی کمٹی واصل کی جائے گی۔ اور اس کے عوض بارہ ماہ وار پرے (یا ان پرچوں کے مجموعے) جینے جائیں گے۔

۳۔ سابقہ اندازہ قیمت کا حساب ختم ہونے پر اگر نئی قیمت کے آغا سے پہلے خرید کی طرف سے یہ اطلاع موصول نہ ہو کہ وہ آئندہ اس سلسلہ کی خریداری جاری رکھنا نہیں چاہتا تو اس کو دینا اور دوسرے سمجھ کر نیا چھ ماہ سادہ قیمت کے لئے ہی پی۔ پی۔ بی۔ مت ہوگا جن کو واصل کیا ہر ایک خریدار کا اخلاقی فرض سمجھا جائے گا۔

۴۔ ہر ایک پرچہ بالعموم ہدینہ کے وسط تک شائع ہو جاتا ہے اور تمام خریداروں کے نام پانچ ماہ اور چوبیس ہفتے کے ساتھ روانہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے چند پرچے دستہ میں شائع نہ جائیں۔ لیکن اس صورت میں عدم دستی کی اطلاع اسی ہدینہ کے اندر آ جانی چاہیے۔ بہترین صورت یہ ہے کہ ہدینہ کی تاریخ تک تمام کتاب کے اگر اس وقت تک پرچہ واصل نہ ہو۔ تو ایک اطلاعی خط اس وقت کے نام روانہ کر دیا جائے۔ اس ہدینہ کے گزر جانے پر عدم دستی کی شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔ سب سے پہلے خریداری کے جو آئندہ ماہ کی تاریخ تک شائع ہو سکتے ہیں۔ (باقی دیکھو سر رقی ص ۵۶)

نسبت نہ آتی اس فرد گذشتہ کئے میں ہر طرح آپ کی ملامت اور غصہ کا سزاوار ہوا
 میری وجہ سے جو کھلی میں آپ کو پہنچی جس میں ان کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ تاہم یہ
 مجبور ہوں میں دست بستہ آپ سے معافی طلب کرتا ہوں کہ محض میری حماقت اور نادانی
 سے آپ کو اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کی انگشت نمائی کا نشانہ بننا پڑا۔ میری دلی آرزو
 یہ ہے کہ خدا آپ کو خوش رکھے اور بہتری دے۔ خط کے اخیر میں میں نے اپنا پتہ بھی لکھا
 خیال سے کہ تو یہ خود یا کردہ اس خط کی رسید مجھے لکھ دے کیونکہ اس بار میں بار دہائی سے
 بیٹا نہ رہتا تھا سب مگر رنجہ بھی تھا میرا خیال یہ تھا کہ لیدی کلینٹون اول تو اس ڈھکا ج
 نہیں دیکھی کیونکہ کیا کرنا اس کی شان دنیاوی سے ہے جو گاہا لگتی تھی تو اس انداز
 کو مجھے میری کمزوری کے لئے ملامت کر کے یا صافی دیکر واضح طور پر تکبیر سے لگی کہ ہر
 دسیان جو کچھ اس وقت تک ہوا اس کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو چکا ہے۔

اس سے اگلی صبح کو میں نے وہ خط اپنے ماتھے سے ڈاک میں ڈال دیا اور اس کے
 گہری تپائی سے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ کئی روز گزر گئے نہ رشتہ داروں نے سنا تو
 کی صورت اختیار کی لیکن میرے خط کا جواب نہ آنا تھا نہ آیا۔ اس ناقابل فہم فی غامضی سے یہ
 دل کر جو اضطراب ہوا وہ مختلف بیان نہیں کی طرح کے خیالات پیدا ہوئے تھے جن میں غالب
 تھا کہ شاید لیدی کلینٹون سے میرے خط کو ناقابل جواب سمجھ کے نظر انداز کر دیا اس میں شک
 نہیں میں محسوس کرتا تھا کہ اپنی شرمنگ اخلاقی کمزوریوں کے بعد میں اسی سلوک کا مستوجب
 تھا۔ اس سے وہ بے بسی جو ہر وقت دل کو لگی رہتی تھی دور نہ ہوئی۔ سوچ آئی کہ اگر
 رنج مجھ سے اتنی ہی محبت تھی جتنی وہ ظاہر کرتی تھی۔ تو پھر اس طرح کی چپ سناں
 کیوں سمجھی؟ وہ میرے خفا کا پکڑ نہ کہ جواب تو دیتی۔ خواہ اس کا معنوں ایک ہی ہو
 اور وہ اس ایک طریق سے مجھے کہتی ہی نسبت ملامت کی دہائی ہوئی۔ اگر اس کا
 پتہ لگایا اس کی محبت کے بار میں کسی مشیہ میرے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔

عشق صادق اور پرورش تھا اور میں اگر اس عشق کے قابل ہوتا میں اگر اس عشق کو اسی پر ایہ
 صداقت میں قبول کر سکتا جس میں وہ پیش کیا گیا تھا۔ تو کچھ شک نہیں وہ سمندر کی طرح
 ماحدود اور شعلہ آتش کی طرح تیز اور ہمہ سوز ثابت ہوتا۔ لیکن پھر ایک اور خیال یہ بھی پیدا
 ہوتا تھا کہ وہ جو اس سسر گرمی پرورش اور اتیار کے ساتھ محبت کر سکتی تھی۔ جسے اپنی دنیا کے
 پاس میں والدین کی سختی اور سچوئیوں کی نفرت کی بھی پروا نہ تھی۔ جسے اپنے دعوے عشق سے
 سسر دم و لذت نہیں راحت و مسرت حاصل ہوتی تھی۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ اس طرح کا انکار
 خط پانے کے بعد اس کی خود داری اور وقار کو ایسی جرات پہنچی ہو کہ اس نے اس کا ایک
 دنیا کسر شان سمجھا اور اپنے درجہ لنوائی سے عبید تقویٰ کیا ہو۔ یا ممکن ہے... ایک حدت
 بھی ذہن میں آتی تھی کہ وہ خط اسے پہنچا ہی نہ ہو۔ یعنی یا تو رستہ میں گم ہو گیا ہو یا منہ
 مقصود پر کسی نے قصداً روک لیا ہو۔ آپ سے میری خود پسندی کہنے یا کمزوری بہر حال
 یہ ایک ایسا خیال تھا جس سے میرے جی کو قدرے قلیل طینان حاصل ہوتا تھا۔ کیونکہ گوسری
 دل آزدی تھی کہ وہ ایک طرف عشق جو لذتی کینتھ کو مجھ سے تھا۔ جتنا جلد ممکن ہر ختم ہو جائے
 تاہم یہ بھی میری خواہش تھی۔ کہ اس کی طرف سے جواب کے بطور پرست نہ سہی ایک ہی سطر کا
 ہون موصول ہو جائے۔ کیونکہ اس سے زیادہ گہرے تعلقات نہ دیکھتے ہوئے بھی اس کے قصہ
 نفرت کا نشانہ نہ بننا مجھ کو نا پسند تھا۔ ان حالات میں کئی بار جی میں آئی کہ ایک خط اور اس کے
 تم بھوں لیکن جرات نہ کر سکا۔ کیونکہ وہ کہہ کر یہ خیال دامنگیر ہوتا تھا۔ کہ اگر اس کا پہلا خط رتہ
 ی روکا جا سکا۔ تو دوسرا بھی یقیناً روک لیا جائیگا اور گلاس کو جواب دینا نامعلوم تھا۔ تو ہر خواہ
 اس خط بھی لکھے جائیں۔ بے سود تھے۔

یہاں چرچیں کچھ حال ڈاکٹر پامفرٹ کے عادات و فضائل کے بارہ میں نیز اس کے
 طریق کار کے متعلق بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تا کہ اس سے گھر کے اندر و بیرون حالات سمجھنے میں
 سہولت ہو سقد آتی طور پر یہ سب باتیں جو میں اب بیان کرنے لگا ہوں۔ رفتہ رفتہ لکھا

مازمت کے بعد ہی مجھ کو معلوم ہوئی تھیں۔ بہر حال پہلی قابل ذکر دریافت جو میں نے اس
 ہسپتال میں کی یہ تھی کہ ڈاکٹر صاحب کی گفتگو کی نرمی اور برآء کی فیاضی بڑی حد تک مصنوعی
 تھی۔ مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ رفتہ رفتہ وہ ان کے یہاں تک عادی ہو گئے تھے کہ یہ باتیں
 ایک طرح پر ان کی فطرت کا حصہ بن گئی تھیں۔ تاہم بعض موقعے اس طرح کے پیش
 آتے تھے جب ان کی صحیح سیرت اپنی اصلی حالت میں ظاہر ہوتی تھی۔ چنانچہ مریضوں
 کے ساتھ سلوک کرتے وقت انہیں یہ نرمی مصلحتاً اختیار کرنی پڑتی تھی۔ اور اس کے بعد
 روزمرہ میں اس لئے کہ تقاضائے حالات یہی تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ دیکھے
 بغیر نہ رہ سکا کہ درحقیقت یہ شخص بڑا جاہل اور سلسلہ ریاکار تھا۔ اور ان موقعوں
 پر جب وہ غریب مریضوں کا سامنا کرتا جو آٹھ ادونچ کے درمیان اُس سے
 بلا فیس مشورہ لینے آتے تھے۔ تو اس کی دلی کیفیت پوری طرح ظاہر ہوتی تھی
 ان کی سوچوں میں وہ عجیب طرح کی غفلت اور بے صبری ظاہر ہوتا تھا۔ اور بعض
 حالتوں میں تو اس کا سلوک نہایت وحشیانہ صورت اختیار کر لیتا تھا۔ مثال کے
 طور پر اگر کوئی عورت اپنے بیمار بچہ کی علامات مرض تفصیل کے ساتھ بیان کرتا شروع
 کرتی۔ تو وہ فوراً قطع کلام کر کے کہتا کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ اور میں اس کے
 اسباب اور علاج کو بہتر سمجھ سکتا ہوں۔ پھر جلدی سے ایک نسخہ لکھ کر وہ اس طرح
 دہرائی سے اس کی طوائف پھینک دیتا۔ جس طرح کسی آوارہ گئے کو بڑی پھینکا
 کرتے ہیں۔ یہاں تک اس کی سیرت اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہوتی تھی لیکن اس
 کے بعد وہ مصلحتاً پھر لہجہ کی نرمی اختیار کر کے کہنا شروع کرتا۔

نیک عورت یہ نسخہ فوراً تیار کرانے یعنی جتنی جلدی ہو سکے۔ میرے لئے سب
 دوا ساز برابر ہیں۔ بس شہر طیکہ وہ محنت سے دوا تیار کر کے دیں۔ اور اس بارہ میں کسی
 علاج کا مشورہ پیش کرنا میرا فرض نہیں۔ تاہم تو اگر میری صلاح پوچھے۔ تو پھر میں کہہ دوں گا

کہ مسٹر ساکنز جس کی دوکان بالقابل ہے۔ وہ اس شہر میں سب سے اچھی اور تازہ
دوائیں رکھتا ہے۔ اس پر مٹی خوبی یہ ہے کہ کسی ایک دوا کے بدلے دوسری دوا استعمال
نہیں کرنا پڑتی، ورنہ تو ہوا بسم ساٹ۔ اور شامل کیا جائے اسکا لک ایسڈ اکثر دوا
فروش ایسا کیا کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس کمزوری سے بالاتر ہے۔ یوں تم کو اختیار ہے
جہاں جی چاہے وہ نسخہ تیار کرالو لیکن میری صلاح یہ ہے کہ ساکنز کی دوائیاں
ارزاں بھی ہیں اور بہتر بھی۔

اس طرح کی مختصر تقریر حالات کے مطابق بدلی ہوئی۔ ڈاکٹر پامفرٹ کے
ہر مشورہ کے آخر میں ضرور ہوا کرتی تھی۔ خواہ وہ مریض نہیں ادا کرنے والا ہو یا نہ ہو اور
جب اس کے ساتھ اس راز کا انکشاف بھی کر دیا جائے کہ مسٹر ساکن اپنے منافع کو
ڈاکٹر پامفرٹ سے نصف نصف کرتا تھا۔ تو سفارش کا بھید آسانی سے سمجھا جاسکتا
ہے۔ اس کے باوجود اگر کبھی ڈاکٹر پامفرٹ کی ملاقات سر بازار مسٹر ساکنز سے ہوتی
تو وہ کبھی گفتگو کرنے کے لئے نہ فہمیرے۔ اور رسمی سلام کے بعد ایک دوسرے کے پاس
سے گزر جاتے تھے۔ البتہ شام کے وقت جب اندھیرا چھا جاتا تو مسٹر ساکنز کا دستور
تھا۔ پچھلے دروازہ کی راہ سے ڈاکٹر صاحب کے مکان میں داخل ہوتا۔ اور کھانے کے
کمرہ میں بیٹھ کر شراب کی بوتل سامنے رکھے ہوئے ان میں بڑی دیر تک باتیں ہوا کرتیں
اس طرح کے موقعوں پر بارہا ان کے قہقروں کی گونج سنائی دیتی۔ جو صریحاً ان کے ریا
سے حاصل کئے ہوئے منافع کی خوشی کی منظر ہوتی تھی۔

یہاں گئے باغوں میں تھوڑا سا حال مسٹر ساکنز کا بھی بیان کر دینا چاہتا
ہوں۔ جو اکبر سے بدن کا لکڑہ صورت آدمی تھا۔ اور جس کے منہ پر عین کے بے شمار لٹے
تھے۔ طبیباً چاناک اور پھرتیا۔ وہ صوبہ کے ساتھ بڑے اخلاق سے پیش آتا۔ اور
ڈاکٹر پامفرٹ کے روبرو تو انکسار محسوس ہوتا تھا۔ اس کی عادت تھی۔ جو بات

ڈاکٹر صاحب سے منہ سے نکلے۔ خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ ضرور اس کی تصدیق کر
 کر دیتا۔ ان کی تردید کا خیال مجھ سے کبھی اس کے دل میں پیدا نہیں ہوا۔ مسز ہانٹ
 کی طرح وہ بھی دلی چال چلتا۔ اور بڑی مدہم آدمی آواز سے گفتگو کرتا تھا۔ اور گویا صحیح ہے
 کہ اُن اوقات میں جب وہ اور ڈاکٹر ہامفرٹ دوسری بوتل کے وسط تک پہنچ چکے
 تو بارہا کھانے کے کمرے سے قہقہوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ تاہم اس طرح کے موقعوں
 پر جب میرا کسی دوسرے نوکر کا ان کے کمرے میں جانا ضروری ہوتا تو پھر وہ بڑی
 مدہم اور سرسراتی ہوئی آواز سے گفتگو کرتے تھے۔ مسز ساکنز کی عمر اڑتیس سال
 کے قریب تھی۔ وہ شادی شدہ آدمی تھا اور اُس کے کئی بچے تھے۔ ظاہر امر دشرلف
 اور عزت وار تھا۔ لین دین کا صاف کبھی کوئی تقاضائی اُس کے دروازے پر
 نہیں دیکھا گیا۔ وہ باقاعدہ خیرات میں حصہ لیتا۔ اور جہاں تک پیشہ کی مصروفیتیں
 اجازت دیتی تھیں گرجا میں بھی جاتا تھا۔ یا کم از کم لوگوں کا خیال تھا۔ کہ وہ ایسا کیا کرتا
 ہے۔ یہی حالت ڈاکٹر ہامفرٹ کی بھی تھی جس کے سلسلہ میں میں اُس کا ایک چھوٹا سا
 راز اور بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ میرے اسبجکٹ نوکر ہونے کے بعد پہلے اتوار کا ذکر
 ہے کہ بڈھا کو چنان جو ساڑھے گیارہ کے قریب پنجے کے طور پر ایل کے ایک گلاس کے
 ساتھ روٹی اور پیرنوش کر رہا تھا۔ دیوار کی طرف لگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھ
 کر گلوگرنے آواز میں کہنے لگا۔ "میرے خیال میں وعظ شروع ہو چکا ہوگا۔ جوزف تم
 ذرا دوڑ کے گرجا جاؤ۔ وہاں دربان سے پوچھ لینا۔ کہ تمہارے آقا ڈاکٹر ہامفرٹ
 کہاں بیٹھے ہیں۔ پھر دلی آوازیں اُن سے کہنا۔ کہ ایک بہت ضروری کام ہے۔ فوراً
 تشریف لے چلے۔" میں نے اس ہدایت کی تعمیل کی۔ لیکن اس سوال پر غور نہیں
 کیا کہ ایسا کرنے کی خاص حاجت کیا تھی۔ چنانچہ گرجا پہنچ کر میں نے ڈاکٹر ہامفرٹ کو
 پیغام دیا۔ جس کو پاستے ہی وہ پراسرار اہمیت کے انداز سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور

ظاہر اچپ چاپ رخصت ہونے کی کوشش کرتے ہوئے اس طریقہ پر گر جاتے ہیں۔
 نکلا کہ ہر ایک آنکھ اس پر لگی ہوئی تھی۔ اگلے اترار کو اسی طرح کا واقعہ پیش آیا
 یعنی میں ڈاکٹر پامفرٹ کو طلب کرنے گرجا گیا۔ مگر جب اس جگہ پہنچا تو خدائی احکام پڑھے
 جانے لگے تھے۔ اس سے اگلے اترار کو میں اس وقت گرجا پہنچا جب وہ خط شروع ہو گیا
 تھا۔ وہ تھے اترار کو ڈاکٹر پامفرٹ بالکل ہی گرجا نہیں تھے۔ بلکہ شش گاہ میں بیٹھے
 نادل پڑھتے رہے۔ البتہ اس ناملہ کی تنائی کے طور پر اگلی مرتبہ ازل سے آخر تک گرجا
 میں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد تین چار ہفتوں تک یہی حال رہا۔ کہیں جا کر دوران
 عبادت ہی میں آنسو گرجا سے بلانا۔ مگر تبدیلی اوقات کے ساتھ۔ تاکہ کسی کو اس بات کا
 شبہ پیدا نہ ہو کہ سب کچھ ایک سوچی ہوئی ترکیب کے سلسلہ میں پیش آرہا ہے۔ حالانکہ
 جیسا میں نے بعد ازاں اندر دنی حالات سے بہتر واقف ہو کر معلوم کیا۔ یہ باتیں محض
 اس نے کی جاتی تھیں کہ لوگوں کو معلوم ہوتا رہے کہ ڈاکٹر پامفرٹ انتہائی مصروفیت
 کے باوجود ضرور گرجا جاتے ہیں۔ اور اگر ان کو عبادت کے دوران میں اٹھ کر چلے
 آنا پڑتا ہے۔ تو اس کے ذمہ دار حالات ہیں۔ ان کا اپنا قصور کچھ نہیں۔ مخفی نہ رہے
 مگر بہتر ایسی ہی ترکیب مسٹر ساکنز کی طرف سے عمل میں لائی جاتی تھی۔

معلوم ہوا ہے کہ کوچان کو ڈاکٹر صاحب کے ان ملازمت کرتے کئی سال
 ہو گئے تھے۔ اور گو یہ حیثیت مجبوری وہ ایک فادار نوکر تھا۔ تمام اوقات بعد میں جب
 اس نے ضرورت سے زیادہ اپنی پیلی ہو۔ یا رات کو پانی ملی ہوئی برانڈی نوش
 کرنے کے بعد وہ اپنے آقا کے بارہ میں بعض اس طرح کے حالات جو میرے لئے منکرانہ
 تھے۔ عداوت یا بغض و کینہ کے طور پر پیش کچھ محض ایک لطیفہ کی حیثیت میں بیان
 کرنے لگتا تھا۔ جس سے رفتہ رفتہ میں اس تلخ حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ
 مذکورہ خواہ طبعاً کتنا ہی اچھا نیک اور فادار کیوں نہ ہو۔ گھر والوں کے عادات و اطوار

سے متاثر ہو کر ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ بات مجھ کو بڑھے کو چبان کی ذبانی ہی معلوم ہوئی تھی۔ لیکن لوگوں کو صنف دلیغ یا مالینو یا کی شکایت ہو۔ ڈاکٹر یا مفرٹ ان کے لئے بیٹے چوڑے نسخے لکھ کر انہیں مریض تیار میسٹر سائز کی دوسکان پر بھجوا دیا کرتا تھا۔ اور وہاں سے ان مریضوں کے لئے اس طرح کی گویاں یا محلول تیار کر کے جیسے تھے۔ جن میں وہ کا نام و نشان تک نہ ہو۔ بات اس میں شک نہیں پر وہ کہتی اور ڈاکٹر اور دوا ساند میں ایسے معاملوں کی نسبت ہمیشہ احتیاط بھی بہت برتی جاتی تھی۔ تاہم کسی نہ کسی ذریعہ سے راز باہر نکل آیا۔ اور ایک اس طرح کے پرانے نوکر کے لئے جیسے ڈاکٹر یا مفرٹ کا کوجبان تھا۔ اس طرح کے اسرار سے واقف ہونا چنداں باعث حیرت نہ تھا۔ مختصر یہ کہ مجھے اس نئی عادت کو شروع کے بہت عرصہ نہ گذرا تھا کہ میں ڈاکٹر یا مفرٹ کے عادات و خصائل کے بارہ میں کئی ایسی باتیں معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا جو میرے دل میں نفرت و استکراہ پیدا کرنے والی تھیں۔ تاہم نوکروں سے اس کا رتاؤ ہمیشہ اچھا رہا کرتا تھا اور یہی معمول اس کی بی بی کا تھا۔ ہم اچھے حالات میں رہتے تھے۔ کھانا پینا بھی عمدہ ملا کرتا تھا۔ اور تنخواہ نہ صرف معقول تھی۔ بلکہ ہمیشہ وقت مقررہ پر ادا ہوتی رہتی تھی۔ پس اور دس کو ڈاکٹر یا مفرٹ اور اس کی بی بی کے برخلاف کچھ ایسی شکایت کیوں نہ ہر ذاتی طور پر مجھے ان سے کوئی شکوہ نہ تھا۔

اور اب میں ایک ایسے واقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جس نے اعمال اس سے پہلے اشارتاً بیان کیا جا چکا ہے۔ یعنی ڈاکٹر یا مفرٹ کے مکان کے ایک خاص حصہ کے اسرار کا جو باقی حصوں سے علیحدہ اور مخصوص تھا۔ یہی اور دوسری منزل کے گھرے اس طرح بنے ہوئے تھے۔ کہ ان کے دروازہ کا سیرٹھیلوں سے براہ راست کوئی تعلق نہ تھا۔ میرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص ان دو منزلوں میں سے کسی پر رہتا ہو۔ تو وہ اس منزل کے ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں بڑی آسانی سے اس پر شیدگی کے ساتھ

جاہ سکتا تھا کہ بیڑیوں پر چڑھنے اُتے والوں میں سے کوئی اس کو نہ دیکھے جب میں نیا
 نیا اس جگہ نوکر ہو کر آیا۔ تو دیکھا کرتا تھا کہ جس وقت کمرہ نشست میں ناشتہ کا سامان
 تیار ہو سکے جاتا۔ تو عین اُس وقت ایک اور بھال تیار کر کے اس نوکرانی کے ذریعہ
 سے جو نجی کنیز کہلاتی تھی۔ اوپر کی منزل پر بھی ضرور بھیج دیا جاتا تھا۔ اسی طرح شام کا
 کھانا چار اور رات کا کھانا یہ سب چیزیں بھی علیحدہ تیار کر کے ضرور اوپر کی منزل پر
 بھیجی جایا کرتی تھیں۔ اور یہ سب کام بڑے پُر راز طریقہ پر ہوتا تھا۔ جس کا حال کم از کم
 مجھے کو عرصہ دراز تک معلوم نہ ہو سکا۔ بارہا میں یہ سوچ کر حیران ہوتا تھا۔ کہ ان دو
 ناشتوں دو دو کھانوں اور دو دو لیچوں کی کیا ضرورت ہے؟ مگر جواب سے طور پر کوئی
 کیفیت میرے ذہن میں نہ آتی تھی۔ اس کے علاوہ میں دیکھتا تھا۔ کہ جس وقت اوپر
 کی منزل سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی۔ تو اُس کے جواب میں صرف نجی کنیز ہی
 حاضر ہوتی تھی۔ دوسری نوکرانیاں موجود بھی ہوں تو اس آواز کو سن کر اوپر نہ جاتی
 تھیں۔ اگر کبھی اتفاق سے ایسا ہو کہ اوپر کے کمرہ سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دے اور
 نجی کنیز کسی کام کیلئے با درچی خانہ میں گئی ہو۔ تو بجائے اس کے کہ کوئی دوسری نوکرانی
 اوپر چلی جائے۔ اس واقعہ کی اطلاع یہ کہہ کر اُس خاص نوکرانی کو دی جاتی تھی۔ کہ ہمیں
 تہادی گھنٹی بجی ہے۔ اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ خاص نوکرانی جو لچہ
 کے کمرہ میں جایا آیا کرتی تھی۔ بڑی چپ چاپ اور پُر اسرار عورت تھی جس کی صورت
 اور انداز سے پایا جاتا تھا۔ کہ وہ کبھی کوئی غیر موزوں بات منہ سے نکالنے پر ہرگز آمادہ نہ
 ہوگی۔ بعض اوقات اگر میں کسی کام کے لئے دفعتاً با درچی خانہ میں جاتا تو دیکھتا کہ وہ
 با درچن یا دوسری نوکرانی سے پُرس پُرس باتیں کرتی۔ لیکن مجھے اندازہ نہ دیکھ کر وہ سب
 فوراً چپ ہو جاتیں اور پُر معنی انداز سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتی تھیں
 قدرتی طور پر مجھے ان باتوں سے سخت حیرت ہوتی تھی۔ ادا اس سے میرا شوق استغاب

نیونڈج سعادۃ ان کو ملتا تھا وہ ان کی زبانیں بند کر نیکے لئے کافی اور مقبول ہوتا تھا
 ہاں سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ فی الحال ایک خاتون منزل اول کے کمروں میں ٹھہری
 ہوئی ہے۔ لیکن گواہ کی موجودگی کا علم دوسرے کمروں کو بھی تھا۔ تاہم اُس ایک
 خادمہ کے سوا جسے نجی تیز کہتے تھے۔ اور کسی نوکر نے کبھی اُس کی صورت نہ دیکھی تھی
 وہ ایک رات منہ پر نقاب پہنے اس جگہ آئی اور ایک بار مکان کی دہلیز میں قدم رکھنے
 کے بعد نہ کبھی اُس سے باہر نکلی نہ کسی نے اُسے چلتے پھرتے دیکھا۔ نجی کیز کے بارہ میں معلوم
 ہوا کہ گواہ نے اُس کی صورت دیکھی تھی۔ تاہم اس کا نام اس کو بھی معلوم نہ تھا۔ بلکہ
 ممکن ہے۔ ڈاکٹر اور اس کی بی بی کو بھی نہ ہو۔ اپنی آمد کے دو مہینہ بعد وہ ماں بی۔ اور وہ
 عورت جو اس موقع پر خدمات انجام دینے کے لئے آئی تھی۔ فوراً ہی ایک نومو لو دیکھ کر
 لیکر کسی نامعلوم مقام کی طرف رخصت ہو گئی۔ اس کے تین مہینے بعد وہ عورت بھی جس
 پراسرار طریقہ پر آئی تھی۔ اُسی طرح رخصت ہو گئی۔

یہ بھی محضہ کو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر ہانفرٹ کے اس طریقہ پر خاتونوں کو اپنے مکان میں
 رکھنے کا حال شہر سبیری کے لوگوں کو عام طور پر معلوم نہ تھا۔ بعض حلقوں میں اس کے
 متعلق دبی آوازیں بائیں ضرور ہوتی تھیں۔ تاہم اس راز کو اس خیال سے قصداً چھپانے
 کی کوشش کی جاتی تھی۔ کہ اگر وہ عام طور پر ظاہر ہو گیا تو اس سے ڈاکٹر ہانفرٹ کی جہالت
 کو ضعف پہنچے گا اندیشہ تھا۔ تاہم اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ ڈاکٹر صاحب کو اس ذریعہ سے
 جو آمدنی ہوتی تھی۔ وہ مریضوں سے وصول کی ہوتی فیسوں سے بہر حال زیادہ ہوا کرتی
 تھی۔ اور اگر کبھی حالات ان کو ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک کی آمدنی کو خیر باد کہنے پر
 مجبور کرتے۔ تو وہ طبابت کو اپنی دوسری مصروفیتوں پر قربان کر نیکے لئے فوراً آمادہ ہو جاتے
 اور اب اس قدر حالات جاننے کے بعد میں نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ کس لئے مسٹر ہانفرٹ
 ذہے پاؤں چیلنے کی عادی تھی۔ کیوں اُس کے خیر نہ پراسرار کی ہجرت یا بی جاتی تھی کس لئے

وہ دہلی آواز سے گفتگو کرتی تھی اور سیدوں اس کی حالت عجوبی طور پر یہ ظاہر کرتی تھی کہ کسی مریض کے سر لٹنے بیٹھے رہنے کی عادی ہے۔ پھر اس کے علاوہ اس دریافت کا یہ بھی نتیجہ کہ معلوم ہوا کہ کیوں ڈاکٹر پامفرٹ اور مسٹر ساکنز میں اتنے گہرے تعلقات نہ گویا وہ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہوں۔ وجہ محض یہ تھی کہ مسٹر ساکنز چونکہ جناب کے کام سے واقف تھا۔ اس لئے اس طرح کے موقعوں پر اس کی خدمات ہمیشہ درکار رہتی تھیں۔

ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان کے اسرار کو (جن سے میں آغاز ملازمت کے بہت عرصہ بعد رفتہ رفتہ واقف ہوا تھا) اس حد تک بیان کرنے سے بعد میری پھر اپنی داستان کا سلسلہ شروع کرتا ہوں۔ مجھ کو اس جگہ آنے قرینہ چار ماہ گزر چکے تھے اور اب ماہ جون کا آغاز تھا۔ ایک رات کا ذکر ہے۔ میں باورچی خانہ میں بیٹھا نوکروں سے باتیں کر رہا تھا۔ ڈاکٹر پامفرٹ کھانا کھانے کے کمرہ میں مسٹر ساکنز سے دخت رز کی انفاستوں پر علمی بحث کر رہے تھے۔ اور مسٹر پامفرٹ پھر میں کسی اس طرح کی لڑائی کی عدم موجودگی کے باعث چہرہ کی صحبت میں اس کی حاضری ضروری ہوتی۔ سیر و تفریح کے لئے باہر گئی ہوئی تھی۔ دفعہ کسی نے مکان کے صدر دروازہ پر بڑے زور سے دستک دی۔ اور اس کے ساتھ میری گھنٹہ کی سی بھی کھینچی جس کی آواز پر مشورہ گونج پیدا کرتی ہوئی مکان کے ہر حصہ میں پھیل گئی۔ ان آوازوں کو سن کر وہ بابا ہر کا دروازہ کھولنے گیا۔ پھر جب اس وقت رات کے نو بجے تھے۔ تاہم کسی نوکر کی غفلت سے ڈیوڑھی کا لمپ روشن نہ کیا گیا تھا۔ اتفاق سے باز کے لمپ ہی مکان کے دروازہ سے فاصلہ پر تھے۔ تاہم موسم چونکہ وسط گرمی کا تھا۔ اس لئے رات کے نو بجے بھی اتنا اچھا باقی تھا جس میں ایک دوسرے کی صورت اندھیرے میں کافی صحت کے ساتھ پہچانی جاسکتی تھی۔ علاوہ بریں ہمارے مکان کے عین بائیں طرف ساکنز کی دوکان پر سرخ لمپ روشن تھا جس کی مدہم روشنی دروازہ سے چند گز پر۔

پہنچتی تھی۔ ان سارے حالات کی وجہ سے جب میں نے باہر کا دروازہ کھولا۔ تو اس شخص نے
 دیکھ کر جو دروازہ کھلنے کے انتظار میں کھڑا تھا۔ بڑی آسانی سے معلوم کر لیا کہ وہ مسٹر کلم
 یونہم کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔

”کیا ڈاکٹر پامفرٹ گھر پر ہیں؟“ اس نے مجھے باہر آ کر دیکھ کر پوچھا۔

”جی ہاں۔ میں نے پھلے ہر گے لہجہ میں جواب دیا۔ کیونکہ مجھے اس آدمی کو سامنے
 خڑا دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی جس سے بوجہ مجھے اتنی سخت نفرت تھی۔“

”تو جاکے ان سے کہ دو۔ ایک صاحب ملنا چاہتے ہیں۔ اس نے جلدی سے حکم
 دیا۔ ”میرا نام...“ لیکن نہیں میرے خیال میں نام ظاہر کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ
 میں ایک نجی ضرورت سے علیحدگی میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔“

میں نے اس کو اندر آنے سے روک نہیں کہا۔ اس نے کہ غصہ اور جوش کی وجہ سے
 میرے منہ سے ایک لفظ تک نہ کہنا محال تھا۔ اس کی موجودگی سے ایبل کے شعلے ہر ایک
 واقعہ ہر ایک خیال ہر ایک اندیشہ کی یاد وہ چند اشارت کے ساتھ میرے سینے میں تازہ
 ہو گئی۔ دروازہ کھلا چھوڑ کر میں نیم بے خبری کی حالت میں اندر کی طرف ہڑا اور دوڑ گیا
 میں خیال سے کہ میرا مطلب اس کو اندر آنے کی درخواست کرنے سے تھا۔ میرے
 پیچھے اندر چلا آیا۔ اس کے بعد میں نے اس کو نشست کا دروازہ کھولا۔ جو اس
 علیحدگی کے ملاقا تینوں کے لئے مخصوص تھا۔ اور جہاں کسی ایسے ہی مرقبہ کے انتظار میں ایک
 لمب جگہ رکھا رہتا تھا۔ وہ کسی قدر اضطراب کی حالت میں اس کو کے اندر داخل
 ہوا اور میں نے کوہ کا دروازہ پھیر دیا۔ لہذا ہر اس نے مجھ کو پہچانا تھا۔ کم از کم میرا
 یقین یہی تھا کہ اس نے مجھے شناخت نہیں کیا اور سچ پوچھے تو وہ مجھے پہچان بھی
 نہ کرتا تھا۔ کیونکہ اہل نوین گرو اس کے نام پر شکل و صورت سے واقف تھا۔ تاہم
 مجھے ایک دہرہ دیکھ لینے کے بعد وہ نہ جانتا تھا۔ اور اگر جانتا بھی ہوتا تو میں چونکہ

ڈیوڑھی کے اندھیرے میں کھڑا تھا۔ اس نے اس کا مجھے شناخت کرنا غیر ممکن تھا۔ اس سے پہلے دو تین مرتبہ اُس نے مجھے چارلٹن ہال میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد تھیںٹر میں گویں نے اس کو ریولٹ مارٹیر سے رجو میری اینیل کا فرضی نام تھا، گفتگو کرتے دیکھا تھا تاہم میں خود اس کی نظروں سے پوشیدہ رہا تھا تیسرے موقع پر جب میں آکسینٹر کے قریب شراب خانہ کے باہر اینیل کو اس کی گاڑی میں بیٹھے دیکھ کر اس کی طرف دوڑا تھا۔ تو اس موقع پر یا تو اس نے مجھے بالکل ہی نہیں دیکھا۔ یا ممکن ہے گاڑی کے لمپوں کی روشنی میں میری دھندلی سی تصویر اس کی نظروں میں پھری ہو۔ غرض سارے حالات دیکھتے ہوئے اُس کا مجھے نہ پہچانا چنداں حیرت خیز نہ تھا۔ اس کے برعکس وہ اگر مجھ کو پہچانتا۔ تو یہ بات زیادہ تعجب خیز ہوتی۔ مجھ کو چارلٹن سے رخصت ہوئے ڈیڑھ سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ میری شکل و صورت پہلے سے بدل چکی تھی۔ اور قد بھی لمبا ہو گیا تھا کیونکہ اس عمر میں جس کا میں ذکر کرتا ہوں ڈیڑھ سال کا وقفہ کسی نوجوان کی صورت میں بہت بڑی تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔

لیکن ذکر کچھ اور تھا۔ باہر کا دروازہ جلدی سے بند کر کے میں نے ڈیوڑھی کا لمپہ جلا دیا۔ تاکہ ڈاکٹر پافٹ اس جنگد اندھیرا چچ یا ہوا دیکھ کر ناراض نہ ہو۔ اور اس کے بعد اس کمرہ کی طرف گیا۔ جہاں وہ مسٹر ساکنز کے پاس بیٹھا تھا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ اُس کا چہرہ لثرت سے روشنی سے مرنج تھا اور میرے نے میز پر رکھی ہوئی خالی بوتلوں کی تعداد سے اس بات کا اندازہ کرنا بہت مشکل نہ تھا۔ کہ ڈاکٹر اور دو اساز میں کھا کھانے کے بعد دوران گفتگو میں اس شغل کو خوب ہی جاری رکھا گیا ہے۔ ہر چند میرے دل میں بے نصیب اینیل کے متعلق کئی طرح کے رنجیدہ خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ تاہم ڈاکٹر روبرو دھلتے ہوئے میں نے جہاں تک ممکن تھا نظاں سہری سکون قائم رکھنے کی کوشش کی اور اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کو اطلاع دی کہ ایک صاحب رشاد ضروری کام کے

آپ سے مناجا جاتے ہیں اور دوسرے کمرہ میں بیٹھے انتظار کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر پامفرٹ نے یہ اطلاع پاتے ہی حالت اضطراب میں ایک بوتل سوڈا واٹر کی طلب کی اور اسے پی کر جیسا ان کا معمول تھا بڑی سنجیدہ صورت بنائی۔ اس کے بعد وہ اس کمرہ کی طرف گئے جہاں میں ان سے اپنے سرکلم ویرنم کو بچھا چکا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر ایک بار باورچی خانہ میں چلا گیا۔ مگر اپنے جی میں یہ سوچ کر حیران تھا کہ وہ کونسا ضروری کام ہوگا جس کے لئے سرکلم اس طرح بے وقت ڈاکٹر صاحب سے ملنے کے آیا ہے بعض اندیشے . . . ہیئت ناک اندیشے میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہو گئے تھے۔ مگر میں نے بنووان کو دبا۔ بڑی کوشش کی قریبا بیس منٹ سرکلم اور ڈاکٹر پامفرٹ میں بات چیت ہوئی رہی۔ اس کے بعد بیرسٹ رجسٹریٹ ہوا۔ اور ڈاکٹر پامفرٹ پھر کمرہ نشست میں مسٹر مائیکلز کے پاس چلا گیا۔

تین دن گزر گئے اور اس دوران میں میں ان تکلیف دہ خیالات کی وجہ سے بن کا ذکر اسٹارٹ کیا جا چکا ہے۔ سخت یچین اور فکر مند رہا۔ اس کے بعد جیب میں نے دیکھا کہ وہ نجی کینیڑو بالاضامہ کا ہتھام کیا کرتی تھی۔ کسی نئی خاتون کی آمد کی تیاری میں جھانڑ پونچھ کرتی پھر رہی ہے۔ تو جیسا لازم تھا ان اندیشوں کو اور بھی تقویت ہوئی۔ وہ اندیشے سمجھا تھے۔ اس کا حال میرے خیال میں اکثر ناظرین پہلے ہی سمجھ گئے ہوں گے خیال میرے لئے اینیل کی تصویر کو سرکلم ویرنم کی قابل نفرت شخصیت سے جدا کرنا ناممکن تھا۔ کبھی کبھی یہ خیال بھی دل میں پیدا ہوتا کہ وہ ایک مسلمہ بدعاش ہے۔ اور اپنی عمر میں سیول ٹرور و عورتوں کی تباہی کا فریہ بن چکا ہے۔ اس لئے ممکن ہے۔ وہ ان میں کئی ایک کے لئے جو اینیل سے جدا کرنی اور نفی یہ سارے انتظام کرنے آیا ہو۔ بہر حال میرے لئے اس بات کو دو یقین تک وہ میں میں جگہ دینا کہ یہ سب کچھ اینیل کے لئے ہی ہے۔ واجب و رورست تھا۔ اس طرح کی دہلیوں سے میں ان اندیشوں کو جو دل میں پیدا ہوتے

تھے وہ بانیہ اور رخ کرنے کی بہت کوشش کرتا تھا۔ مگر اس کے باوجود کوئی وجہ تھی کہ وہ پھر بھی وہ چند شدت کے ساتھ میرے ذہن میں تازہ ہو جاتے تھے۔

سر مکمل ویرنم کو ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر آئے تین دن گزر چکے تھے۔ کہ چوتھے دن دوپہر کے تھے اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ کسی خاتون کی آمد کے انتظار میں پہلی منزل کے کمروں کو ٹھیک ٹھاک کرنا جا رہا ہے۔ اگر اس بارہ میں کوئی شبہ میرے دل میں باقی تھا۔ تو وہ دوسرے کمروں کی وہی ہوتی گفتگو سے رفع ہو گیا۔ البتہ اس خاتون نے جو نجی کمیز پہنتی تھی۔ اس سوال پر بہت ہی کم گفتگو کی۔ اور جو کی بھی توڑے تھا پیرایہ میں کم از کم اس گفتگو میں سر مکمل کا نام بالکل نہیں آیا گیا۔ اور عین ممکن ہے کہ اس کا نام نذر دہ میں سے کسی کو معلوم ہی نہ ہو۔ وہ گئی وہ خاتون جس کی آمد کے سلسلہ میں یہ سب کچھ ہوا تھا۔ تو اس کے بارہ میں یہ بیان کرنا لا حاصل ہے کہ جتنی بھی رازداری ممکن تھی اس موقع پر کی گئی تھی اس کا نام معلوم نہ تھا۔ کسی کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس کی آمد پر پہلی آمد کے سلسلہ میں ہے یا نہیں۔ فی الحقیقت جب میں نے اس سارے سوال پر اچھی طرح غور کیا۔ تو اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ جو خیال میرے دل میں پیدا ہوا ممکن ہے محض وہم ہو یعنی جس عورت کو یہاں آنا تھا۔ اس کا بیرونٹ کی آمد سے بالکل کوئی تعلق نہ ہو۔ یا بیرونٹ کی آمد کسی اور ہی سلسلہ میں ہوئی ہو۔ یہ سب کچھ میں اپنے جی کو سمجھاتا تھا مگر اس کے باوجود یہ حالت میرے دل کی تھی کہ کوئی ذریعہ تسلی کا نظر نہ آتا تھا۔ میں لاکھ اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتا۔ لیکن خیالات پھر پھر اکو اسی نقطہ پر آ جاتے تھے۔

اس روز نہ صرف گھر میں غیر معمولی چل پل رہی۔ بلکہ سبز پامفرٹ بھی جو عموماً چپ چاپ اپنے کمرے میں بیٹھی رہا کرتی تھی۔ سنی یا ریپلی منزل کے پھیپے کرتے دیکھو گئی جس سے کم از کم اس بات کا یقین پوری طرح مجھ کو ہو گیا۔ کہ جس کسی کو آنا ہے۔ وہ گھر

آج رات کو آجائے گا۔ لیکن دس بج گئے۔ میں گھر کے کام دھندے سے فارغ ہو کر
 اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور اس وقت تک کوئی نہ آیا۔ ایک عجیب طرح کی بچپنی میرے
 دل کو لاحق تھی۔ صد ہا نظرات سب سے پہچان کر رہے تھے۔ لاتعداد اندیشے زہر میں
 بکھے ہوئے تیردس کی مانند جگر کو زخمی کرتے تھے۔ ان حالات میں نیند کا خیال دل میں
 لانا ہی غیث تھا۔ میں بیچ کر انتظار کرنے لگا۔ میرا کمرہ مکان کی سب سے اوپر والی
 منزل پر تھا۔ اور اس کی ایک کھڑکی بازار کی طرف کھلتی تھی۔ مگر اس کے آگے چونکہ
 ایک بہت چوڑا چھو یا کانس بنی ہوئی تھی۔ اس لیے میں اگر چاہتا بھی تو کھڑکی میں
 کھڑے ہو کر بازار کا حال نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس کے باوجود میرے کان ہر طرح کی
 آوازیں پر گئے ہوئے تھے جب بازار میں کسی گاڑی کے گزرنے کا شور سنائی دیتا
 تو میں دھڑکتے ہوئے دل سے یہ جاننے کی کوشش کرتا کہ کیا وہ ہمارے دروازہ پر
 ٹھہرے گی یا لیکن کئی گاڑیاں آئیں اور گزر گئیں۔ اس کے ساتھ ہی وقت بھی گزرتا
 گیا۔ جتنی کہ آدھی رات کا عمل ہو گیا۔ آخر میں وقت ایک گاڑی مکان کے دروازہ پر
 آکر ٹھہری۔ میں نے کھڑکی سے جھانکنے کی کوشش کی۔ لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ حالت اضطراب
 میں میں نے جلدی سے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اور بغیر سوچے سمجھے دوچار سیڑھیاں
 چھٹی نیچے اتر گیا۔ مگر ملین اس وقت کسی نے باہر کے دروازہ پر دستک دی یا دیرپوں
 کی تیز چاب ڈیوڑھی میں سنائی دی۔ میرا جی گھبرانے لگا۔ میں سخت ناشاد اور تیار
 تھا۔ بہیم اور خوفناک اندیشے اس شدت کے ساتھ دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ کہ جی
 چاہتا تھا کہ میں کھڑے ہو کر باواز بندر ونا شروع کر دوں۔ یا انجام کی پر دانہ کو
 دوڑے نیچے اتر جاؤں اور تنک رفع کر لوں لیکن میں دیریں آدھی میرٹھیوں
 پر کھڑا تھا۔ اور بہان میں زور کی تھوڑی پیدا ہو رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ
 دفعتاً کسی نے مجھ کو اس کمرے سے نکال کر منطقہ بارو کے برفانی مقامات پر بلا ڈالا ہو۔

دلی آواز کی گفتگو میرے کانوں میں آرہی تھی۔ مگر میرے لئے کسی لفظ یا کسی
 آواز کو پہچاننا غیر ممکن تھا۔ اتنے میں کسی سے پہلی منزل پر چڑھنے کی آواز سنائی دی
 میرے دروازہ کھلا اور بند ہوا اور میں لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ایک بار اپنے کمر میں چپلا
 کیا جوش کی تیز آندھی میرے دماغ میں اٹھ رہی تھی۔ نامعلوم اندیشوں کا طوفان
 میرے سینہ میں برپا تھا اور میں ان غیبی طاقتوں کے سامنے بے بس اور مجبورہ حالت
 یاس میں تین بستر پر اندھا لٹ کر سبکیاں لے لے کر رونے لگا۔ میرا دل اور اس
 دل میں پھٹی ہوئی کوئی آواز رہ رہ کر کہتی سنائی دیتی تھی کہ آنے والی انیل ہے
 وہ اس وقت اسی مکان میں ہے جس میں میں ہوں۔ اور ہم ایک دوسرے سے اتنا
 قریب ہوتے ہوئے بھی دور ہیں۔ مجھے اس کی حالت کا خیال آیا۔ اور اس شرم
 بے غزنی اور بے جرمی کا جی جو اس مکان پر اس کی آمد سے تعلق رکھتی تھی گھٹنوں
 میں اپنے بستر پر پڑا ہوا رنج و غم۔ یاس و ندامت افسردگی اور بے تابی کے تلخ
 آنسو بہا تا رہا۔ مگر یا جو کچھ ہوا۔ وہ میرے کسی اپنے سہو یا گناہ کا نتیجہ تھا جی کہ
 آخر کار رنج و غم سے نڈھال ہو کر اس وقت جب مایوسی اور غمگین اپنا پورا
 زور لگاتے ہیں جسم اور ذہن کو یکساں کمزور کر چکی تھیں۔ تو بڑی مشکل سے
 چار پائی سے اٹھ کر کھڑے اتارے اور سونے کے خیال سے بستر پر لیٹ گیا۔ اس کے
 ساتھ ہی آنکھ لگ گئی۔

لیکن آہ! وہ کیا خواب تھا۔ جو مجھے سوتے میں نظر آیا؟ کیا دیکھتا ہوں۔ انیل
 میرے بستر کے پاس کھڑی ہے۔ ویسی ہی خوبصورت جیسی۔ دو برس پیشتر اس
 زمانہ میں تھی جب میں نے اس کو پہلی مرتبہ پندرہ سال کی عمر میں غنچہ ناشگفتہ کی طرح
 عالم دوستی کی میں دیکھا تھا۔ منہ کے رنگ کے گھومے ہوئے بال لاتعداد حلقوں
 میں اس کی پیشانی پر اور رخساروں کے اطراف میں چھپا ہوئے اور لہراتی ہوئی ناگوں

کی صورت میں شانوں پر اور جانب پشت نکلے ہوئے بڑی بڑی ٹیلیں منکھیں اس
 قہصیل کے آب ساکن کی طرح گہری اور شفاف جو ٹکھڑے ہوئے آسمان کی نیلوقری
 رنگت کو اپنی سطح پر منعکس کرتی ہو، عفت و مصدیت سے پرادکم منی کی مشرق سے
 جھلکی ہوئی۔ ذہانت۔ سادگی اور سچائی کے بے ہوئے آثار چہرہ پر۔ قریب قوی ہونٹ
 ذرا سے کھلے ہوئے اور ان کے اندر روئے شہوار کی دودھوار لڑیاں۔
 یہ صورت تھی جو مجھ کو نظر آئی اور اس کی پوشش کتنی پاک اور نہایت ریزہ ریزہ سابق کے
 برضات اس موقع پر اس نے دودھیا سپید یا بہت ہلکے نیلے رنگ کے کپڑے زیب بدن
 کئے تھے جس سے اس کی صورت میں فرشتگانہ مصدیت پائی جاتی تھی۔ اور
 وہ پاک لباس اس کے بدن کی نازکی اور عفت کی درازی کو کس خوبی اور نفاست
 سے اجاگر کرتا تھا۔ اس کے اندر چھپے ہوئے شانوں کی دھوان بکھر کر باہر کی جو بن
 کا اجھار اور بدن کا چمکلا پن کس خوش اسلوبی سے ظاہر ہوتا تھا۔ یہ حیثیت عموماً
 اس کی صورت اس محافظہ فرشتہ سے مشابہ تھی۔ جو میرے طالع بد کو اثر دے کر
 میرے سر پر نہ کھڑا ہو۔ اس کو اتنا پاس دیکھ کر میرا ذہن بے اختیار ہی میں اس
 کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن پتہ تھی۔ اس حرکت کے ساتھ ہی **دھندلہ** ہوا۔ میری تصویر
 جلسہ باطلی کے طرح مست تھی۔ اور اس کے بعد اس حیرت انگیز تیزی سے جو حالت
 ذاب سے مخصوص ہے ایک اور نظارہ نے اس کی جگہ لے لی کیا لکھتا ہوں۔ چار لہن کا
 ارجا اور اس سے ملحق قبرستان ہے۔ اور میں آدھی رات کے وقت اس گرجا کی
 گھڑی کے پاس کھڑا ہوں۔ میری نگاہ مشیشہ کی راہ سے اندر کی طرف گئی ہوئی ہے دفعتاً
 نصف شب کے وقت بارہ کا گھنٹہ بجنا شروع ہوا۔ اور اس کی آہنی آواز ابھی ہوا کو
 رتش کر رہی تھی کہ انبل کی صورت کھن میں پٹی ہوئی گرجا کے اندر چنی نظر آئی۔ پانچ
 ن سرد روشنی۔ منجھکے جہانوں کی طرح سرد اور چھتے والی ہند کھڑکیوں کی راہ سے

داخل ہوئی اور نہ معلوم اس کے اثر سے یا کیوں میرے بدن میں قہر مٹ پیدا ہو گئی۔ اس عرصہ میں وہ صورت بالکل پاس اچھی تھی۔ اور اب جو اس نے باہر کو منہ پھیرا تو معلوم ہوا کہ اس کا چہرہ لاش کی طرح زرد اور اترا ہوا تھا۔ ایک ہیبت ناک جھنجھٹ اس کو دیکھتے ہی میرے منہ سے نکلی۔ میں نے تیز نشینی حرکت کی اور اس کے ساتھ ہی آگے کھل گئی۔

میرا بدن قہر قہر کانپ رہا تھا۔ اور اس جھنجھٹ کی آواز اب بھی ہوا کی گرج سے ملی ہوئی کا تول مٹا آتی تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ کوئی رڑی ہی تیز جھنجھٹ تھی۔ جو اس وقت میرے منہ سے نکلی۔ کیونکہ میرے کمرہ کا دروازہ جلدی سے کھلا۔ اور دوسرا لڑکھاپ جو پاس میں کمرے میں سوتا تھا۔ مضطر بنا نہ داخل ہو کر کہنے لگا۔ "جزوت۔ کیا بات ہے؟ تمہیں تم نے جھنجھٹ ماری تھی؟" جواب میں میں نے ایک دہشت ناک خواب کا دکھائی دینا بیان کیا۔ اور چونکہ میری سہمی ہوئی حالت میرے بیان کے حسب حال تھی۔ اس نے اس کا اطمینان ہو گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد میں جلدی سے اٹھ کر دیوار میں لگے ہوئے آئینہ کی طرف گیا اور اپنی صورت دیکھی۔ مگر وہ اتنی جھپٹا لک اور خوفناک تھی کہ میں خود اس کو پہچاننے سے قاصر رہا۔ بڑی مشکل سے میں نے جو اس بچائے۔ گو میرا دل اس کے بعد بھی بڑی دیر تک دھک دھک کرتا رہا۔ چنانچہ خواب اپنے اثر میں بڑا ہیبت ناک تھا۔ اور میں انتہائی کوشش کے باوجود اس کی یاد دل سے محو نہ کر سکا۔ خیال آیا۔ اب ادائل جون ہے۔ تین ہفتوں کے عرصہ میں کچھ دبی قابل یاد وسط گرام کی رات آئے گی۔ جب ایک سال پیشتر میں نے چارلس کے گرجا میں اس خواب کے واقعہ کو اصل صورت میں دیکھا تھا۔ تین ہفتوں کے عرصہ میں جب آدھی رات کے وقت بارہ کا گھنٹہ بجے گا تو اس واقعہ کو پورا ایک سال پہلے لگا۔ جس کے بعد خدا اس کو ہی بہت سہر معلوم تھا کہ وہ روایت جو اس بارہ میں مشہور تھی۔ صحیح ثابت ہوگی یا میل و جمع یعنی میری ایشیل اس کے بعد بھی زندہ رہے گی یا اس تاریخ تک اس کی ہستی پاک کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ؟

باب ۳۱۔

وسط گرما کی دوسری رات

دن بھر سخت اضطرابی کیفیت لاحق رہی، نذر کوں نے دریافت حال کی کوششیں کیں۔ مگر میں نے یہ کہہ کر ان کو مال دیا کہ رات اچھی طرح غیند نہ آئی تھی۔ اس لمحے پریشان حالی رہی۔ اس آخری واقعہ کی تصدیق دوسرے کو کر فلپ نے بھی کر دی۔ بار بار جی میں آتی تھی کہ کبھی کبھی جن سے مل کر اس خاتون کی شکل و صورت کے بارہ میں استفسار کروں جو پہلی منزل میں آکر رہنے لگی تھی۔ مگر انتہائی کوشش کے باوجود میں اس کی جرات نہ کر سکا۔ اور شاید اگر میں ازراہ طاقت کوئی سوال پوچھتا بھی تو وہ یقیناً جواب دینے سے انکار کر دیتی۔ کیونکہ جہاں تک مجھے کو معلوم تھا نہ صرف نذر کوں کی طرف سے بلکہ ان خاتون کی طرف سے بھی جو اس مقام محفوظ پر آکر رہتی تھیں اتنا مقبول مادہ اس کو ملا کرتا تھا کہ وہ کسی حال میں کوئی ایسا فعل کرنے کے آمادہ نہ ہو سکتی تھی جو اس کے لئے ملازمت سے موقوفی کا ذریعہ ثابت ہوتا۔ علاوہ بریں جیسا میں نے پیشتر لکھا ہے وہ طبعا کم گوارہ عورت اور عورت تھی اور اس کا باقی نوکروں سے بہت کم میل جول تھا۔ تو بھی جو بے چینی اور تشویش اس وقت اس کیل کے ساتھ ایک مکان میں رہتے ہوئے گراس کے رد پر آئے تھے وہ فاسد رہ کر میرے جی کو تھی۔ اس کا اندازہ بیان کی نسبت تصور لہری میں بہتر ہو سکتا ہے لیکن تھا وہ ناشاد ہو۔ اور اگر وہ مشہدات جو میرے دل میں پیدا ہو چکے تھے۔ صحیح ہوں تو اس کا غم زدہ اور ناشاد ہونا قدرتی تھا جس صورت میں وہ بہر دی۔ رحم اور ہجرت کی مستحق تھی۔ مگر میں ان باتوں کا آرزو مند نہ ہوا بھی کچھ نہ کر سکتا تھا۔ ہائے انوس وہ اس بدترین حالت میں بہاؤ میں چپ بیٹھا دیکھا کروں پھر خیال آتا۔ لیکن یہ ہے۔ یہ اس کے علاوہ کوئی دوسری عورت ہو۔ میرے لئے اس کو دیکھ اور پہچانے بغیر اس کی

وجودِ گئی کے یقین کو دل میں جگہ دینا اگر حفاظت نہیں تو اور کیا تھا؟ مگر اس دل کا کیا کیا جائے
میں اسے بار بار سمجھانے کی کوشش کرتا مگر اس کے اندر چھپی ہوئی آواز برابر کہے جاتی تھی کہ
’وہ نیل ہے! وہ تیری انیل ہے! ...‘

لیکن اس ذکر کو لمبا کرنے سے کیا فائدہ؟ میں اگر اپنے خیالات کی تشریح کرنے
بجیٹوں تو یہ داستان داستان نہ رہے۔ بلکہ قلبِ انسانی کی مختلف حالتوں کی تشریح
کا ایک علمی رسالہ بن جائے۔ پس میں اس ذکر کو نظر انداز کر کے یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ اس
واقعہ کے بعد کئی دن گزر گئے اور اس دوران میں وہ خاتون جو پہلی منزل کے مکروں میں
آکر رہی تھی اپنے ہی کمرہ میں بند رہی۔ جین اس حصہ مکان کی خاموشی دن بھر اس کی خدمت
گزار رہی کرتی اور مسٹر پامفرٹ بھی اپنے وقت کا پڑا حصہ اس کی صحبت میں گزار دیتی اور
میری اپنی حالت یہ بھی کہ بار بار اس ایڈیٹر پر کہ شاید باہر کا دروازہ بھولے سے کھلا دے
ہو اور میں اس خاتون کو ایک سے دوسرے کمرے میں جاتے ہوئے دیکھ لوں۔ یا وہ کسی
کام کے لئے کمرہ سے باہر جھانکے تو میں اس کو بچان لوں۔ اس کے دروازہ کے پاس پس
رکنا ہوا چلتا اور اگر موثر نصیب ہو تو نشوں کھڑا ہوتا تھا مگر فوس وہ بات جس کی مجھے خواہش
تھی نہ ہوئی۔ نہ وہ عورت کبھی اپنے کمرے سے باہر نکلی۔ نہ کبھی اس کے کمرہ کا دروازہ کھلا دیکھا
گیا۔ اور اس کے بعد دفعتاً ایک اور خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ جس کو سوچ کر مجھے خود
اس بات پر حیرت ہوئی کہ میں نے کیوں اب تک اس کا خیال نہ کیا۔ وہ نیا خیال یہ تھا کہ
اگر یہ خاتون واقعی انیل ہو۔ تو میرے لئے تعاضے مصلحت یہ تھا کہ محل کے دروازے
کی بجائے چال تک لکھن ہو اس سے پرے وہنے کی کوشش کروں۔ سوچ آئی اگر یہ عورت انیل
نہیں ہے تو پھر مجھے اس سے کوئی دلچسپی ہو ہی نہیں سکتی اور اگر ہے۔ تو پھر میرا اس کے ردِ بڑ
آنا بھالے فائدہ مند ہونے کے خود اس کے حق میں مسرت رساں ہو گا۔ کیونکہ اس صورت
میں وہ دل چاہی ہی غزوہ تھا۔ میرے اس منہ سے واقع ہو جانے کے بعد یقیناً زیادہ عروج

ہو گا۔ پس میں نے سوچا، کیوں ہیں اس کی ذلت اور شرم میں جو خود اپنی نظروں میں کافی قابل
 و شرف سمجھتی۔ اضافہ کی کوشش کروں؟ کیوں ہیں اس کے سینہ میں زہریلے خنجر پھونکنوں؟
 میرے لئے ایسا کرنا داخل ہمدردی نہیں ابے رحمی کا موجب تھا۔ پھر اس کے عبادہ یہ اگر
 اہل ہو۔ قراب میرا اُس سے تعلق ہی کیا رہا تھا؟ کیوں میں آئندہ اس کی تصویر کو خانہ
 دل میں جگہ دوں؟ کیوں میں اپنی آرزوں کو اس کے مستقبل سے وابستہ کروں؟ نہیں صدمہ
 و جراثیم سے بزرگ فروع تھا کہ اس کی یاد اپنے دل سے نکال دوں۔ لیکن پھر اس کے
 لیے خیال آتا کہ اس دنیا میں فروع ہی سب کچھ نہیں ہے۔ فروع میں اور جی کے طبی میلان
 میں عجیبہ اختلافات ظہور کرتے ہیں۔ بیشک اب میرے لئے زمانہ و نذرہ میں اینٹل سے شادی
 کرنے کی کوئی صورت باقی نہ تھی۔ تو بھی میں کیا اُس کی تصویر کو روحِ دل سے مٹا سکتا
 تھا؟ زیادہ نہ سہی میں بھائی بن کر اُس سے ہمدردی کروں گا۔ میں پھر ایک بار اس کو راہ
 صراط پر لے کر اس کے حسن و شباب کی ٹوٹی ہوئی کلی کو جو اپنی برباد شدہ حالت میں بھی اتنی
 خوشنما تھی سیدھا کھڑا کرنے اس کو غلط راہ سے بچانے اور آئندہ ایسی غلطیوں میں
 مبتلا ہونے سے محفوظ رکھنے کی کوشش کروں گا۔ میں نرمی سے منت و انجاس سے اُس کو
 سمجھاؤں گا اور کہوں گا کہ اے راہ گم کردہ ہستی جب تک خدا کی دی ہوئی یہ پاک
 امانت... زندگی تیرے پاس ہے۔ تو اس کی عبادت سمجھ و توبہ و استغفار سے اور آئندہ
 نیکی سے اپنی نڈری ہوئی خطاؤں کی تلافی کی کوشش کر دے شاید وہ جو ارحم الراحمین ہے
 تجھ کو بخش دے۔ یہ آرزو تھی جو اب میرے دل میں پیدا ہوئی۔ اور اسی کو پیش نظر رکھ کر
 میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن چونکہ اول تو اس ملاقات کا موقع ہی نصیب
 نہ ہو سکا۔ اور دوسرے یہ بھی خیال آیا کہ اگر ایسی ملاقات اتفاقاً کسی موقع پر ہو گئی۔ تو
 وہ ہمدرد کے لئے باطلت تکلیف ہوگی۔ اس لئے میں نے انتظار کا خیال چھوڑ دیا۔ اور
 اپنے سوچے ہوئے منصوبوں کو کسی بہتر وقت پر ملتوی کرنا انصاف جانا۔

ان کام میں جب کبھی کوئی شخص مکان کے دروازہ پر بندوڑ کی دھمک دیتا۔ تو میں ذہن ہلکے ہوئے دل سے دروازہ کھولنے جاتا۔ کیونکہ خیال آتا تھا کہ اس خاتون کے انہیل ہونے کی صورت میں اس کے بڑا کٹھنہ سر ملے گا۔ اور یہ ہم کا کسی نہ کسی وقت اس سے ملے اور اس کی کیفیت دیکھنے سے آنا یقینی اور لازمی ہے۔ مگر دن پردن گذر گئے اور اس کو نہ آنا تھا نہ آیا۔ کم از کم میں نے کبھی اس کو مکان پر آتے نہیں دیکھا اور اگر وہ کسی موقع پر آیا بھی تو ممکن ہے رات کے وقت آیا ہو جس صورت میں مجھے اس کی آمد کا حال معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ میرا فرض دن میں دروازہ کھولنے کا تھا۔ رات کو یہ کام دوسرا نوکر فلپ کیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک ڈاکٹر کی حیثیت میں لا تعداد لوگ مالک کے مکان پر آتے تھے۔ دن بھر ادب بڑی رات تک یعنی اٹھ بجے تک بھی جب میں جا کر اپنے کمرے میں آرام سے سو جاتا تھا۔ دروازہ کھلکھٹانے اور گھنٹی بجنے کی آوازیں سنائی دیتی رہتی تھیں۔ پس کیا معلوم وہ کبھی رات کو آیا یا نہیں آیا۔

پندرہ دن ہو گئے۔ پندرہ بجے دن اُس خاتون کو جو ایسے پراسرار حالات میں آئی تھی ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر رہتے ہوئے ہوتے۔ اور اُس وقت دفعتاً ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میرے رہے ہوئے شکوک زائل کر کے اس بات کا ہرما یقین دلادیا کہ وہ خاتون انہیل ہی ہے۔ اس روز ڈاکٹر پامفرٹ نے کئی خط مجھ کو ڈاک میں ڈالنے کے لئے دیئے تھے۔ اور میں جب ان کو لے ہوئے ڈاک خانہ کی طرف جا رہا تھا۔ تو میری نگاہ بے دغا ان خطوں کے سرنامہ کی طرف گئی۔ ایک پرکھا

تھا

مسٹر لینوور
اگرٹ ہل سٹریٹ۔ بلومسبری
لندن

وہ وہ خط ۱۰۰۔ وہ رسم تحریر کیا میں اسے بھول سکتا تھا۔ یہاں وہ اینبل کے کھٹے ہوئے
 حروف تھے۔ جو یا اس نے لپٹتے ہوئے یا ٹھٹھ سے لکھے ہوں۔ کم از کم دس بار میں نے
 اس پتہ کو پڑھا۔ میں نے ایک ایک لفظ کو اور ہر لفظ کے ایک ایک حرف کو احتیاط کے
 ساتھ دیکھا۔ بے شک یہ اینبل کی تحریر تھی۔ بڑی آہستگی سے کتنی اور افسردگی کی
 حالت میں نہیں ڈاک خانہ تک گیا۔ درمیان میں ایک وقت ایسا بھی تھا۔ جب میرے جی
 میں آئی تھی۔ کہ اس خط کو بھول کر پڑھوں۔ اور دیکھوں کہ ایک سنگھٹا بیٹی اپنی باجیت
 لیکن دکھائی دے گی اس کے نام کس انداز سے خط لکھتی ہے۔ لیکن نہیں یہ ایک عارضی ترغیب
 تھی۔ جو دل میں پیدا ہوئی اور نکل گئی۔ ایک محظہ امتحان تھا۔ جو میرے پائے استقلال میں
 لغزش پیدا کرتے رہ گیا۔ کیونکہ خیال آیا۔ کسی کے خط کی حرمت چاک کرنا آداب
 شرافت سے بعید فعل زبروں ہے جو کسی حال میں نہ ہوتا چاہئے۔ البتہ اس پتہ کو پڑھ
 کر ایک خیال اور دل میں پیدا ہو گیا جو یہ تھا کہ مسٹر لینڈور یقیناً اب تک اپنے شوہر
 کے پاس رہتی تھی۔ کیونکہ خط پر وہی اگلا پتہ درج تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ گو میرے
 فرار کے بعد میرے سنگدل ادبے رحم ماموں نے اینبل سے کتنی ہی سختی کا سلوک کیا اور
 اور وہ سختی اس غم نصیب کو اپنا آبائی مکان ترک کرنے میں کتنی ہی آگاہی کا
 ذریعہ بنی ہو۔ کم از کم اس کی ماں مسٹر لینڈور کی بی بی اس کی سختی کے اثرات سے محفوظ
 تھی۔ کم از کم وہ اس گھر سے رخصت نہ ہوئی تھی۔ رحم عظیم کا احساس میرے دل میں اس
 نیکدل باخلاق اور مبتلائے مصیبت خاتون کے لئے پیدا ہوا۔ جسے نامہربان تقدیر
 نے اس طرح کے سخت گیر سخت دل شوہر سے وابستہ کر رکھا تھا۔ اور جو اس کی سختی
 جھیلنے ہوئے اپنی پابند فرض اور نیک دختر کی صحبت سے بھی محروم تھی۔
 اس طرح کے خیالات میں ڈوبا ہوا میں ڈاک خانہ سے ڈاکٹر پامفرٹ کے
 مکان کی طرف ہوتا۔ مگر طبیعت سخت پریشان تھی۔ اور جب دوسرے نوکر دوں نے

دریافت حال کی کوشش کی تو میں نے ٹالنے والے جواب دیئے بھلا خیال سے کہ وہ مزید استفسارات نہ کریں۔ غیر معمولی سرگرمی سے کام میں مشغول ہو گیا۔

کئی دن گزر گئے جو ان کی تئیس تاریخ کی آمد کے ساتھ وسط گرمی کی رات سر پر پہنچی۔ اس دن صبح کو جب آنکھ کھلی تو پید خیال جو دل میں پیدا ہوا۔ اس دن کی ہیبت ناک اہمیت کا تھا۔ خیال آیا چند گفتگوں کے عرصہ میں وہ سال جس نے اینبل کی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا۔ ختم ہو کر باقی کی دھند میں چھپ جائیگا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ کیا وہ بھی اس کے ساتھ ہی گزر جائے گی؟ میں نے وہی خیالات کو دل سے اٹھانے کی بہت کوشش کی تو بھی اس بچپنی اور بے بالی کو جو دل کو لاحق تھی رفع نہ کر سکا۔ وہ خزنہ ناک تاریخ دیو میاہ کی انہی ہیبت ناک اور پر خوف نظروں کے سامنے تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ پراسرار درجیں استخوانی بازو پھیلانے ایک مخلوق کی پیش آنے وقت موت کا نوحہ کر رہی ہیں۔ ناظرین باسانی سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت نامعلوم اندیشوں اور فکر دوں سے میرے دل کی کیا حالت تھی۔ کس طرح اپنی پریشانیوں کو دبانے کی انتہائی کوشش کے باوجود بھی انک خیالات میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے میں نے معلوم کیا کہ اس حالت میں اپنے اضطراب کو دوسرے لوگوں سے چھپانا غیر ممکن ہے۔ اور اگر میں نے ان کے سوالات کے ٹالنے والے جواب دیئے۔ تو وہ کسی طرح ذریعہ کمین نہ ہونگے۔ قدرتی طور پر وہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ کوئی بات ایسی ہے جسے میں ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ اور خواہ ہمدردی کے خیال سے۔ خواہ رفع استجاب کی خاطر وہ محروم مجھ سے سوالات پر چھنے کی کوشش کریں گے۔ پس دن بھر میں ان سے الگ رہا۔ اور جب کھانے کا وقت آیا تو بڑی کوشش سے ضبط کر کے بیٹھا۔

وہ دن بڑی تکلیف اور مصیبت کی حالت میں بڑی آہستہ کے ساتھ گزرا۔ عین انک خیالات اور سیاہ ترین اندیشے ہر لمحہ میرے سینہ میں بیجان کرتے رہے۔

باریس پہنے دل سے کہتا کہ چار لٹن کے گرجا کا واقعہ عجیب جو ش میں آئے ہوئے دماغ کا
 نتیجہ تھا۔ مگر فوراً ہی کوئی آواز میری روح کے لپٹن سے خارج ہو کر جواب دیتی کہ
 نہیں وہ ایک حقیقت تھی۔ میں بیان نہیں کر سکتا۔ کس بینائی سے میں نے ایک ایک
 ٹکڑے ہی جن کے سارا دن گزارا کہیں بے چینی کے ساتھ میں نے اس دن کے خاتمہ اور نئے
 سے آغاز کی آرزو کی۔ اور کس طرح جب رات سر پر آگئی۔ تو میرا دل کسی آنے والی
 نصیحت کے خیال سے بزور دھک دھک کرنے لگا۔ اپنی اس دقت کی حالت
 میں میں یہ محسوس کرتے بغیر نہ رہ سکا کہ کوئی ہیبت ناک واقعہ ضرور پیش آنے والا ہے
 جو اس کے ساتھ ہی میں نے جس طرح قتل تھا۔ اپنے آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ
 میرے یہ اندیشے فزعی و جسمی اور بے بنیاد ہیں۔

بارے رات ہوئی۔ اور سارے دس کا عمل ہو گیا۔ اس دقت میں
 ذکر رات بھر کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ فقط جین جو عجیبی خادسہ کہلاتی تھی
 غیر معمولی مصروفیت کی حالت میں کبھی نیچے جاتی اور کبھی اوپر آتی تھی۔ چنانچہ جس
 دقت میں سب کو کہ اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ تو وہ بدستور باورچی خانہ میں بیٹھی تھی۔
 اور آتشزدان میں اس طرح آگ روشن تھی۔ مگر یا فانی الحال اس کا ارادہ رخصت ہو گیا
 نہیں تھا۔ خیال آیا کہ وسط گھر کے دونوں میں آگ جلانا کیا معنی؟ جسے اس کے تاسپنے
 کی حاجت نہ تھی۔ پس یہ آگ غالباً اس خیال سے جلا کر رکھی گئی تھی کہ ربیعہ کے لئے
 گرم پانی یا کوئی اور چیز درکار ہو۔ تو اس کی تیاری میں مدد مل سکے۔

خیر میں اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ لیکن رات کافی جا چکی تھی۔ تاہم منہ کی رغبت نہ
 ہوئی میں نے کپڑے بھی نہ اتارے۔ اسی حالت میں بیٹھ کر بحر تفکرات میں ڈوب گیا
 وقت گزرتا جاتا تھا۔ گیارہ کی آہنی آواز قریبی گرجا سے سنائی دینی شروع ہوئی میں
 اب ایک ساعت اور تھی۔ اس کے بعد سال کی ہفت پوری ہو جائے گی۔ اور اگر بارہ

بچنے کے بعد بھی دہل زندہ رہی۔ قریباً میں یہ سمجھوں گا کہ ہارٹن کے گرجا کا واقعہ محض میرے
 دہم تھا۔ لیکن میں اس خیال کو تب ہی دل میں جگہ دے سکتا تھا۔ جب آدھی رات
 گزر جائے اس سے پہلے نہیں۔ فی الحقیقت آدھی رات کی آمد کے ساتھ ہی میرے
 دہموں اور اندیشوں نے تقویت حاصل کرنی شروع کی میری پریشانیوں حد انتہا
 تک پہنچ گئیں۔ میری تشویش روح فرسا ثابت ہونے لگی۔

آدھا گھنٹہ اور گزرا۔ اب موجودہ سال کے ختم میں صرف آدھا گھنٹہ باقی تھا
 اس وقت میں نے باہر کا دروازہ کسی قدر سختی کے ساتھ کھٹکا اور بند ہوتا ہوا گراواہ
 شخص جڑا اس وقت گھر کے اندر آیا یا اس سے باہر گیا۔ سخت اضطراب کی حالت میں
 تھا۔ اس کے جوز بعد میرے کاناں میں بالقابل مسٹر سائمنز کی دوکان پر کسی کے پُر زور
 دستک دینے کی آواز آئی۔ میں نے کھڑکی کے پاس جا کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ خود ڈاکٹر
 پامفرٹ و داساز کے دروازہ پر کھڑا تھا۔ دراصل وہ چھپرے جو میری کھڑکی کے آگے بنا
 ہوا تھا۔ وہ ہر چند مٹر کے زیرین حصہ کے نظامہ کو روکتا تھا۔ تاہم سامنے والے
 مکان کے دیکھنے میں اس سے کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوتی تھی میں نے جلدی سے شمع
 گل کر دی۔ تاکہ ایسا نہ ہو ڈاکٹر اسے دیکھ کر میرے اس وقت تک جانتے سے مارا
 ہو۔ اس کے باوجود کچھ اس طرح کی بیباکی میرے جی کو فقی کہیں کرہ کے اندر نہ غصہ
 سکا اور موم جی بجھا کر پھر وہیں کھڑکی کے پاس جا پہنچا۔ اس سرخ لیب کی روشنی
 میں جو مسٹر سائمنز کے دروازہ پر جھلتا تھا۔ میں نے دوا سا ڈکوا بہر نکل کر ڈاکٹر صاحب
 کے ساتھ ساتھ ہمارے مکان کی طرف آئے دیکھا۔ باہر کا دروازہ پھر کھلا اور بند ہوا۔
 اور اس بے تابی کی وجہ سے جو میرے جی کو تھی۔ میں بھی اپنے کرہ کا دروازہ کھول کر
 میرے صیوں کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اور کان لگا کر سننے لگا۔ نیچے سے پیروں کی چاپ
 اور مسر سرائی ہوتی آوازوں کا مدہم شور کاناں میں آ رہا تھا۔ یہ حالت قریباً ایک لمحہ

حالم رہی۔ اس کے بعد میں پھر اس خیال سے شرمسار ہوا کہ کسی کی باتیں جھپک کر سننا ذلیل حرکت ہے۔ پس یہ سوچ کر میں اپنے کمرہ میں آگیا۔ لیکن گھبراہٹ میں دروازہ بند کرنا یاد نہ رہا۔ ایک کرسی پر بیٹھ کر میں پھر سارے حالات پر غور کرنے لگا۔ قریباً دس یا پندرہ منٹ اسی حالت میں گزریے اور اُس وقت پھر ایک بار مکان کے پچھلے حصہ میں پیروں کی تیز چاپ پہلے سے زیادہ مضطربانہ حالت میں غالی دی۔ ایک دفعہ پھر مجھ کو پُر خوف اندیشہ لاحق ہوئے اور یہ حالت شدت اضطراب سے میری ہو گئی کہ دماغ قول و فعل کا عقار نہ رہ سکا۔ میں دوڑ کر باہر نکلا۔ کوئی آواز غائبانہ مجھ سے آتی تھی کہ کوئی سانحہ عظیم پیش آیا ہے۔ وہ سب وہی اندیشہ اور فکر آمیز تشویشیں جو پیشتر دل کو لگی ہوئی تھیں۔ وہ چند شدت سے تازہ ہوئیں۔ میں باہر کھڑا ہو کر سن رہا تھا کہ پہلی منزل سے ملی جلی آوازیں میرے کان میں آتی شروع ہوئیں۔ لیکن اسے راجح خدا!... وہ کیا الفاظ تھے جو مجھ کو سنائی دیئے؟ وہ کیا فقرہ تھا جو میرے کانوں تک پہنچا؟...

ہوئی! ایک آواز جسے میں نے فوراً پہچانا۔ مسٹر باغٹ کی بھی کہتے سنائی دی۔ غریب بیچارہ...

کیا مر گئی! غبی کثیر چین نے جو اس موقع پر میز میوں پر چڑھتی آرہی تھی چمک کر پوچھا۔

مر گئی! اس کے ساتھ ہی تیز چیخ کی صورت میں میرے منہ سے نکلا۔ اور ایسا معلوم ہوا اس لفظ کی آواز صد منہ ذہنی کی شدت سے میرے دماغ پر اثر انداز ہوئی۔ اور تیر کی مانند خانہ دل کو چیرتی ہوئی نکل گئی اس کے ساتھ ہی طاقت ضبط نے جواب دیا۔ اور جو شخص نے اتنا غلبہ کیا کہ دماغ بدن کے فعلوں کا مختار نہ رہ سکا۔ مر گئی! میرے خدا! انیل مر گئی! یہ صدا پُر شور آواز سے میرے کانوں میں

اتنی تھی اور مجھے اس کو سوچنے، اس پر غور کرنیکی مہلت نہ تھی۔ اندھا دھند دوڑنا
 میں بیٹریوں نے اتنا مسز پامفرٹ اور جین نے میرے سر سے نکلا ہوا جہل سن لیا تھا۔
 اور اس سے بد میرے دوڑنے ہوئے پیروں کی آواز بھی اُن کے کانوں میں پہنچ چکی تھی
 پس دونوں حیران و ششدر میرے اس غیر معمولی جوش کو سمجھنے سے قاصر اُس مقام
 پر کھڑی تھیں۔ تِس دوڑنا ہوا اُن کے پاس ہو کر نکل گیا۔ اُن کے بازو مجھ کو پکڑنے
 کے لئے آگے بڑھے اور پھیلے ہوئے رہ گئے۔ مگر میں اُن کی گرفت سے بچ کر اس دروازہ
 کی طرف گیا جو کھلا تھا۔ اور جس کے اندر شمع کی روشنی جھلک رہی تھی۔ اُس وقت یہ
 عالم میرے جوش دیوانگی کا تھا کہ دو بیکس عورتیں تو کیا مردوں کی پوری فوج بھی مجھ
 کو روکنے کی طاقت نہ رکھتی تھی بے تحاشا مجھ کو ناندوڑتا میں اُس کمرہ میں گھس گیا
 وہ نشستگاہ کی طرح اُڑا رہا تھا۔ آندہ ہی کی رفتار سے میں اس سے گذر کر ایک اور
 کمرہ میں جو اس کے پیچھے واقع تھا۔ جا پہنچا یہ خواجگاہ تھی۔ ایک مومی شمع میز پر جلتی تھی
 اور ایک بوڑھی عورت جو میرے خیال میں نرس تھی۔ کمرے سے باہر آنے کی تیاری
 کر رہی تھی۔ ڈاکٹر پامفرٹ اور مسٹر ساکنز بھی دروازہ کی طرف آنے لگے تھے۔۔۔
 غالباً اس خیال سے کہ دو بیکس اس شور و شر کا کیا مطلب ہے۔ لیکن ہر چیز کو نظر انداز
 کر کے کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لاکر مایوسی اور دیوانگی کا شکار بنا ہوا میں اُن
 کے پاس سے دوڑنا اندر دنی کمرہ میں گھس گیا۔ وہاں اپنے بستر پر ایک بچان صورت
 پڑی تھی جس کے چمنان بھورے بال سپید تکیہ پر بکھرے ہوئے تھے جس کا خوشنما
 چہرہ حالت مرگ میں سنگ مرمر کی طرح پیدا تھا!

"اینبل! پیاری اینبل! میں نے ناقابل برداشت غم کی حالت میں جوش کے
 ساتھ کہا اور وہیں اس کے پہلو میں دوڑا تو ہو کر اُس کے نازک ہاتھوں کو جو اس
 راحت ملی نیند سوتی تھی جس سے سمجھی کوئی سونے والا بیدار نہیں ہوا اپنے ہاتھوں

ہیں لے لیا۔

یعنی اس وقت پاس کے گرجا سے گھر یاں نے آدھی رات کا گھنٹہ بجانا شروع کیا۔ اور جب اس کی پریشانی آواز کرو میں گونج پیدا کرتی ہوئی میرے کانوں میں داخل ہوئی تو یہ معلوم ہوا کہ گرجا چار لٹن کا گرجا ٹھیک اس آواز سے جو ایک سال پیشتر میں نے دسپترہ کی رات کو سنی تھی اور جس نے وہ ہولناک پیش گوئی کی تھی۔ جو آج اس ملک صورت میں پوری ہوئی بیچ رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک میرحم ہاتھ نے مجھے شانہ کے پاس پکڑا اور ڈاکٹر یا مغرٹ کی آواز سختی کے بعد میں بعض الفاظ کہتے سنائی دی۔ جن کا مطلب میری سمجھ میں نہ آسکا۔ کیونکہ میں اس وقت میرے دماغ میں چکر آنا شروع ہوا۔ کہہ اور اس کا سامان میرے چاروں طرف گھومنے لگا۔ لاش بھی حرکت کرتی نظر آئی اور پھر سر کر رہی ہوئی آواز کے ساتھ میں وہیں فرش زمین پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔

باب ۳۲

میرا کمرہ

آنکھ کھلی تو میں اپنے کمرے میں بستر پر پڑا تھا۔ کپڑے اتارے ہوئے اور دن کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت ایسا معلوم ہوا۔ جو یا ایک دہشت ناک خواب تھا جو میں نے سوتے میں دیکھا۔ مگر اس کی نوعیت اور تفصیل خود ہی پوری طرح ذہن میں نہ آسکی۔ مگر صلی ہی ایک جھپٹکا یا دھچکا میں پیدا ہوئی شروع ہوئی۔ اور کہہ موت کا مظاہرہ حیرت انگیز تیزی کے ساتھ وضع اور صاف آنکھوں کے سامنے چھ گیا۔ میں چونک کر اٹھا اور اس طرح چاروں طرف دیکھنے لگا۔ جو یا میری وہ ایک جگہ ان سارے دھچکوں کو جن کا پردہ میرے دماغ پر چھایا ہوا تھا جن کو سستی تھی۔ جو یا میں اس ایک جگہ کے

ذریعہ سے اس واقعہ کی اصلیت یا فرضیت کا یقین حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن لکھنے کی
 روشش کے ساتھ ہی ضعفِ عظیم کا احساس غالب ہوا اور میں اس طرح ٹھک کر بیٹھ گیا
 پڑا تو گویا کسی لمبی اور تکلیف دہ بیماری سے گزر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میرے سر میں اس
 شدت کا درد ہونا شروع ہوا کہ آنکھیں بے اختیار بند ہو گئیں اور ایک لمحہ بلا ارادہ
 پیشانی کی طرف اٹھا۔ تب میں نے دیکھا کہ کپڑے کی پٹی میرے لٹھے پر بندھی تھی۔ اور
 جب میرا ہاتھ اس پٹی کے اوپر سے نڈرا تو درد کی تیز ٹپیں دونوں کنپٹیوں میں اُٹھتی
 شروع ہوئی جس سے فوراً یہ خیال دل میں پیدا ہوا کہ غالباً یہ پٹی میں میرے جو تکلیفیں
 نگہانی کرتی ہیں، خیال کے آتے ہی خون کی تھرقھری سر سے پاؤں تک بدن کے ہر حصہ
 میں پھرتی اور ہیبت و سرسبکی کا احساس غالب ہونا شروع ہوا۔ سوچتا تھا کیا یہ
 سچ ہے؟ کیا واقعی میں اس پلنگ کے پاس جس پر یہ نصیب ایبل مردہ پڑی تھی
 بیہوش ہو کر گر رہا تھا؟... کیا سچ سچ اس واقعہ کے بعد شدید بیماری مجھ کو لاحق ہوئی تھی جو
 ممکن ہے کھٹوں... اور ممکن ہے دنوں یا ہفتوں لمبی ہوئی ہو۔ پھر اس کے علاوہ
 چار لٹن کے گرجا میں دیکھے ہوئے نظامہ کی یاد بھی تازہ ہوئی۔ ہیبت تاک خیالات دل
 میں اُٹھنے شروع ہو گئے۔ ایک عجیب طرح کا ذہنی خوف طاری ہوا۔ گویا پوچھے تو
 میں اس احساس کو صحیح طور پر خوف بھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اگر اس وقت ایبل کی زندگی
 میرے سامنے گزرتی۔ تو میں بالکل خوفزدہ نہ ہوتا۔

چند منٹ کے عرصہ تک میں اس طرح کی ذہنی حالت میں رہا۔ جس کی نشیمن
 پہل نہیں تھی۔ میں خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کوئی شخص کمرہ کے اندر آئے اور میں اُس
 سے سوالات پوچھوں۔ کیونکہ میرا دل کئی سوالوں کے جواب حاصل کرنے کو بیتاب تھا
 مثلاً یہ کہ میں کتنی مدت بیمار رہا۔ کیا اس وقت کے بعد جب میں نے ایبل کی بیجان لاش
 کو مرمری بت کی طرح اس حالت میں بستر مرگ پر پڑے ہوئے دیکھا تھا کہ اس کے

تکجاں سنہرے بال تکیہ پر بکھرے ہوئے اور چہرہ پر خواب راحت کا سکون طاری تھا چند گھنٹے گزرے تھے یا اس واقعہ کو پیش آنے کی دن گزر چکے تھے؟ پھر ایک بار میں نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن نہ اٹھ سکا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ مگر یا جسمانی قوا شدت ضعف سے بالکل جواب دے چکے ہیں۔ میں کمزوری اور نقابست کے درجہ انتہا تک پہنچا ہوا تھا۔ اتنی طاقت بھی میرے اندر نہ تھی۔ جتنی ایک دودھ پیتے بچے میں ہو سکتی ہے رفتہ رفتہ۔ آہستگی کے ساتھ شدت ضعف سے غنودگی طاری ہوتی شروع ہوئی جو چیزیں کرہ کے اندر رکھی تھیں۔ دھندلی نظر آنے لگیں جتنی کہ بالکل ہی آنکھوں سے چھپ جاتیں۔ اور گہری بند کی محویت غالب آتی۔ اس وقت خواب کی بھی حالت میں ایسا معلوم ہوا کہ میرے کمرے کا دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا اور وہی بوڑھی نرم سے میں نے بدمرگ انیل کے سر ہانے بیٹھے دیکھا تھا۔ بڑی آہستگی سے جتنی میرے بستر کی طرف آئی لیکن ... راحم خدا! یہ دوسری صورت جو اس کے پیچھے پیچھے آتی تھی۔ یکس کی تھی؟ ایک نازک اور حسین صورت جس نے سیاہ ماتمی لباس پہنا ہوا تھا ... وحشت آمیز خیالات میرے دماغ میں پیدا ہونے لگے۔ اور میں نے دیکھا کہ اس نازنین کے بالوں کی رنگت وہی تھی جو بد نصیب انیل کے بالوں کی تھی فرق نہ کرتا تھا تو محض یہ کہ انیل کے بال گھڑی ہوئی صورت میں گردن کے گرد اور شاناز پر چھانے ہوئے تھے۔ اور اس نازنین کے دو بھاری چوٹیوں کی صورت میں گندھے ہوئے جن میں سیاہ موباف پڑے تھے۔ وہ جس وقت اندر آئی تو میں نے اس کا چہرہ نہ دیکھا تھا۔ مگر اس کے تھوڑی دیر بعد وہ جب میرے بستر کے پاس آ کر ٹھہری اور جھک کر میری طرف دیکھنے لگی تو ... افس! ضعف دماغ کی انتہا یہ کیا خواب تھا جو مجھ کو نظر آیا؟ کیونکہ میں نے دیکھا وہ انیل کا اپنا چہرہ تھا جو میرے بستر پر جھکا ہوا ہمدردانہ نگاہ سے میری طرف دیکھتا تھا۔ بیشک یہ ہی صورت تھی۔ جو اس میں شک نہیں۔ اس کے چہرہ کی ہمت یا قوتی ہونٹوں کے سوا جو

حسب معمول سرخ تھے بالکل پیلی اور سپید تھی۔ میرے خدا کیا یہ انیبل کی روح تھی جو دوسری دنیا سے میرے ٹوٹے ہوئے دل کو تسکین دینے آئی یا یہ میرے جوش میں آئے ہوئے دماغ کا فرضی تصور تھا؟ مگر آہ اس کے فرشتگانہ چہرہ پر درد و غم کے نئے گہرے آثار نمودار تھے۔ ایسی معینی ہمدردانہ نگاہ سے اُس کی آنکھیں میری طرف دیکھتی تھیں جی جھپٹا تھا۔ بازو پھیلا کر اُس خوشنما فرضی صورت کو پکڑنے اور حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کروں۔ مگر آن دامن وہ نظروں سے چھپ گئی۔ اور اُس کے بعد پھر وہی خواب کی تاریکی... سیاہ تاریکی نظروں کے سامنے چھا گئی۔

دوبارہ سوکھ کھلی۔ تو ایک چھٹی سی میز پر سوم بجتی تھی اور اس کے پاس دوا کی بوتل چھٹی تھی۔ میں نے جو اس بجارنے کی کوشش میں اپنا ہاتھ پیش کیا کی طرف اٹھایا اور اُس وقت معلوم ہوا کہ وہ بچی جو پہلے اس پر بندھی تھی۔ اب غائب ہے میں نے کپٹنوں کو ہاتھ بگا کر دیکھا جو نگوں کے زخم ان پر موجود تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ میں بہت سخت بیمار رہ چکا تھا۔ شاید میں زندیان کرتا رہا تھا۔ شاید خطرناک مسام کی حالت طاری ہوئی تھی۔ اور اب پہلی مرتبہ مجھے اس بات کا یقین ہوا کہ اس دن کے بعد جب میں انیبل کی لاش کے پاس گر کر بیہوش ہوا تھا۔ صرف چند گھنٹے نہیں بلکہ مسلسل کئی دن گزر چکے تھے جس صورت میں... ہائے افسوس! اس کا نام کھانا اس سے بہت پہلے تنگ و تار یک تابوت میں بند ہو کر سردارندھیری قبر میں دفن ہو چکا ہو گا۔ اور میں اس روئے دلفریب کو پھر بھی اس دنیا میں نہ دیکھوں گا۔ خیال کے آنے ہی آنسوؤں کے قطرے ٹپ ٹپ میری آنکھوں سے گرنے لگے۔ سیکوں کی نثر سے ایسا معلوم ہوا۔ مگر یا پھر اول ڈنٹا جا رہا تھا۔ اور انیبل کا نام کلمہ حق کی طرح ورد زبان ہوا۔ قربانیاں کھنے میں اسی حالت میں بہتر پڑا رہا۔ پاس سے گر جا سے پہلے ایک بجنے کی آواز سنائی دی۔ پھر دو کی سا اور اس کے بعد رفتہ رفتہ پھر ایک بار غنودگی طاری

ہونے لگی۔ یاد نہیں میں کتنی سوچا۔ لیکن قصور ہی دیر کے بعد ایک اور نہایت عجیب خواب
 منظر نظر آنا شروع ہوا۔ ایسا معلوم ہوا کہ دن نکلا ہوا ہے۔ اور میرے کمرے میں ہر طرف روشنی
 پکے ہے۔ دروازہ کھلا اور بوڑھی نرس پڑھی احتیاط سے دے پاؤں چلتی اندر آئی۔ اب کہ
 اس بار پھر وہی دلغریب صورت جو پہلے میں نے دیکھی تھی۔ اور جس کا چہرہ انبل کے چہرے
 سے ملتا تھا۔ سیاہ، نمی باس پہنے اس کے پیچھے داخل ہوئی۔ ایک عجیب طرح کی حرکت اور
 ہو کیفیت اس دلغریب صورت کو دیکھ کر مجھ پر عارضی چھوٹی شروع ہوئی۔ سرسبز نظروں
 سے میں نے اس کو دروازہ سے چل کر اس لبتہ کی طرف آنے دیکھا، جس پر میں پڑا ہوا
 جڑ تھا۔ اور جب اس کے بعد وہ کھڑے ہو کر جھک کر میری طرف دیکھنے لگی۔ اور رنج و غم
 چھوٹے ساتھ ملے ہوئے گہری ہرزدی کے آثار اس کے فرشتہ گانہ چہرہ پر نظر آئے۔ اب کی
 ایسا بار میں نے اس کی صورت کا بڑے غور سے جائزہ لیا۔ اور مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی
 کہ اس کے شکل و صورت چال وصال اور قد و قامت کے اعتبار سے وہ ہر طرح انبل
 طرح سے ملتی تھی۔ وہی نازک بدن تھا۔ وہی خط وخال کی سوزوئی، وہی مخصوص دلغریب
 کی ہر سترہ سالہ کی دوشیزگی میں پائی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ چہرہ کی ساخت، ہونٹوں کی خوش نما
 اور آنکھوں کی نیگور، رنگت اور گھٹے بالوں کی چمک اور خوشنمائی بھی وہی تھی۔ سیاہ
 کی پرشاک کی وجہ سے اس کے بدن کی سپید رنگت اور زیادہ شفاف نظر آتی تھی۔ اور
 بال اس کے سر سے خط وخال بدنی ساخت کا ہر پہلو اور چہرہ کی ہر ایک خصوصیت انبل
 نام سے پوری طرح ملتی تھی۔ میں اس وقت بند میں بھی یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کیوں
 مجھے یہ عجیب و غریب خواب دوبارہ مجھ کو نظر آیا؟ کیوں ہر مرتبہ وہ اس بوڑھی نرس کے
 چہرہ ساتھ آتی دکھائی دی؟ یعنی اس بار صورت مجرذہ کے پہلو جس کا چہرہ دار چہرہ اور
 صدف خط وخال انبل کی دلغریب کے ہر جز میں محنت کردہ دکھائی دیتے تھے۔ ایک دفعہ
 پھر پھر وہ آنکھوں کے سامنے سے منٹ گیا۔ اور جب اس کے قصور ہی دیر بعد

لسی تو کمرہ خالی ارد میں تنہا اپنے بستر پر اٹھا
 دن کی روشنی کمرہ کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ گر جا کا گھر بال آٹھ بج رہا تھا۔ میں
 نے ایک گھنٹی ہوئی نظر کمرہ کے اطراف میں ڈالی۔ وہ سومی شمع جو تھکوا علیتی نظر
 آئی تھی۔ اب اس جگہ موجود نہ تھی۔ اندر دو اکی بوتل بھی جو میں نے اس کے پاس بڑی
 دیکھی تھی کسی دوسرے مقام پر رکھی ہوئی تھی۔ اب یہ جی میں نے دیکھا کہ اس بوتل
 کے اندر دو اکی مقدار کافی نکوٹ چکی تھی۔ میرے منہ کا ذائقہ بھی کڑوا تھا جس کے
 ذرہ میں محسوس ہوا کبجاری کی پیدا کی ہوئی کڑواہٹ نہیں دوا کا تلخ ذائقہ تھا۔ جو بے ہوشی
 میں میرے منہ میں داخل کی گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی شخص حال میں اس
 کمرہ کے اندر آیا۔ لیکن کیا وہ بوڑھی نرس تھی۔ جسے میں نے پہلے حالت بیداری میں اور
 اس کے بعد خواب میں کمرہ کے اندر آتے دیکھا تھا؟ مجھے یہ سوچ کر بڑی حیرت ہوئی
 کہ کیا یہ میرے دماغ کا فطور تھا۔ کہ اتنی مرتبہ وہ بوڑھی عورت مجھے کمرہ میں داخل ہوتی
 نظر آئی تو مردہ لیل کی ماتی روح انسردہ و غناک اس کی نیند پر موجود تھی!
 میں نے محسوس کیا کہ میرے بدن میں ایک روز پہلے کی نسبت قدرے تپس
 توانائی پیدا ہو چکی تھی۔ چنانچہ آج جب میں اپنے بستر پر اٹھ کر بیٹھا تو انتہائی ضعف کی
 وہ کیفیت جو مجھے ایک سال کو بیٹھنے نہ دیتی تھی پیدا نہ ہوئی اس کے باوجود جب میں
 نے بستر سے فرش زمین پر اترنے کی کوشش کی تو ایسا نہ کر سکا کیونکہ میرا بدن اب
 بھی وہ درجہ کمزور تھا۔ اب میں نے بیدار رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ جس وقت
 کوئی آدمی کمرہ میں داخل ہو تو میں اس سے وہ سوالات پوچھ دوں جن کی دریافت
 کے لئے میرا جی اتنا بیتاب تھا۔ اس کے چند منٹ بعد دروازہ کے باہر کسی کے پاؤں
 کی چاپ سنائی دی دروازہ کھلا اور وہی بوڑھی نرس پھر ایک بار داخل ہوئی۔ آج
 میں بیان نہیں کر سکتا کس طرح دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ میں نے اپنی دیکھا تھا

معلوم کرنے کو دروازہ کی طرف پھیریں کہ کیا اینبل کی باتم پوش روپے سیاہ لباس میں
 رہا ان کی طرح اب بھی اس کی لپٹ پر نظر لگے کی؛ مگر آنسوں میری آنسوؤں کی ٹانوی
 بڑی ہی عورت نے اندر آکر دروازہ پھیر لیا۔ نہ کوئی دوسری عورت اس کے ساتھ اندر
 آئی نہ کسی نے اس کے بعد اندر آنے کے لئے دروازہ کھولا۔ لیکن بھر خیال آیا کہ وہ
 اگر سچے اینبل کی روح تھی تو پھر اسے اندر آنے کے لئے دروازہ کھولنے کی کیا حاجت
 کیونکہ مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ رحوں کی آمد و رفت بند دروازوں پر نہایت دلیاروں یا اپنی
 خسیوں سے بھی رد کی نہیں جاسکتی بڑی دیر تک میں اس کے داخلہ کا انتظار کرتا رہا
 لیکن وہ نظر نہ آئی اکیس برس ہی میرے کمرے میں کھڑی تھی۔

اس کو حوالہ کر کے آخر کار میں نے پوچھا مجھے بیلہ جوئے کتنا عرصہ ہو گیا اور
 وہ اس وقت خود مجھ کو اپنی آواز کی نقابہت اور کمزوری پر حیرت ہوئی۔ اس کے ساتھ
 میری میں نے معلوم کیا کہ الفا لامنہ سے نکالنے میں مجھ کو کتنی کوشش سے کام لینا پڑا
 قریب لگے کیا آخر کار تم بھلنے کے قابل ہو گئے یا بڑی ہی عورت نے مہربانانہ
 کی نگاہ سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے معلوم کیا کہ گو اس کے خط و خال اچھے
 نہ تھے تاہم اس کا انداز شریفانہ اور آواز دل مجروح کو تسکین دینے والی تھی۔ تم
 کی بیماریا ہوئے تقریباً دس دن ہو گئے۔ اور اس عرصہ میں تم بڑی خطرناک حالت
 ہاں سے گزرے ہو۔ بہر حال میں جانتی ہوں کہ تم اب زیادہ گفتگو نہ کرو کیونکہ بہت کمزور
 رہا اور ڈاکٹر صاحب کی اپنی ہدایت یہی ہے۔

میں نے کہا کہ میں اب بھی بے حال ہوں اور اس کے بعد یہ کہنے
 لگی کہ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ آنسو سب کچھ ہو چکا میری
 ہر طرف نظر رکھیں آرام کی نیند سوتی ہے امید میں اس زندگی میں کچھ بھی اس کو

نہ دیکھوں گا

”بڑی جھوٹ! ترس نے نیم بے خبری کی سی حالت میں اس طع جوڑا دیا
ہوئے کہا گویا اسے باطل خیال نہ تھا۔ کہ اس کے الفاظ شاید میرے کانوں میں بھی
پہنچ جائیں گے جو جب سے بیمار ہوا ہے اسی نام کی دھڑلے لگائے جاتا ہے“
”مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب میں ہڈیاں نہیں کرتا اور پوری طع ہوش
میں ہوں۔ میں نے جواب دیا۔ گو اس نے پھر بھی میری طرف دھم آمیز نظروں سے دیکھا
تالباہ اپنے جی کو اس بات کا یقین نہ دلا سکتی تھی کہ میں واقعی جو مند ہوں۔
یاد رسانہ سر لہاتے ہوئے کہنے لگی ”افسوس معلوم ہوتا ہے بیمار کا اثر اب تک
زایل نہیں ہوا۔“

”ترس! میں نے اب اپنی آواز کو جہاں تک ممکن تھا۔ اونچا کرنے کی کوشش کرتے
ہوئے کہا ”یقین کر دو۔ جو کچھ میں اس وقت کہتا ہوں وہ میرے جوش میں آئے ہوئے
دماغ کا نتیجہ نہیں ہے۔ میرے حواس اب بجا ہیں جو کچھ ابھی آپ نے مجھ سے کہا ہے
میں اس کا مطلب پوری طع سمجھتا ہوں اور یہ بھی تھکوا معلوم ہے کہ میں دس دن تک
بیمار رہا ہوں اور میرے چونکیں لٹائی گئی ہیں“ یہ کہتے ہوئے میں نے اپنا ہاتھ کینٹیوں
کی طرف اٹھایا۔

”غیر لڑکے“ ترس نے کسی قدر خوش ہو کر کہنا شروع کیا ”اگر تم واقعی صحت یاب
ہو گئے ہو تو اس واقعہ کی سب سے زیادہ خوشی میرے اپنے دل کو ہے کیونکہ سچ جانو
تم بہت صحت بیمار رہے ہو پھر حال اب تمہاری صحت یابی کا اعضا اس بات پر ہے
کہ نہ تم جوش میں آؤ اور نہ گدڑے ہوئے واقعات کو یاد کرو۔ اس میں تمہاری ہنسی ہے؟
میں اس سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ پچھلے دنوں کس طع میں نے عجیب و غریب
خواب دیکھے تھے اور کس طع اس کی پشت پر میں نے انہیں کو کرہ میں آنے دیکھا تھا

مگر میں اس خیال سے جرات نہ کر سکا کہ اسے میرے دہم اور دماغی کمزوری پر محمول کیا جائے گا اس کے علاوہ میں اس عہدوی سی گفتگو کے بعد ہی اتنا شک گیا تھا کہ مجبوراً چپ ہو جانا پڑا۔ اتنے میں نہ س کہتے تھے "میں اب ہاکر ڈاکٹر صاحب کو تمہاری بیداری کی خبر دیتی ہوں۔ میں ان کو تمہاری اصلاح یافتہ حالت سے بھی مطلع کر دوں گی اور پوچھوں گی کہ آئندہ تمہیں کیا فائدہ دینی چاہئے" اس کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ بڑی نیک اور رحم دل عورت ہے۔ میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کی عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ بعد ازاں صحت یاب ہوئے پر مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ کسی زمانہ میں بڑی آسودہ حال عورت تھی انصاف مصیبتوں کی وجہ سے اس کو نہس کا پیشہ اختیار کرنا پڑا۔

اس کے رخصت ہو جانے کے عہدوی دیر بعد ڈاکٹر پامفرٹ حسب معمول پھولدار کے محل پہنچے میرے کمرہ میں آئے۔ شروع میں جب مجھے ان کے پاؤں کی آواز کمرہ کے باہر سنائی دی تو میں اس خیال سے ڈر گیا کہ شاید وہ مجھے اس بات پر سختی سے تنبیہ کریں گے کہ کیوں میں نے اس رات جس سے سیری موجودہ بیماری کا آغاز ہوا تھا یہی منزل کے کمرہ میں گھسنے کی جرات کی تھی مگر مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ جب اندر گئے تو چہرہ پر تبسم اور من میں موصلا افزائی کے الفاظ تھے۔ اس طرح کی حالت میں گویا انہوں نے میرے اندیشوں کو پہلے ہی اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اندر آتے ہی اپنے معمولی نرم لہجہ پر کہنا شروع کیا۔ "جو زف گھبرنے کی بات نہیں میں تم کو ہنر کیش کرنے نہیں آیا تھا بلکہ کہ جو کچھ اس سے پہلے ہو چکا ہے میں اس کے بارہ میں ایک لفظ تک کہنا نہیں چاہتا تھا۔ انہوں نے کسی کھینچ کر سیری پار پائی کے پاس رکھ لی پھر اس پر بیٹھ کر سیری من و مہی مختصر لفظوں میں بیہیت پوچھی اور آخر کار کہا "اب تم پہلے کی نسبت اچھے اور امیہ ہے عید شفا یاب ہو جاؤ گے۔ مریں اس میں شک نہیں خطر ناک تھا۔ ہم اندیشہ کی حالت گزر گئی امداد کسی بات کا خطرہ نہیں ہے۔ اگر تم کو رغبت ہو

تو میں بھوٹا سا خشک توش اور ہار مٹھا رہے لئے بھجوا دلی گا انہوں نے اس موقع پر اس قابل یا درات کے واقعات کے بارے میں ایک لفظ تک نہیں کہا اور نہ ہی مجھ سے پوچھا کہ تم اس بد نصیب مرنے والی سے کیونکر واقف ہوئے ؟ ان کا لہجہ بے حد نرم تھا جتنا کہ جو شخص ان کے عادات و خصائل سے واقف نہ ہوتا وہ ضرور یہ سمجھتا کہ ان کے لفظوں میں ہمدردی اور دلسوزی کوٹ کوٹ کر کھری ہوئی تھی چنانچہ انہوں نے مجھے اس بات کا یقین دلایا کہ تمہیں جس چیز کی حاجت ہوئی الفور ہمیا کر دی جائے گی اور ضرور تم بہت جلد شفا یاب ہو جاؤ گے ۔ میں جواب میں شکریہ کے چند الفاظ کہنا چاہتا تھا مگر انہوں نے جلدی سے یہ کہہ کر مجھے روک دیا کہ ”اپنی موجودہ حالت میں تم جتنا کھلو گے اچھا ہے“ اور اس کے بعد کمرہ سے رخصت ہو گئے اس کے حقوڑی دیر بعد نرس سیر لئے کھانے کی وہ چیزیں لیکر حاضر ہوئی ۔ جن کا مددہ ڈاکٹر صاحب نے کیا تھا انہیں کھانی کر مجھے اب نیاطح کی فرحت حاصل ہوئی اور اس کے بعد جلدی ہی آگئے ملک گئی ۔

پھر ایک بار گویں نہیں جانتا کتنے لمبے وقفے کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ مجھ پر ازمہ نوزہی کیفیت طاری ہونے لگی ہے جس میں خوشگوار خواب عجیب و غریب صورتوں سے ملے ہوئے تھے ۔ مجھ کو نظر آتے تھے ۔ معلوم ہوا جس وقت میری آنکھ کھلی تو دن نکلا ہوا تھا اور سورج کی بدشئی پوری آب و تاب کے ساتھ کھڑکیوں سے داخل ہوئی تھی وفاقاً کمرہ کا دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا اور میری امید کے برخلاف نرس کی بجائے وہ پر اسرار روحانی صورت داخل ہوئی جو آنجنابی انیس سے حیرت انگیز مشابہت رکھتی تھی اس وقت پر بھی اس نے وہی مانتی لباس پہنا ہوا تھا مجھے اس کے کپڑوں کی سرسراہٹ سنائی دی تھی کہ اس کے پاؤں کی چپ بھی میرے کانوں میں دبی ہوئی آواز کے ساتھ آئی وہ آہستگی سے صلیبی میرے بستر کے پاس پہنچی اور پھر ایک بار جھک کر ملازمت و نگینی سے مہربانہ طریق پر میری طرف دیکھنے لگی ۔ میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا تھا

میں اس سے دیانت حال کی خواہش رکھتا تھا مگر افسوس زبان بند تھی انتہائی کوشش کے باوجود الفاظ موت سے نہ نکل سکتے تھے۔ اس اثنا میں اس کا خوشنما چہرہ میرے اوپر چمکا ہوا حیرت انگیز طریقہ پر برہمی بیتاب روح کو مسکن کر رہا تھا۔ اور دلغریب خمیسی آنکھیں چہرہ پر لگی ہوئی سینیہ کو متحرک کرتی تھیں پھر ایک بار اس نے آواز نکالنے کی کوشش کی اور آخر کار بڑی مشکل سے اس لمحے کی مری ہوئی آواز میں جو میرے کانوں کو پہنچا وہ اور عجیب معلوم ہوتی تھی اس قدر کہ میں اس کا سیاق ہوا۔

”انیل۔ سچے تبا کیوں تو مجھ کو خواب کی مانند دکھائی دیتی ہے؟ کیا تو دوسری دنیا کی پیغامبر ہو کر آئی ہے؟ یا اس دنیا کی کوئی بات ایسی ہے جو تو مجھ سے کہنا چاہتی ہے؟“
 انیل خوش ہے، ناشادہ، کیا حالت تجھے پر گزری ہے؟ اس نئی دنیا میں تیرے اوقات کیونکر گھرہوتے ہیں؟ افسوس تو نہیں جانتی کہ جب تو اس دنیا میں ذی حیات تھی تو کتنی گہری محبت تجھے تجھ سے تھی سچ جان تو مجھے بہنوں سے براہ کمر غریزہ تھی۔ اور میں بھائی کی طرح تجھے پر جان نثار کرتا تھا بے شک کچھ غلطیاں تجھ سے ہوئیں مگر ان سے میری بے پار محبت میں فرق نہیں آیا انیل کیوں تو چپ ہے کس لئے تو میری باتوں کا جواب نہیں دیتی؟ کیوں تو اس سے نہیں بولتی جس کو ہمیشہ تجھ سے ناقابل بیان گہری محبت تھی...“
 ”جو زف۔ پیارے جوزف“ ایک بھت میٹھی آواز جو میرے کانوں کو چھپائی ہوئی معلوم ہوتی تھی سنائی دی اور الیہا معلوم ہوا کہ وہ دوسری دنیا سے آنے والے شخصوں کی اپنی آواز ہے۔

”مادہ انیل شکر ہے تو نے زبان کھولی“ میں نے خوش ہو کر کہا اور اپنا ایک ہاتھ جلدی سے اس کی طرف پڑھایا۔

اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا مجھے اس سے دم ہاتھ کا، دباؤ اچھی طرح محسوس ہوا اور یہ بھی میں نے دیکھا کہ اس کا ہاتھ لاش کی طرح سرور نہیں

زندگی کی حرارت سے گرم تھا... اے پاک خدا کیا یہ سچ مح عالم بیداری تھا کیا یہ سچتی جو میرے پہلوں کھڑی تھی اینبل کی اپنی تھی؟ یعنی زندہ اور صحیح سلامت گوشت اور پوست کی بنی ہوئی اینبل کی جو محض اس کی روح نہ تھی... حیرت اور درد سے زیادہ بڑھی ہوئی خوشی کے مشترک احساس نے میرے کمزور دماغ پر شراب تیز کا اثر پیدا کیا اور ایک دغدغہ پھر مجھے منحس آگیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو دہی بوڑھی نرس میرے بستر کے پاؤں نیچے تھی میں نے اینبل کی تلاش میں کمرہ کے اندر چاروں طرف نظر ڈالی لیکن انشوس وہ اب کہیں نظر نہ آتی تھی جس سے مجھ کو حلدی ہی اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہونا پڑا کہ یہ سب اسی الجھ سلسلہ کا ایک اور دلکش خواب تھا۔ آنسوؤں کے قطرے بے اختیار میری آنکھوں سے بہنے لگے۔ آہ۔ کتنا راحت انگیز خواب اور بیاس کی حقیقت! مانا کہ وہ مجھے نیند میں آکر مل گئی اور اس نے خواب میں گفتگو بھی کی مگر اس سے حاصل کیا؟ وہ بہر حال اس دنیا میں زندہ نہ تھی۔ کیونکہ میں اس کی دلفریب پیاری صورت کو اپنی آنکھوں سے بے جان پڑا دیکھ چکا تھا لیکن... ممکن تھا وہ حالت جیسے میں نے غلطی سے پوٹ سمجھا تھا عالم سکرات ہو اور کسی معجزہ غیبی کی مدد سے وہ پھر زندہ ہو گئی ہو مگر اس مسئلہ میں بھی سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس کے امتی لباس پہننے کی کیا وجہ تھی؟ اپنی موجودہ حالت میں معاملہ میرے لئے حد فہم سے باہر تھا۔

”جو زلف، عزیز لہکے، نہ رو، دفعتاً بوڑھی نرس نے بڑے نرم سن لہجہ میں مجھ سے کہا“ تم حلدی ہی مجھ سے دیکھو گے...”

”میرے خدا! میں نے اس کے لفظوں سے چونک کر جوش آمیز رہیمیں پوچھا ”کیا تم میرے دل کے حال سے واقف ہو؟ کیا تم ان خوابوں کے حال سے واقف ہو جن میں وہ مجھ کو لظراً یا کرتی تھی...؟“

”میرے عزیز۔ جو کچھ تم نے دیکھا وہ خواب نہ تھا۔ میں نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا ”میرا اصل جیسے تم نے دیکھا تھا۔ وہ زندہ اور صحیح سلامت موجود ہے“
 ”کیا!... انہیں زندہ اور صحیح سلامت ہے؟“ میں نے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی شرارت جوش سے پھر ایک بار اپنے تکیہ پر گر پڑا۔
 ”ہاں۔ وہ زندہ ہے۔ میں نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا ”انہیں

یعنی زندہ ہے۔ وہ جو مر گئی اس کی توام بن دایولٹ تھی!“
 دایولٹ۔ انہیں کی توام بن انا۔ میرے خدا۔ کتنی گہری بھول اور کتنا عظیم انکسار۔ جس نے مجھے اپنی کما چک۔ یہاں تک کہ میں نے اس کے لئے ہر دوزخ کی ہر چیز کو روشن اور نمایاں کر دیتی ہے اسی طرح اس اطلاع نے میرے ذہن و دماغ میں روشنی پیدا کر کے ان گہرے اسرار کو جو اس وقت تک ناقابل فہم تھے۔ پوری طرح حل کر دیا۔ دایولٹ۔ انہیں کی بہن!... اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جس کو میں نے پرگناہ سمجھ کر اتنی ذہنی تکلیف اٹھائی۔ درحقیقت اب بھی پاکیزہ دماغ اور اتنی ہی معصوم کتنی جتنی اس زمانہ میں جب میری اس سے براہِ دل ملاقات ہوئی اور اب اس حقیقت کے واضح ہوجانے کے بعد صد بائیس جو پیشتر ناقابل فہم تھیں۔ بالکل واضح اور حقائق ہو گئیں۔ مثلاً جب میں نے دایولٹ کو ہتھکڑیاں دیکھی اور اسکو نیل سمجھ کر ملاقات کی کوشش کی تھی۔ تو کیوں اس نے مجھ سے سرد مہری اور نادانیت کا سلوک کیا تھا اس کے بعد جب ایک بار اسی انہیں کو اکسیر کے بزار میں دیکھ کر میں اس کے چند گھٹنے بعد مرٹل لاج کی طرف جاتے ہوئے ایک چھوٹے سے شراب خانہ کے پاس ٹھہرا تھا تو اسبکے سر پر یکم دلوہم کی گاڑی میں دایولٹ کو بیٹھے دیکھ کر کیوں مجھے اس بات کا دھوکا ہوا تھا کہ وہ انہیں ہے۔ لیکن میرے خیال میں ان۔ باری تفصیلات کو از سر نو بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ ناظرین خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح وہ لاتعداد واقعات

جو اپنے گہرے امرا کی وجہ سے میرے لئے باعث وحشت ثابت ہوئے تھے۔ اب اس حقیقت سے واقف ہونے کے بعد واضح ہو گئے۔ اس میں شک نہیں انیل کی خاطر اس کی اس عزیز بہن کی موت کا غم تھا جس سے اپنی طبعی دنیا منی کی وجہ سے وہ کی لائقہ او کمزوریوں اور خام کاریوں کے باوجود یقیناً وہ گھری محبت کیا کرتی تھی تا اس کے ساتھ ہی کتنی بڑی خوشی تھی یہ معلوم کر کے ہوئی کہ وہ سارے واقعات جو میں نے بصورت خواب دیکھے تھے۔ صحیح ثابت ہوئے۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ وہ خواہ نہیں اصل حقیقت تھی۔ میں جس وقت بخار کی حالت میں نیم بے ہوش پڑا تھا تو ایک سے زیادہ موقعوں پر میں نے حقیقی اور اصلی انیل کو جو محبت اور عنایت کی راہ سے میری حالت دیکھنے آیا کرتی تھی دیکھا تھا ادا ایک بار اس سے گفتگو بھی کی تھی۔

”نرس! آخر کار میں نے کہا جو الفاظ اس وقت آپ نے کہے ہیں انہوں نے میرے زخم دل پر مرہم کا کام کیا ہے۔ اب میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ اب میری بیماری دیر پا نہ ہوگی۔“

”جو زف میں بہت تم سے کہتی ہوں کہ فی الحال جوش میں نہ آؤ“ ٹیکل یور عورت نے کہا ”ورنہ صحت یاب ہونے کے بعد بے بیماری کے طول پا جانے کا اندیشہ“ ”نہیں نہیں“ میں نے علیی سے جواب دیا ”جب تک مس لیٹر اس مکان پر موجود ہے۔ میرے بیمار ہونے کا اندیشہ باقی نہیں لیکن آپ ہر رانی سے اس کو ہٹا کر کہیں۔“

اور اتنا کہہ کر رک گیا کیونکہ خیال آیا تو اس حالت میں جب میں بیمار پڑا تو وہ بہنوں کی طرح محبت کی ماہ سے خود بخود میری حالت دیکھنے آیا کرتی تھی تاہم میرے لئے اپنے منہ سے اس کو طلب کرنا اور اس سے اپنے کمرہ میں آنے کے لئے کہنا یہ نامناسب اور آداب تہذیب سے بعد تھا پھر اس کے علاوہ ایک اور خوفناک خیال

سب سے دل میں یہ بھی پیدا ہوا کہ ممکن ہے اس کا باپ خوفناک کبڑا چھٹے میں طوعاً و کرہاً اپنا
 ناموں کچھ اہل تسلیم کرنے پر مجبور رہتا۔ انہل کے ساتھ اسی جگہ ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان
 پر ٹھہرا ہوا جو جس صحت میں نہ معلوم کونسی نئی آفتیں اور مصیبتیں میرے لئے پیدا
 ہو جائیں۔

تیس دن تک میں نے اس سفاک خیال کے زیر اثر کہا اور یہ خیال ہے کہ وہ
 وصال جو میرے ہی کو ملے ہوئی تھی ضرور کسی حد تک چہرہ کے آثار سے ظاہر ہو گئی ہوگی
 قربانی سے یہ جان لیوا سن لینو در کے والدین بھی لٹکے ساتھ آئے ہیں تو
 ”نہیں“ اس نے جواب دیا ”اس لینو در ہی یہاں آئی تھی۔ وہ اپنی بہن کے
 انتقال سے دو ستر دن آپہنچی میرا خیال ہے کہ اس کی ماں لندن میں ٹھہری ہوئی
 ہے۔ مگر اس کا باپ کسی ضروری کام کے لئے یورپ گیا ہوا ہے۔“

اس آخری اطلاع کو پا کر میرے جی کو گہرا اطمینان ہو گیا اور خیال ہے کہ یہ ان
 آثار اطمینان کی وجہ سے ہی تھا جو میرے چہرہ پر نمودار ہوئے کہ اس کے بعد نرس ہی
 کسی حد تک مطمئن نظر کرنے لگی۔

”جو زخم تم کو چاہئے“ اس نے بدستور عنایت آمیز لہجہ میں کہا۔ اپنی طرف
 سے جہاں تک ممکن ہے جلد صحت یاب ہونے کی کوشش کرو اگر تم اپنے آپ کو جوش سے
 بچاؤ گے۔ تو مجھ کو پوری امید ہے کہ جلد صحت پا جاؤ گے۔ بس لینو در کو کل یہاں سے
 رخصت ہو جانا ہے۔ مگر جانے سے پہلے وہ ضرور تم سے ملے گی اور اس کے بعد میرے
 چہرہ کے تبدیل ہوتے ہوئے آثار دیکھ کر اس نے کہا ”مجھ پر تم جوش میں آئے گے ہو۔ آخر
 لیون پیری نصیحت پر عمل نہیں کرتے؟“

”لیکن میں کیا کر دوں۔ مجبور ہوں۔“ میرے منہ سے اس طرح بے اختیار
 میں نکلا تو بالکل طبیعت اس گہری صحت سے واقف تھی جو میں اپنے سینہ

انیل کے لئے رکھتا تھا۔ تاہم میں نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: ”اگر آپ مجھ کو چپ رہنے کے لئے کہتی ہیں تو میں اس معنوں پر ادر کچھ نہ کہوں گا۔ لیکن ہر پانی سے اس بات کا وعدہ کیجئے کہ میں لینیو دے سے سیری ملاقات جس قدر جلد ممکن ہو سکے گا کرادی جائے گی۔“

”ہاں۔ ہاں۔ میں اس کا فوراً انتظام کر دوں گی“ نیکول بوٹھی عورت نے کہا۔
میر نے پھر ایک بار نگاہ سے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے چند منٹ بعد وہ انیل کو ساتھ لیکر آگئی۔ مگر اس وقت اس کو دیکھ کر جو میرے جان و دل کی ایک عقی اور جس کی یادیں ایک لمحہ واحد کے لئے سینے سے نہ نکال سکتا تھا کچھ ایسی کیفیت مجھ پر طاری ہوئی کہ ایک لفظ تک منہ سے نہ نکلا۔ اور خوشی کے آنسو بے اختیار رخساروں پر بہنے لگے۔ انیل نے پاس آکر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا جس کو میں نے پاک محبت کا بوسہ دیا۔ اور چونکہ اس نے فوراً ہی اس کو ہٹانے کی کوشش نہ کی اس لئے میں بڑی دیر تک اس کو دیوانہ وار چومتا رہا جتنے کہ شرماتے اور لجا تے ہوئے آخر کار اس نے نرمی اور آہستگی سے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے نکالا اس دوران میں بوٹھی نرس دہیہ کمرہ کے اندر کھڑی رہی۔ گو میں دست بدعا تھا کہ وہ کسی طرح باہر نکل جائے کیونکہ کئی باتیں مجھ کو انیل سے کہنی تھیں اور اس کی موجودگی میں میں ایک لفظ تک منہ سے نکالنے کی جرات نہ کر سکتا تھا۔

”جو زف“ آخر کار اس نازنین نے میرے بستر کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ کر مدھی سرسراتی ہوئی آواز سے کہنا شروع کیا ”تم کو معلوم ہو گا کہ میں نے حال میں کتنا بھاری عرصہ اٹھا یا ہے۔ یعنی اس بہن کی موت کا جو مجھ کو بے حد غریزہ تھی۔ اور میں جس کو اتنا

پہاڑی تھی کہ اس کی...

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ اور شقائق آنسو دوں کے چند قطرے اس کے رخساروں

پر یہ نکلے۔ اس کا دماغ مجھ سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ اس کے باوجود کوئی لفظ تسکین کا میرے منہ سے نہ نکلا۔ کیونکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اس مردناک موقع پر اگر میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو اس سے اس کے رنج اور غم میں اور اضافہ ہوگا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں پونچھیں اور غمناک نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہنے لگی ”میں جانتی ہوں کیا خیالات تمہارے دل میں پیدا ہوئے ہیں۔ کئی مضمون ہیں جن پر میں ایک دوسرے سے باتیں کرتا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کئی وجوہ ان کے ذکر سے منع بھی ہیں۔ کل لندن کو واپس چلی جاؤں گی۔ لیکن جانے سے پہلے میرا ارادہ بعض کاغذات کی نقیصں چھوڑ جانے کا ہے جن کو میں پہلے ہی تیار کر چکی ہوں۔ بس میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتی کہ ان کاغذات کو پڑھ کر وہ اسرار جو اس وقت تک تمہارے لئے ناقابل ختم تھے۔ پوری طرح واضح اور صاف ہو جائیں گے۔“

انہیں کیا تم اتنی جلدی رخصت ہو جاؤ گی؟ میں نے غمناک لہجہ میں کہا ”اور اس کے بعد پھر کب مجھ سے ملے گی؟“

”اس کا جواب انسو میں نہیں دے سکتی“ اس نے اس طرح ہی تھرائی ہوئی آواز سے کہا جس سے پایا جاتا تھا کہ اگر حالات اجازت دیتے تو وہ خود مجھ سے جلدی کر خوش ہوتی۔ اس کا فیصلہ حالات ہی بہتر کر سکتے ہیں یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔“

”اوہ انیل“ میں نے اس طرح کی لمبی سرسراہٹ ہوئی آواز سے کہا کہ میرے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ بالمشکل لڑھی زس کے کانوں تک پہنچ سکتے تھے ”کیا تم مجھے اپنی گہری محبت اور عقیدت کے اظہار کے لئے معاف کر دو گی؟ اور اس کے ساتھ یہ کہنے کے لئے بھی کہ خواہ کچھ ہو اور حالات کیسی ہی سہرت اختیار کریں اس گہری محبت میں جو مجھے تم سے ہے کبھی فرق نہ آئے گا۔ پیاری انیل۔ اچھے منہ سے کہہ دو کہ تم مجھ سے راز دل کہنے کی جرات کی وجہ سے ناراض نہیں ہو مشائے حالات موجود ہیں اور یہ کہتے

ہوئے میں نے اس کے سیاہ اتنی لباس کی طرف دیکھا بچے اس طرح کی گفتگو نہ کرنی چاہئے تھی۔ مگر تم چونکہ کل رخصت ہوئی ہو۔ اور اس کے بعد معلوم نہیں کب ہم ایک دوسرے سے ملیں۔ اس لئے بعد اہولے سے پہلے میں تمہارے اپنے منہ سے یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے خفا نہیں ہو۔

اس کے چہرہ پر شرم کی سرق چلی گئی۔ ایک طرف کو منہ پھیرتے ہوئے اس نے پھر ایک بار پناہ مجھ کو پیش کیا جو اتنا ترشٹھا۔ چھوٹا۔ اور سپید تھا کہ میں اس کی تعریف نہیں کر سکتا۔ پھر ایک بار میں نے اس کو ہونٹوں سے دکھایا اور کو اس کے بعد انہیں نے بڑی آہستگی سے رنتر رفتہ اس کو اپنی طرف کھینچا تاہم وہ اتنا عرصہ میرے ہونٹوں سے لگا رہا کہ مجھے اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ وہ مجھ سے خفا نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ اس بات کا بھی کہ میرا جوش محبت بے تاثیر نہیں۔

”ادرا ب جوزف اس نے جھکی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہا میں ایک تکلیف دہ ذکر چھوڑنے پر مجبور ہوں۔ میرے والد اور یہ کہتے ہوئے وہ ایک اس طرح کے سنگدل بے رحم شخص کو جیسا کہ خوفناک کہتا تھا۔ اس نام سے موسوم کرنے کے لئے شرم و ذمات محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی عنقریب لندن واپس آجائیں گے۔ شاید مہفتہ عشرہ یا پندرہ دن کے عرصہ میں جس کے بعد ممکن ہے تمہارے اس جگہ رہنے کے فائدہ کی خبر کسی طرح ان کو پہنچ جائے تو میں تم کو یقین دلاتی ہے کہ اس طرح کی اطلاع میرے ذریعہ سے کبھی ان کو نہ پہنچے گی۔ بہر حال جیسا تم سمجھ سکتے ہو یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی آواز اچھی طرح دبا لی میرے لئے ڈاکٹر مسز پامفرٹ سے یہ کہنا غیر ممکن ہے کہ وہ تمہاری موجودگی کا ذکر پوشیدہ رکھیں۔ یہ بات ان کو پہلے ہی معلوم ہو چکی ہے کہ تم میرے خالہ زاد بھائی ہو۔ اس لئے ممکن ہے والد کے نام کسی طرح کا خط لکھتے ہوئے وہ تمہارے اس جگہ ملازمت کرنے کا حال اس میں لکھ دیں۔ اور میں ان کو ایسا کرنے

سے اس لئے منع بھی نہیں کر سکتی کہ میرے لئے اپنے والد کے پر خلاف کوئی بات کہنا
نہ ممکن ہے۔

”ایبل پیاری انیل“ میں نے جلدی سے کہا ”چھوٹے یہ مضمون تمہارے لئے باعث
رنج و تکلیف ہے اس لئے اس ذکر کو بیس تک رہنے دو میں امید کرتا ہوں کہ اب
بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ تم کو دیکھ لینے اور سارے حالات جاننے کے بعد
میری تعلیفیں دور ہو گئی ہیں۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اب میری صحت یا بی کی رفتار تیز
ہوگی جو نصیحت تم نے کی ہے اس کی تکرار کرتا ہوں اور جلد ہی اس جگہ سے رخصت
ہو کر کسی دوسری جگہ ڈگری کرنے چلا جاؤں گا“

جوزف میں التجا کرتی ہوں کہ فرود ایسا کرنا“ انیل نے اس طرح کی نظروں سے میری
طرف دیکھتے ہوئے کہا ”گویا میری سلامتی اور بہتری کی اس کو سب سے زیادہ فکر تھی اس
سے وہ رنج و خیالات جو میرے سینہ میں اس خیال سے پیدا ہو سکتے تھے کہ اب مجھے
اس ملازمت کو بھی چھوڑ کر روزی کمانے دوسری جگہ جانا پڑیگا جڑی حد تک دب گئے
تو ہم میں نے کہا پیاری انیل کیا تم مجھے گاہ بگاہ وقفہ طویل کے بعد خط لکھنے کی اجازت
نہیں دے سکتی ہو؟ زیادہ نہ سہی تم مجھے ایک آدھ خط لکھنے کی اجازت تو فرود دو“

”جوزف امنوس یہ ناممکن ہے“ اس نے جواب دیا ”کیونکہ اگر وہ خط میرے
والد کے ہاتھ آگیا۔۔۔ لیکن نہیں میں اس مضمون پر زیادہ گفتگو کرنا نہیں چاہتی۔
کیونکہ وہ ہم دونوں کے لئے باعث تکلیف ہے“

اس موقع پر رز نے ان افغیارات سے جو ایک بیماری کی حفاظت کے بارہ
میں اسے حاصل تھے نرمی سے کام لینے ہوئے اس ملاقات کو ختم کرنے کی کوشش کی
اور اس بات کا اندیشہ لگایا کہ یہ گفتگو پہلے ہی کافی لمبی ہو چکی ہے البتہ مسٹر ڈ
سے اس نے کہا ”اگر آپ رخصت ہونے سے پہلے ہر ایک بار رات کو ملنا چاہیں تو

اس کا انتظام کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اس نازنین نے جو پہلے ہی اپنے حسن جہاں تاب کی وجہ سے میری محبوب تھی مگر جس کا میں سارے حالات جاننے کے بعد اور بھی نیا و عقیدت سے پرستار بن چکا تھا۔ رخصت ہونے سے پہلے پھر ایک بار مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد نرس نے ٹھکودا اچلائی اور سو جانے کا حکم دیا اور جب میں نے اس بات کا وعدہ کر لیا کہ میں اب ضرور سونے کی کوشش کر دوں گا تو وہ بھی عتوڑی دیکھنے لے رخصت ہو گئی لیکن جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ میرے خیالات کی الجھن اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ انتہائی کوشش کے باوجود میں عرصہ دراز تک نہ سو سکا۔ مجھے انہیل سے کئی ایک باتیں کہنی تھیں جن کا کافی الحال ہوتا نہ ملا تھا وہاں سارے واقعات سے لاعلم تھی جو ہماری آخری ملاقات کے بعد مجھ کو پیش آئے تھے۔ اور خود مجھ کو بھی ان واقعات کا حال معلوم نہ تھا۔ جو اس کو اس قابل یادرات کے بعد پیش آئے تھے جب اس نے اپنے آپ کو جو کھم میں ڈال کر مجھے اپنے زمانہ لباس میں باپ کے گھر سے رخصت کیا تھا بڑی دیر تک میں ان خیالات کی الجھن میں پھنسا رہا حتیٰ کہ رختہ رختہ پھر ایک بار آنکھ لگ گئی گو یہ بیان کرنا نا محال ہے کہ خواب میں انہیل کی ہی تصویر شادوں و فرماں نظروں کے سامنے پھرتی رہی۔

آنکھ کھلی تو رات بگئی تھی ایک شمع میرے پیلو میں جلتی تھی۔ اور نرس پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھی تھی۔ اس کے سوال پر میں نے بیان کیا کہ اب میری طبیعت پہلے کی نسبت بہتر ہے۔ اس نے کچھ کھا نا میرے لئے تیار کر کے رکھا ہوا تھا جو اب پیش کیا اور جب میں اسے کھا کر فاسق ہو چکا تو مسکراتے ہوئے کہنے لگی: اب میں تمہاری بہن کو الوداع کہنے کے لئے جاتی ہوں، اس کے چند منٹ بعد انہیل پھر میرے کمرہ میں آ گئی لیکن نرس اس کے بعد بھی اس کمرہ میں بیٹھی رہی اور میں اسے یہ کہنے کی جرات نہ کر سکا کہ وہ دھڑک

رہیں چلی جائے کیونکہ ڈر تھا وہ شاید خفا نہ ہو جائے اور اس کے حسن سلوک و مد نظر دیکھتے ہوئے میں اسے ناراضگی کا موقع دینا نہ چاہتا تھا۔ یہ بیان کرنا لاعمل ہے کہ میرے لئے انیل کی جدائی کا وہ بہ شاق تھا خصوصاً اس لئے کہ مستقبل قریب میں پھر ہمارے ایک دوسرے ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔ اس کے باوجود مجھے خدا کی عنایت پر پورا بھروسہ تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ اپنے بعید از ہم طریقوں پر خود ہی سارا انتظام ٹھیک کر دے گا۔ میری طرح انیل بھی اس موقع پر بڑی فکین تھی بہت کم گفتگو ہمارے درمیان ہوئی کیونکہ گولا تلوار بائیں بٹن جن کے متعلق میں اس سے دریافت مال کرنا چاہتا تھا۔ تاہم کوئی نہ کوئی رنج دہ پہلو ان میں سے ہر ایک میں پایا جاتا تھا اور میرے لئے یہ بات سراسر ناممکن تھی کہ اپنی گفتگو کے ذریعہ سے انیل کو غم زدہ اور نول ہونے کا موقعہ دوں۔

”جوڑ“ آخر کار اس نے کہا میں نے واقعات گذشتہ کی توضیح کے لئے بعض کا مذاق کی قلبیں چھوڑ جانے کا وعدہ کیا تھا میں اس وعدہ کو سبھی نہیں ہوں۔ قلبیں تیار ہیں لیکن تمہاری موجودہ کمزوری اور دھواپی صحت کی وجہ سے میں فی الحال ان کو تمہارے حوالہ کرنا نہیں چاہتی میں نے ان کو سربہر لفافہ میں بند کر کے ڈاکٹر پائفرٹ کے سپرد کر دیا ہے اور تمہاری صحت پانی کے بعد وہ اس لفافہ کو تمہارے حوالہ کر دیں گے۔ بس اب عائد صحت یا ب ہونے کی کوشش کرو تاکہ جو تشویش حالات پر اسرار کے بارہ میں تمہارے دل کو لگی ہوئی ہے رفع ہو جائے۔ اپنی موجودہ حالت میں تم اس لئے ان کا مذاق کے مطالعہ کے ناقابل ہو کہ جو ش کی وجہ سے مزین کے دوبارہ وعدہ کرنے کا اندیشہ ہے۔ بس اب میں کل صبح رخصت ہو جاؤں گی اور جانے سے پہلے پھر تم سے مل سکوں گی۔“

لیکن پیاری انیل، میں نے اس کا ہاتھ اپنے منہ سے لگاتے ہوئے کہا ”آخر

کب ہم ایک دوسرے سے ملیں گے؟

”حوصلہ رکھو جوزف۔ خدا مہربانہ سبب ہے۔ اس نے جواب دیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ رُسے ہوئے جوش کی وجہ سے اس کی آوازیں ہلکی تھراہٹ پائی جاتی تھی پھر جلدی سے نہ پھیر کر اس نے اپنی آنکھوں کو روال سے ڈھک لیا۔
مگر وعدہ کرو کہ تم مجھے بھول نہ جاؤ گی۔ میں نے پھر ایک بار اس کے میری طرف نہ پھیر لینے کے بعد کہا۔

”میں تم کو بھول جاؤں گا۔۔۔ نہیں جوزف یہ ناممکن ہے۔“ اس نے اچھا استقبال میں جواب دیا۔ ”تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں ایسی عورت نہیں ہوں جس کے ظاہر باطن میں فرق ہو۔“

”پاری ائیل“ میں نے جلدی سے کہا۔ ”میں بہ گمان نہیں ہوں۔ مجھے کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ محبت جو مجھے تم سے ہے۔ تمہارے اپنے دل میں اثر کے بغیر نہیں رہی۔“
اس نے میرا ہاتھ جو اس کے ہاتھ میں تھا کسی قدر زور سے دایا۔ پھر اس کے ہونٹ ایک ثانیہ کے لئے میری پیشانی سے چھو گئے۔ اس کے بعد وہ تیز چلتی کر سے رخصت ہو گئی لیکن آہ وہ بوسہ! ہر چند وہ اتنا خفیف تھا جس طرح تکی کا پھول کی پتی سے مس کرنا۔ تاہم اس کی حرارت۔ اس کی تاثیر اس کی پیدا کی ہوئی حدت عرصہ دراز تک مجھ کو محسوس ہوتی رہی۔ اور اس سے میرے سینہ میں پاک ترین احساس پیدا ہوئے اب مجھے اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ ائیل کو مجھ سے محبت ہے اور میرا عشق اس کے سینہ میں اثر پیدا کے بغیر نہیں رہا اس قدر وضاحت کے ساتھ جو اس کی باہیاثر میل طبیعت کے حسب حال تھی۔ یا جس کی اجازت اس کی شان نسوانی دے سکتی تھی۔ اس نے مجھ سے اقرار محبت کر لیا تھا۔ اور گودہ اقرار دیا ہوا اور خفیف تھا۔ تاہم میری غم زدہ اور افسردہ روح کو اتنے ہی سے تسکین حاصل ہو گئی تھی۔ اب قبل کی کیفیتیں

اور آزمائشیں میرے نے کیا حقیقت رکھتی تھیں۔ اور دنیادی جدوجہد اور کشمکش کا مجھے کیا اندیشہ تھا۔ جس صورت میں انیل کی محبت کا سہارا مجھ کو حاصل تھا۔ میں جب اس کو مردہ تصور کر چکا تھا اس کا زندہ ثابت ہونا میں جب اس کو گنہگار خیال کرتا تھا اس کا مجسم نیکی پایا جانا۔ یہ جانتا کہ اب وہ میری ہے اور میری ہو کر رہے گی۔ اور کل کر ہم دونوں بہتر کام کی آمد کا انتظار کر سکیں گے۔ اور یہ سارے خیالات درد فراق اور رنجِ علی کی کوکم کرنے اور دبانے سے بے کافی تھے۔

لیکن میں اپنی حاستان کے اس حصہ کو بے ضرورت طول دینا نہیں چاہتا مختصر یہ کہ اس کے دوسرے دن انیل رخصت ہو گئی۔ اور رخصت ہونے سے پہلے جب اس نے کہا تھا۔ پھر مجھ سے نہ ملی۔ البتہ ٹیکل نمس کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ جب رخصت ہوئی تو مجھ کو یاد کر رہی تھی۔ اس کے بعد ہی دن گزر گئے۔ میری حالت رفتہ رفتہ اصلاح پذیر ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ آخر کار میں اس قابل ہو گیا کہ اب گھانا گھانٹوں میں بیٹھ سکتا تھا۔ اور انیل کی رخصت کے پندرہ دن بعد تو میں پوری طرح صحت یاب ہو گیا۔ ڈاکٹر پامفرٹ ہر روز دن میں دوبارہ میری حالت دیکھنے کے لئے آتا۔ چنانچہ پندرہ دن کے بعد اس نے میری بری ہوئی حالت دیکھ کر بیان کیا کہ کاغذات کا ایک پیکیٹ تمہارے لئے میرے پاس آتا رہا ہے۔ اور وہ میں کل صبح تم کو دے گا۔ اس طرح پر وہ گھڑی جس کا مجھ کو انتظار تھا آخر کار آ گئی۔ لفافہ میرے حوالہ کیا گیا۔ اس پر انیل کی پہچانی ہوئی تحریر میں میرا نام درج تھا۔ اور جب اس کے بعد خلوت نصیب ہوئی تو میں نے فوراً اسے کھولا۔ اس میں دو طرح کے کاغذات تھے۔ ایک پر انیل کی اپنی بیان کردہ کیفیتیں درج تھیں۔ دوسرے میں اس خط کی نقل تھی۔ جو بہ نصیب دایو لٹ سے مرنے سے چند دن پیشتر اپنی ان سسرینہ کو لے نام لکھا تھا۔ اور جس کے سلسلہ میں انیل ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر آئی تھی۔ لکھا تھا کہ یہ ہی خط تھا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے ڈاک میں ڈالا تھا اور جس کے سراسر نہ تو دیکھ کر یہ

جاتی اور بازاروں میں پھرا کرتی۔ تو دلپس می ذرا سی دیر ہو جانے پر وہ بھٹس
 پر برستے گنتا۔ کئی کئی طرح پر دلاستیں کرتا اور کئی طریقوں سے بڑا بھلا کہتا تھا۔ اور جب
 آخر کار کوئی کام اُسے ملتا۔ تو جو مقصود ہی سی نقدی وہ اس کے ذریعہ سے لگا کر لاتی تھی
 اس کا شوہر اسے کسی دوسری جگہ صرف کر دیتا۔ اور یہ سب اس طریق پر ہوتا۔ کہ بی بی
 بیچاری مت شکرتی رہ جاتی اُسے کچھ معلوم نہ ہوتا کہ اس کا محنت اور مشقت سے کمایا ہوا
 روپیہ کہہ صرف ضائع ہو گیا۔

اس کے تھوڑا عرصہ بعد جب بہنوں کی عمر دس گیارہ سال کے قریب ہو گئی
 تو مسٹر لینڈور نے کسی نامعلوم ذریعہ سے کچھ روپیہ حاصل کر کے ایک چھوٹا سا دفتر کھولا
 جہاں وہ محاسبہ ایجنٹ اور ہنڈی سے دلال کا کام کرتا تھا۔ مگر اتنی سخت بدنامی
 اس کی ہو چکی تھی کہ انتہائی کوشش کے باوجود اس کا یہ نیا کام بھی اچھی طرح سے نہ
 چل سکا۔ حتیٰ کہ اس کے کچھ عرصہ بعد فضا اس کو کسی ذریعہ سے زائد روپیہ ہاتھ آگیا
 اور اس وقت اُس نے اپنی سکونت گریٹ ویل سٹریٹ میں بدل لی مگر اس دوران
 میں اس کی بد نصیب بی بی کی صحت خراب ہوئی شروع ہو چکی تھی۔ اب وہ سوزن
 کاری سے معذور تھی۔ جو خوش قسمتی سے اب اس کام کی ضرورت باقی نہ رہی۔ کیونکہ
 ہنڈی کے دلال کی حیثیت میں مسٹر لینڈور کا کاروبار کسی حد تک چلک گیا۔ اور اس
 کے مالی حالات بھی ایک بار تبدیل ہونے شروع ہوئے۔ تو بھی یہ زمانہ فراغت و تسلی
 کا نہیں اتنا اور کشمکش کا تھا۔ اور قریباً دو سال یہی حالت رہی۔ اس اثنا میں سسر
 لینڈور اپنی بیٹیوں کو حفاظت و خواہ تعلیم دیتی رہی۔ چونکہ خود سلیقہ مند اور ہنس و مروت
 ممتی۔ اس لئے بیٹیوں کو تعلیم و تربیت دینے کی بہتر اہلیت رکھتی تھی۔

اس جگہ یہ بات واضح کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ گو دونو بہنوں کی
 صورت بالکل ایک دوسری سے ملتی تھی۔ تاہم سیرت کے اعتبار سے ان میں اختلاف

عظیم تھا۔ اینیل شریل باحیا اور ڈرپوک تھی۔ وہ اپنے باپ سے خوفزدہ رہتی۔ اور کسی معاملہ میں ناراضگی کا ذرا سا موقعہ دینا نہ چاہتی تھی۔ اس کو اچھی طرح مسلم تھا کہ اپنی زدو، پنج طبیعت کی وجہ سے مسٹر لینور ذرا سی بات پر فوراً بھڑک اٹھتا ہے۔ پس وہ اس سے دور دور رہتی۔ اور کسی حالت میں بھی اس کے غصہ کو بھڑکانے کا ذریعہ نہ بنتی تھی۔ لیکن دایولٹ کا مزاج اس سے جدا تھا۔ وہ بڑی خود سر شوخ و شنگ لڑکی تھی اور جب اس پر ذرا بھی سختی کی جاتی۔ تو جھٹ مقابلہ کواٹھ کھڑی ہوتی تھی۔ چنانچہ تیرہ سال کی عمر میں اس نے اپنے طرز عمل سے یہ بات واضح کرنی شروع کر دی کہ وہ باپ کی سختیوں کو چپ چاپ جھیلنے پر آمادہ نہیں ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ مقابلہ کی عادت نے یہ صورت اختیار کرنی شروع کی کہ اگر کسی موقعہ پر باپ اُسے مارنے کو اُٹھتا۔ تو وہ ج چیز ہاتھ میں آتی۔ اُسے پیکے کھڑی ہو جاتی۔ تاکہ اگر اس کی طرف سے ذرا بھی پیشدستی ہو تو یہ فوراً اینٹ کا جراب پتھر سے دے بیچا دی ماں بارہا اس کو سمجھاتی اور منتیں کر کے کہتی کہ جس طرح ممکن ہو تو اپنی آلتی طبیعت کو روکنے کی کوشش کر۔ مگر لڑکی میں خود سری کا مادہ اتنا غالب تھا کہ نہ باپ کی سختی اور نہ ماں کی نرمی کوئی چیز اس کو راہ راست پر لانے کا ذریعہ نہ بنتی تھی اس طبعی اختلاف سے قطع نظر وہ ایک بڑی با محبت اور پابند فرض لڑکی تھی۔

دونوں بہنوں کی عمر چودہ سال سے کچھ اوپر تھی کہ ایک واقعہ پیش آیا۔ جس نے بلحاظ قیاس دور رس ثابت ہونا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مسٹر لینور کو معمول سے بہت زیادہ غصہ چڑھا۔ اور اس نے دایولٹ کو سختی سے ڈانٹ ڈپٹ کرنی شروع کی۔ اس نے بھی جیسی اس کی عادت تھی مقابلہ شروع کیا۔ چونکہ اس موقعہ پر دایولٹ کا اپنا غصہ حد سے زیادہ معجز کا ہوا تھا۔ اس لئے وہ اپنے قول و فعل کی نمائندہ رہ سکے اور اس نے غصہ کے جوش میں والد کو اس کی گزشتہ بد اعمالیوں اس

کی تباہی اور بدنامی اور اس مقدمہ فوجداری کے طعنے دیئے۔ جو اُس کے بھلائی و دانا
 ہوا تھا۔ مسٹر لینڈوران باتوں کو سن کر جھجکا گیا۔ وہ کسی وحشی حیوان کی طرح جھپٹا
 ہوا اس کی طرف دوڑا اور دیوالٹ کو جوش سے فرش زمین پر دے مارا۔ لیکن
 وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ آنکھیں شعلہ بارشیں سرخارے سرخ اور بدن
 شدت جوش سے کانپتا تھا۔ اور تو کوئی چیز اس کے ہاتھ نہ آئی، جلدی سے ایک کتاب
 اٹھا کر مسٹر لینڈور پر دے ماری۔ حالت خوفناک تھی۔ اور ایک وقت ایسا بھی تھا
 جب چارمی مسٹر لینڈور اور اینبل دونوں خیال سہی جاتی تھیں۔ کہ شاید مسٹر لینڈور
 اس کے جان سے مار ڈالے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ البتہ مسٹر لینڈور نے حالت چوڑھ
 میں دیوالٹ کو حکم دیا۔ کہ تو اسی وقت گھر سے نکل جا۔ اور آئندہ کبھی اپنی صورت جو
 نہ دکھانا۔ اُس نے یہاں تک کہہ دیا کہ تو میری اولاد نہیں۔ اگر کوئی رشتہ تیرا مجھ سے
 تھا۔ تو میں نے آج اس کو منقطع کر دیا۔ بعد ازاں نہ معلوم ماں کی منت سماجت سے
 خود ہی اپنے دل میں پشیمان ہو کر مسٹر لینڈور نے اپنے سابقہ فیصلہ میں یہ تبدیلی کی۔ کہ
 دیوالٹ کو فوراً ہی ایک ہر ڈنگ سکول میں بھیج دینے جانے کا حکم دے دیا۔ اس سے
 اس کا انتظام مسٹر لینڈور کے سپرد کیا۔ اور اُس سے تاکید کر دی کہ دیوالٹ کو تین دن
 کے اندر اندر گھر سے باہر بھیج دو۔ اور اس تین دن کے عرصہ میں بھی وہ کبھی میرے
 سامنے نہ آئے۔ الگ کمرہ میں رہا کرے۔

گمریت نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ دیوالٹ اس انتظام سے کسی طرح ناخوش یا اپنی
 دستی پر نام تھی۔ اس کے برعکس اُسے یہ سوچ کر خوشی تھی۔ کہ وہ اس گھر سے رخصت
 ہو رہی ہے۔ جہاں اس کو ہر وقت باپ کے قہر و عتاب کا نشانہ بننا پڑتا تھا۔ مسٹر
 نے حسب وعدہ تین دن کے اندر اندر اس کے سکول کا بندوبست کر دیا۔ اور
 مسٹر لینڈور کی عائد کردہ شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی۔ کہ دیوالٹ کے لئے

دررہ۔ محب کی جائے۔ وہ لندن سے دور ہونی چاہئے۔ اس نے سوچیں کا ایک سکول اس مطلب کے لئے پسند کیا گیا۔ وایوٹ اس جگہ چلی گئی۔ لیکن جو جانے سے پہلے وہ ماں اور بہن سے مل کر بہت روئی۔ تاہم باپ نے رخصت کے وقت بھی ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ اس کے چلے جانے کے بعد اپنی بی بی اور اینبل کو سختی کے ساتھ حکم دیا کہ آئندہ اس کا نام بھی میرے زور پر نہ لیا جائے۔ میں زور نے حلفائے سوغاق کر چکا ہوں۔ اور میں اس حلف کو ضرور پورا کروں گا۔ البتہ اتنی رعایت میں ہو سکتا ہوں کہ جب تک وہ سکول میں زیر تعلیم رہے۔ میں اس کا خرچ ادا کرتا ہوں گا۔ مگر یہ باتیں کہتے ہوئے بھی مارے غصہ کے آنی خفا کی حالت اس کی تھی کہ اس کی حدت دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔ چنانچہ کئی طرح کی گھالیاں کھا کر اور دے کر اس نے پھر کہا کہ اگر آج کے بعد کبھی اس کی بی بی نے یا اینبل نے وایوٹ کا نام گھر کی چار دیواری میں لیا۔ یا کبھی اس کا ذکر فریق ثالث سے کیا۔ تو ان سے اس قدر سختی کا برتاؤ کیا جائے گا۔ الفاظ جس کو بیان نہیں کر سکتے۔ جو کہنا لا حاصل ہے کہ اس طرح کا نصہ اور جوش اس آدمی کی طبیعت کے عین حسب حال تھا۔ جو ایک لمحہ کے اندر اپنی بیٹی کو ہمیشہ کے لئے جدا کرنے کا فیصلہ کر سکتا تھا۔

یہ واقعہ یعنی وایوٹ کو گھر سے باہر نکال دینے کا سلسلہ کے ابتدائی حصہ میں پیش آیا تھا۔ اس کے سات یا آٹھ ہفتے بعد ماہ ستمبر میں مجھ کو حالات کی مجبورگی سے س گھر میں رہنا پڑا۔ یعنی اس زمانہ میں جب مسٹر لینڈر مجھے ڈیپارٹمنٹ سے نکال کر س جگہ لایا تھا۔ ڈیڑھ مہینہ میں اس کے گریٹ رسل سٹریٹ والے مکان پر رہا۔ در اس دوران میں وایوٹ کا نام نہ بھی اینبل اور نہ مسٹر لینڈر سے منہ سے سنا گیا۔ مگر کم میرے زور پر انہوں نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ گو ممکن ہے غفلت و تنہائی میں یہاں بیٹی ایک دوسرے کے پاس بیٹھتی تھیں۔ تو وہ مسٹر لینڈر کے جابرانہ احکام

کی خلاف ورزی کر لیتی ہوگی اور مری ہوئی سرسراتی ہوئی آواز سے اُس کا ذکر کرتے
 جو ہمیشہ کے لئے اُن سے جدا ہو چکی تھی۔ اس کی یاموں میں رنج و غم کے آنسو بہا رہے تھے۔
 تاہم کئی وجوہ ایسی تھیں جن سے وہ اس کا نام کبھی میرے روبرو نہ لیتی تھیں۔ ایک
 یہ کہ انہیں ڈر تھا۔ مسٹر لینڈور کو اپنے احکام کی خلاف ورزی کا حال معلوم نہ ہو جا۔
 دوسری یہ کہ اُن کا دل قدرتی طور پر اس بد نصیب کا ذکر کر کے دکھتا تھا۔ جو مجبوراً
 اُن سے جدا کر دی گئی تھی۔ اور تیسری وجہ یہ بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ ماں بیٹی دونوں
 تک اُن کے بس میں تھا۔ مسٹر لینڈور کی شیطانی سیرت کو مجھ سے چھپانے کی کوشش
 کرتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ وہ اگر وایرلٹ کا ذکر کرتیں۔ تو انہیں اُس کی عدم موجودگی
 کوئی غور بھی ضرور پیش کرنا پڑتا۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی ضروری تھا۔ کہ وہ مجھے
 اصل راز چھپانے کی کوشش کرتیں اور یہ ساری باتیں جو نہایت تکلیف دہ اور
 ذلت بخش تھیں۔ ماں بیٹی دونوں کے دلوں میں تلخ احساس پیدا کرنے والی ہوتیں۔ بلکہ
 یہ ان حالات کے مجموعہ کا نتیجہ تھا۔ کہ اپنے ڈیڑھ ماہ کے قیام میں کبھی ایک مرتبہ بھی
 نے وایرلٹ کا نام یا جاتا نہیں سنا اور اس طرح میں اس کی ہستی سے بالکل
 لاعلم رہا۔

اب میں اس یادگار رات کا ذکر کرتا ہوں۔ جب میں اینبل کی وساطت
 اور تحریک سے اُس مکان سے فرار ہوا۔ جہاں میرے لئے لاتعداد خطرات پوشیدہ
 تھے۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ اس موقع پر مجھے میرے ہی کمرہ میں بند کر دیا گیا تھا۔ اور
 اس کے بعد گھر کے سب آدمی سو گئے۔ تو مجھے اینبل کے اپنے کمرہ سے پوشیدہ طور
 پر باہر نکلنے کی آواز سنائی دی تھی۔ معلوم ہوتا ہے۔ اُس نے بعض الفاظ جو میری
 حق میں وہابی کا اثر رکھتے تھے اپنے باپ کے سنہ سے نکلے ہوئے اثر چونکہ خود بیماری
 سن لئے تھے اور ان سے اُس کے دل میں یہ خوفناک طراز کی تجویز مکمل کرنے کا فرض

باب مجھ جوزف ولٹ کی جان کے دسپلے ہے۔ چنانچہ جب اس کے بعد شب مذکور کو
 اس کے باپ نے ایک آدمی کو پڑا سراہا حالت میں مکان کے اندر داخل کیا۔ تو اس نے
 صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے اس کمرہ کے دروازہ کے باہر کھڑے ہو کر وہ گفتگو سننے
 کا خطرناک ارادہ کر لیا جو اس کے باپ اور اس آدمی میں ہو رہی تھی۔ جسے اس نے
 پوشیدہ طور پر مکان میں داخل کیا تھا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے دلی ہوئی آواز میں باتیں
 کرتے تھے۔ جس کے عرف چند ٹوٹے ہوئے فقرے انیل کو سنائی دیئے۔ بہر حال ان
 بے جڑ فقروں سے ہی یہ بات اس پر واضح ہو گئی۔ کہ دونوں آدمی یعنی مسٹر لینڈور
 اور اس کا ساتھی مجھے کسی نامعلوم مقام پر بھگکائے جانا چاہتے ہیں۔ اس گفتگو کے
 دوران میں یہ بھی اس نے سنا کہ شخص مذکور کا نام ٹیڈی ہے۔ اور چونکہ کچھ حال
 اس آدمی کا میں اس سے پہلے انیل سے بیان کر چکا تھا۔ اس نے اس کو معلوم کیا کہ
 میں اس آدمی کو اگر اپنا دشمن جانی نہیں سمجھتا۔ تو بھی اس کو گہری نفرت اور دہشت
 سے ضرور دیکھتا ہوں۔ پس ان کی باتیں سن کر اور یہ معلوم کر کے کہ اس کا اپنا باپ ایک
 سلسلہ بدعاش کی مدد سے مجھ جوزف ولٹ کو اغوا کرنا اور اس کے بعد مروا ڈالنا چاہتا
 ہے۔ میں کس بھولی لڑکی کے دل میں جس کی عمر اس زمانہ میں صرف پندرہ سال کی
 تھی۔ گہرا اضطراب پیدا ہو گیا۔ اس کا خون سرد ہونے لگا۔ اور وہ عالم دہشت میں
 ڈبی دیر تک صدمت تصویر دروازہ کے ساتھ لگی ہوئی کھڑی رہی۔ لیکن پھر دفعتاً
 اس کو یاد آیا کہ اس طرح کے خوفناک ارادوں کی موجودگی میں مجھ جوزف ولٹ
 کی حالت کتنی خطرناک ہے۔ اور اس وقت دفعتاً وہ گہرا استقلال اور ہمت آمیز
 حال کی ایک ایسی کسمن لڑکی سے بہت کم امید ہو سکتی ہے۔ اس کے اندر پیدا ہو
 گا کہ میرے لئے۔ اس کمرہ کے دروازہ سے رخصت ہوئی۔ جس کے اندر میرے
 بیٹا انیٹا ایک دوسرے۔ میں سوچی جا رہی تھیں اور سیدھی اپنی ماں کے پاس

گئی۔ جہاں اس نے پوچھت نامک حکایت تفصیل کے ساتھ بیان کی۔ پہلے تو مسٹر لینڈ
 کو اس بیان کی حقیقت پر یقین نہ آیا۔ لیکن پھر جب اس نے سوچا کہ انیل ایسی لڑکی
 نہیں ہے جو کبھی جھوٹ بولے۔ تو اُس نے خود بھی استقلال سے کام لیا۔ اور اپنی
 نیک سیرت بیٹی کی قابل تعریف مثال کی تقلید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یعنی خواہ کچھ ہو۔ اور
 اُن ماں بیٹی کو کیسا ہی خطرہ پیش آئے۔ انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ جو زلف و لٹ کو بچانا اُن
 کا فرض تھا۔ مگر اس کے آگے سوال پیدا ہوا کہ کس طرح؟ میرے کپڑے مسٹر لینڈ
 اتروالے تھے اور وہ انہیں اپنے ساتھ اپنے ہی کمرے میں لے گیا تھا۔ پھر اس کے علاوہ
 میرے کمرے کا دروازہ بند اور باہر سے منقل تھا۔ اور اس کی کبھی بھی اسی کے پاس بھی آخر
 بڑی دیر سوچنے کے بعد کپڑوں کے متعلق ایک تجویز اُن کے ذہن میں آگئی۔ یعنی انہوں
 نے سوچا کہ مجھے زنا نہ کہنے پنا کر ایک نوجوان عورت کی صورت میں رخصت کر دیا
 جائے۔ لیکن بڑی مشکل دروازہ کھولنے کی اب بھی باقی تھی۔ کبھی مسٹر لینڈ کے پاس
 تھی۔ اور اُس کے بند دروازہ کھولنا محال تھا۔ دفعتاً انیل کو یاد آیا۔ کہ ٹیڈی کی آمد سے
 پیشر اُس کا باپ یا ہر کی پھٹک میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ممکن ہے۔ اپنے ساتھی کو دروازہ
 کھولنے کے لئے باہر جاتے ہوئے وہ کبھی اس کے ہاتھ سے وہیں میز پر رکھی رہ گئی ہو۔ اس
 خیال کے پیدا ہونے پر وہ پھر ایک بار دہلے پاؤں نیچے گئی اور جب اس کو وہ کبھی اس
 کمرے میں پڑی ہوئی مل گئی۔ تو اس سے جو خوشی اس کے دل کو ہوئی۔ اس کا اندازہ تصور
 میں ہی بہتر کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد وہ پھر اپنی ماں کے پاس گئی وہ روح کی طرح بے
 آواز چلتی میز ٹیبلوں سے اترتی۔ مگر اس خیال سے فکر پھر کا پنتی تھی کہ اگر کوئی آواز مسٹر
 لینڈ کے کانوں میں پہنچ گئی۔ یا وہ اُن کے ارادوں سے واقف ہو گیا۔ تو پھر قیامت ہی
 آجائے گی مسٹر لینڈ نے میرے فریج کے لئے کچھ روپیہ انیل کو دیا۔ اور چونکہ وہ بیمار
 کی وجہ سے چار پائی سے نہ لٹھ سکتی تھی؟ اس لئے میرے فرار کی تجویز مکمل کرنے کا فرض

ہی کے ہی سپرد کیا۔ اس کے بعد جن حالات میں میں اس جگہ سے فرار ہوا اور وہ فرار خود میرے حق میں جن چیدگیوں کا موجب بنا۔ اس کا حال ناظرین کو پہلے ہی معلوم ہے میں اس کو وسرانا نہیں چاہتا۔

میرے رخصت ہونے کے بعد انیل کھراکبار دے پاؤں اپنی ماں کے کمرہ میں گئی اس جگہ دو دنے بیٹھ کر روح فرسار منج اور تیخ آنسوؤں کے ساتھ اس سوال پر غور فرمایا کیا کہ اب انہیں اس واقعہ کے انکشاف کے بعد مسٹر لینڈور کے جوش غضب سے محفوظ رہنے کی کیا ترکیب کرنی چاہئے۔ کبھی کہ وہ بارہ اس بیٹھک میں رکھ دینے کا سوال جہاں سے انیل اس کو لائی تھی۔ خارج از بحث تھا۔ کیونکہ اگر مسٹر لینڈور کا اس بارہ میں اطمینان ہونا ممکن بھی ہوتا کہ جو ف دہشت کسی نامعلوم طریقہ پر بند و رازہ کے کمرہ سے بھاگ گیا۔ تو پھر بھی سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ وہ کپڑوں کے بغیر کیونکر بھاگا؟ نہیں اس کا مطلب صریحاً یہ تھا کہ گھر کے کسی آدمی نے ضرور اس کام میں اس کی مدد کی ہوگی۔ پریشک کرنا خارج از بحث تھا۔ کیونکہ ان کو میری ذات سے کوئی ہمدردی نہ تھی پس یہ ایک فیصلہ شدہ بات تھی کہ اس کے شبہات براہ راست ماں بیٹی کی طرف جائیں گے۔ پہلے انہوں نے سوچا کہ ہم بھی اس مکان سے رخصت ہو جائیں۔ کیونکہ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ مسٹر لینڈور ٹیڈی ایسے بدعاش سے مل کر ایک ایسے جرم سیاہ کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ جیسے اغدا یا قتل بیگناہ۔ یہ کس طرح ممکن تھا۔ کہ ان میں سے ایک اُسے اپنا شوہر اور دوسری اپنا باپ تصور کر سکتی۔ لیکن بد قسمتی سے مسٹر لینڈور وایلم الریض تھی۔ اس کے لئے چار پائی سے ہنا محال تھا۔ پھر اس سے علاوہ یہ خیال بھی اس کے دل میں پیدا ہوا کہ ہم گراہی ہوئے حالات میں اس جگہ سے رخصت نہو گئیں۔ تو پھر گزارہ کی ضرورت کیا ہوئی؟۔ دو نو بے زرا دو بے ادرا۔ فقیر اور یہ ایک خارج از بحث سوال تھا۔ کہ اس طرح کا واقعہ پیش آنے کے بعد مسٹر لینڈور ان کو گزارہ یا وایلم بوجو زیم

مٹی خرچ دینا جاری رکھے گا۔ وہ اپنی فکر میں بیٹھی تھیں کہ انہیں دو شخصوں سے میسر ہو
 پہ چڑھنے کی آواز سنائی دی اور نوڑا خیال آیا کہ وہ مسٹر لینڈور اور میڈی کے پیروں کی
 آواز ہے۔ پھر اس کمرہ کا دروازہ جس میں میڈیٹر بند تھا بے آواز کھلا۔ اور دونوں آدمی
 اندر گئے۔ اس کے بعد جب انہوں نے کمرہ کو خالی اور مجھے غائب پایا۔ تو جو وحشت اور
 غصہ اُن کے دماغ میں پیدا ہوا ہو گا۔ اُس کا صحیح اندازہ سہل ہے۔ خیر وہ اس کے چند منٹ
 بعد پھر نیچے اترے، اور پاؤں گھنٹہ کے غصہ میں اکٹھے باہر چلے گئے رات کا باقی حصہ مسٹر
 لینڈور نے گھر سے باہر ہی گزارا۔ پھر اس کا حال کسی ذریعہ سے نہیں جانا جاسکتا کہ وہ
 تنہا یا اپنے ساتھی سے ہمراہ کچھ تو تلاش کرتا پھر یا اُن کا وقت مشورہ میں گزارا یا وہ کسی
 اور کام میں مشغول رہے۔ مختصر یہ کہ وہ رات اُن ماں بیٹی نے بڑے قلق و اضطراب
 میں بسر کی۔ آخر جب دن نکلا اور ناشتہ کا وقت ہوا۔ تو وہ آہ بیچا۔ مگر نہ اس نے وقت
 بیش آمدہ سے ہارہ میں کچھ کہا۔ نہ اس کی طرف اشارہ کیا۔ فی الحقیقت اس موقع پر
 اس نے میرا ذکر کیا بلکہ ہی نہیں پھیرا۔ تاہم اینبل کی طرف اس کا رویہ بالکل اس وحشی
 حیوان سے مناسبت تھا جو غصہ سے پھرا ہوا گریبے لبس اور چپ ہو۔ آخر کسی دن کے بعد
 وہ اپنی بی بی کے کمرہ میں گیا۔ کیونکہ وہ ان دنوں سخت بیمار تھی، اور اپنے ہی کمرہ میں ہی
 تھی۔ بہر حال جب اس کے بعد وہ صحت یاب ہو کر اپنے کمرہ سے نکلنے اور بیٹینگ میں آنے
 کے قابل ہو گئی۔ تب بھی وہ خاموش رہا۔ لیکن مگر ظاہر اچھ تھا۔ تاہم وہ بے ہوشے غصہ کی
 وجہ سے اُس کی حالت بارود کی گیس سمجھنے سے مٹی تھی۔ جسے جھک سے اڑا دینے کے
 لئے صرف ایک چنگاری درکار ہوئی ہے۔ شاید وہ اس لئے چپ تھا کہ اُس کو معلوم
 تھا میری نسبت اس کے ارادوں کا حال جانا چاہیگا ہے۔ اور یہی وہ دور بر قاسم
 ہوئے ہوئے تھی وہ کوئی اس قسم کا لفظ کہتے ہوئے ڈرتا تھا جس کی بنا پر اس کی بی بی
 اور بیٹی کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا ہو کہ تم جانتی ہو۔ اندر دے فعل نہ سہی نہ نیت اور ارادہ

کی رو سے ضرور قاتل ہو۔ بہر حال صحیح وجہ کچھ ہی ہو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ وہ کئی دن تک خاموش رہا۔ اور اس نے اس واقعہ کے بارہ میں ایک لفظ تک منہ سے نہیں نکالا۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے اور اس گھر میں میرا ذکر علانیہ اشارتاً یا کلتاً یا باطل نہیں ہوا۔ لیکن انہی دنوں ایک اور نئی مصیبت مسز لینڈور اور اینبل پر یہ لائل ہوئی کہ سوٹھمپٹن کے جس سکول میں وایرٹ زیر تعلیم تھی۔ وہاں سے ایک چٹھی اس مضمون کی تھی کہ وایرٹ عدم ہتہ اور مفروز ہے۔ اور تھک کیا جاتا ہے کہ دو جوان عورتیں جن سے آج روز پیشتر اس کو گفتگو کرتے دیکھا گیا تھا۔ اس کو بھگا کر لے گئی ہیں۔ وہ عورتیں کن یٹھیں اس کا حال نہ اس خط میں درج تھا۔ اور نہ اس بارہ میں مدرسہ کی ہمتہ عورت کو کسی طرح کے حالات معلوم تھے۔ البتہ یہ بات خط میں لکھی ہوئی تھی کہ ایک روز پیشتر وایرٹ کو ان عورتوں کے ساتھ گفتگو کرتے دیکھنے کے بعد سختی سے نہالش کی گئی تھی اور سزا کے طور پر حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے ہی کمرہ میں رہے اور بلا اجازت باہر نہ نکلے اس واقعہ کے بعد وہ رات کے عرصہ میں کسی طرف کو غائب ہو گئی اور تلاش بسیار کے باوجود اس وقت تک اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اس اطلاع کو پاکر مسز لینڈور اور اینبل کے دل کو جو صدمہ پہنچا اس کا حال تصور ہی میں بہتر جانا جاسکتا ہے۔ پھر جب اس کے بعد وہ خط مسٹر لینڈور کو دکھایا گیا۔ تو اس نے اپنا غصہ نکالنے کی اور کوئی راہ نہ دیکھ کر انہی پر برسنے شروع کر دیا۔ حالانکہ ان بچاریوں کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور وہ خود اس کے باعث سخت پریشان تھیں۔ اس موقع مسٹر لینڈور نے طیش میں آکر یہ بھی کہا کہ سارا قصور ماں کا ہے۔ ورنہ وایرٹ کو گھر سے باہر بھیجنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ اس کو لازم تھا کہ شرمع میں ہی اس کی خود سری اور دکنے اور اس کے مزاج کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتی جس صورت میں نہ وہ قابلہ پر آمادہ ہوتی۔ نہ اسے سوٹھمپٹن بھیجنے کی ضرورت پیش آتی۔ بی بی کو لعلت طاقت کرنے کے بعد وہ اینبل کی طرف مڑا۔ اور اس

سے بھی اس بارہا بہت کچھ سنے دے کی کو اس نے اپنی نرمی سے دیولٹ کا مزاج ٹکنا رہا ہے بگیا
 ٹھنڈا کپڑے سے جو کچھ پیش آیا تھا۔ اس کی ذمہ داری پہنچے مستحکم مالک ان دو ناکرہ گناہ
 عورتوں کے گھٹے باندھے کی کوشش کی۔ اس دقت جوش میں پکتے ہوئے یہ بھی اس نے کہا کہ
 میرا ارادہ چنہ جینے کے بعد دیولٹ کو گھر واپس لے آئے گا تھا۔ کیونکہ میں چاہتا تھا کہ اب ان
 لڑکیوں کے جوان ہو جانے پر ان کے لئے موزوں برعکاس کرنا۔ بعد ازاں وہ دیولٹ کی گفتگو
 کا حال تحقیق کر لئے۔ اس کا مزاج لگانے کی غرض سے خود سوچیں گیا اور بریاً پندہ روز
 غائب رہا۔ اس دوران میں اس نے ایک بھی خط انیل یا اس کی ماں کے نام نہیں بھیجا جس سے
 وہ دونوں بنات فکر و تشویش کی حالت میں رہیں۔ واپس آیا تو انہوں نے اس کے بچہ اور طریقہ دلا۔
 سے معلوم کیا کہ اس کی تلاش بے سود ثابت ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ پھر اس نے انہیں گینا ہوں تو
 براہیلا کہنا شروع کیا۔ بہر حال جیسا سمجھا جاسکتا ہے۔ دیولٹ کی گفتگو کا واقعہ اس
 کی ماں اور بہن دونوں کے لئے بہت جان فرسا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ وہ کہاں گئی
 ہے۔ کئی کئی طرح کے خیالات اور اندیشے ان کے دلوں میں پیدا ہوتے تھے۔ اور وہ اس طرح
 کی ذہنی اذیت میں مبتلا تھیں جس کا حال تحریر میں واضح نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن یہاں پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ داستان کا سلسلہ قائم کہنے کے لئے کچھ حال
 دیولٹ کی گفتگو کا واضح کیا جائے۔ یعنی وہ کن حالات میں فرار ہوئی۔ اور اس کے فرار
 نے آگے چلکر کیا صورت اختیار کی۔ بات دراصل یہ ہے۔ وہ جس مدرسہ میں تعلیم پاتی تھی وہاں
 لڑکیوں کے لئے بہت سخت ضبط انتظام تھا۔ جو بعض حالات میں جو رشتہ دہ کی صورت
 اختیار کر لیتا تھا۔ چونکہ دیولٹ ایسی خود سہارا کی کسی کی حکومت سہنا برداشت نہ کر
 سکتی تھی اس لئے تدریقی طور پر اس فکر رہتے ہوئے اس کی بھیڑی اور بے تابانی نے
 اور ترقی کی۔ اس کو نت نئی مشکلات کا سامنا ہونے لگا۔ اور چونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر
 اس نے والدین کو خط لکھ کر ایسی کی خواہش کی۔ تو وہ ضرور انکار کر دیں گے۔ اس لئے

اس کو اور بھی زیادہ تعصیب پہنکا سا مٹا ہوا۔ اور تودہ خود ہی اس قسم کی درخواست کرنا پڑا۔
 ذلت تھی جتنی تھی۔ لیکن اگر وہ ایسا کرتی بھی۔ تو اس کی ماں چونکہ اس معاملہ میں بالکل بے بس
 تھی۔ اس لئے کسی نتیجہ کی بہت ہی کم امید ہو سکتی تھی۔ داریولٹ کی عادت تھی۔ بار اسکول
 کے قواعد کے برخلاف بارغ کی سیر کرتی ہوئی گرد و زار کے پھیتوں میں چلی جاتی۔ کئی بار
 اس کو ان حرکات کے لئے سزا بھی دی جاتی تھی۔ مگر اس کے جی کو آزادی کی تلک لگ گئی تھی
 سزاؤں سے زبردستی اس کا حوصلہ کم ہونے کی بجائے اور زیادہ بڑھتا تھا۔ اسی طرح پھر تھے پھر تھے
 ایک بار اس کو دو عورتیں ملیں۔ جو کسی نا ٹنگ کمپنی میں نوکری تھیں۔ جو ان ایام میں مقبوض
 ٹھہری ہوئی تھی۔ ان میں گفتگو شروع ہوئی۔ تودہ نو عورتوں نے نا ٹنگ کی زندگی کا حال
 بڑے دلکش پیرایہ میں بیان کرنا شروع کیا۔ یعنی کس طرح عجیب و غریب لڑے دیکھنے میں
 آتے تھے۔ کس طرح تماشا بچوں کی داد تحسین حاصل ہوتی تھی۔ کس طرح جگہ جگہ پھرنے سے
 زندگی کا لطف دد بالا۔ تو تھا۔ یہ اور ایسی ہی کئی باتیں ان عورتوں نے مبالغہ آمیز پیرایہ
 میں اس سے بیان کیں۔ داریولٹ نے چند ایک خود رسد لڑکی تھی۔ تاہم دنیاوی تجربہ سے
 بالکل محروم تھی۔ اس کی بہت بے شک۔ بلکہ تھی اور طبیعت پر جوش مگر ان خطروں کا
 حال سے بالکل معلوم نہ تھا۔ جو ایک نا تجربہ کار لڑکی کو دنیا میں پیش آسکتے ہیں۔ اس نے
 دونوں ایلمیروں کے بیان کردہ الفاظ کو حرج و مرج صحیح سمجھا اور اس طرح کی آزاد زندگی
 اور لہو لہریاں انہوں نے بیان کی تھیں۔ خود بھی ان کا لطف حاصل کرنے پر آمادہ ہو گئی۔
 اس کے ساتھ ہی اس کی خیالات کی رد گھر کی طرف گئی۔ اسے اپنی ماں اور عزیز بہن یواہی
 دیان کی کشش نے غاضبی طور پر اس نفل سے روک دیا جس پر وہ آمادہ تھی۔ پس اس
 جہاد موقع پر اس نے دونوں ایلمیروں کو کوئی فیصلہ کن جواب نہ دیا۔ محض ان سے اس بات
 فیصلہ کر لیا۔ کہ میں کل دوبارہ تم سے ملوں گی۔

دوسرے دن وہ پھر خفیہ طور پر دربار سے نکلی اور مقام مقررہ پر جہاں اس نے

عورتوں سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ جا پہنچی۔ وہ پہلے سے اس جگہ موجود تھیں۔ اور
 مٹ نے دیکھا کہ اس موقع پر ایک مرد بھی ان کے ساتھ تھا جس نے ایک عجیب طرح
 رکھیا لباس پہنا ہوا تھا۔ دونوں عورتوں نے بیان کیا کہ وہ نامک کپڑی کا مینجریٹ
 ہم ہوتا ہے۔ عورتوں نے گل کی ملاقات کی بنا پر دایولٹ کے صحن و نظریہ کی تعریف
 بولی بظنوں میں اس سے کی تھی۔ اور وہ ان کے ہمراہ یہ دیکھنے کے لئے آیا تھا کہ ان کا
 کس حد تک ویرت ہے اور کہاں تک مبالغہ آمیز۔ لیکن جب اس نے دایولٹ کو
 دیکھا تو اس کی نگاہ اس کے بیچ غیر پیکر آتشیں اور جلوہ بے نیاز کی طرف گئی۔
 یہ اس کو معلوم ہوا کہ وہ جن وصال کی خواہاں تصویر ہے جس کا بھروسہ آواز نظری اور ہر
 شے کی طرف سے پرست۔ تو وہ فوراً اس کا مداح اور دونوں ممد عورتوں کا بھائی بن گیا
 اس نے معلوم کیا کہ ایک ایسی کا فر حال عورت کسی اور وجہ سے نہیں۔ تو اپنے رُکے
 شے رنگ اور بالائی چتوں کی کشش سے نامک کپڑی کے سسرہایہ ظہر ثابت ہونے
 دسری جانب دایولٹ نے بھی جو تھیلے کی ظاہری دلفریبیوں کے پول سے ناواقف
 تھی اس شخص کے بھر دیکھ لیا اس اور بے حقیقت سامان آرائش کی بنا پر یہ سمجھا
 کہ وہ صاحب حیثیت آدمی ہے۔ اور اس کے مصنوعی اخلاق۔ ناشکی تعلیم اور مبالغہ آمیز
 ملاز تقریر کو اس کا تندیب و مشہد انت پر محمول کیا۔ مگر اس پر رکھوہ فن رقص میں پورے
 ہنگامہ چل رہی تھی۔ کیونکہ تمام وعدہ ہے۔ ذہن جس چیز کا آرزو مند ہو۔ دلغ اس
 پر بہت جلد قادر ہو جاتا ہے۔ جب مینیو اور دونائیر سول کو اس کی ہمارت کا حال
 معلوم ہوا۔ تو وہ اور بھی زیادہ خوش ہوئے۔ اور ایک ایسی دلفریبی شخصیت کو اپنی
 لپٹی میں شامل کرنے پر اشتوق آمادہ ہوئے۔ مختصر یہ کہ دایولٹ ان سے ساتھ جانے
 کے لئے تیار ہو گئی۔ اور اس نے ان کی پیش کردہ تجویز میں منظر کر لیں۔ اس میں نہ
 نہیں اس موقع پر لپٹی ماں اور بہن کی یاد امن کے سینہ میں کسک پیدا کرتی ہوئی

تازہ ہوئی۔ اور ان کی محبت نے اسے اس نئے دور زندگی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ تاہم اس کے ساتھ ہی اس دوسری خوفناک اور قابل نفرت ہستی کی بد معاشرت فورا ہی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ اور اس نے اتنا گہرا اثر اس کے دل پر کیا کہ ہر طرح کے تامل کے باوجود وہ اُن کہنے پر مجبور ہو گئی۔

اس کے دوسرے دن دو نو اکیڑیس پھر ایک بار اس سے ملنے کے لئے آئیں۔ مگر اس موقع پر کمپنی کا مینجر ان کے ساتھ نہ تھا۔ اب کی بار وہ اس سوال کا فیصلہ کرنا چاہتی تھیں کہ فرار کسے سے کیا ترکیب سوچی جائے۔ قحطی دیران میں باقی ہوتی رہتی جس کے بعد دو نوعریق بچت و پر کر کے رخصت ہوئیں۔ اس ملاقات کے بعد جب وایولٹ دوسرے دن آئیں گئی۔ تو اس جگہ کی منہم عورت، اجنبی شخصوں سے میل جول رکھنے کی بنا پر بہت خفا ہوئی۔ اور سزا کے طور پر اسے اپنے ہی کمرے میں بٹھرنے کا حکم دیا لیکن وایولٹ کو اب ان ملازمتوں کی بالکل پروا نہ تھی۔ نہ اسے اس سزا کا خوف تھا۔ جو اس کی خطاؤں کے لئے دی گئی تھی۔ کیونکہ اب وہ اپنے آپ کو مرنے کی آزادی کے بالکل قریب پہنچا ہوا سمجھنے لگی تھی۔ فی الحقیقت اس سسر زلف اور سزلے راہ سہا تامل اس کے دل سے دور کر دیا۔ اور اگر کوئی کسر خواہش فرار کی تکمیل میں باقی تھی۔ تو وہ اس ذریعہ سے پوری ہو گئی۔ اس وقت وہ نصف شب کے قریب تہا دوسرے باہر نکلی۔ وہ پندرہ سال کی نا تجربہ کار کمسن لڑکی جو اس وقت تک دنیا کے سرد درگم سے ناواقف تھی۔ اور دو نوعریق جو حق معرکہ پڑنے کی منتظر تھیں۔ اس کو دیکھتے ہی پائے آگئیں۔ ایک چھوٹی سی بند گاڑی قحطی فاصلہ پر تیار پڑی تھی۔ وایولٹ اور اس کی ساتھی نوعریق اس پر سوار ہو گئیں اور اس طرح پندرہ یا سولہ میل کا وہ فاصلہ طے ہوا جو قطیف سے اس مقام کا تھا۔ جہاں ناگزیر کمپنی اس روز مقیم تھی۔

یہاں سے وایولٹ کی تھینر کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ مینجر کے کہنے سے اس

نے اپنا پہلا نام یعنی دیولٹ برقرار رکھا۔ کیونکہ اسے یقین دلایا گیا کہ یہ بہت پیارا نام ہے۔
 القہ اصطلاح کے طور پر پایا دوسرا نام بد بکر مارٹیر رکھ لیا۔ وہ اس وقت تک شیخ
 بنو دار نہ ہوئی تھی کہ نام کمپنی سوچنے سے قریباً ایک سو میل کے فاصلہ پر پہنچ گئی
 چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جب اس کا باپ مسٹر گنیز در اس کی تلاش میں سوچنے لگا تو
 سنی بسا کے باوجود اس کا پتہ نہ پاسکا۔ کمپنی کا مینجر شاہی شدہ آدمی تھا اور اسکی
 بی بی عزت دار خاتون تھی۔ ساتوں نے دیولٹ کو کمپنی کے باقی آدمیوں سے علیحدہ
 اپنے پاس رکھنا شروع کیا۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ مناسب وقت گزرنے پر تربیت
 حاصل کرنے کے بعد اس کی موجودگی کمپنی کے لئے فائدہ عظیم کا باعث ہوگی۔ پس وہ پہلا
 ممکن تھا۔ اسے اپنے ہی پاس رکھنا اور اس طرح کے میل جول سے روکنا چاہتے تھے۔ جو
 ممکن تھا۔ زمانہ آئندہ میں اسے اس کمپنی سے علیحدہ کر کے کئی دوسری کمپنی کی مولیت
 پر آمادہ تیار کرنا یا ممکن ہے اسے اپنے پاس رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ مینجر کی بی بی
 ایک اس طرح کی نا تجربہ کار کمسن لڑکی کی جسے وہ بنگا کر در سے نکال لائے تھے۔ ذاتی
 طور پر اخلاقی حفاظت کرنا چاہتی تھی۔ لیکن صحیح وجہ سمجھ ہو۔ اس میں شک نہیں۔ نام کم
 کمپنی میں شہریک ہونے کے بعد بھی دیولٹ کی بڑی سختی سے نگرانی اور حفاظت کی جاتی
 رہی۔ اور چونکہ وہ کمپنی سے علیحدہ مینجر اور اس کی بی بی کے پاس رہتی تھی۔ اس لئے نہ تو
 اسے ان جھگڑیوں کا احساس ہوا۔ جو نام کم کی زندگی میں ہر نئے ایکٹر کو عموماً پیش آیا کرتی
 ہیں۔ سادہ ذہن اور ابھی ان محض اخلاقی اثرات سے متاثر ہوئی جو اس زندگی کا خاصہ
 چونکہ اسے شیخ پر کامیابی حاصل کرنے کا شوق تھا۔ اس لئے وہ دوسری مہنتوں کی
 تربیت کے بعد اپنا پاٹ ادا کرنے کے قابل ہو گئی۔ کم از کم اس عرصہ کے بعد وہ اس قابل ضرور
 تھی کہ دیہاتی شیخ پر باقاعدہ طور پر نمودار ہو۔ اور واقعی جب وہ پہلی مرتبہ شیخ
 پر نظر اہر ہوئی۔ تو اسے غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی شروع ہو گئی۔ یعنی نہ صرف تماشائی

پبلک نے ہی داد تحسین دی۔ بکلا اخبارات نے بھی اس کی تعریف میں بہت کچھ لکھا۔ چنانچہ صبحی
سہی رہا اپنے حسن۔ بے نظیر خط و خال کی موزونی۔ قناعت کی درازی۔ اعضاء کی دلکش
ساخت اور چال کی چمک اور دلفریبی کے باعث جو بڑی حد تک قدرت کے اپنے
عطا کئے ہوئے اوصاف تھے۔ ایک سٹار ایکٹرس کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب
ہو گئی۔ اور اس کی دہم چاروں طرف پھیلنے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مینجر کی آمدنی انصاف
ہو گئی۔ اور اس نے اپنی بڑی ہوئی آمدنی کی وجہ سے اس کے لئے ہر طرح کی آسائشیں
میں لکھ کر شروع کر دیں۔ تو یا جو امیدیں مدرسے سے فرار ہونے کے وقت نئی زندگی کے
بار میں دایرلٹ کو رہائی تھی تھیں وہ بڑی حد تک پوری ہوئیں۔

لیکن گوشہ شروع میں مینجر اور اس کی بی بی کی بڑی ہوئی حفاظت نے دایرلٹ مایوس
کو ہر طرح کی بری ترغیبوں سے محفوظ رکھنے میں مدد دی۔ تاہم رفتہ رفتہ جب وہ نئی زندگی
کے اذن و مہل سے بہتر واقف ہو گئی۔ تو یہ حفاظتی تدبیریں بھی کمزور ثابت ہونے
لگیں۔ چنانچہ وقت آگیا۔ کہ وہ جب سینیج سے رخصت ہو کر پردوں کے پیچھے جاتی۔ تو
عاشق تنہا سبیا نوجوان اور عیش و عشرت کے دلدادے امیر اس سے ملنے اور تخریب
اصلاح کی کوششیں کرتے۔ چونکہ ایسے ہی شخصوں کی سرپرستی سے مینجر کا کاروبار
چلتا تھا اس لئے وہ ان کی آمد و رفت۔ رد و کئے کے مقابل تھا۔ دایرلٹ نے بارہا ان لوگوں
کو دوسری ایکٹرسوں سے میل جول کرتے دیکھا تھا۔ اس کے کانوں نے اس قسم کے
الفاظ بھی سنے تھے۔ جو اس کے اپنے خیالات کی پاکیزگی کو زائل کرنے کا موجب ثابت
ہوئے۔ نتیجہ یہ کہ اس کو ناممکن کی زندگی شروع کئے بہت عرصہ نہ گزرا تھا کہ اپنی کم
سنی کے باوجود اسے ایک بالغ عورت کا تجربہ حاصل ہو گیا۔ گو اس میں شک نہیں۔ وہ اب تک
بالغہ حیثیت سے پاک تھی۔ بہر حال میں وہستان کے اس ریچھہ حصہ کو طول دیتا نہیں
چاہتا۔ مختصر یہ کہ اس طرح کے حالات میں یہ کہنی ڈیون شاز کے اس قصبہ میں پہنچی۔

جہاں ٹھیکہ بادل واپولٹ کو سیٹج پر دیکھنا اور غلط فہمی سے اس کو انیبل تصور
 تھا جنوری ۱۸۶۲ء کے آخری ایام تھے کہ مدرسہ کے فزار سے تین ہفتے بعد
 واپولٹ اس قصبہ میں ایک ایکٹرس کی حیثیت میں سیٹج پر نمودار ہوئی۔ بعد از
 اس موقعہ پر جب میں کمپنی کا کھیل دیکھنے گیا۔ تو جو واقعات پیش آئے تھے
 ان کی تفصیل پہلے ہی درج ہو چکی ہے۔ اس لئے اس کے اعادہ
 کی حاجت نہیں۔ تاہم بعض تعریحات ضروری ہیں۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ کس طرح واپولٹ
 کو کھیل کے سین میں پریوں کی سردار بنکر قرض کرتے دیکھنے کے بعد میں جب پردہ کا
 پیچھے گیا۔ تو میں نے اس کو سر مکمل دیونیم کی عاشقانہ گفتگو سننے ہوئے دیکھا تھا۔ دراصل
 یہ دوسرا موقعہ تھا کہ وہ اس سے ملنے دکان آیا۔ اس سے پہلی رات کوان کا ایک دوست
 سے تعارف ہو چکا تھا۔ واپولٹ اس نے پیچھے ہوئے لفظوں میں بعض باتیں اس سے کہی تھیں
 لیکن اس دوست کے موقعہ پر اس کا رویہ زیادہ دلیرانہ ہو گیا۔ اس نے اپنی ہتھیار دولت
 ذکر کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ اگر تم میرا کہا مانو گی۔ تو میں دنیا بھر کی نعمتیں تمہارے لئے
 فراہم کر دوں گا۔ دران گفتگو میں اس نے رسم شادی کی تحقیر کی اور کہا یہ ایک نہایت مضرت
 رشتہ ہے جس کی پابندی انسان کے لئے سوائے تکلیف کے کوئی فائدہ نہیں رکھتی۔ تاہم
 تعلق کی حالت میں محبت دیر پا اور دائمی ہوتی ہے۔ لیکن نکاح کی پابندیاں مرد کے جوش کو
 سرکڑ دیتی ہیں۔ اور یہ رشتہ اس آہنی زنجیر کی طرح ثابت ہوتا ہے جس کا بوجھ عشق کے جہا
 نزاکت کو تلف کرنے میں ہم قاتل کا اثر رکھتے ہیں۔ واپولٹ چپ چاپ اس کی بات سن رہا تھا
 اس کی گفتگو نے اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دی تھی۔ تاہم اس نے فوراً ہی کوئی فیصلہ
 کن جواب نہ دیا۔ اس نے اسے مارنے کی کوشش کی جس کے بعد وہ رخصت ہو گیا۔ چنانچہ
 یہی وہ موقعہ تھا جب میں اس کو انیبل سمجھا۔ اس سے ملنے کے لئے آگے بڑھائیں۔ اس نے اس
 انیبل ہی کے نام سے مخاطب کیا۔ اور وہ اس لفظ کو سن کر چستے زور سے چوٹ لگی۔

آئینوں کے قطرے بے اختیار اس کی آنکھوں سے نکل آئے سادہ و تیز دھڑکی ایک طرف
 کو چلی گئی ماس کی وجہ گوں نے کچھ اور کچھ ہی۔ تمام واقعہ میں یہ تھی کہ اپنی اس بہن کا نام
 سن کر جس سے وہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکی تھی وہ مارے درد کے بیتاب ہو گئی اور وہ
 خستہ جذبات اس کے سینہ میں بیدار ہو گئے۔ ماں اور بہن کی وہ صورتیں جن کو وہ بچ ل
 سے محو کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ آنکھوں کے سامنے پھر گئیں۔ رنج دیاں اور
 شرم و ندامت کا احساس تازہ ہوا اور سینہ میں یہ تیز خواہش پیدا ہوئی کہ پھر ایک بار اپنی
 پیاری ماں اور عزیز بہن کو دکھوں۔ مجھ سے رخصت ہو کر وہ تیز چلتی تبدیل لباس کے
 کمر میں چلی گئی۔ اور جب اس کے بعد منیجر کی تحریک پر میں نے ایک اور ایکٹرس کی معرفت
 اپنا نام کہہ کر بھیجا۔ اور اس سے وہ بارہ سالنے کی درخواست کی تو گو کچھ ہرجے سے اس کے
 جی میں یہ خواہش پیدا ہو گئی کہ وہ میری درخواست منظور کر کے مجھ سے ملے اور پوچھے کہ
 میں اس کی عزیز بہن سے جس کے نام سے میں نے اس کو مخاطب کیا تھا۔ کیونکر دفع
 ہوا؟ کیونکہ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ کہ میرے اس کو انیل کے نام سے مخاطب
 کرنے کی اصل وجہ یہی ہے کہ میں نے غلط فہمی سے اس کو اس کی بہن سمجھا تھا لیکن مجھ سے
 ملنے کی یہ خواہش جو ایک لحظہ کے وقفہ تبدیل کے لئے اس کے دل میں پیدا ہوئی تھی۔ فوراً
 ہی دب گئی۔ اس نے سوچا کہ قسمت کا پادشاہ کیا جا چکا۔ اور میرے لئے اس دور
 زندگانی سے جو ابتداء ہو چکا ہے۔ جیسے میں کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ نظر
 فریب وعدے جو بیرونٹ نے حال میں اس سے کئے تھے ماسٹر شخص کی طرح اس کے نیک
 ارادوں کو باطل کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئے ہوں۔ لیکن صحیح حالت کچھ بھی ہو۔
 اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنے جی میں اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ میں اس شخص سے
 منسلک رہوں گی۔ جو عہدہ صنی کی گفتگو کے اس زمانہ کی تلخ یاد تازہ کر رہا ہے یعنی اس عہدہ صنی
 کی جس کا خیال بھی وہ اپنے دل میں نہ لانا چاہتی تھی۔ اور جس سے نظر ہٹا کر وہ مستقبل

کو دیکھنا ہی کافی سمجھتی تھی۔ یہی باعث تھا کہ اس نے اس ایکٹرس کی معرفت ازکاری پیدا
 بھیجی اور کہلا دیا کہ میں جو زت دملٹ نام کے کسی آدمی سے واقف نہیں ہوں۔
 سچ پوچھئے تو امر واقعہ تھا۔

اس کے چند دن بعد وہ سدرلم دیوینہم کے ساتھ فرار ہو گئی۔ اور کینی کا منہ بھرا
 اس کے آدمی حیران و شستہ رہ گئے۔ بیردٹ اس کو دیوینہم پارک کی کوٹھی میں
 گیا جس کا فاصلہ موضع چارلٹن سے بہت زیادہ نہ تھا۔ اور وہاں سے جا کر اس نے
 وہ وعدہ جو اس نے اس کے لئے ہر طرح کا سامان عشرت جمع کرنے اسے مالک بنکا
 بنائے اس کی چھوٹی سے چھوٹی خواہشات پوری کرنے اور اسے بیش قیمت لہو سات
 جواہرات سے آراستہ کرنے کے بارہ میں کیا تھا۔ حرف بھرت پورا کیا۔ اس نے اس
 زمین سواری کی تربیت دی اور خصوصیت سے اس کے استعمال کے لئے قیمتی گھوڑے
 خریدے۔ بیکران سب باتوں کے باوجود اولٹ ناخوش تھی۔ فی الحقیقت خوشی
 ذریعہ سے اس کو جھل ہوئی۔ وہ ایک اس طرح کا خلاف فطرت جوش تھا۔ جو جنم
 اوقات میں اس کے اندر پیدا ہو جاتا۔ مگر جس کے فوراً بعد سراجا نہ اثرات ظاہر ہوتے
 لگتے تھے۔ بارہا اس کے خیالات اپنی ماں اور بہن کی طرف جاتے۔ دنیاوی حالات
 واقف ہونے کی وجہ سے اسے اپنی عظیم غلطیوں کا احساس ہونے لگتا۔ اور وہ سوچتا رہتا
 کیوں میں سب سے پیچھے گھر سے اور اس کے بعد مدرسہ سے رخصت ہوئی۔ اور بظاہر
 نے آخر کار اپنے آپ کو سدرلم کے حوالہ کیا؟ بارہا وہ اپنی ماں یا ایزبل کے نام خط
 چاہتی۔ مگر جرات نہ کر سکتی۔ حیران تھی کہ ان کو کیا لکھے۔ کیا اپنی ذلت کا حال؟ یا
 باطل خوشی کی کیفیتیں جو اس نے اتنی مہنگی جہل کی تھیں، یا اپنی اخلاقی بر باد
 واقعہ جو ان کے لئے فیکر پائش ثابت ہو گا نہیں اس سے یہی بہتر تھا کہ وہ اس کے ہاتھ
 سے لاعلم رہیں۔ ان کی فکر و تشویش اس روح پائش۔ جان فرسایین سے ہر حال

بہتر تھی۔ جو اس قسم کی تحریر کے ذریعہ ان کو چال ہوتا مان کا اس کو مردہ قصہ۔ کہ اس اطلاع سے
 ہزار درجہ بہتر تھا۔ کہ وہ زندہ مگر پرمعصیت ہے لیکن سچ پوچھتے تو دیوالیٹ کے ناخوش اور ناشائستہ
 رہنے کی وجہ محض اپنی عزتیاں اور عزیز تر بہن کی یاد ہی نہ تھا۔ سر ملکہ کے پاس جانے کے
 چند ہی ہفتہ بعد اول یہ احساس اس کے لئے باعث تکلیف ہونا شروع ہوا۔ کہ جو کچھ اس نے
 کیا وہ نامناسب اور نازیبا تھا اور اس کے بعد یہ دریافت کہ سر ملکہ اس سے یاد دلائیں ہے
 کئی ایسے واقعات اس کو معلوم ہوئے جن سے پایا جاتا تھا کہ بیردنت کی ہمیشہ پسند طبیعت
 اس کو جا بجا اڑنے لے چھڑتی ہے اور گودہ اب بھی دیوالیٹ کو آرام و آسائش کے ساتھ رکھتا
 اس کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورتیں پوری کرتا۔ اور اس کے لئے سامان عشرت جیسا کرنے سے
 دریغ نہ کرتا تھا۔ تاہم اس کے لئے اس ہیبت ناک حقیقت کو نظر انداز کرنا غیر ممکن تھا۔ کہ وہ
 تنہا اس کی محبت پر قابض نہیں وہ ایک سرمدیائش اور ہر دلی و چھپے تھا جس کے تنوں کی کوئی
 انتہاء تھی جتنی کہ رفتہ رفتہ اس کی زندگی میں بھی وہ وقت آئے گا۔ جب کوئی مرد کسی خوش
 دہشتہ کو اس کی محبت کی خاطر نہیں بلکہ محض اپنے حلقہ احباب میں اس کے جن کی نالیش کرنے
 کے لئے اپنے پاس رکھتا ہے جیسا کہ چھپا جاسکتا ہے۔ دیوالیٹ ایسی نرم طبیعت کی عورت نہ
 تھی کہ وہ بیردنت کی بیونائیوں کو آسانی سے نظر انداز کر دیتی۔ اس نے بڑی سختی سے اس کو لذت
 ماست کی جس کے جواب میں سر ملکہ نے بیان کیا کہ جو ارادات تم مجھ پر لگائی ہو غلط ہیں۔ اور تم
 سب کچھ محض اپنے بے جا حسد و رجوش رقابت کی وجہ سے کہتی ہو۔ عموماً دیوالیٹ کو چپ ہو
 ناچار تاہم اپنے دل میں اس نے اس بات کا عہد کر لیا کہ اب میں اس کی نقل و حرکت کی نگرانی کر کے
 طرح کا ناقابل تردید ثبوت ہمیں کراؤں گی کہ اس کو جواب دیتے بن نہ آئے گی۔

۱۸۳۳ء جون ۲۳ء کی قابل یاد منزل پر پہنچی ہے۔ جب دیوالیٹ کو سر ملکہ
 پاس رہتے پانچ جیسے گزر چکے تھے۔ ناظرین کو یاد ہو گا۔ کہ اس روز میں جب بد نصیب کیٹ
 ن ادیس ڈیوٹر کے بارہ میں دریافت حال کر لئے موضع چار لٹل میں گیا تو سر ملکہ دیونیم

دروالوٹ کو گھوڑوں پر سوار ایک سامیوں کے ہمراہ پاس سے گذرتے دیکھا تھا۔ چونکہ میں اس وقت تک اس لحظہ فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ انیسل ہے۔ اس لئے میں نے یہی نام لے کر اس کو آواز دی اور گواس وقت میرا خیال تھا کہ اس نے میری آواز نہیں سنی۔ تاہم اب انیسل کے چھوڑے ہوئے لفظ سے معلوم ہوا کہ واقعہ میں دروالوٹ نے میری آواز سن لی تھی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ بات اس نے معلوم کر لی تھی۔ کہ میں وہی لہجوان ہوں جو فقیر میں آتا تھا۔ لیکن وہ یہ ظاہر کئے بغیر کہ اس نے مجھے دیکھا یا میری آواز سنی ہے یا نہیں گذر گئی۔ بلکہ اپنی طبیعت پر جبر کر کے سرمک کے ساتھ بدستور نہیں منس کر باقی بھی کرتی رہی۔ گو اپنی بہن کا نام سن کر پھر ایک بار اس کے سینہ میں ندامت اور پشیمانی کا احساس تازہ ہو گیا اور اس کے دل میں درد کی تیز ٹیس اٹھنے لگی تھی۔

دو نیم بارک میں پہنچ کر اس نے ایک چٹھی کے ذریعہ سے جو سرمک کے سہو سے اتفاق پڑی ہوئی تھکی تھی۔ نینر اس پیغام کو سن کر جو اس نے ایک دفا دار خادم کے ذریعہ بھیجا۔ معلوم کیا کہ اسے یہی سرمک کو اس رات موضع چارلٹن میں کسی نئے شکار سے ملنا ہے۔ اس سے دروالوٹ کے جی کو جو سرخ ہوا اور جو صدمہ اس کی محبت کو پہنچا اس کا حال باسانی جاسکتا ہے۔ تاہم اس نے ایک لفظ تک اس بارہیں منہ سے نہ کہا۔ اور نہ اپنی کسی حرکت سے یہ بات ظاہر ہونے دی کہ وہ اس بارہیں ذی علم ہے یا کوئی ترکیب اختیار کرنا چاہتی ہے۔ پہنچاں اس نے سرمک کی نقل و حرکت کی نگرانی کا محکم ارادہ کر لیا۔ اور اپنے جی میں یہ فیصلہ کیا کہ ہر بنے نقاب کرنے اور ایک موٹی دیہاتی لڑکی کے عشق میں کس گڑھاں پھرنے کے واقعہ پر ملامت کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔ دروالوٹ سے اس نے یہ پہاڑ کیا تھا کہ میں ایک دوست کے ہاں کھانا کھانے جاتا ہوں اور خیال ہے کہ رات کو اسی کے ہاں ٹھہر دوں گا۔ دروالوٹ اب بھی نہ بولی اور بیردنت اس بات سے لاعلم کہ وہ اندرونی حالات سے واقف ہے رخصت کیا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ نرائش کی خاطر وہ اس دوست کے ہاں ضرور جائے گی۔

قدم رکھتے ہی کئی طرح کے خیالات پیدا ہونے شروع ہوئے۔ رائیل کا نام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 پیشتر اس نے میری زبانی سنا تھا۔ پھر ایک بار یاد آیا اور یہ سوچا کہ وہ کتنی پاک اور
 میں کس قدر گناہ آلودہ ہوں اس کو بے اختیار اپنے بانی کا احساس ہونے لگا۔ اس کے خیالات
 اپنی مار سطر بھی گئے۔ پھر جب اس نے کبھری ہوئی قبروں اور ان کے مزار کو دیکھا تو
 ناقابل بیان جذبات اس کے سینہ میں پیدا ہونے لگے اور اس کو خیال آیا کہ میرے درمیان سے
 نزار ہونے کے بعد یہ اندیشہ کہ میں اب کس حالت میں ہوں یا یہ دنیا کی کس نوعیت تک
 پہنچ چکی ہوں۔ یقیناً میری ماں اور میں کو دل شکستہ کر چکی ہوگی۔ کیا معلوم وہ اس غم میں غلجھل
 کس حالت کو پہنچ چکی ہوں۔ اس خیال کے آتے ہی وہ بے اختیار رونے لگی اور میں ایک
 پتھر پر بیٹھ گئی۔ اس وقت اس کی روح سخت تکلیف میں تھی۔ اپنا لگا ہوا زبان یاد کر کے اس کے
 سینہ میں درد کی تیز ہریں اٹھتی تھیں اور اگر کسی طرح اس زمانہ کی داسپی ممکن ہوتی۔ تو یقیناً
 وہ اس کے لئے دنیا کی ساری دولت دے دینے کے لئے تیار ہو جاتی۔ پھر جب یہ خیال
 اس کے دل میں پیدا ہوا کہ میں نے اپنے آپ کو اس مرد بیوقوف کے لئے تباہ کرنا منظور کیا جس
 نے میری محبت اور ایشیاری کی ذرا بھی قدر نہ کی اور جس نے اس کے معادہ میں انتہائی ناشکرے
 پن کا ثبوت دیا۔ تو اس کے سینہ کی جلن اور بھی تیز ہو گئی۔ مہینے مہینے اس کو دعا کی خواہش ہوئی
 اور اس درد سے ہوئی کہ پہلے عرصہ دراز سے نہ ہوئی تھی۔ وہ اسی حالت میں تھی کہ اس نے وہ
 شخص کو قبرستان کی طرف آئے دیکھا جن کے ٹھٹھوں میں تعمیر کے آلات تھے۔ وہ اسے آدھے
 رات کے وقت قبرستان میں مچھا دیکھ کر ڈر گئے۔ کیونکہ اس کا مہین سپید لب اس
 انسان سے زیادہ روح کا ہشکل بناتا تھا۔ مگر اس نے ان کو رکت دیکھ کر آواز دی۔ اور
 نے آواز سے پہچان کر یہ وہ نوجوان خاتون ہے۔ جو یونینہ پارک داسے مکان پر رہتی تھی
 بعد ازاں ان شخصوں کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ ایک ان میں سے تو گرن اور دوسرا صاحبزادہ
 اور وہ اس وقت گرجا کے تہ خانوں میں سے ایک کو کھولنے کے لئے آئے تھے۔ جس میں

دوسرے دن اسی خاندان کے ایک شخص کا تالوت رکھا جانا تھا جس کے لئے وہ نہ صرف مخصوص نام معلوم ہوا کہ جنازہ ایک روز بعد اٹھنا تھا لیکن کسی مصلحت سے گھر والوں نے اسے ایک دن پہلے دفن کر دینا ضروری سمجھا اور اس تبدیلی کی اطلاع گورکن کو رات کے وقت دی گئی۔ اتفاق سے وہ جب اس عمارت کو تلاش کرنے گیا جو اس طرح کے موقعوں پر اس کو مدد دینا کرتا تھا تو وہ فوراً ہی اس کو نہ ملا یہی وجہ تھی کہ جب یہ لوگ گرجا میں پہنچے تو آدمی رات اٹھ گیا۔ یہ بیان کرنا لاہل ہے کہ یہ سب باقی دوپلٹ کو باتونی گورکن کی زبانی معلوم ہوئی تھی۔ اور جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ یہ واقعہ ٹھیک اس وقت گرجا کے دوسری نین میں آ رہا تھا جب میں وسط گرام کی رات کے دہم کی آزمائش کے لئے اس کے دوسری پکڑا تھا۔

دوپلٹ عجیب و غریب طبیعت کی لڑکی تھی اور اس کے خیالات مختلف اوقات میں نفع انتہائی تک پہنچا کرتے تھے۔ بعض اوقات مفقود یاہونیوں سے دعا کی خواہش نہ آتی تھی لیکن جب اس طرح کے موقع پر جیسا کہ اب درپیش تھا۔ ایسی خواہش ہوتی تو وہ اسے بٹانے کر سکتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ دعا کرنے سے ہی میرے دکھی دل کو ٹھیک حاصل ہوگی۔ اس طریقہ پر میں اپنی ان غلطیوں پر جواں اور بہن کی صحبت سے جدا ہونے کے بعد مجھ کو ملتی ہیں۔ کافی طور پر اظہارِ ندامت کر سکتی تھی۔ اس کی ماں نے ہمیشہ اسے مذہب اور ان کی تعلیم دی تھی اور اگر اس تربیت کے نیک اثرات عارضی طور پر اس کی نئی زندگی کے ہنگام میں دب گئے تھے۔ تاہم اب ان کے پھر اٹھنا بارہا ہونے پر وہ خیال کرنے میں اس ذریعہ سے دوبارہ اپنی ماں کی نیک تعلیم پر عمل کر سکتی تھی۔ اس نے ان کے ساتھ گرجا میں جلنے کی خواہش ظاہر کی اور چونکہ اس کے ساتھ ہی اس نے ٹھوڑی نقدی اس کے ہاتھ پر رکھی تھی۔ اس لئے اگر کوئی کلمہ اعتراض گورکن کے منہ سے اچھٹا بھی تھا تو نہ نکلا جاتا اس نے اسے اس قانون کا دم سمجھا کہ وہ آدمی رات

کے وقت دیران گرجا میں دعا کرنا چاہتی ہے۔ لیکن صبح وجہ کچھ بھی ہو اس کی طرف سے
 بہر حال کسی طرح کا اعتراض دار نہیں کیا گیا چنانچہ اس نے گرجا کا دروازہ کھول دیا اور
 دایولٹ اس کے اندر داخل ہوئی۔ ہر چند دیونیم پارک کی عمارت اس گرجا سے بہت زیادہ
 فاصلہ پر نہ تھی۔ تاہم اس کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اس جگہ آئی جاتے میں چاند نکل آیا
 تھا اور اس کی روشنی کھڑکیوں سے داخل ہو کر گرجا کے اندر و فی صلوں کو پوری طرح نمایاں
 کر رہی تھی چنانچہ جب گورکن اور اس کا ساتھی گرجا کے ایک پیلوں گئے تو دایولٹ دوسری
 طرف کو روانہ ہوئی لیکن وسطی حصہ میں پہنچ کر اس نے معلوم کیا کہ کوئی آدمی کھڑکی سے منہ لگا
 اندر کی طرف دیکھ رہا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ کون ہے اور کیوں اس جگہ کھڑا ہے وہ
 کھڑکی کی طرف بڑھی اور یہی وہ موقع تھا جب جھیکا آدمی رات کو میں نے اسے جیکے سپید
 لباس میں اپنی طرف آنے دیکھ کر اے انیبل کی میولانی صورت سمجھا تھا۔ دایولٹ کا اپنا خیال
 یہ تھا کہ اس کے کھڑکی کی طرف آنے پر شخص مذکور نے دہشت کی چیخ ماری اور بھاگ گیا۔
 حالانکہ واقعہ میں اس کو دیکھنے کے بعد چیخ مار کر وہیں فرار نہیں پر گریزا اور بیہوش ہو
 گیا تھا بغیر اس نے اس واقعہ کو سرسری کھجکر نظر انداز کر دیا اور خود اعرصہ گرجا میں ٹھہرنے
 اور دعا کرنے کے بعد دیونیم پارک کو واپس چلی گئی اس کے دو سے دن اس نے مسٹر مک
 سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں تمہارے پیچھے نکلاؤں گئی تھی (اور یہ اس نے اس لئے کہا کہ
 ایسا نہ ہو گا دل دلوں کی زبانی اسے اس واقعہ کا حال براہ راست معلوم ہو جائے اور وہ
 اس کو سمجھ اور مطلب سمجھے) بہر حال اس نے اپنے دواں جانے اور اس کی نگرانی کا حال اسے
 بیان کر دیا اور یہی وہ موقع تھا جب بیرنٹ نے زیادہ شراب پی کر مدہوش ہونے اور
 وہ رات اپنے دوست کے مکان پر لوٹنے کا واقعہ اس سے بیان کیا۔

دہشتان کا منظر پھر اکیبا ر لندن میں تبدیل ہوتا ہے۔ کئی جہینے اس واقعہ کو گنہگار
 تھے اور اس دوران میں نہ دایولٹ کے رشتہ داروں کو اس کے سرٹھن کے مدد سے

غائب ہونے کا حال معلوم ہوا اور نہ سسی بسپار کے باوجود وہ اس کا کوئی پتہ سرخ پاسکے۔ یہ بیان کرنا ناچل ہے کہ دایولٹ کے عدم پتہ ہونے کے بعد مسٹر لینیوڈ راہ راہ نیبل کو سخت تشویش لاحق تھی۔ یہاں تک کہ کئی بار ان کو خیال آتا کہ شاید وہ اب زندہ بھی ہے یا نہیں ہے کیونکہ کبھی کوئی خط دن کو دایولٹ کی طرف سے موصول نہ ہوا تھا اور نہ مسٹر لینیوڈ کو اپنی تحقیقات میں کسی طرح کی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ تب ہر شے کے ایام تھے کہ مسٹر لینیوڈ نے ایک روز انیبل سے سفر کی تیاری کے لئے کہا اور یہ بھی اس سے کہہ دیا کہ میں کل ہی نصرت ہونا چاہتا ہوں اور تیس میرے ہمراہ چلنا ہوگا۔ یہ اطلاع اس طریق پر دفعتاً فیکسی تفصیل کے دی گئی کہ انیبل اور اس کی ماں کو نہ صرف حیرت بلکہ دہشت بھی ہوئی۔ مسٹر لینیوڈ نے نصرت اس کی عادت تھی اس اطلاع کے بعد گھر میں ہٹھکنا غیر ضروری سمجھا اور ٹوپی اوڑھ کر کسی طرف کوچلا گیا۔ انیبل کی ماں ان دنوں سخت بیمار تھی۔ فی الحقیقت اس زمانہ کے بعد جب دو بھائی صدمے اس کو پہنچے تھے ایک یہ معلوم کرنے کا کہ اس کا شوہر جرم قتل کا ارادہ کرتا ہے یا نہ کرتا دوسرا دایولٹ کی تشدد کی حالت اور بدتر ہو جاتی جا رہی تھی۔ پس اپنی شدید بیماری کی وجہ سے اگر اس سے سفر کرنے کے لئے کہا بھی جاتا۔ تو وہ یقیناً سفر نہ کر سکتی مگر اس سے کہا ہی نہیں گیا۔ تنہا انیبل کو ہی ہمراہ چلنے کے لئے کہا گیا۔ قدرتی طور پر اس بیٹی یہ سوچ کر سخت پریشان ہو رہی تھیں کہ اس عجیب و غریب سفر کا کیا مقصد ہے؟ مگر وہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکیں مادہ یہ بات تو ہر حال میں ناممکن تھی کہ انیبل اپنے باپ سے کہتی کہ کوئی ایسا میری ماں چہ نہ سخت بیمار ہے اور میرا اس کی تیمارداری کے لئے پاس رہنا ضروری ہے۔ اس لئے آپ فی الحال مجھے اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ نتیجہ یہ کہ طوعاً و کرہاً اسے ہمراہ چلنے پر آمادہ ہونا پڑا۔ چنانچہ اس سسر اس سچکے جہاں سے سفر کی گاڑی روانہ ہوئی تھی۔ مسٹر لینیوڈ نے آکسیژن کے دو گت خریدے اور باپ بیٹی اس گاڑی پر سوار ہو گئے۔ جو آکسیجن جاتی تھی سارا رستہ مسٹر لینیوڈ اس سفر کے بارہ میں کوئی ذکر انیبل سے نہیں کیا۔ مادہ اس طرح پڑا۔

بالکل معلوم نہ کر سکی کہ اس عجیب و غریب سفر کا یہ کیا ہے۔ اس کیسر پہنچکر دو دن ایک درجہ دوڑ گئے
 ہوٹل میں ٹھہرے۔ مسٹر لینڈور نے اینبل کو اپنا بہترین لباس پہننے کا حکم دیا اور اس کے بعد ہنگامہ
 تم میرے ساتھ چلو میں تمہارا ایک دوست گھر نے سے تعارف کرانا چاہتا ہوں۔ اس
 کے بعد دوڑ چل دیئے اور بازار میں پہنچکر ایک لباسی کی دکان کے سامنے ٹھہرے۔ جو
 کافی خوش نما اور آراستہ تھی۔ اور جس کے دروازہ پر موتے سنہری حروف میں مالک دوکان
 کا نام ڈاؤنٹر درج تھا۔ مسٹر لینڈور نے اینبل کو تھوڑی دیر کے لئے دروازہ کے باہر ٹھہرے
 کا حکم دیا اور خود اس کے اندر چلا گیا۔

اس موقع پر عجیب اینبل اپنے باپ کی دلہی کا انتظار کر رہی تھی۔ اتفاقاً میری اس
 سے وہ ملاقات ہوئی جس کا حال اس سے بہت پہلے قلمبند ہو چکا ہے۔ وہ مجھ سے ٹھیک بہت
 خوش ہوئی اور چونکہ میں اس وقت تک اینبل اور دایونٹ کی تفادیت سے بے خبر تھا۔ اس لئے
 میں نے اس کو ان عجیب غفول میں مخاطب کیا۔ جو پتہ اپنے موقع پر درج ہو چکے ہیں اور جن
 کا ماحصل یہ تھا کہ تو ہر حال میں مجھ کو اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔ قدرتی طور پر وہ میرے
 اس عجیب بیان سے بہت متحیر ہوئی اور میرے الفاظ کا مطلب بالکل سمجھ سکی اور اس کے بعد وہ
 بھی زیادہ حیرت اس کو میرے اس فقرہ سے ہوئی کہ کیا تو نے بالکل ہی... فقرہ ناتمام ہی رہ گیا
 تھا کیونکہ میں اسے پورا کرنے اور یہ کہنے کی جرات نہ کر سکا کہ کیا تو نے بالکل ہی سسہ مکہ دیونیم
 سے قطع تعلق کر لیا ہے تو میرا خیال تھا کہ وہ اس ناتمام فقرہ کا مطلب خود ہی سمجھ گئی ہوگی۔
 لیکن اس نے نہیں سمجھا اور سچ پوچھنے تو وہ کیونکر سمجھ سکتی تھی؟ اس نے حیرت آئینہ نظر کے
 میری طرف دیکھا اور ایک ایسی نگاہ مجھ پر ڈالی جس کا مطلب اس وقت میرے لئے بے غیبہ
 ازہم تھا۔ اس کے ایک لمحہ بعد مجھے حالت مضطرب میں اس جگہ سے رخصت ہو جانا پڑا کیونکہ
 اینبل نے اپنے باپ کو دکان سے باہر آتے دیکھ لیا تھا۔ اسی رات میں جیب نئی ملازمت کے
 سلسلہ میں سرائل لالچ جا رہا تھا۔ تو رستہ میں دایونٹ کو میری دوش کی کارٹھی میں بیٹھے ہوئے

سرے سے باہر دیکھا اور اس خیال سے کہ انیل سبک کے پاس واپس جانے کے لئے
برائے باپ سے ہباگ آئی ہے۔ بچہ وحیرت کے الفاظ میرے منہ سے نکل گئے۔ دایو لٹ
غاس موٹر پر بھی پہنچے دیکھ اور پہچان لیا تھا۔ تاہم وہ میرے الفاظ کا مطلب نہ سمجھ سکی
یونکہ ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ کوئیس نے انیل کو قتل ہی دیر پہلے دیکھا تھا۔ اتفاق سے
ایک اسی وقت جب مسٹر لنیو در اور انیل اکسیر تھے ہوئے تھے۔ سیر دھٹ اور دایو لٹ
ہی اسی جگہ گئے تھے مگر نہ دو نو بہنوں نے ایک دوسرے کو دیکھا نہ انکی ایک دوسرے سے ملنا
وئی اور وہ اس بات سے بالکل لاعلم ہیں کہ ایک دوسرے سے اتنی قریب تھیں۔

یہاں پر اس سلسلہ تعریحات کی تکمیل کے لئے کچھ حال انیل کا بیان کرنا ضروری ہے
جسے ہم نے مسٹر ڈائمر باطی کی دوکان کے باہر کھڑے جھوڑا تھا میرے دماغ سے چلے
لے کے فوراً بعد یعنی اپنے باپ کو باہر آتا دیکھ کر اس نے فوراً سکون قلم کر لیا اور یہی جب
فی کسٹر لنیو در نے باہر آ کر اس کے چہرہ پر کسی طرح کے آثار اضطراب نہیں دیکھے غیر اس
نے اسکو دوکان کے اندر چلنے کے لئے کہا اور وہ اس کے ہمراہ اندر گئی۔ مسٹر ڈائمر سے
بیٹھنے کا کمرہ دوکان کے پچھلے حصے میں واقع تھا جب وہ دو نو باپ جی اس جگہ پہنچے تو دیکھا
ایک ادھیڑ عمر کا آدمی جس کے چہرہ کے آثار قابل نفرت اور آنکھوں کا انداز بھیانک تھا ایک
چوڑی میز کے پاس بیٹھا ہے۔ انیل سے بیان کیا گیا کہ یہی اس دوکان کا مالک مسٹر ڈائمر ہے
اس شخص مذکور نے عجیب طرح کی تیز مستی نظر سے انیل کی طرف دیکھا نہ شرمع
کیا جس سے اس کو شرم ہو گیا۔ قیاسی محسوس ہونے لگی مسٹر ڈائمر اور مسٹر لنیو در میں اس موقع
پر جو گفتگو ہوئی وہ بے تر اور رسمی تھی۔ ہم انکم کوئی کاروباری معاملہ ان میں زیر بحث نہیں آیا۔
انیل نے اس گفتگو میں بہت کم حصہ لیا اور چونکہ وہ صرف انہی موقعوں پر بولتی تھی جب وہ
ایسا کرنے پر مجبور ہو۔ اس لئے اس کا باپ قتل ہی قتل ہی دیر کے بعد عجیب طرح کی محوئی
ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ مگر یا یہ جتنا ناچاہتا تھا کہ تم کو زیادہ ملحق اور

لنسا رہنا چاہئے۔ ملاقات قریباً آدھا گھنٹہ پہلے۔ اس کے بعد سٹر لینور انیل کو پھر لکھا
اسی ہوٹل میں لے گیا جس میں ٹھہرے تھے۔ اس کے دو سے دن ان دو نوے سٹر
ڈانبر کے ہاں کھانا کھایا اور اس موقع پر معلوم ہوا کہ وہ رنڈ وا اور کئی بچوں کا باپ ہے۔
جو سب کے سب بالغ ہو کر اپنے کام و منہ دوں پر لگ چکے ہیں۔ قریباً ایک ہفتہ یہ لوگ
یعنی انیل اور اس کا باپ اکسیٹر میں رہے۔ اس کے بعد پھر سٹر لینور نے دفعتاً سٹی
سے رخصت کی تیاری کرنے کے لئے کہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ آخر کار اپنے مکان پر واپس
آئے تو انیل کو قطعاً معلوم نہ تھا کہ کیوں اس کا باپ اسے اپنے ساتھ اکسیٹر لے گیا اور
کیوں وہ لے نیکر لے دے دن ویاں بھٹھا۔

اس کے بعد وقت گزرتا گیا حتیٰ کہ ختم سال کے ایام قریب آئے اور جرے دن
کاسینز شروع ہوا۔ اس دوران میں دایولٹ نے کئی طریقوں پر معلوم کر لیا تھا کہ سٹر
دیونیم کی بے وفائی روز افزوں ترقی پر ہے۔ اور اس سلسلے میں یہ نئی دریافت بھی اس کے
کانوں تک پہنچ گئی تھی کہ اس نے اکسیٹر سے تھوڑی دور تہنا مقام پر ایک مکان کرایہ
لے رکھا ہے اور اپنی ہوس پرستی کے سلسلے میں اکثر وہاں جاتا ہے۔ اس سے اس کے
دل پر غرور کو جو صدمہ پہنچا اس کا اندازہ بہت دشوار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس نے اپنے
جی میں اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس مردِ دہشت کی سیدھا کار یاں لے
نقاب کر کے اس سے ایسا بدلہ لوں کہ یاد کرے۔ انہی ایام میں سٹر کو ایک کام کیلئے
اکسیٹر جانے کی ضرورت پیش آئی اور وہ دایولٹ کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا۔ اس موقع پر
وہ اپنی گاڑی کے علاوہ زمین سواری کے گھوڑے بھی ساتھ لے گئے۔ مگر اکسیٹر پہنچے
کے بعد اسی دن سٹر کو یہ خبر پہنچ کر کہ باہر گیا تھا جلدی میں لکھا ہوا ایک دفعہ
سر شام دایولٹ کے نام پہنچا جس میں تحریر تھا کہ اتفاقاً مجھے ایک درست مل گیا جس کا
مکان یہاں سے چند میل کے فاصلے پر ہے اور وہ باصرار مجھ سے کہتا ہے کہ مات کا

میرے لئے کھانا نہیں اب میں کل ہی تمہارے پاس آؤں گا۔ دایرلٹ نے اس خط کو
 نا تو جان گئی کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔ اس نے پیش کر دیا۔ عذرات کو حیدر مازی پر
 بل کیا اور عرض کیا کہ وہ تحقیق ہو گئی۔ سواری کا لباس پہنکر اس نے سائیں کو اپنا گھوڑا لیا
 لئے کا حکم دیا اور ہوٹل کے نوکر دوں سے اس مکان کا پتہ پوچھ کر وہ تھا مقام پر واقع تھا۔
 جس کے بارہ میں اس کو اذواج معلوم ہوا تھا کہ سرنگم کی عیش پرستیوں کا مرکز ہے۔ اس کی
 طرف کو چل دی۔ جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے۔ وہ عین وقت پر اس مکان میں جا پہنچی
 افریب چارلٹ مرے کو سرنگم کے پنجہ عقابی سے بچانے میں کامیاب ہوئی۔ اس
 میں کی بے وفائیوں کا یہ بین ثبوت دیکھنے کے بعد جس کی خاطر اس نے اپنی عصمت۔ اپنا
 یاب اور اپنا حال دستقبل سب کچھ برباد کیا تھا۔ اس کے جی کو سخت صدمہ پہنچا۔ اور
 نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو میں اب ضرور اس کو چھوڑ کر چلی جاؤں گی
 کہم کو حیدر اس کے بارہ کا حال معلوم ہوا۔ تو بڑی منت سماجت کی کہ کئی کئی طریقوں پر
 اپنے اثر اور طاقت کو تازہ کیا اور آئندہ کوئی ایسا فعل نہ کرنے کا عہد بھی کیا جو اس کی دل آزاری
 موجب ہو مگر دایرلٹ کا دل اب بھی چکا تھا۔ وہ دو مصیبت کی بے تہ عاصی بن چکا تھا۔
 پوری طرح جو کش بھر کر سیر ہو چکی اور اب اس جام کی تکھیٹ سے نفور تھی۔ پس اس کو
 ماننا تھا۔ نہ مافی اور جو بات اس نے کہی تھی۔ اس کو پورا کر کے رہی مگر سرنگم سے قطع
 ملکت کرتے وقت اس نے اس کے دیئے ہوئے زیورات جو لا تعداد بیش قیمت تھے
 اسکے سب واپس کر دیئے اور محض ضرورت کے پارچات اور گزارہ لائے نقد ہی ساتھ
 لئے جانے پر کفایت کی جیسا کہ سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ کارروائی اس کی مغرور طبیعت کے
 عین حسب حال تھی جس کے بعد وہ اکیڑ سے چند میل فاصلہ پر ایک چھوٹے سے گاؤں
 لی تمنا فی میں سکونت پذیر ہو گئی اور وہیں غریبانہ حالات میں نیکی کی زندگی بسر کرنے لگی
 سرنگم سے ہٹا ہونے کے وقت چالیس بچاس پونڈ کے قریب نقد ہی اس کے

تم سے ملوں گا۔ چنانچہ اس کے دو سکر دن وہ اپنے چلا اور آتے ہی اپنی پرانی محبت ملنے
 پہنچے لگا لگا دیولٹ نے سر دھری سے جواب دیا کہ اب لڑنے ہوئے دلوں کا جڑنا محال ہے
 ہمارے دو میان جو رشتہ نازک قائم تھا منقطع ہو چکا۔ آئندہ ہم زیادہ سے زیادہ دوست
 بن کر رہ سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ جو خطائیں مجھ سے سرزد ہوئی ہیں میں
 ان پر بہت نادم ہوں اور آئندہ ان کی تلافی کے لئے اپنی زندگی تو بہت استغفار میں بسر کرنا
 چاہتی ہوں۔ اس کی بدلی ہوئی حالت دیکھ کر سرہنگم نے بیان کیا کہ میں نے تمہاری کمزورت
 کا انتظام سالبرہ کی ڈاکٹر پامفرٹ کے ہاں کر دیا ہے اور گویاں سے اس مقام کا فاصلہ
 بہت ہے۔ تاہم میں اپنی سفری سجاوٹی تمہارے لئے مسجد دی گئی۔ اور وہ آسان سفریوں
 سے تمہیں اس جگہ پہنچا دے گی۔ دیولٹ نے یہ تجویز منظور کی اور اس کے دو یا تین دن بعد
 وہ رات کے وقت ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر پہنچ گئی۔ یہ ادا اہل ماہ جون کا ذکر ہے۔
 اس کے سپردہ دن بعد وسط گرام کی وہ قابل یاد رات آگئی جس کو ایک سال پیشتر میں
 نے لے چارلٹن کے گرجا میں دیکھا تھا معلوم ہوتا ہے سرہنگم دیونیم نے اپنے سارے
 عیبوں کے باوجود اس سے بہت اچھا سلوک کیا یعنی اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ میں
 تمہارے پیہر پہننے والا بچہ کے گزارہ کے لئے ایک معقول رقم وقف کر دوں گا چنانچہ
 اپنے نیک ارادہ کے ثبوت میں اس نے روپیہ کی ایک کافی بڑی رقم ڈاکٹر پامفرٹ کے ہاں
 جمع کروادی اور اسے حکم دیدیا کہ دیولٹ کی آسائش کا ہر ممکن طریقہ پر پورا خیال رکھا
 جائے۔ اور اسے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ لیکن جب اس نے گاہ بگاہ دریافت کیا
 کہ لے چارلٹن کے مکان پر آنے کی اجازت چاہی۔ تو دیولٹ نے سختی سے انکار کر دیا
 اور کہا کہ ہمارا میل جول جتنا ہی کم ہو رہا ہے۔ وہ چونکہ اس معاملہ میں بوجہ حق اس لئے
 بیروت کو اس کی مرضی کے سلسلے سر جہانگ نے پر مجبور ہونا پڑا
 اس طرح کئی دن گزر گئے۔ اس دوران میں سر پامفرٹ اپنے وقت کا بیشتر

حصہ دایرہ کی صحبت میں گزار لی اور اپنی گفتگو سے اس کا حجب پر چایا کرتی تھی۔ مگر اس کثرت میں کبھی یہ ذکر نہ آیا تھا کہ جو زلف دلالت نام کا ایک نوجوان اسی گھر میں نوکر ہے۔ جب وہ جی کو دایرہ میں میری موجودگی کے بارہ میں لاعلم رہی۔ اس کے علاوہ جیسا کہ پیشتر بیان کیا جا چکا ہے۔ چونکہ اس کے وقت کا بیشتر حصہ اپنے ہی کمرہ میں گزرتا تھا اور وہ کبھی نہ آتی تھی۔ اس لئے ہمیں ایک دوسرے سے ملنے کا اتفاق بھی نہ ہوا۔ لیکن آخر کا جب وہ وقت قریب آنے لگا جو عورت کی زندگی کا سب سے بڑا اور آزمائشی زمانہ سمجھا گیا ہے تو اس اور بہن کی صورتیں اکثر دایرہ کو یاد آئیں اور اس کی نظروں کے سامنے بھر آتی تھیں۔ اس لئے ان کو خط لکھنے کی خواہش ہوتی اور بارہا یہ اندیشہ بھی پیدا ہوتا تھا کہ لیکن میں اس میں دوبارہ ان کی صورتیں دیکھے یا بے بغیر ہی اس دنیا سے گزر جاؤں۔ یہ خیال بارہا اس کے سینے میں سبھاں کیا کرتا تھا اور آخر کار اسی کے زیر اثر ایک دن اس نے سنجیدگی سے لکھنا شروع کیا۔ اس کے نام لکھا جس میں اس نے وہ ساری واقعات جو سوٹمنٹن کے مدرسہ سے فرار کے بعد پیش آئے تھے۔ تفصیل کے ساتھ قلمبند کئے اور چونکہ اس نے پھر کے مکان پر رہتے ہوئے اسے کوئی خاص مصروفیت نہ تھی اور وقت فراغت کافی تھا اس لئے اس نے ہر ایک واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا۔ اس کے علاوہ جیسا اس نے اپنے خط میں تحریر کیا تھا۔ اس سے اس کے جی کو اطمینان بھی بہت ملا۔ ہر حال یہ خط صحیح معنوں میں اس کے اس زمانہ کے خیالات و محرمات و خیالات اور حرکات کا نہایت مفصل نقشہ تھا۔ جو سوٹمنٹن سے روایہ ہونے کے وقت سے تا دم بحریہ لکھا۔ اس خط کی تحریر کئی دنوں میں مکمل کی گئی اور آخر کار ۳۰ جون کو وہ لفافہ جس میں یہ خط بند تھا۔ ڈاک میں ڈالنے کے لئے ڈاکٹر پامفرٹ کی رسالت سے پھرے ہاتھوں میں پہنچا جو جیسا کہ سمجھا جاسکتا ہے۔ دایرہ کو جھوٹے سے جی پینوں نے آیا ہو گا۔ مگر اس کا خط پھرے ہاتھوں سے گزرے گا۔ عام حالات

میں اس خط کو دیکھ کر یا زیادہ سے زیادہ تیرک دن منر لیتو دو کر مل جانا چاہئے تھا۔ مگر
 چونکہ اس کے کسی نامعلوم نقص کی وجہ سے وہ خطائیں تاریخ کی صحیح سو منزل مقصود پہنچا
 منر لیتو دیکھی کاروباری مصروفیت کے سلسلہ میں جس کا حال انیل یا اس کی ماں کو بالکل
 معلوم نہ تھا کیونکہ وہ اپنے راز ہمیشہ ان سے چھپا کر رکھتا تھا ان ایام میں یورپ
 گیا تھا بہر حال جس دلت وایولٹ کی خطاؤں کمزوریوں اور گناہوں کا حال اس
 کی ماں اور بہن کو معلوم تھا۔ توجہ حالت ان کے دوں مٹی ہوئی۔ وہ باسانی بھی جانتی تھی کہ گورج
 پوچھتے تو وہ ایک حد تک کسی ایسے واقعہ کے لئے تیار بھی نہ تھیں۔ کیونکہ وہ سال پیشتر
 اس کا سوئٹش کے مدرسہ سے فارغ ہونا کسی ایسے ہی واقعہ کا پیش خیمہ سمجھا جاسکتا تھا لیکن
 اگر اس مصیبت میں کوئی وجہ طینان کی پیدا ہو سکتی تھی تو وہ اس خیال سے پیدا ہو گئی کہ اب وہ
 اپنے گناہوں سے توبہ کر کے عہد گذشتہ کی تلافی کئے تھے۔ توبہ کا انتظار پر آمادہ تھی منر
 منہ درجہ جو نگہ شدید عداوت کی وجہ سے حرکت نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے وہ تو مفر پر روانہ ہوئی
 انتہہ انیل کو اس نے یہ پیغام دیکر اس کی بہن کے پاس پہنچا کہ میں تمہاری خطاؤں کو تہ
 دل سے بخش چکی اور اگر ایک ماں کا درگزر کسی گھنگارہ جیستی کے لئے ذریعہ شفاعت ہو سکتا
 ہے تو کیا تعجب خدا تمہاری خطاؤں کو بخش دے۔ لیکن انیس جب انیل چوبیس تاریخ
 کی طرح کوڈاکٹر باغٹ کے مکان پر پہنچی تو دایولٹ اس دار فانی سے رخصت ہو چکی
 تھی۔ کیونکہ تئیس اور چوبیس تاریخ کی درمیانی رات کو وہ ایک مر رہے بچے کی وفات میں
 دروزہ سے لاپ ہو گئی۔

انیل کو اس واقعہ کی خبر پا کر جو بچ اور ذہنی کلیف ہوئی اس کا حال باسانی
 سمجھا جاسکتا ہے۔ گھٹنوں وہ شدت غم سے بے حال رہی لیکن چونکہ ہر ایک صدمہ
 کی کوئی انتہا ضرور ہے۔ اس لئے رفتہ رفتہ اس کی طبیعت سکون پذیر ہوئے گی اور
 اس کے بعد تدریج اس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ میں جو ذہن دلت اس مکان میں ٹھہرا

ہوا ہوں۔ وہ پر جشت نظارہ جو دایولٹ کی موت کے چند منٹ بعد پیش آیا تھا اور جس میں فرط بے رحمی سے نڈال کر ہر دوہل اس کی لاش کے پاس گرا تھا۔ اس کا حال بھی اس سے بیان کیا گیا جس کے بعد وہ سارا حال سمجھ گئی۔ اور اس نے گہر دلوں سے بیان کیا کہ وہ میرا بیٹا ہی خالہ زاد بھائی ہے۔ چونکہ دایولٹ کے بستر کے پاس بے ہوش ہو کر گرے ہوئے میں نے انیل کا نام لیا تھا۔ اس لئے وہ فوراً میری غلط فہمی سے واقف ہو گئی۔ یعنی اس نے سمجھ لیا کہ میں نے دایولٹ کو لاعلمی کی وجہ سے انیل سمجھا۔ اس موقع پر میری اس عجیب و غریب گفتگو کا راز بھی سمجھ گئی۔ جو میں نے اکیٹر میں اس وقت اس سے کی تھی جب وہ ستر ڈانبر کی دکان کے باہر باپ کی دہی کے انتظار میں کھڑی تھی۔ اس کے بعد وہ بتیابی سے اس رقت کا انتظار کرنے لگی۔ جب میں ہوش میں آنے کے بعد اصل حقیقت جان کر اس کی اپنی بیگناہی سے واقف ہو سکتا۔ میری بیماری کے ایام میں ڈاکٹر پامفرٹ اور اس کی بی بی کاتری سے پیش آنا۔ جو ترس دایولٹ کے لئے رکھی گئی تھی اس کا میری تیار داری کے لئے رنجنا تو اکثر کا بھٹاس قابل فوارات کے داعسہ کے لئے کسی طرح کی سزائش ذکر نا اور انیل کا گاہ بگاہ میری بے ہوشی کے ایام میں میرے کمرہ میں آنے کے قابل ہونا ان ساری حالتوں کا راز اب یہ جاننے کے بعد رشتہ رشتہ حل ہو گیا۔ کو انیل نے ڈاکٹر پامفرٹ سے بیان کر دیا تھا کہ میں اس کا اور اس کی سوتی بہن دایولٹ کا نہایت قریبی رشتہ دار ہوں۔ یہ نصیب دایولٹ کے دفن کئے جانے کے بعد انیل چند روز ڈاکٹر کے مکان پر ٹھہری۔ اور جب اس کے بعد اس نے مجھے روایت ہوئے دیکھا تو اس خیال سے چند دن اور بھی ٹھہر گئی کہ بہن میں آجائے کے بعد وہ مجھ سے گفتگو کر کے رخصت ہونا چاہتی تھی۔ اب صرف یہ بیان کرنا باقی ہے کہ دایولٹ کی موت کی اطلاع منارب رقت پر مرمک دیونم کو جو چار لٹن کے قریب اپنی کھٹی میں ٹھہرا ہوا تھا دی گئی مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی اس کو آگیا کہ دایولٹ کی بہن چونکہ ہمارے مکان کے

شہری ہوئی ہے اس لئے آپ اس کے جہاز میں ٹھیک ہونے کی رحمت ذکر کریں اور کھن دفن کے سارے انتظامات ڈاکٹر پامفرٹ کے ذمہ رہنے دیں۔ اس تجویز کو سر دیکم نے منظور کیا اور یہ بات کہ اس نے ڈاکٹر پامفرٹ کو بڑی فیاضی سے نہایت معقول معاوضہ ادا کیا۔ اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ خدا کا اور اس کی بی بی کا سلوک انیل سے اور اس کے سلسلہ میں مجھ سے بھی نہایت اچھا اور اخلاق آمیز تھا۔

باب ۳۴

اسیر عشق

جیسا کہ پیشتر لکھا گیا تھا یہ داستان جواد پرور جی ہوئی ہے مان کا خدات کی بنا پر مرتب کی گئی ہے جنہیں انیل نے ایک سرسبز مہر فادیں بند کر کے اس ہدایت کے ساتھ ڈاکٹر پامفرٹ کے حوالہ کیا تھا کہ میری صحت یا بی کے بعد وہ نفاذ میں صورت میں میرے سپرد کر دیا جائے۔ میرے خیال میں یہ موقع نہیں ہے کہ میں ان جذبات و محرمات کو بیان کر دوں جو انیل کا وہ خطیہ دیالٹ کی وچھی پر حکمران جو اس نے اپنی ماں کے نام لکھی تھی۔ میرے سینہ میں پیدا ہوئے۔ تو جی سلسلہ داستان جاری رکھتے ہیں۔ پیشتر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ سارے حالات پر حکمران اپنے جی میں یہ سوچے اور متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ کس طرح بدھیب دیالٹ وسط گرام کی اس قابل یادرات کے پورا ایک سال بعد حبیب میں سے اسے چارین کے روبرو کھڑکی سے دیکھا تھا موت کے آغوش میں چلی گئی اس میں شک نہیں کہ جاس اس کی موجودگی تھی اور جی تھی۔ کم از کم اس میں کسی طرح کے دہم کر دہل نہ تھا یہی جیسے سے گرجا کے اندر دیکھا وہ گوشت اور پوست کی بنی ہوئی دیالٹ تھی۔ ذکر اس کی صبح۔ تو جی حالات پیش آمدہ میں میرے لئے اس خیال کو ذہن سے خارج کرنا غیر ممکن تھا کہ اس کی صورت کا وسط گرام کی راستہ پر جاسے اندر

نظر آنا اور اس کے بعد پورے ایک سال کے عرصہ میں ٹھیک اسی رات کو بارہ بجے کے گجر پر ہلکے
 ہونا ظاہر یہ واقعہ کتنا ہی رسمی کیوں نہ ہو ایک عجیب طرح کی فوق الفطرت خصوصیت سے
 خالی نہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ دم جو ڈیون شاٹر کے دیہات میں پھیلا ہوا تھا
 پورا تو ہو گیا لیکن ایک اور طریقہ پر ممکن ہے اس داستان کے چڑھنے والے اس واقعہ
 کو محض اتفاقی تصور کریں۔ لیکن میرے لئے اس میں کچھ دیگر غیبی اثر ضرور شامل
 تھا۔ اور گلاب ایک مرد بالغ کی حیثیت میں دنیا کے سرد و گرم دیکھنے کے بعد میرے
 خیالات میں کئی تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں۔ تاہم اس واقعہ کو میں اب بھی اسی رنگ میں
 دیکھتا ہوں جس میں اس زمانہ میں دیکھا تھا۔ جب میرا عہد شباب تھا اور رومان کا اثر
 میری طبیعت پر غالب تھا۔

اس منقرض کیفیت کے بعد میں پھر ایک بار سلسلہ داستان شروع کرتا ہوں۔ ناظرین مجھے
 نہ ہوں گے کہ میں نے انیبل سے اس بات کا وعدہ کیا تھا۔ کہ صحت یاب ہونے کے فوراً
 بعد جس قدر جلد ممکن ہو گا۔ ڈاکٹر پامفرٹ کی ملازمت ترک کر کے کسی دوسری جگہ چلا جاؤں گا
 چنانچہ میں اب میں نہ صرف اس وعدہ کے ایفاء کی غرض سے بلکہ اپنی سلامتی کے خیال سے
 بھی یہی اس خیال سے کہ سالہری رہتے ہوئے میں پھر اپنے ماموں۔ خوفناک مشر لینڈ
 کے اٹھوں میں نہ جاؤں۔ اس جگہ سے جلد از جلد رخصت ہو جانا چاہتا تھا۔ اس
 لئے جب میری صحت بحال ہوئی۔ تو میں نے سب سے پہلی فرصت میں ڈاکٹر پامفرٹ سے
 ترک ملازمت کا ذکر چھیڑا۔ قدرتی طور پر اس نے یہ سمجھا کہ میں اس کے مکان سے اسٹے
 رخصت ہونا چاہتا ہوں کہ وہاں میری ماموں زاد بہن کی موت کا درد اہل غم پیش آیا تھا۔ اور
 میں نے بھی اس غلط فہمی کو رفع کرنے اور یہ جتنا نے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ وہ اہل غم
 حالات میں میری رخصت اور روانگی کے تقاضی ہیں۔ اس نے مجھ سے پوچھا کیا تم ایک
 مہینہ کے بعد جانا چاہتے ہو یا فوراً؟ جس کے جواب میں میں نے ایام محالیت میں اس

کے عنایت، امیر سلوک کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے آخری صورت پر زور دیا۔ اس نے پوچھا کہاں جاؤ گے مگر میرے پاس چونکہ اس سوال کا کوئی جواب تیار نہ تھا۔ اس لئے میں نے ٹھانے کو کہہ دیا کہ دیون شارڈاپس جاؤں گا۔ جہاں میرے دوست ہیں جو امید ہے کہ تلاش ملازمت میں مدد دے سکیں گے میں نے اس سے نیک چینی کی تحریری سند مانگی جس کے لئے وہ فوراً آمادہ ہو گیا۔ کیونکہ غریب واریٹ کی سکونت کے سلسلہ میں جو محفل معاوضہ سرہمک نے اسے دیا تھا۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ مجھ سے اس کے خاتمہ زاد بھائی کی حیثیت میں اچھا سدوک کرنا اپنا فرض خیال کرتا تھا۔ علاوہ برین اس مہم کی عنایت اس کے لئے کسی غیر معمولی صرفہ کا موجب نہ تھی اور میں یوں بھی اس سند کا ہر طرح حقدار تھا۔

غرض انیبل کے چھوڑے ہوئے خطوط کے مطالعہ کے دوران میں نے ڈاکٹر ادیسز پامفرٹ نیز گھر کے باقی نوکروں کو اوداع کہی اور اپنا اسباب اٹھوا کر گاڑیوں کے اڈہ کی طرف ہویا۔ جی میں سوچتا تھا کہ مجھے کدھر جانا چاہئے۔ مگر عقل اس سوال کا کوئی جواب نہ دیتی تھی میرے لئے شمال جنوب، مشرق مغرب سب سمتیں برابر تھیں۔ فی الحقیقت میری حالت عہد قدیم کے ان سچی مسافروں اور نڈھالی گداگروں سے ملتی تھی۔ جو زمین پر ڈنڈا کھراکھ کے لئے اپنے آپ گرتے دیتے تھے اور وہ جس طرف کو گرسے اسی سمت میں چل دیتے تھے۔ تاہم ایک بات کا ارادہ میں نے اپنے جی ہی پختہ کر رکھا تھا۔ یعنی خواہ کچھ ہو دیون شارڈ نہ جانے کا۔ اس لئے کہ میں ڈرتا تھا اگر کبھی مشر لنیوڈ میری تلاش میں ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر آیا اور اس سے یہ معلوم کرے میں کامیاب ہو گیا۔ کہ میں دیون شارڈ گیا ہوں تو ہمزور رہی چھ کو جا بکڑے گا۔ اس کی طرف سے میرے دل میں پہلے ہی کچھ خوف نہ تھا۔ اور اب انیبل کی داستان پڑھ کر تو وہ میری نظروں میں سچ سچ درجہ ابلیس حاصل کر چکا تھا۔ پس میں نے چارن تکسٹن تھا اس کی گرفت سے بچنے اور اس سے دور پہنچ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور جب گاڑیوں کے اڈہ پر پہنچ کر معلوم

ہاں ایک سفری گاڑی چننم جانے کو تیار ہے تو میں بلاتال اس پر سوار ہو گیا۔
 اس مشہور تفریحی مقام پر پہنچ کر میں نے ایک کم کرایہ کے ٹیکس خاٹے آرام دہ
 مکان میں رہنا شروع کیا جس کی سفارش رستہ میں گاڑی بیان نے مجھ سے کی تھی مادہ
 تلاش ملازمت سے پہلے دو بھٹے بھالی صحت کے خیال سے آرام کرنے لگا میرے پاس
 نگارہ لائق کافی پیسہ موجود تھا۔ اس نے اول تو یہ اپنی گھر کو فوری ملازمت کی ضرورت نہ تھی
 دوسرے اپنی موجودہ زرد رنگت اور کمزور بدن کے ساتھ میں اس تلاش میں کسی کامیابی کی
 امید بھی کم کر سکتا تھا۔ بہر حال پندرہ دن کے آرام نے میری صحت پوری طرح بحال کر دی۔
 رنگت بھی پھر گئی اور اعضا میں از سر نو توانائی بھی آئی شروع ہو گئی۔ اس وقت میں گھر
 سے باہر نکلا اور بعض اچھی دوکانوں کا پھیرا کرنے کے خیال سے بازار کی طرف ہولیا
 دوسرے بار وقت تھا اور میں شہر کے بار دق بازار سے گزر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں
 ایک خوشنما ڈاک کاٹ چھوٹی سی دو پیسہ گاڑی چلی آ رہی ہے۔ ایک خاتون اس
 کو چلاتی تھی اور ایک لکھن اور خوش پوش لڑکا سائیں کی حیثیت میں دوسری نشست
 پر بیٹھا تھا۔ قریب آنے پر معلوم ہوا کہ وہ خاتون لیڈی کیلینتھ ڈنڈا اس ہے اس نے بھی
 مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا اور خود اگاڑی روک دی۔ میرے لئے تھہر کر ٹوپی اٹھانے اور
 مودبانہ سلام کرنے کے سوا کیا چارہ تھا تو بھی میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ خاتون
 امید ملاقات اگر نہ ہوتی تو بہتر تھا میں نے شریفانہ وضع کا سواہ لباس پہنا ہوا تھا اور اس
 حالت میں کوئی اجنبی شخص مجھے دیکھ کر بالکل نہ سمجھ سکتا تھا کہ گھر کی ملازمت کرنے والی ہوں
 زکر ہے میرے سلام کے جواب میں لیڈی کیلینتھ نے یہ کہتے ہوئے "مسٹر ملٹ میں آپ سے
 ملکر بہت خوش ہوئی ہوں" اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے پیش کیا مگر میں نے دیکھا کہ ایسا کرتے
 ہوئے اس کی سوئی سیاہ آنکھوں میں خوشی کی چمک پیدا ہو گئی۔ اور نرم کی سرفی چہرہ کو
 خوش رنگ کرتی ہوئی پھیل گئی۔ پھر سائیں کی طوفان طر کردہ کہنے لگی "اے میں بالکل

ہی بھول گئی۔ تم ذرا دیر کر اس باطمینان کی دکان پر جاؤ اور کہہ دو کہ دن میں کسی وقت چٹھی لکھنے کا کاغذ۔ لٹاؤ اور مہر لگانے کی لاکھ ہمارے ہاں بھیج دے۔“

لڑکے نے جسے اس بات کا مطلق وہم نہ تھا کہ لیڈی کلینتھ کی یہ فرمائش محض درپردہ گفتگو کی غرض سے چند لمحوں کی علیحدگی حاصل کرنے کے لئے تھی۔ فوراً قبول کی۔ وہ گاڑی سے کود کر پہنچے اتر اور ٹوپی کو مودبانہ چھو کر دیر تاہوا اس دکان کی طرف گیا۔ جب ہر اس کی ناکھ نے اشارہ کیا تھا۔

”جوزف“ اس کے چلے جانے کے بعد لیڈی کلینتھ نے میری طرف مڑتے ہوئے جلدی سے کہا۔ میں تم سے تنہائی میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ اور چونکہ یہ ملاقات اشد ضروری ہے اس لئے میں بہت کھتی ہوں کہ آج رات کو نو بجے ان درختوں کے پاس جو سامنے دکھائی دیتے ہیں ضرور مجھ سے ملنا۔ میں پھر تاکید کرتی ہوں کہ ضرور آنا کیونکہ مجھے علیحدگی اور تنہائی میں چند ایک باتیں کہنی ہیں اور خدا کے لئے میری اس درخواست کو ناشائستہ نہ سمجھنا چاہو۔“ میں اس کا اشارہ پا کر ایک طرف کو چلنے لگا۔ مگر کچھ ایسا اضطراب اس فوری ملاقات سے مجھے لاحق تھا کہ اعتراضاً ایک لفظ تک منہ سے نہ کہہ سکا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ میں اس وقت اپنے فغلوں کا مختار نہ تھا۔ اتنے میں سائیس لڑکا سینئر سٹری دالے کی دکان سے واپس آ چکا تھا اور جب میں نے چند قدم جا کر پیچھے کی طرف دیکھا تو گاڑی پھر ایک بار چلنے لگی تھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد جب میرا اضطراب بے مقصد کم ہوا تو یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ کیا مجھے لیڈی کلینتھ کے کہنے کے مطابق اس سے ملنا چاہئے یا نہیں؟ ایک عجیب طرح کی ذہنی کشمکش میرے سینہ میں تھی۔ ایک طرف میں اس بات کو یقینی سمجھتا تھا کہ انیل میری ہو چکی۔ فی الحقیقت وہ اب ایک طرح پر میری منگیتر تھی۔ کیونکہ ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر ہماری آخری ملاقات میں جو گفتگو ہوئی۔ وہ اپنی منہوی اہمیت سے یہی ثابت کرتی تھی کہ آئندہ ہم ایک دوسرے کے ہو چکے۔ بیشک کوئی اس طرح کا فیصلہ نہ بانی ہمارے

درمیان نہ ہوا تھا۔ تو مجھے دلوں میں جو خیالات موجود تھے۔ وہ یہی ثابت کرتے تھے کہ اب کوئی طاقت ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔ ان حالات میں میرا لیڈی کیلینتھ سے خفیہ طور پر ملنا اور اس سے تنہائی میں بات کرنا۔ صحیح منوں میں انیل سے میری بیرونی کامیابی کا مترادف تھا لیکن دوسری جانب یہ خیال بھی دامگیر ہوا کہ ممکن ہے خاتون مذکورہ کو جذبات عشق کے اظہار کے علاوہ کوئی اور بات مجھ سے کہنی ہو۔ یعنی وہ ان وجوہ کو بیان کرنا چاہتی ہو جن کی مجبوری نے اسے میری اس چھٹی کا جواب تحریر کرنے سے روکا تھا۔ جو میں نے ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان سے اس کے نام لکھی تھی۔ یا ہو سکتا تھا کہ وہ اس خط کے معنوں پر تبادلہ خیالات کرنا چاہتی ہو اور باب عشق میں میرے عرصہ دراز تک چپ رہنے کے متعلق ملامت کرتے ہوئے مجھے اپنی معافی کا یقین دلانا چاہتی ہو۔ یہ ایک سوال کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا۔ اور آخر کار اس نتیجہ پر پہنچا کہ میں چونکہ اپنا دل انیل کی نذر کر چکا اس لئے ناممکن ہے کہ میں اب لیڈی کیلینتھ سے سکراس سے بیوفائی کر سکوں۔ نہیں یہ میرا قصہ مصمم تھا اور ایک کیا لیڈی کیلینتھ ایسے ایک سو ایک جینیوں کا ہلکا۔ مجھے کو اپنی انیل سے گزشتہ خاطر نہ کر سکتا تھا حالانکہ مقابلہ میں میرا اس کی درخواست نامنظور کرنا اور اس سے ملنے کے لئے نہ جانا نہ صرف آداب تہذیب اور شائستگی کے خلاف تھا بلکہ اندیشہ تھا گستاخی اور ناشکرے پن پر مجبور کیا جائیگا۔ پس سارے پہلو سوچ کر میں نے جبری حد تک یہ ارادہ پختہ کر لیا کہ ضرور اس سے ملنے جاؤں گا۔

مگر حالات کی اس تبدیلی نے مجھ کو تماشا ملازمت کی کوشش سے نہیں روکا۔ چنانچہ جلد ہی ہی ایک جگہ سے معلوم ہوا کہ ایک بیوہ خاتون کو جو پاس ہی ایک محلہ میں رہتی تھی میری عمر کے نوکر کی خدمات درکار ہیں۔ میں اس کی طرف ہونیا۔ ایک خوش پوش نوکرانی نے باہر کا دروازہ کھولا اور وہ مجھے لے کر ساتھ باہر کی منزل پر ایک خوش فائدہ آرامگاہ پر لے گئی۔ جہاں وہ خاتون مسز راہن جن کا نام تھا بیٹھی تھی اس کی عمر تیس سال

سے قدرے قلیل زیادہ ہوگی مگر بیوہ ہونے کے باوجود اس کا لباس ماتی نہ تھا بلکہ اس کے
برعکس میں نے دیکھا اس کے کپڑے ہر لحاظ سے فینیش ایل تھے جس سے میں اس نتیجہ پر
پہنچنے کے لئے مجبور ہوا کہ اس کے شوہر کا انتقال بہت عرصہ پہلے ہو چکا ہوگا۔ عورت
قبول صورت نہ تھی۔ زرد و زرد نام۔ دائم المرض اور ضعف و نقاہت کی تصویر جس کی گفتگو
اور نگاہیں ایک عجیب طرح کا کسل پایا جاتا تھا۔ اور گودہ بعض اوقات نشان حکومت
اختیار کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ تاہم مجموعی طور پر میں نے دیکھا کہ وہ ایک عجیب طرح
کی افسردہ و غیر مردہ اور مضحل اور بایوس عورت تھی۔ جو اپنی کمزوری کو سمجھ رہی پیدا کرنے کا
ذریعہ اور اپنی کالمی کاغذ معقول بنانا چاہتی تھی۔ وہ چھوٹی لڑکیاں جن میں سے ایک کی عمر
آٹھ اور دوسری کی دس سال کے قریب تھی ایک طرف میٹھی گڑیوں اور کھٹولوں سے
کھیلنے میں مشغول تھیں۔ مگر وہ بھی زرد و زرد بیمار۔ اپنی ماں کا عکس کمرے جتنی کران کے
چہرے بھی اپنی ماں کے چہرہ سے ملتے تھے۔

مسنز انہیں نے مجھ سے معمولی طرز کے چند سوالات پوچھے۔ یعنی عمر کتنی ہے؟ اس
سے پہلے کہاں کہاں نوکری کی؟ اور کیا تنخواہ لوگے؟ وغیرہ میں نے ان باتوں کے
تسلیم بخش جوابات دیے اور جو سذات میرے پاس تھیں پیش کیں۔ جن سے اس خاتون
کا ہر طرح اطمینان ہو گیا۔ پھر جب میں نے اس کی تسلی کی غرض سے یہ کہا کہ اگر آپ کو مزید
حالات دریافت کرنے ہوں تو مرٹل لاج کے مسٹر ٹائیوٹن کو خط لکھ کے کر سکتے ہیں۔
تو اس نے جواب دیا کہ "اس کی حاجت نہیں ہیں اس کے بغیر ہی انہیں اپنی عازرت میں لینے
کے لئے تیار ہوں۔"

"مگر میں ایک بات تم سے کہہ دینا چاہتی ہوں" اس نے آگے چل کر کہا۔ "مجھے غصہ
چاہیہم سے۔ جس سے جو جا ماہ ہے۔ کیونکہ اس جگہ کی آب و ہوا میرے ناموافق ہے۔ اس
کے علاوہ میں رنگ کرایہ کے رکاز میں نہیں رہ سکتی۔ اپنی جگہ یہ بھی غاص ہے اچھے ہیں۔"

اور یہ کہتے ہوئے اس نے حسب معمول انڈرکسل سے خوشنما آراستہ کمرہ میں ایک گھنٹی ہوئی نقرہ دلی
نگار میں گہر کی کئی کسائیں کہاں؟ میرا شوہر عزیز کرمیل راہنہ رد سال گزندے ہندوستان میں فوت
ہوا تھا۔ اس کی زندگی اس ملک کی ناقص آب و ہوا نے ضائع کر دی تھی۔ وہ ایک فحش پرانے ملک کی
خدمت کو ناپورا کر گیا۔

یہ کہتے ہوئے اس نے رومال آنکھوں سے ٹھکایا۔ اور اس کے بعد چند منٹ گہرا سکوت رہا۔
آب و اکثروں نے جھک کر پیشہ دیا ہے۔ آخر کار اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ عزیزہ وائیلٹ
کی معتدل آب و ہوا شاید یہ ہے، موافق ہو پس میں ایک رومن کے اندر ہاں چلی جاؤں گی۔ وہیں
میرے دو کپڑے نے فقیہہ رائل کے پاس ایک خوشنما آراستہ کو مٹی کر لیا ہے۔ وہی ہے۔ اور میں اسید کرتی
ہوں کہ ہمارے جانے پر وہاں ہر ایک چیز تیار ہوگی۔ چونکہ میرے گھر میں کوئی دوسرا مرد کو نہ کہیں ہے
اس لئے تمہیں کو سارا کام کرنا پڑے گا۔ یہ بات میں مشورہ میں ہی واضح کر دینی چاہتی ہوں۔
”میں نے ساری باتوں کا موزوں جواب دیا۔ اور اس کے بعد ملازمت کی شرطیں طے ہو گئیں۔
پھر کلام پڑا جانے کا وعدہ کر کے خدمت ہوا۔ مگر جس وقت سیرتھوئیں سے اتر رہا تھا تو ایک سیاہ فام
عورت کو سامنے سے آئے دیکھ کر خشک گیا۔ اس نے ایک پیدہ سوتی چادر عجیب انداز سے بدن کے
چہرہ پر لپی ہوئی تھی۔ جوابی نظریں مجھ کو لاش کے گرد لپیٹے ہوئے چھٹن سے مشابہ معلوم ہوئی۔ مگر
اس کا سیاہ خام چہرہ ٹھکانا تھا۔ اس کی چالیس سال کے قریب تھی اور وہ ایک بہت بد صورت عورت
تھی۔ میری موجودگی کو نظر انداز کر کے وہ نیتر چلتی میرے پاس سے گزر گئی۔ مگر جب اس کے بعد میں مکان
کے صحنہ سے باہر نکل رہا تھا تو وہ خادماں مجھے اسمبلی تک چھوڑنے آئی تھی۔ اس طرح کے پُر اسرار
لہجہ میں گویا کوئی خاص ماذ ظاہر کرنے لگی ہو۔ کہتے تھی: ”یہ عورت جو تم نے دیکھی مسز راہنہ کی بیوی ہے۔“
”آئیہ؟“ میں نے اس لفظ کو پہلی مرتبہ سن کر انداز حیرت سے پوچھا۔

”ہاں۔ اس کی ہندوستانی خادماں وہ ایک عجیب طرح کی عورت ہے جو فقط چاول کھاتی
اور اس قسم کی شکستہ انگریزی بولتی ہے۔ کہ بارہا اس کی گفتگو سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔“

میں جب مسٹر لینن کے مکان سے رخصت ہوا تو وہ رہ کر جی میں سوچا تھا کہ کیا یہ کبک میرے حسب منشا ثابت ہوگی؟ آخر کار میں جس نتیجہ پر پہنچا وہ اس لحاظ سے اس نئی ملازمت کے حق میں تھا کہ اپنے عادات کے اعتبار سے مسٹر لینن ایسی عورت نہ تھی جو نوکروں کے کام میں دخل اندازی کرے پھر اس کے علاوہ جزیرہ رائٹ جہاں اس کو جانا تھا۔ اس کا فاصلہ لندن سے کافی دور تھا اور میرے دل کو یہ سوچ کر المیہ بن گیا تھا کہ مسٹر لینن دور اگر میری تلاش میں کسی طرح کی کوشش بھی شروع کرے تو امید نہیں اس دور افتادہ مقام میں مجھے پاس کے پھر اس کے علاوہ میرے لئے یہ خیال کچھ کم باعث اطمینان نہ تھا کہ مجھے اتنی مہدی نئی ملازمت مل گئی۔ چنانچہ میں جب اس مکان پر جس میں میں ٹھہرا ہوا تھا پہنچا تو بحیثیت مجبوری مطلق اور سرور تھا۔ ایک دفعہ پھر میرے حوی میں یہ سوچ پیدا ہوئی کہ کیا مجھے وقت مقررہ پر لیڈی کیلنٹھ ڈنڈاں سے ملنا چاہئے یا نہیں؟ لیکن جوں جوں وقت ملاقات قریب آیا میرے آمادہ کی کمزوری رفع ہوتی گئی۔ مرٹل لاج میں رہتے ہوئے میں نے بار بار اس سے عنایات حاصل کی تھیں بس میں نہ چاہتا تھا کہ اس موقع پر اپنی خواہ سری کی وجہ سے اس ٹیکل اور فیاض خاتون کے ذہن بات کو مجروح کروں۔

نویں چند منٹ باقی تھے جب میں لیڈی کیلنٹھ سے ملنے کیلئے جائے مقررہ کے پاس پہنچا۔ ایک سیدھی دیوار کی لپٹ پر تنگ رستہ بنا ہوا تھا جس کے اطراف میں اونچے درخت تھے۔ دیوار کے نیچے چاند باغ تھا اور درختوں کے نیچے جہاں میں اس وقت کھڑا تھا سیاہ تاریکی چھائی ہوئی تھی جیسے کسی دور افتادہ پمپ کی روشنی کم کرنے کی بجائے زیادہ نمایاں کرتی تھی۔ گسٹ کا ہسینہ اور نکھر رہی ہوئی رات تھی فریڈا پاؤ گھنٹہ میں ان درختوں کے نیچے ٹھلٹھا پھرتا رہا مگر لیڈی کیلنٹھ نہ آئی تھی۔ آخر کار میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ وہ کسی فاصلہ کا دھکی دھکی سے نہیں آ سکی۔ لیکن میں اس واقعہ سے خوش تھا۔ کیونکہ لیڈی کیلنٹھ کے مدبر دہانے اور اس کی باتیں سننے سے میرے اشتغال میں مزید لغزش آجاتی تھی۔ موجودہ حالت میں میں اپنی ذمہ داری سے سیکرٹش بھی ہو گیا۔ اور اس کی ملاقات سے بھی غلط فہمی یا اندیشہ کو میرا ذہن پر معلوم نہ تھا۔ اس نے

آئندہ وہ میرے نام خط بھی نہیں لکھ سکتی تھی۔ اور اس ایک دور و نہ کے عرصہ تک جو مجھے صدمہ
میں گزارنا تھا۔ میں نے اس بات کا پورا خیال نہ کئے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ بلا ضرورت باز میں نہ پھول
کا۔ تاکہ نہ وہ مجھے دیکھے۔ نہ پھر ملے پھر جو کرے۔ مگر میں ان خیالات کو سوچ کر خوش ہو ہی رہا تھا کہ دفعتاً
سیری پشت پر باغ دیوار میں ایک تنگ دروازہ کھلا اور بیٹی کیلئے کی سیڑھی اُکھاڑ مرنے ہوئے
بجیس کہتے۔ مانی دی "جوزف"!

میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہی تھی۔ اس نے رات کا لباس پہنا ہوا تھا۔ ایک جڑیا
شال شالوں پر اور تنگوں کی بنی ہوئی ٹوپی سر پر تھی۔ اور جب میں نے قریبی پیپ کی روشنی
میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے خوش نما چہرہ پر راحت و اضطراب کے ملے ہوئے آثار موجود تھے
اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور باغ کی طرف لے جاتے ہوئے کہنے لگی "اس طرف"
پھر اس دروازہ کو بند کر کے جس کی نہ سے وہ باہر نکلی تھی۔ وہ ایک پختہ روش کی راہ سے مجھ کو
درختوں کے ایک دور افتادہ کونج میں لے گئی۔ جہاں سے قریباً پچاس گز کے فاصلہ پر ایک خوشنما
عمارت واقع تھی۔ اس عمارت کو گفتگو کرنے سے اس بات کا احتمال نہ تھا کہ ہماری آوازیں
گھر والوں کے کانوں تک پہنچیں گی۔ یا کوئی شخص انہیں سن لے گا۔

ہم جب اس جگہ پہنچے اس پنج پر جو درختوں کے نیچے بھی ہوئی تھی آرام کے ساتھ بیٹھ
گئے اور اس نے میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے تو بولی مہیا رے جوزف سب سے پہلے
تم میرے اس سوال کا جواب دو کہ کیوں تم اتنی مدت چپ رہے؟ اور مجھے ایک خط تک نہ لکھا
انہوں نے کہ میں نے اس دوران میں فکر و تشویش کے کتنی تکلیف کھائی ہے۔۔۔
"مگر پانویں نے ایک خط آپ کے نام لکھا تھا۔۔۔"

"پانویں؟" اور یہ کہتے ہوئے اس نے بلدی سے میرے ہاتھ چھوڑ دیئے۔ "آہ پٹنہ ہی میرا
خیال تھا کہ آج دن کی ملاقات میں تم نے مجھ سے ویسا سلوک نہیں کیا جس کی مجھے امید تھی
تہاڑی نگاہ اور امانت سے ایک عجیب سرد دھری ظاہر ہوئی تھی تم کو مجھے دیکھ کر اس سے دو سوال

حصہ جوتی حاصل نہیں ہوئی جتنی مجھ کو ہونی سنی خٹے کو میں اپنے احساس کو اس سامنے لے کے
 کی نظروں سے بھی نہ چھپا سکی جو گاڑی پر میرے ساتھ تھا۔ جو زنت کیا یلظم و بے انصافی
 نہیں ہے؟ کیا تم واقعی ان تکلیفوں سے لاعلم ہو جو میں نے تباری فاطمہ اعلیٰ ہیں؟
 یہ آخری الفاظ کہتے ہوئے اس کی آواز بے اختیار خفرا گئی اور تاروں کی اس روشنی
 میں جو روپائی دھماکوں کی مانند دھتوں کے پتوں سے چین کرا آتی تھی میں نے دیکھا کہ بیتے ہوئے
 آنسوؤں کے قطرے اس کے رخساروں پر چمک رہے تھے۔

”آہ جو زنت میں نے بہت تکلیف اعلیٰ ہے اس نے پھر ایک بار جوش آمیز لہجہ میں تفسیر
 کرتے ہوئے کہا اور اس طرح ان الفاظ کو جو میرے سنہ سے نکلا چاہتے تھے روک دیا۔ لیکن
 مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں کیونکہ وہ سب تکلیفیں اور اذیتیں جو میں نے اب تک مٹی میں اپنی
 مرضی سے دیرری اور استقلال کے ساتھ برداشت کی گئی ہیں۔ اپنے باپ کا عیشہ مال کی تلخ
 طامت بہن مجھ کیوں کے طعنے اور تضحیک یہ سب کچھ میں نے اس عشق کی خاطر جو مجھے تم سے ہے
 بخوشی برداشت کیا ہے بڑی شکل سے پھلے چند مہنتوں میں ان لوگوں نے مجھے عذری سی صین
 لینے دی ہے اور وہ بھی شاید اس لئے کہ ان کے خیال میں ارذمانہ کے ساتھ میرا جوش سرد
 ہو چکا ہے ان دنوں ہم لوگ اس سانسے والے مکان میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اور اس ملک
 فائدہ سے تم باسانی سمجھ سکتے ہو کہ میں نے تم سے ملنے کو کتنے عظیم خطرہ کا سامنا کیا ہے۔ مجھے
 ڈر تھا۔ شاید باہر آنے کا موقع نہ ملے گا تاہم بڑی شکل سے درد سر کا ہبانہ کہ جس دورانیہ
 کے لئے باہر چلی ہوں۔ لیکن خیر ان باتوں سے کیا حاصل تم سے ملے کو میں اگر ضرورت پیش آئے
 تو اس سے دس ہزار گنا بڑے خطروں کا مقابلہ کرنے کو بھی تیار ہوں۔ لیکن... تم خاموش ہو جاؤ
 کس لئے تم خاموش ہو؟“

”اؤس دراصل... میں اس وقت سخت پریشان ہوں... میں نہیں جانتا کہ کیا جواب دوں“
 ”خوف پرچہ تاؤ“ اس نے پر جوش آواز سے قطع کلام کرتے ہوئے کہا ”کیا واقعی تم نے میرے“

نام کوئی خط لکھا تھا؟ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر پاپا جی آپ سے کہ وہ خط رستہ میں روک لیا گیا ... ”
 ”میں قسم کھا کے سچ عرض کرنا ہوں کہ میں نے سالبرہی سے ایک مفصل خط آپ کے نام لکھا تھا۔
 مرٹن لاج سے رخصت ہونے کے بعد میں نے سب سے پہلا کام جو کیا یہی تھا اور اس خط کے نفاذ پر
 آپ کے حسب ہدایت ڈاکخانہ انقبیلہ کا پتہ لکھ دیا تھا ...“

”اس صورت میں یقیناً اس خط کو رستہ میں روک لیا گیا، کیلینٹھ نے مجھے اپنے
 رشتہ داروں کے برخلاف سخت غصہ تھا جو ش کے ساتھ کہا، ”معلوم ہوتا ہے انہیں پہلے سے
 اس بات کا مشبہ ہو گیا تھا کہ ہم خط و کتابت کا کوئی ذریعہ پیدا کر لیں گے اس لئے انہوں نے ...
 لیکن جوزف یہ بتاؤ تم نے اس خط میں کیا تحریر کیا تھا؟ یقیناً تم نے یہی لکھا ہو گا کہ تم کو بھی
 مجھ سے اتنی ہی گہری محبت ہے جتنی مجھے تم سے ہے کیونکہ سچ جانا بچے تم سے وہ بے پار محبت
 ہے جو کبھی کسی عورت کو مرد سے نہیں ہوتی، حقیقت یہ ہے کہ تمہاری تصویر ہر وقت میرے سینہ
 میں بسی ہے۔ تو بھی کتنی تکلیف میں نے اس فکر و تشویش کی وجہ سے اٹھائی تھی جو تمہارا خط نہ
 آنے سے مجھے لاحق ہوئی۔ دن ہفتوں میں بدل گئے ہفتوں نے مہینوں کی صورت اختیار کی۔
 لیکن تمہارا خط نہ آیا۔ جوزف کیا تم نے اس خط میں یہ لکھا تھا کہ تم کو بھی مجھ سے ناقابلِ یقین
 گہری محبت ہے۔؟ تم کو بھی ...“

”میں نے اس خط میں جو اصل کیفیت ہے قلمبند کر دی تھی؟ میں نے بڑی شمس سے
 حوصلہ کر کے جواب دیا، ”دراصل میں نے اس میں صاف صاف لکھ دیا تھا ...“

”پیارے پیارے جوزف“ کیلینٹھ نے ناقابلِ ضبط خوشی کی حالت میں جلدی سے کہا۔
 اور اس کے ساتھ ہی اپنے نرم بازو میری گردن میں ڈال دیئے اور اس کے ہونٹ میرے رخساروں
 سے لگ گئے پھر اس کے ایک منٹ بعد وہ جلدی سے پیچھے ہٹ کر کہنے لگی ”آہ کیوں تم مجھ
 اتنا صدمہ ہی کرنے ہو؟ کیوں تم میرے پیار کا جواب نہیں دیتے؟ جو غصہ میں تمہاری بدلی
 ہوئی حالت مجھے سحر ہوں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سبب کی کیا باعث ہے؟“

”بانو در حقیقت مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ شروع سے اب تک آپ کو ایک ہیج
 دہی بری ہے میں نے اس خیال کو نظر انداز کر کے کہ میرے اس بیان سے اس کو کتنا رنج
 پہنچے گا جی کڑا کر کے کہا امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت میں اپنے جی میں اس بات کا مصمم ارادہ
 چکا تھا کہ سب معاملہ صاف صاف اس سے کہہ دوں گا کیونکہ انیل سے میری دفا کا ایسی تقاضا
 مانگے جو مجھ سے دل میں ہوا ہے ایمان داری کے ساتھ اس کے دوبرو ظاہر کر دوں۔

”دیکھا...! عجبکہ غلط فہمی ہوئی ہے کیفیت نے سراپائی کی حالت میں دفعتاً پیچھے ہٹتے ہوئے
 با مدیعی کیا مطلب؟... کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے میری محبت کی دانستہ تحقیر کی ہے؟
 ہلو جواب دو چپ کیوں ہو؟“ اس نے ہجیرے غرور میں غصناک ہو کر ملبی سے کہا۔

”بعد کے لئے آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں“ میں نے التجائی ہجیرے کہا ”بات یہ ہے
 میں... لیکن اگر وہ خط جو میں نے لکھا تھا آپ نے دیکھ لیا ہوتا تو آپ کو معلوم ہو جاتا
 میں...“

”آہ جزف اب میں تمہارا مطلب اچھی طرح سمجھ گئی“ اس نے ملبی سے پھولنا ہجیرے بل
 کہنا شروع کیا۔ ”معاف کرو کہ میں نے ایک لمحہ کے لئے تم سے بدگمانی کی لیکن اب میری سمجھ
 اچھی طرح آگیا کہ تم نے اس خط میں کیا حالات لکھے تھے۔ یقیناً تم نے اس میں یہ تحریر کیا
 تھا کہ فی الحال ہمارا آپس میں رشتہ قائم کرنا محال ہے لیکن کیا تم نہیں جانتے ہو کہ
 میت امید و اعتقاد کا دوسرا نام ہے، سچی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ مستقبل پر امیدوار
 ہوسہ لکھا جائے اور یہ سب امیدیں اور پھر دسے میرے سینے میں موجود ہیں۔ تمہاری
 بہت سی فاطمیں ایک یا دو سال کا ذکر کیا اب تک انتظار کر سکتی ہوں۔“

”تاہم سینے میں نے دوبارہ وہی غلط فہمی پیدا ہوتے دیکھ کر مضطرب نہ کیا“ جو
 میں عرض کرنا چاہتا ہوں آپ اس کو اچھی طرح سن لیں۔ کیونکہ نہ صرف آپ کے بلکہ
 بی ذات کے متعلق بھی میرے ذہن کا تقاضا یہ ہے کہ آپ...“

”آہ کیوں تم مجھے میرے نام سے مخاطب نہیں کرتے لیڈی کیلینٹھ نے جلدی سے کہا اور میں نے درختوں کی راہ سے داخل ہونے والی تاروں کی روشنی پر دیکھا کہ اس کی خوشنما آنکھوں میں دیے ہوئے غصہ اور جوش کی چمک موجود تھی تاہم بیان کر دینا سنتی ہوں مجھ سے بیشک غلطی ہوئی کہ تمہارا قطع کلام کر دیا۔“

”بالو اگر آپ عہد ماضی کو یاد کریں“ میں نے پھر ایک بار نرمی سے کہنا شروع کیا۔ کیونکہ میں نے دیکھا وہ اس وقت سخت جوش کی حالت میں تھی اور میں اس کی ذہنی حالت کو واقعی قابلِ رحم تصور کرتا تھا۔ ”اگر آپ ان واقعات کو یاد کریں جو مرٹل لاج میں پیش آئے تھے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میری طرف سے کبھی کسی موقع پر ...“

”اے جوزف ہمارے پاس آنا وقت کہاں ہے اور کس کامبر اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ان سارے واقعات کی یاد از سر نو تازہ کی جائے،“ اس نے بے صبری کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”تاہم میں اس بات کو عبوری نہیں ہوں کہ مرٹل لاج ہی میں سب سے پہلے میں نے تمہیں دیکھا اور وہی تم سے محبت کرنا سیکھا تھا ...“

گر لیڈی کیلینٹھ ...

”کیوں تم مجھے کیلینٹھ نہیں کہتے ہو؟ آخر اس تکلف کا کیا مطلب ہے؟ نہیں نہیں میں کوئی جواب سننا نہیں چاہتی وہ گہری محبت جو ہمیں ایک دوسرے سے ہے اس لمحے کی رسمی باتوں کو گواہا نہیں کر سکتی کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ محبت میری زندگی کا سہارا اور جوش طوفان میں گھرے ہوئے راحت دل کے جہاز کا لنگر ہے ...

لیکن اُمّت میرے خدا یہ کیا!

ہم دونوں چونک گئے اور کیلینٹھ نے دستِ بخت سے دونوں بازو میری گردن میں ڈال دیئے معلوم ہوا کوئی سخت لہجہ کی مردانہ آواز اس کا نام لے کرے کہ بلا رہی۔ ”معتی۔ یہ میرے باپ کی آواز ہے۔“ اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ”جوزف“

اب تم خدا کے لئے جاؤ... جلدی کہہ، اندیکہتے ہوئے اس نے مجھے نرمی سے باہر کی طرف دھکیلنا شروع کیا ”اب ہم کبھی قتل نہیں کئے“ اور اس کے بعد دبی ہوئی پڑ چوٹ آدائیں ”آئندہ چند روز کے عرصہ میں میں ایک خط تمہارے نام لکھوں گی...”

”مگر میں غریب چلنٹم سے رخصت ہو جاؤں گا، میں نے جلدی سے کہا اور کچھ ایسا اضطراب اس وقت مجھے لاحق تھا کہ معلوم نہ کر سکا میں کیا کہہ رہا ہوں۔

”کیا اب تم چلنٹم سے زحمت ہو جانا چاہتے ہو؟“ اس نے مضطر بن کر پوچھا ”اس صورت میں یہ بتاؤ کہ تم کس جگہ جاؤ گے تاکہ میں تمہارے نام دہیں ایک خط لکھ سکوں“

”ہاں یہ بہتر ہے آپ ایک خط میرے نام لکھ دیں اور میں اس کے جواب میں سارا حال تحریر کروں گا کیونکہ حقیقت میں مجھے کئی ایک باتیں آپ سے بیان کرنی ہیں۔“

”مگر تم کہاں جانا چاہتے ہو؟“ اس نے بے مبرری سے پوچھا۔

”گرامن نام کے ایک گھرنے کے ساتھ جزیرہ ہوائیل میں وہاں ان کا مکان مقبہ

رائیڈ کے پاس واقع ہے...”

اس موقع پر اس کے باپ نے پھر ایک بار کلمتہ کا نام لیکر آواز دی اور اندھیرے میں

ایسا معلوم ہوا کہ وہ ہماری سمت میں آتے ہوئے۔ اب زیادہ قریب پہنچ گیا ہے۔

”جوزف یہ دروازہ ہے“ نوجوان خاتون نے سابق کی طرح دبی ہوئی آواز

میں کہا ”پیارے جوزف“ اور یہ کہتے ہوئے وہ ناقابل بیان جوش محبت سے جھکوپٹ

گئی، الوداع پیارے جوزف اور اس کے ایک لمحہ بعد میرے باہر نکل آنے پر دروازہ

بند کر دیا گیا۔

پانچویں جلد ختم ہوئی

قواعد خریداری

۵۔ (بقیہ صفحہ ۲) بعض اصحاب کی حالت میں دیکھا گیا ہے کہ چار پانچ ماہ لئے بعد

دفعۃً اطلاع دیتے ہیں کہ ہمیں اس دوران میں ایک بھی پرچہ نہیں ملا۔ یعنی شکایتیں کسی حالت میں بھی قابل غور نہیں سمجھی جاسکتیں۔ کیونکہ اتنی مدت کے بعد شکایت کی جانچ کسی طرح نہیں ہو سکتی اس قسم کے موقعوں پر زیادہ سے زیادہ عجلت ہم کر سکتے ہیں یہ ہے کہ ذیل شکایت پرچے اگر دفتر میں موجود ہوں تو عام رعایتی

قیمت پر دوبارہ ہدیا کر دیے جائیں۔ لیکن یہ ایک اختیاری رعایت ہے جو غیر قطعی وجہ طلبا ہر کرنے کے واپس لی جاسکتی ہے۔

۶۔ کچھ اصحاب غامضانہ سے ہی خطوں کا تار باندھ دیتے ہیں جن کا فرق ذیل ہے۔ دینا سخت مشکل ہے۔ اس لئے مکرر گزارش ہے کہ عام رسی کے خطا جی کی ۲۰ تا ۲۵ انکھ متظار کر کے ہی لکھے جائیں۔ اس سے پہلے لکھے ہوئے خطوں کو قابل اعتناء نہ سمجھا جائے گا۔

۷۔ ماہوار صفحات اس سائز کے ایک سو سے یکر ڈیڑھ سترہ سول تا یک سترہ سول اور بعض حالتوں میں اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر اس کی بیشی کا اختیار رکھی اس دفتر کو حاصل ہے۔

۸۔ قابل ترجمہ کتابوں کے انتخاب کا حق رئیس التحریر منشی بدیع اللہ صاحب کے پاس ہے۔ خریداروں کے مشورے ہر وقت شکریہ کے ساتھ سنئے جاسکتے ہیں۔ لیکن یہ فرمان پر عمل کرنے کے لئے پابند نہیں۔ اور نہ کوئی صاحب اس بنا پر عذر منی کر سکتے ہیں کہ ملاں کتاب کا ترجمہ کہیں شائع نہیں کیا گیا

۹۔ ان قواعد سے لاعلمی و افسل نہ ہو نہ بھی جائے گی۔

خونی تلوار

رینالڈس کے بے نظیر ناول ہیکل آف گگنڈ کا ترجمہ

منشی تھرمین صاحب فیروز پور

رینالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہایت لاجواب جس کا ترجمہ پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے
اس ناول کا پلٹ بالکل ایسے ہی سنجیدہ اور حقیقی ہے جیسا کہ ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں آیا تھا ایسے ناول کا یہ
رینالڈس کی تحریر پر چھپنے میں کسی کی کچھ پھینکوں میں ہرگز نہیں ہو سکتا کہ قتل عام ایک تاریخی واقعہ جو
مستحق قتل کے ہو، پبلکس کا ذکر کرتے ہوئے کا پتہ نہیں۔ رینالڈس نے اپنی عبادت گاہ کی کسی طرف
کو حق نگین میں کیا جو وہ اسی کا حصہ بنایا ہوئے عظیم اور قومی غیرت کی تصویر ساز کی کی حالت
میں قریبی کا نظارہ۔ سیاسی نظام کی نہ بھولنے والی داستان مکمل ہر حدیں ۵۵۸ صفحہ قیمت بھر

باب کا قاتل

رینالڈس کے روبرٹ ناول پیری سڈ کا ترجمہ

منشی تھرمین صاحب فیروز پور

کیا یہ بتانے کی حاجت ہے کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہے کیا اس کا نام اسی نفس معنوں کا مظہر ہے؟
پاپر پچھلے پوکنا ڈیوہ بھا کر چا کر کا اور اس کے نرم چمکے اور گھمے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرنا ہی بیان کا محنت وہ
جتنی قابل غرضانہ حالت کی طبی فرموش کر دیتا ہے اور ضرر یہ امید رکھنے باعث راحت ہوتی ہے کہیں انچ سچ
لئے منور و کمالوں اسی فکر میں کسی ساری مد کی بقول سے الہی پچھو جان ہر باکے قتل کرے۔ یہی
باتھ اتنے قوی ہو جائے کہ اس پر محبت اور میں جو مجھنے کے ہیں جو وقت کی کیلئے مکمل اور مضبوط بناتا ہے
کیا فطرت انسانی میں جو قابل غرض ہر سکتی ہے؟ نہایت زوردار ہے اور ڈاؤن میں آکر مکمل ہے ۵۵۸ صفحہ قیمت بھر
لال برادر سس - بارسر زور و نوٹھکا لاک

گر دش آفاق

جیرت ایگنرسوشل ناول

اس سلسلے میں مسندیل بھی ملاحظہ فرمائیے

شاد لندن اسلسلہ اول و دوم، نظارہ پرتان، غوثی تھار و غیر

مترجم

مصنف

تیرتھ رام فیروز پوری

ریج ڈبلیو۔ ایم۔ پینالڈس

لال برادر س

پارسنز روڈ۔ فولکھا۔ لاہور

مجاہد نیوز سپر پریس ہسپتال روڈ لاہور میں تمام ماہ پر مابین سنگھ بانیہ پرنٹر ہیں

قواعد خریداری

۱۔ اس سلسلہ کی مستقل خریداری کی سادہ قیمت ہمہ ہے جو خواہ بذریعہ منی آرڈر یا وی پی بی آئی جی آئی چاہیئے۔ مابعد یا مشن شاہی گا کوئی حساب نہیں جو صاحب ہمارے سلسلہ سرخرسانی کے بھی مستقل خریدار ہیں ان سے بطور رعایت صرف یہ سادہ نہ لیا جائے گا۔ وصول شدہ روپیہ کسی حالت میں واپس نہ ہوگا۔

۲۔ خریداری کسی ایک مہلہ سے شروع ہو سکتی ہے۔ لیکن قیمت بہت کم ایک سال کی کٹھی وصول کی جائے گی۔ اور اس کے عوض بارہ ماہ وار پرچے (یا ان پرچوں کے مجموعے) دیا جائے گا۔

۳۔ سادہ سادہ مقررہ قیمت کا حساب ختم ہونے پر اگر نئی قیمت کے آغاز سے پہلے خرید کی طرف سے یہ اطلاع موصول نہ ہو کہ وہ آئندہ اس سلسلہ کی خریداری جاری رکھنا نہیں چاہتا تو اس کو ہونا فائڈ آرڈر سمجھ کر نیا پرچہ مزید سالانہ قیمت کے لئے دی جاتی رہے۔ خدمت ہوگا جس کو وصول کرنا ہر ایک خریدار کا اخلاقی فرض سمجھا جائے گا۔

۴۔ ہر ایک پرچہ بالعموم مہینہ کے وسط تک شائع ہوتا ہے اور تمام خریداروں کے نام باقاعدہ اور بڑی احتیاط کے ساتھ روانہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے چند پرچے رستہ میں ضائع ہو جائیں۔ لیکن اس صورت میں عدم رسی کی اطلاع اسی مہینہ کے اندر اندر آجانی چاہیئے۔ بہترین صورت یہ ہے کہ مہینہ کی ۲۰ تا ۲۵ تک انتظار کر کے اگر اس وقت تک پرچہ وصول نہ ہو۔ تو ایک اطلاعی خط اس دفتر کے نام روانہ کر دیا جائے اس مہینہ کے گزر جانے پر عدم رسی کی شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔ سوائے غیر ملکی خریداروں کے جو آئندہ ماہ کی پانچ تا پانچ تک شکایت روانہ کر سکتے ہیں۔ (باقی دیکھو سرورق ص ۳)

جلد حقوق بحق لار زائن دت مہگل محفوظ میں
حیرت انگیز سوشل ناول

گروش آفاق

چھٹی جلد

جارج ڈبلیو ایم ریٹالڈس کی زیر دست تصنیف

جوزف ولڈٹ

کادکش اردو ترجمہ

تیرتھ رام فیروز پوری

مترجم فنانہ لندن و نظارہ پرستان انصاف وغیرہ

لال برادر س

پارسنر روڈ۔ نو لکھتا لاہور

(اعلامیہ سیمینار لاہور میں منعقد کیا گیا تھا۔ ترجمہ لکھتا لاہور)

جلیج ڈبلیو ایم ریٹالڈس کے ناول

ذیل میں ریٹالڈس کے ان ناولوں کی فہرست دی جاتی ہے جو تین انیس سو چوبیس تک شائع ہو چکے ہیں اور طلبہ جاسکتے ہیں	کتاب کا نام	انگریزی نام	ترجمہ	صفحات	قیمت
فسانہ لندن (۱۳ حصے)	مسٹر فریڈرک لندن	مسٹر فریڈرک لندن	منشی ترقی رام صاحب فیروز پوری	۱۷۰۰	۱۷۰۰
خونی قرار (۲ حصے)	میسٹر آرتھر کنگ	میسٹر آرتھر کنگ	منشی محمد امین صاحب بہلوری	۲۶۲۱	۸۵۸
اپکا قاتل (۶ حصے)	پیری سائیڈ	پیری سائیڈ	منشی محمد امین صاحب بہلوری	۵۱۶	۵۱۶
شام جوانی (۲ حصے)	ینگ ڈچس	ینگ ڈچس	منشی محمد امین صاحب بہلوری	۶۰۰	۶۰۰
فریب حسن	فاسٹ	فاسٹ	خواجہ اکبر حسین صاحب	۵۵۰	۵۵۰
شام غربت	پوپ جان	پوپ جان	میر کریم الدین صاحب امرتسری	۴۳۹	۴۳۹
سوزن ملش	سیسٹر سٹس	سیسٹر سٹس	منشی محمد امین صاحب بہلوری	۵۲۰	۵۲۰
عمریات	عمر	عمر	منشی محمد امین صاحب بہلوری	۲۸۸	۲۸۸
فسانہ لندن (۱۱ حصے)	بلی یا سارا آف انگلینڈ	بلی یا سارا آف انگلینڈ	منشی محمد امین صاحب بہلوری	۶۷۰	۶۷۰
مارگرٹ	مارگرٹ	مارگرٹ	منشی محمد امین صاحب بہلوری	۱۳۸	۱۳۸
فسانہ لندن (۱۱ حصے)	رائی ہوس پلاٹ	رائی ہوس پلاٹ	منشی محمد امین صاحب بہلوری	۱۰۶۶	۱۰۶۶
سپاہی کی ڈھن	سو بھوس وائلٹ	سو بھوس وائلٹ	ڈاکٹر کشیدت صاحب ماجر	۱۳۴	۱۳۴
روزا لبرٹ (۲ حصے)	روزا لبرٹ	روزا لبرٹ	منشی محمد امین صاحب بہلوری	۳۵۶	۳۵۶
اسرار	نیکر و منیس	نیکر و منیس	منشی محمد امین صاحب بہلوری	۴۶۴	۴۶۴
دھوکا یا فلسفی فانوس	اسٹر تو فیریک کبیس	اسٹر تو فیریک کبیس	منشی محمد امین صاحب بہلوری	۵۲۳	۵۲۳
شاد کام	الفرڈ	الفرڈ	منشی محمد امین صاحب بہلوری	۲۱۰	۲۱۰
ریٹالڈس کی کہانیاں (۱۱ حصے)	مسترق	مسترق	...	۲۸۵	۲۸۵
اسرار	نور آن دی حرم	نور آن دی حرم	منشی محمد امین صاحب بہلوری	۲۱۰	۲۱۰
فسانہ دیگر ولسیڈا	دیگز دی ہر دلف	دیگز دی ہر دلف	منشی محمد امین صاحب بہلوری	۶۳۲	۶۳۲
قدیم لندن کے اہلکار (۲ حصے)	ادلہ لندن	ادلہ لندن	...	۳۱۲	۳۱۲
جھیل کی مشق	نشرین	نشرین	...	۵۸	۵۸

ہم سے طلب فرمائیے

گروش آفاق

دوراؤل

چھٹی جلد

باب ۳۵

گہرا راز

میڈی کیلنٹھ ڈنڈا اس سے جدا ہو کر میں جب باغ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا
چھتارے درختوں کے نیچے پھیلی ہوئی تاریکی میں بیٹھا۔ تو جی سنت بے تاب تھا۔ گیدنگہ وہ
سب آرزوئیں اور امیدیں جنہیں کے کر میں اس جگہ آیا تھا۔ دل کی دل ہی میں رہ
تھی نصیں۔ خیال یہ تھا کہ اب کی بار اس سے مل کر میں اپنے راز دل کو پوری طرح
ظاہر کر دوں گا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ میں اپنی اگلی کوتاہیوں اور خاموشیوں کی وجہ
احسن تلافی کرنا چاہتا تھا۔ مگر افسوس اس کا موقع اب بھی نہ ملا۔ ایک اور ملاقات
ہو چکی۔ لیکن دعائے دل پھر بھی ظاہر نہ ہو سکا۔ یعنی ارادہ رکھتے ہوئے بھی میں اپنے
خیالات کو حالات کی عبوری سے میڈی کیلنٹھ کے رد و بد ظاہر نہ کر پایا۔ تو بھی
جس طرح انسان ہرئی ناکامی میں اپنے دل کو دبا کر دینے کا کوئی نہ کوئی ذریعہ
ضرور پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح میں نے بھی یہ کہہ کر اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش
کی۔ کہ کم از کم اس مرتبہ جو کچھ ہوا۔ وہ میری اخلاقی کمزوری کی وجہ سے نہ تھا۔ اور
اگر میڈی کیلنٹھ کے باب لارڈ میڈی ڈل کی آوازیں ہماری ملاقات کو پیش از وقت

ختم نہ کر دیتیں۔ تو یقیناً میں اپنا راز دل اس پر ظاہر کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ مگر صحیح وجہ کچھ بھی ہو اس حقیقت سے انکار کرنا مشکل تھا۔ کہ میری سیلنٹہ بس غلط فہمی میں شروع سے مبتلا چلی آئی تھی۔ وہ اب بھی زائل نہ ہوئی۔ یعنی وہ اب تک یہی سمجھے جاتی تھی۔ اور آئندہ بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا رہے گی۔ مگر جتنی محبت اس کو مجھ سے تھی اتنی ہی مجھے بھی اس سے ہے۔ اصل حقیقت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس جذبہ پُر غرض کو آئندہ بھی اپنے سسپنہ میں محفوظ رکھے جلسے لگی۔ اور اس کا انجام ... انہوں اس کی راحت اور مستقبل کے حق میں کتنا تباہ کن ثابت ہو گا۔ بد قسمتی سے اب میرے پاس کوئی ذریعہ اس غلط خیال کو اس کے دل سے نکالنے کا بھی نہ تھا۔ اس کے علاوہ اب تک مجھے اپنے رخساروں پر اس نئے برسوں کی گرمی اپنے ہونٹوں پر اس کے مرعوب چہرہ کے احساس اور جس جگہ اس کے ہاتھ اور بازو میرے بدن سے پٹنے تھے۔ وہاں ان کی لذت اب بھی محسوس ہوتی تھی۔ ان سب باتوں کو یاد کر کے میں بے اختیار یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ جو کچھ ہوا وہ خاندانہ سے نکال۔ مگر اینبل کے حق میں میری انتہائی بے وفائی کا بین ثبوت تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں جس وقت درختوں کے سایہ میں چل رہا تھا۔ تو لاتعداد پریشان کن خیالات جی میں ابھان کر سکتے تھے۔ علامت کی آوازیں روح کے بطن سے اُٹھ کر میرے عہد وفا کی فوج خوانی کرتی سنائی دیتی تھیں۔ اور میں جانتا تھا۔ خود اپنے آپ سے اور سارا انتظام کائنات سے انتہاء۔ بے ناراض تھا۔ بغیری میں چلتے ہوئے میرے قدم بازار کی طرف پھر کے ٹھانڈے ریسی گاڑ باں نیشن ایل لباس کے مردوں اور زیورات سے ڈھکی ہوئی فالتوں کو لئے دعوتی جلسوں اور تفریحی مقاموں کی طرف جا رہی تھیں اور اُن کی نہ ٹھننے والی کھر کھڑاٹا میرے دماغ کے پردے پر ہوتے منظر اب میں اور اضافہ کرتی تھی۔ خلقت کی خوش پوشی

باز اردن کی چیل پہل۔ اور خوشی اور خوش عیشی کی آوازیں میرے دل کا بیجاں بڑا آتشیر
 کسی طرح اپنے جی کو سکون دینے کی خاطر اس آبادی سے ہٹ کر کسی تنہا اور علیحدہ مقام
 کی طرف جہاں خاموشی اور اندھیرا چھلنے لگا۔ کیونکہ اسی طرح زندگی کی دہسپیوں
 اور دلفریبیوں سے جدا ہو کر میں اپنے گھمرائے ہوئے دل کو آرام دے سکتا تھا۔ حالت
 موجودہ میں سب سے زیادہ مجھے اس سکون کا مل اور اس امن اعظم کی تلاش تھی۔
 جو کسی بے تاب روح کو علیحدگی اور تنہائی میں ہی نصیب ہو سکتا ہے۔

کسی مدعا کے خاص سے بغیر چلتا میں جلدی ہی ایک ایسے مقام پہ پہنچ گیا جہاں
 تاریکی اور سناٹا تھا اور اس جگہ اونچے درختوں کے سایہ میں دل کی بڑھی ہوئی آنکھیں
 کم کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ احوال اچھے اور صحت بخشنے لگا۔ لیکن گرمی نے اپنی بیانی
 رفع کرنے اور جی کو چین دینے کی بہت کوشش کی۔ تاہم کیلئے کی حال کی ملاقات نے
 اثر ابد کے طور پر میری روح میں ایک اس طرح کا احساس پشیمانی پیدا کر دیا تھا جس کو
 میں سعی عظیم سے باوجود رفع نہ کر سکا۔ ایسا معلوم ہوا تھا کہ اب میں انہیں کی پاک محبت کے
 قابل نہیں رہا۔ گو خدا شام ہے کہ میں نے بالارادہ اپنے آپ کو اس مست عشق امیر
 زاہد کی جوش آمیز پیش دستیوں کے حوالہ کرنا منظور نہ کیا تھا۔ میں اسی حالت میں بے تابانہ
 ٹہتا پھر رہا تھا۔ کہ دفعتاً ایک آدمی گھبراہٹ میرے سے نکل کر میری طرف آنا نظر آیا۔ میری
 موجودگی کی بے خبری میں وہ چند قدم آگے بڑھا۔ اس کے بعد مجھے دیکھ کر ٹھہر گیا۔ اور اب
 ایک دوڑا فادہ لبہا کی روشنی میں نے دیکھا کہ اس کی عمر تیس سال کے قریب تھی
 صورت نیکی اور چہرہ پر مکیہ و خوف کے آثار نمودار تھے۔ اسی لہجے کی روشنی میں یہ بھی میں
 نے دیکھا کہ اس کا چہرہ انتہا درجہ زرد تھا۔ جیسا کہ شرت سے روشنی یا سخت اندر دنی ہوش
 کی حالت میں ہو کر تلبے۔ اس کی نگاہ انداز تجسس سے میرے چہرہ پر جمی اور اس طرح جم
 کر۔ گئی تھی کہ وہ اس ذریعہ سے میری روح کی گہرائی تک پہنچنے اور دل کا حال معلوم کرنے

کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی قامت دراز، لباس فیشن ایبل اور چہرہ پر مرمومی اور مردانگی کے آثار پائے جاتے تھے، تو بھی جس طریقہ پر اُس نے اپنے کوٹ سے جن۔ ٹھنڈی تک بند کئے ہوئے اور ٹہلی پیشانی تک جھکا کر ادھیسی ہوئی تھی۔ اُس سے پوچھا جاتا تھا کہ اس دریاں مقام کی طرف آتے ہوئے جہاں اس کو خلوت دہائی کی امید تھی، اور جہاں بیچ پرچھے میری حاضری محض ایک امر اتفاقی تھی۔ وہ اپنے آپ کو دیکھنے والوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔

یہ ایک آگے بڑھ کر اُس نے ایک ہاتھ میرے شانہ پر رکھ دیا اور اسے اس زور سے سمجھا کہ میں کلیف محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے بعد اُس نے کہا: "نوجوان آدمی سارا حال معلوم ہو چکا۔ پس بہتر ہے کہ چپ چاپ یہ سائنس چل دو!"

میں حیران و ششدر رہ گیا۔ اپنا تو غیر مجھے کوئی ذرہ نہ تھا۔ تاہم یہ نصیب کیلئے کی نصیب کا خیال سربانِ روح ہوتے نکلا۔ کیونکہ اس کو دیکھتے ہی خیال آیا کہ یہ شخص یا تو اُس کے بھائیوں میں سے ایک ہے یا اُس کا قریبی رشتہ دار کیونکہ اسی صورت میں وہ اُس حالت کی طرف جس کا اس نے مبہم ذکر کیا اس قسم کا اشارہ کر سکتا تھا۔

"تم کو ضرور چھپ چھپے گا۔ اُس نے میرے شانہ کو بدستور پکڑے ہوئے پھر ایک بار کہا: "اب میں بدایا تم سے کہہ رہا ہوں کہ میرے ساتھ چلے ہوئے تم جتنا کم بروگے اتنا ہی اچھا ہوگا۔" تاہم معلوم ہونا چاہئے کہ آپ مجھے کس مطلب کے لئے ساتھ بجا ناچاہتے ہیں؟ میں نے اپنے ابتدائی اضطراب پر غلبہ آکر بچہ استقلال میں پوچھا:

"حیدر سلازیاں بے سود ہیں؟" اجنبی نے غصہ میں بھر کر کہا: "کیونکہ سارا حال ظاہر ہو چکا۔ اور کوئی بات پوشیدہ نہیں رہی۔ تاہم اگر اب بھی کسی توضیح کی حاجت باقی ہو تو میں اُس بد نصیب کا والد دے کر جس کے ناجائز عشق نے ہلکے خاندان کے لہجے پر بدنامی کی کا کہہ سکتا ہوں۔ تم سے ساتھ چلے کو کہتا ہوں۔ پس اب بولنے کی حاجت نہیں۔ یہ

بات اگر پہلے تم کو معلوم نہ تھی۔ تو اب یقیناً جانی گئی ہوگی۔ کہ میں اسی سوختہ قسمت کا بھائی ہوں۔ جس نے اپنی کل کو کھنکٹ کیا ہے۔۔۔ ایک ایسا بھائی جو اس کے نازیباً طریزال سے پہلے ہی نیم دیوانہ بنا ہوا ہے۔ پس میں بھرا یک بار کہتا ہوں کہ میدھی طح چل دو تو بہتر۔ ورنہ صورت انکار میں یہ پستول میرے پاس ہے۔ اور میں اسی وقت تم کو گولی مار کر مار دوں گا۔ کیونکہ میں آپے میں نہیں ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے میرے بدن کو زور سے ساتھ ہلا دیا۔ اور ایک لمحہ سے بعد مستحضر میرا شانہ بکڑھ گیا۔ دوسرے سے پستول نکال کر دکھانے لگا۔ جس کی نالی تاروں کی مدہم روشنی میں جو درختوں سے چھن کر آتی تھی۔ مجد ترکیلی اور خوشنک دکھائی دی۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ایک لحظہ کے عرصہ خفیف کیلئے میں واقعی اس پستول کو دیکھ کر ڈر گیا۔ لیکن جلد ہی اسی ادا سان بجال کر کے میں نے کہا: "نالی مار ڈ۔۔۔ غائب! یہی خطاب ہے۔ جس سے مجھے آپ کو مخاطب کرنا چاہئے۔۔۔ میں دیکھیوں سے نہیں ڈرتا۔ تو بھی میں اس لئے آپ سے ساتھ چلنے کو تیار ہوں کہ مجھے بعض تشریحات عرض کرنی ہیں اور میرے خیال میں فریقین کی بہتری اس میں ہے کہ سارا حال علی از جلد واضح ہو جائے۔"

"تشریحات" انرجوان امیر نے میرے ہی لفظ کو متغیجہ میں دہراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد جلدی سے: "مگر جیسا میں نے پیشتر کہا تھا۔ خاصاً یہ ہوگا کہ مکان تک جاتے ہوئے ہمارے درمیان کسی طرح کی گفتگو نہ ہو۔ یہ باتیں میں چل کر ہوں تو بہتر ہے۔" اس صورت میں آپ اپنا ہتھیار جیب میں ڈالیں اور حرکت نہ لیں کیونکہ میں آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ تاہم یاد رکھئے میں اپنی مرضی سے چلتا ہوں۔ رعوب میں اگر نہیں۔ یہ الفاظ میں نے اس طرح کے پھر دتاریں اس قدر بخوبی کے ساتھ کہے کہ خود مجھے اپنی جسارت پر حیرت ہوئی۔

اس کے بعد ہم چل دیئے۔ اس نے پستول جیب میں رکھ لیا۔ اور اپنی زنجیر آہنی

سے نفی ہوئی گرفت بھی شبانی و مگر ہم چند ہی قدم گئے تھے۔ مگر دفعتاً ایک اور آدمی اندھیرے سے باہر آتا دکھائی دیا۔ میرا خیال تھا وہ لیڈی کی جیلنٹ کا دو سرا بھائی ہو گا۔ مگر کسی نامعلوم وجہ سے وہ ہمیں دیکھ کر فوراً ہی اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ تاہم یہ یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ میرے ساتھی کو اس واقعہ سے کسی قدر حیرت ہوئی۔

یہ ایک اُس نے سختی سے لپچریں جس میں تعجب بھی شامل تھا۔ مجھ سے پوچھا: کیا تمہیں اس جگہ کسی دوست سے ملنے کی امید تھی؟

مجھے بے باکل نہیں! میں نے جواب دیا۔ اور میں اس سوال پر تعجب ہرے یزیدہ سکا کیونکہ حیدر ایان کیا عجیب ہے۔ مجھے اس آدمی پر جو نظر آکر غائب ہوا۔ اس کا دو سرا بھائی ہونے کا امکان تھا۔ اس کے علاوہ جیسا کہ ظاہر ہے۔ اس جگہ میری آمد بھی محض اتفاقی تھی۔ غیر کوئی بات نہیں! اس نے لاپرواہی سے کہا: وہ کوئی ایسا آدمی ہو گا جو کسی مصلحت سے سامنے آتا نہ چاہتا ہو۔

اس کے بعد پھر ایک بار ہم چپ چاپ چلے گئے۔ بہر حال رستہ میں میں نے اپنے دل میں اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا کہ مکان پر پہنچ کر مجھ کو جواب دہی کے سلسلہ میں کیا طریق عمل اختیار کرنا چاہئے۔ یہ بات کہ لا رو مینڈی دل کا مکان ہماری منزل مقصود تھا۔ ہر طرح کے شک و شبہ سے باہر تھی اور ارادہ جو میں نے اپنے دل میں کیا یہ تھا کہ اُس جگہ پہنچ کر میں لیڈی کی جیلنٹ کے باپ اور بھائیوں کے روبرو مصافحہ صاف کہہ دوں گا کہ میرا دل چوک چلے ہی دوسری جگہ رکھا ہوا ہے۔ اس نے آپ لوگ اطمینان رکھیں کہ میرا خاتون موصوف سے کوئی تعلق ہونا خالص از بحث ہے۔ اس جملہ میں یہ بھی میں نے اُن سے کہہ دینے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ گو میں لیڈی کی جیلنٹ کی نہ دل سے عزت کرتا ہوں۔ اور اُس کی میرے دل میں بڑی منزلت ہے۔ یہاں تک کہ اُس کی خاطر میں اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہوں۔ تاہم اس سے شادی کا آرزو مند نہ ہوں کبھی پیشتر تھا۔ اور نہ آئندہ ہوں گا۔ اس طرح کے خیالات کی الجھن میں چپسا ہوا اور

اپنے جی میں یہ سوچ کر حیران ہوتا کہ اس فوجیان نے کیونکر اس دور افتادہ مقام پر میرا بیچا کیا ہوگا
 میں اس بات سے بالکل لاپرواہ رہا۔ کہ ہم کس طرف کو جاتے ہیں۔ گو اتنا مجھے اس بے خبری میں بھی
 معلوم ہو گیا کہ آپ کی بارہم ان بارونق بازاروں سے ہو کر نہیں گذرے۔ جن کی راہ سے
 میں اس جگہ تک آیا تھا۔ ایک دو بار میں نے گرد و نواح کے منظر کا جائزہ لینے کی کوشش کی
 مگر اندھیرے میں اس سے زیادہ کوئی بات معلوم نہ کر سکا۔ کہ ہمارا راستہ شہر کے باہر ہو کر
 گذر رہا تھا۔ قریباً پانچ گھنٹہ اس طرح چلنے کے بعد میرا خیال تھا کہ ہم اس مقام پر پہنچ جائیں گے
 جہاں لارڈ سینڈ ہی ول کا مکان تھا۔ مگر اس کے باوجود میل سافٹی آگے ہی آگے چلنا کیا۔ اور
 مجھ کو بھی عجوبہ اس کے ساتھ ساتھ رہنا پڑا۔ ایک دو بار میں نے استفسار کے خیال سے اس
 کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ مگر اس پر سختی۔ غصہ اور قصد مصمم کے ایسے آثار موجود تھے۔ کہ میں
 برسنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اور اس کی اپنی چال تھی کہ نہ اس نے میری طرف مڑ کر دیکھا
 نہ کچھ کہا۔ بلکہ نگاہ بھی سامنے کی طرف نہ گمانے رکھی۔ جس سے میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر
 نہ رہ سکا۔ کہ ایک مغرور امیر زادہ کی حیثیت میں وہ میری ہستی ناچیز کو اتنا درجہ قابل نفرت
 اور خواریت تصور کرتا اور میرے ہمراہ چلنے کو بھی ایک تلخ مجبور ہی سمجھتا تھا۔

قریباً پانچ منٹ اور اس طرح چلنے کے بعد ہم لوگ ایک لمبے کے بھاگ کے
 باہر ٹھہر گئے۔ جو ایک ادبچی فصیل کے وسط میں بنا ہوا تھا۔ اس سے پہلے ایک کشادہ
 عمارت کی دہنہلی تصویر دکھائی دیتی تھی جس کی متعدد کھڑکیوں میں لمپ روشن تھے
 حیرت و اضطراب کا ایک نیا احساس مجھ پر غالب ہونے لگا۔ کیونکہ جہاں تک میں نے
 رات کے اندھیرے میں معلوم کیا یہ وہ مکان نہ تھا جسے پون گھنٹہ پیشتر میں نے کیلٹھ
 کے ساتھ درختوں کے سنی میں بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن پھر خیال آیا۔ کہ ممکن ہے۔ وہ رستہ
 جدھر سے لیڈی کیلنٹھ مجھے اندس گئی تھی۔ مکان کے کھلی طرف واقع ہو۔ اور یہ دروازہ
 سامنے سے داخل ہونے کے لئے بنا ہوا ہو۔ جس صورت میں عمارت کی ظاہری شکل مشابہ

کارا ز بھی آسانی سے حل ہو جاتا تھا میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرے ساتھی نے جیب سے
 سبکی نکال کر چھانک کھولا اور ہم اندر چلے گئے۔ مگر صید سے رستہ سے ہو کر گزرنے یا اس
 عول برٹیک پر چلنے کی بجائے جو گاڑیوں کی آمد و رفت کے لئے بنی ہوئی تھی۔ اور جس کے
 سرے پر ڈیوڑھی میں اس وقت بھی لمبے روشن تھے۔ وہ مجھے ساتھ لیکر اپنی طرف
 گھومڑا۔ اور ایک سایہ دار روش پر چلنے لگا جس کے دورویہ صندبرے پیر اٹھے ہوئے
 تھے۔ آگے جا کر پھر ایک بار ہم بائیں طرف مڑے اور غارت کی دیوار کے ساتھ ساتھ
 ہوئے۔ جس سے یہ خیال میرے دل میں پیدا ہونے لگا۔ کہ جس جگہ میں اور کیلنٹھ نے
 میٹھ کر گفتگو کی تھی۔ وہ غالباً اس روش کے سرے پر واقع ہوگی جس کا مطلب دوسرے
 نغفلوں میں یہ تھا کہ وہ دروازہ جس کی راہ سے کیلنٹھ نے مجھ کو داخل کیا مکان کے پھل
 طرف واقع تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ ہم اس روش کے آخر تک پہنچتے۔ میرا ساتھی پھر
 ایک بار مڑا اور اس کے قصورشی دیر بعد ہم مکان کے پہلو میں بنے ہوئے ایک شیشہ کے
 دروازہ کے پاس ٹھہر گئے جس کے اندر گلابی رنگ کے پردے لٹکے ہوئے تھے۔ گروان کی
 راہ سے بھی یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا۔ کہ ہم روشنی کرہ کے اندر موجود ہے۔

اس جگہ پہنچ کر میرے ساتھی نے آہستہ سے شیشہ کو کھٹکھٹایا۔ اس آواز کو
 سن کر پہلے کسی نے پردہ ہٹا یا۔ پھر دروازہ کھول دیا۔ اور میں ایک فضا فراخ اور سچے
 ہوئے کمرہ میں داخل ہوا۔ جس میں صرف ایک موسم تہی جلتی تھی۔ اور اس کی روشنی
 ایک اتنے فراخ کمرہ کے سب حصوں میں پورے طور پر پھیل ہوئی نہ تھی۔ جس آدمی نے
 دروازہ کھولا وہ پستہ قد اور بہت بڑا تھا۔ کمر میں لٹکا سا خم چہرہ ستا ہوا اور اس
 کی زنگت بالکل سپید تھی اور اس کی بھروسے رنگ کی آنکھیں شیشہ کی طرح چمکتی
 تھیں۔ میں نے دیکھا اس کے ہونٹ زور کے ساتھ بھیچے ہوئے اور چہرہ پر سختی اور
 دبے ہوئے غصہ کے دیسے ہی تاثر موجود تھے۔ جیسے اس نوجوان کے چہرہ پر جب مجھے

اپنے ساتھ یہاں تک لایا تھا۔ لیکن گروئن کی عمروں کا اختلاف غلیم تھا۔ تاہم میرے لئے یہ سمجھ لینا بہت مشکل ثابت نہ ہوا۔ کہ پہلا شخص جو مجھ کو اس جگہ تک لایا، اس میں رسیدہ آدمی کا بیٹا تھا۔ میرے کمرہ میں بیر رکھتے ہی آخراذ کرنے اپنی سر دیشیہ نما آنکھیں میری طرف پھیریں۔ اور سنجیدہ نظروں سے گہرے خپس کے ساتھ میری طرف دیکھنا شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے اس کے اردو سکرٹے ہونٹ بچھتے اور چہرہ کے آثار زیادہ سخت ہوئے معلوم ہوئے۔ جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہ رہ سکا کہ بیٹے کی طرح باپ کو بھی مجھ سے سخت نفرت اور حقارت ہے۔ لیکن اس کے باوجود نہ میری ہمت برباد ہوئی۔ نہ پائے استقلال میں فزائش پیدا ہوئی۔ کیونکہ میرا سینہ صاف تھا۔ بیچ غلی جاتا تھا کہ مجھ سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ فی الحقیقت اس وقت تک جتنا بھی اظہار عشق ہوا۔ لیڈی کیلنٹھ کی طرف سے۔ میں شروع سے ہی اس تعلق کے برخلاف اور رفع غلط فہمی کے لئے کوشاں تھا۔ ان حالات میں میں نے ایک شخص ناخوشگوار کو پورا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور میرے ایمان کی سچائی نے میرے اندر وہ طاقت و جرأت پیدا کر دی جو خود میرے نے باعث حیرت تھی۔ یہ بات میں ابھی طرح جان چکا تھا۔ کہ یہ مرد کہن سال کیلنٹھ کا باپ لارڈ سینڈس ڈیل ہے۔ اس کے چہرہ کی خشونت بھی خاتون موصوف کے ان الفاظ کی پوری تصدیق کرتی تھی جو اس نے دوران ملاقات میں اپنے باپ کی سخت گیری کے بارہ میں کہے تھے۔

میں جب کمرہ میں داخل ہو چکا تو اس نوجوان نے جو مجھ کو یہاں تک اپنے ساتھ لایا تھا۔ جلدی سے منشیہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور کھڑکیوں کے آگے پردے چھوڑ دیے۔ پھر اس کے باپ نے باہستگی کمرہ کو عبور کیا اور ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر اپنی منشیہ دیکھنے لگا۔ میں نے چہرہ کو گھورنا شروع کر دیا۔ لیکن گروئن اس وقت تک گھٹکوں کی قسم سے ایک نظر بھی اس کے منہ سے نہ نکلا تھا۔ تاہم اس کی صورت بہر عجب اور نگاہ اس

آدمی سے ملتی تھی جسے اپنے اس دشمن کو جس کا حال اس نے بار بار غائبانہ سنا ہوا۔ اور جس سے فی الواقعہ اس کو سخت نفرت ہو۔ پہلی بار دیکھنے کا اتفاق ہو۔ بڑی آہستگی سے اس کی نظر میرے سر سے لیکر بدن کے ہر حصہ کا جائزہ لیتی پیوں تک گئی۔ پھر حال وہ اتنی تیز نگاہ تھی کہ اس ایک منٹ کے عرصہ میں جب تک وہ مجھ پر جمی رہی میں سخت بیتاب ہو گیا۔ اس سرد نگاہ کو دیکھ کر جس کی بجان سطح کے نیچے لہجہ ارنہم بھینکا اثرات پر مشیدہ تھے۔ میرے بدن میں بے اختیار لرزہ پیدا ہوا۔ حیران ہوں۔ میں اس نگاہ کی مشابہت کس چیز سے دوں؟ شاید کسی لاش میں جادو کے زو سے قوت باصرہ پیدا ہو سکے اور وہ آنکھیں پھر ایک بار اسی طرح اظہار نفرت کر سکیں جس طرح زنگدیں کرتی تھیں۔ تو بڑھے امیر کی نگاہ کے اثرات کا کچھ اندازہ ممکن ہو۔

میں جب بہت دیر تک ان آنکھوں کی تاب مقابلہ نہ لاسکا تو میری نگاہ بے اختیار ایک طرف کو ہٹ گئی اور اس وقت پہلی بار میں نے دیکھا کہ اس کمرہ کی دیوار پر ایک بڑی بھیناک تصویر جو شمع کی دہندلی روشنی میں مدہم رنگ پھریں واقع نظر آتی تھی ٹکی ہوئی ہے۔ صرف ایک بار میں نے اس تصویر کی طرف دیکھا۔ مگر اتنے ہی میں مجھ کو اپنا خون سرد ہوتا معلوم ہونے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ ایک بہت بڑا درخت ہے۔ اور اس درخت کی شاخوں میں ایک اڈا اپنی دم کو بیچ دے کر بدن کا باقی حصہ نیچے ٹھکے ہوئے ایک سوار کے بدن سے پٹا ہوا نظر آتا ہے۔ تصویر میں گھوڑے کو ہشت کی وجہ سے کچھلی ٹانگوں کے بل سیدھا اٹھتا دکھایا گیا تھا اور نظارہ جو غائب ہندوستان کے کسی جنگل کا تھا۔ اس قدر وسیع پیمانہ پر تیار کیا گیا تھا کہ وہ آدمی انظر میں مجھ کو تصویر سے بہت زیادہ اصلی واقعہ معلوم ہوا۔ جو میری نظروں کے سامنے پیش آ رہا تھا۔ لیکن ذرا ہی اپنی ہمشیت سے نادام ہو کر بس صبحلا اور اپنی نگاہ پھر ایک بڑھے امیر کی طرف پھیری جس نے اس موقع پر مجھے ہاتھ سے آگے

آنے کا اشارہ کیا۔

"رہے؟" اس نے سمجھ آوازیں جس سے اندر شروع میں ہلکی تھراہٹ موجود تھی لیکن جو اس کے بعد جلد ہی ہی مستقل اور مضبوط ہو گئی۔ کہنا شروع کیا: "تو نے اپنے محل سے اس خاندان کے نام پر وصول ڈال دیا ہے جو آج تک بے عزتی کے نام سے واقف تھا۔ پس اب یہ تیرا فرض ہے کہ اس خرابی کی جو تلافی ممکن ہے تو کرے تیرے محنت کی حصہ دار نے جس کو میں آئندہ کسی حال میں اپنی بیٹی نہیں کہہ سکتا سارا حال بیان کر دیا ہے۔ اس نے کوئی بات چھپا کر نہیں رکھی۔ تین دن گزرے اس نے سب کیفیت اپنی ماں سے کہہ دی تھی۔ بیکلاس شخص کا نام بھی ظاہر کر دیا تھا جو اس کی تذبذب کا موجب ہوا۔ اس کے علاوہ یہ بھی اس نے کہا تھا کہ تم ان دونوں اسی شہر میں موجود ہو۔ اور آج رات تمہیں اس سے ملنا ہے۔"

"امی لارڈ" میں نے اس بیان سے متعجب ہو کر کہنا شروع کیا۔ جس میں نہ صرف تاریخ کی غلطیاں وجود تھیں کہ کیلنڈر سے میری پہلی ملاقات اسی دن دوپہر کے وقت ہوئی تھی بلکہ جس سے یہ بھی پایا جاتا تھا کہ ہالامیر ان واقعات کو اس سے بہت زیادہ پراہمیت تصور کرتا ہے۔ جتنے کردہ درحقیقت تھے: "امی لارڈ!"
 "ٹھیکر د اور میں جو کہنا چاہتا ہوں سنو۔" بڑھے امیر نے اپنے ہاتھ کا اتنا زور وار اشارہ کر کے اور چہرہ پر اس قدر سختی کے آثار پیدا کرتے ہوئے کہا کہ میں غور فرماؤں اور مرعوب ہو گیا۔ "تمہارے پوتے اور جواب دینے کا وقت بد میں آئے گا۔ لیکن اگر وہ حالات جو میں نے اس کی زبان سے سنے ہیں۔ جسے میں کسی زمانہ میں اپنی بیٹی کہا کرتا تھا صحیح ہوں تو نا ممکن ہے کہ تم اسے جواب میں مزاحمت یا انکار کی کوشش کرو۔ دنیا اب تک اس کی ذات سے آگاہ نہیں ہے۔ اور تمہارے ادا اس بد نصیب کے علاوہ صرف تین شخص اس راز سے واقف ہیں۔ ایک اس کی ماں۔ ایک میں خود ایک اس کا

غم نصیب بجائی جو تہارے سامنے کھڑا ہے۔ اور جس کو اس صدمہ نے پہلے ہی نیم دیر آ
بار کھا ہے۔۔۔“

”لیکن مائی لارڈ“ میں نے پھر ایک بار لہجہ بڑو میں قطع کلام کرتے ہوئے کہا
کیونکہ بیان کردہ حالات اس کیفیت سے جو میڈی کیلنٹھ کی زبانی مجھ کو معلوم ہوئی
تھی بالکل مختلف تھے۔ اس نے اپنی بہنوں کے طعن و تضحیک کا ذکر کیا تھا۔ حالانکہ
بڑے امیر کی گفتگو میں بہنوں کا اشارہ تک نہ تھا۔

’چپ! خاموش! سن رسیدہ نواب نے پھر وہی بے صبری کا اشارہ کر کے
کہا: اس طرح مقررہ میڈی دیر کے بعد بے فائدہ میرا قطع کلام کرنے کی بجائے
تم کو لازم تھا کہ میرے رویہ دو وزانو ہو کر معافی کے خواستگار بننے۔۔۔ لیکن
بہنیں ایسا کرنا پسند دے۔“ اس نے جلدی سے عجب پُر غور پس کیا کیونکہ میں بھی تم
کو معاف نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اب بھی میں جو کچھ کرنے لگا ہوں۔ وہ تہارے یا اس
سوختہ بخت کے حق میں جس نے تہاری ہلک محبت کے بس میں ہو کر اپنے آپ کو تباہ
و برباد کیا ہے۔ معافی کا درجہ نہیں رکھتا۔ یہ سب میں صرف اس لئے کرتا ہوں کہ وہ
اس آخری انتہائی دولت سے محفوظ رہے۔ جس کا۔۔۔ انسوس! جس کا خیال بھی
میرے لئے آتش سوزاں کا اثر رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کسی طرح دنیا کی موت
لحوت اور حقارت سے محفوظ رہے۔ اسی خیال سے میں فوراً اپنے رویہ و قدم دوڑنے
لگا۔ ملو ادینا چاہتا ہوں۔۔۔“

’مائی لارڈ“ میں نے دفعتاً اس تجویز کی خوفناک اہمیت کو سمجھ کر پُر وحشت
انداز سے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی انیل کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے پھر گئی
’چپ! میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ چپ!‘ نوجوان امیر زادہ نے اب گفتگو کا
فرض اپنے اوپر لیتے ہوئے غصہ میں پھر کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرے شانوں کو

بھرا اسی انداز تشنج سے پکڑا جس طرح اس وقت جب ہماری سب سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ پکڑا تھا : خدا گواہ ہے۔ اگر تم نے ذرا بھی جیل و محبت کی یا کلمہ انکار ایک مرتبہ بھی تمہاری زبان سے نکلا۔ تو میں اسی لمحہ کے اندر جو گھر دریا ہے، ضرور تمہیں گر لی مار کر مار ڈالوں گا۔ خواہ اس کی سزا میں کل ہی مجھے پھانسی کے تختہ پر چڑھ جانا پڑے۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے پھر وہی پستول نکال لیا۔

میں آخر انسان ہوں۔ اور ایسا آدمی کون ہے جو حالات کے اثر سے رنج و راحت کا شکار نہ رہے۔ پس مجھے اس بات کے تسلیم کرنے میں غدر نہیں کہ اس خوفناک پستول کو دوسری بار سنانے آتا دیکھ کر میں حقیقتاً ڈر گیا۔ رات کے واقعات نے جس طرح ناگہاں موجودہ بھیانک صورت اختیار کی تھی۔ اس سے میں تو کیا۔ مجھے بہت زیادہ حوصلہ مند شخص بھی سرکسید و نیاب ہو سکتا تھا۔ میرا لیڈی کیلنٹھ سے رخصت ہو کر ایک تنہا مقام پر جانا۔ ایک مرد نامعلوم کا مجھے اس جگہ آنے پر مجبور کرنا اس پراسرار مکان میں میرا داخلہ کشادہ اور فراخ کمرہ کی دہندگی روشنی اور اس میں رکھا ہوا بھاری سامان۔ اس مرد کو بہن سال کی موجودگی جس کے بال سپید چہرہ بال کی طرح زرد اور جس کی مردنی دار آنکھوں کی نہ میں دلی ہوئی آگ پر شمشیدہ تھی وہ عزم مصمم جو باپ بیٹے دونوں کی گفتگو میں پایا جاتا تھا۔ وہ پُر زور گرفت جو مجھے اپنے شان پر محسوس ہوئی تھی۔ پستول کا بار بار میری نظروں کے سامنے لایا جانا۔ دوا پر لگی ہوئی خوفناک تصویر جس کی طرف میری نگاہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اٹھتی تھی۔ اور جس میں بدنصیب سوار کے بدن پر پٹا ہوا خوفناک ارڈو ایک عجیب طرح کی قابل نفرت اور بھیانک حقیقت رکھتا تھا۔ یہ ساری باتیں اور یہ لگانہ طور پر ان میں سے ہر ایک میرے دل میں فکر و ہم اور بدن میں خوف کی تھر تھری پیدا کرنے کے لئے کافی تھی۔

دفعۃً بڑھے امیر کی آواز بھر ایک بار میرے خیالات کے سلسلہ کو قطع کرتی سنائی

دی۔ وہ اب کہہ رہا تھا۔ سب انتظام مکمل ہو چکا تھا۔ اسی کا لاسنس تیار ہے۔ اور پادری چند منٹ تک اس جگہ آجائے گا۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی جیب سے سونے کی گھڑی نکال کر دیکھی۔ پانچ ہزار پونڈ کی رقم پہلے ہی کلکتہ بھیج دی جا چکی ہے۔ تاکہ جب تم دونو... تم اور وہ بد نصیب جسے عنقریب تمہاری بی بی بنائے۔ اس جگہ پہنچو۔ تو تمہارے لئے گزارہ کی صورت موجود ہو۔ اس کے علاوہ راہداری کے طور پر مزید اخراجات بھی تم کو دے دیئے جائیں گے۔ اور میرا بیٹا جو تمہارے پہلو میں کھڑا ہے۔ تم دونوں کو اس بندرگاہ تک چھوڑنے کا سہارا دے گا۔ جہاں سے جہاز روانہ ہوتا ہے۔ اس دور افتادہ ملک میں جہاں شادی کے بعد تم دونو جاؤ گے۔ تم کو اختیار ہے اپنی مرضی کے مطابق کوئی کاروبار شروع کر لینا جس کے بعد اگر قسمت یاد ہوئی۔ تو تم کو یہاں سے کہہ دینا چاہتا ہوں اپنی خواہ کچھ ہو تمہاری طرف سے کبھی کوئی خط میرا میرے گھر کے کسی آدمی کے نام بالکل نہ آنا چاہئے کیونکہ میں اُسے جس کا میں نام لینا نہیں چاہتا اپنے خاندان سے علیحدہ اور ہمیشہ کے لئے عاق کر چکا ہوں!

”مائی لارڈ! میں نے اپنے دبے ہوئے جوش کے اظہار کا موقع پا کر اُس وقفہ سکوت کو قطع کرتے ہوئے۔ جو میری دہشت کی وجہ سے استالبا ہو گیا تھا کہا: یہ جو کچھ آپ کہتے ہیں۔ ناممکن ہے اور میں کبھی کسی حالت میں...“

”بدعاش!“ بیڈھے رئیس نے غصے سے بھر کر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: ”کیا تو اس واحد مافی سے انکار کر سکتا ہے۔ جو اپنے گناہ کا اثر باطل کرنے کو تیرے اختیار میں ہے؟“

”یہ کہہ کر دارالاجبی! فوجوان امیر زادہ نے بھی پرے پرے سے میرے شانہ کو ہاتھ جوئے کہا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی لڑکھڑا کر فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ اور یقیناً فرش زمین پر گر جاتا۔ اگر اُسے رد کرنے کے لئے ایک بھاری میز رستہ میں حائل نہ ہوتی۔ کیونکہ میں نے

یہ ایک نصدیں بھر کر ایک ایسا پُر زور سنگا اس کی چھاتی پر سیدہ گیا۔ کہ وہ پستول بھی جو اس کے ہاتھ میں تھا گر پڑا۔ میں نے جھٹ مٹے ہنگے پر لکھ کر اٹھا لیا، اور دو دو قدم اور آگے جا کر ہجہ استقلال میں کہا: تیار رکھئے میں اس بدسلوکی کا مقفل نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ نے یہی طریقہ جاری رکھا تو پھر میں بھی اپنی جان کی حفاظت کے لئے اس پستول کے استعمال سے دریغ نہ کروں گا، کیونکہ حالت موجودہ میں یہ بات صاف ظاہر ہے کہ آپ لوگ میری زندگی کو محض بے حقیقت خیال کر رہے ہیں۔

پستول کو میرے ہاتھ آتے اور میری طرف سے اس قدر ہمت و استقلال

ظاہر ہوتے دیکھ کر مجھے اس امر نے فوراً اپنا ہجہ تقریر بدل لیا، اور اب بہت نرم و انجائی آواز سے کہنے لگا: نہ بس ذاتی جھگڑے کی حاجت نہیں۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کا فیصلہ محبت و تکرار سے زیادہ بحث و استدلال ہی سے ہو سکتا ہے۔

انی لارڈو میں نے یہ حالت دیکھ کر جلدی سے پستول کو میز پر رکھنے سے منع کیا۔ طریقہ فریضہ۔ میرا دل آپ کے سپید ہون کی عزت کرتا ہے۔ اور میرا لاکھ بھی آپ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تاہم آپ کے بیٹے پر میں یہ بات اچھی طرح واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس کا مقابلہ کسی دو دھپیٹے پیچھے سے نہیں ہے۔ اور نہ میں اتنا دون ہمت ہوں کہ اس کی دھمکیوں کے رعب میں آکر کسی فعل ناجائز پر آمادہ ہو سکوں۔ چہ جائیکہ شادی جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں۔

آہ بدکیشی رڈ کے! نوجوان امیر نے جس کا چہرہ غصہ سے بگڑا ہوا اور غوغا نکالتا تھا۔ اب دفعتاً چرم جوش آواز سے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ پستول جسے میں نے ازراہ حادثہ جوش فیاختی میں میز پر رکھ دیا لٹکا اٹھا لیا۔ آج تو اس قابل ہو گیا کہ ہم کو تسلیم نہ کرے۔ والد آپ ایک طرف ہٹ جایئے۔ یہ ناہنجار اس طرح نہ مانے گا۔ وہ ہر خندہ نظر کاٹھن مگر دل کا پورا کھوٹا ہے۔ آپ اسے میرے حوالہ کیجئے۔ میں اس کا بہتر انتظام کر سکتا ہوں۔

”صاحب دیکھئے آپ حالات کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں“ میں نے پستول کی طرف
دیکھ کر ہجر استغناء میں کہنے کی کوشش کی۔

”حالات! ... اس طرح کے حالات میں جو کچھ کیا جائے۔ بالکل جائز ہے۔ نوجوان
نے غصہ میں بھڑک کر کہا۔ پس اب ذہنی باتیں ممکن ہیں۔۔۔“

”چپ! آہستہ! ایسا نہ ہو۔ سنی اس گفتگو کو سن لے! بڑھے امیر نے جواب بیتاب
نظر آنے لگا تھا مضطربانہ کہا۔

”مائی! ہارو۔ یہ شور مچا پیدا کیا ہوا نہیں ہے ذہن نے جلدی سے کہا۔ فی الحقیقت
اگر آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں۔۔۔“

”لیکن وہ کیا بات ہے جو تم کہنا چاہتے ہو؟“ نوجوان امیر زادہ نے اب پہلے سے جلی
ہوئی آواز میں کہا۔ ”ام تم کہہ بھی سکتے ہو۔۔۔ انہیں یہ قصد اس طرح طے نہ ہو گا ضرور
اس میں زیادہ سخت طریقوں سے کام لینا پڑے گا۔ اور میں خدا کو حاضر جان کر کہتا
ہوں کہ مجھے حصول دعا کے لئے کسی طریقہ کے استعمال سے دریغ نہ ہو گا۔۔۔ نہ میں والد
آپ میری مائی سے چپ رہیں۔ کیونکہ ایک بد نصیب بھائی اس مرد بد کردار سے انتقام لینا
چاہتا ہے۔ جس نے اس کی بہن کے ذریعہ سے اس کے خاندان کی عزت کو خاک میں ملایا۔ ایسا
سوتے ہوئے میں کسی ذاتی غرض کو نہیں۔ بلکہ اپنی۔ اپنے والدین اور خاندان کے نام نیک کی صفائی
کے خیال کو مدنظر رکھنا چاہتا ہوں۔ اور اب سنو۔ اس نے بدستور پستول ہاتھ میں لئے ہوئے
میری طرف بڑھ کر کہا۔ ”جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ اسے ابھی فرج کاں کھول کر سنو۔ اور مجھے
رد کرنے کی کوشش نہ کرو۔ چند منٹ کے عرصہ میں پادری یہاں آجائے گا۔ اور اگر اس کے
بعد بھی تم اپنے گناہ کی اس تلافی سے انکار کر دو گے۔ جو تمہارے اختیار میں ہے۔ تو یہ دیکھو۔ تم
ختم کھا لے رہے ہو۔ ابھی تم اس گھر کی چار دیواری سے زندہ بچ کر نہ جاؤ گے۔ زہار یہ نہ
سمجھنا۔ کہ میں جرم قتل سے ڈرتا ہوں۔ نہیں میں تم کو اسی طرح بے دریغ ہلاک کر سکتا ہوں

جس طرح کسی شخص کے گھر کو۔ اس کے علاوہ یہ جرم نہیں۔ ایک ایسا فعل جائز ہے۔ کوئی مذہب کوئی ضابطہ اخلاق۔ کوئی اخلاقی قانون جس کا مزاج نہیں ہو سکتا۔ پس اسے خود یاد رکھو۔ اس نے بدستور پستول تانے ہونے دو قدم اور آگے بڑھ کر کہا: جو وار تم نے بے خبری میں مجھ پر کیا تھا۔ اس نے اگر ممکن سمجھا جاسکے تو میرے غصہ اور جوش کو دچاند کر دیا ہے اس لئے اگر اب بھی تم نے انکار کیا۔ اب بھی تم نے تال سے کام لیا۔ تو پھر کوئی طاقت تم کو میرے جوش انتقام سے محفوظ نہ رکھ سکے گی۔ یہ کہہ کر قصداً اس مطلب کے لئے چٹا گیا تھا مکان کے باقی حصوں سے دائرہ ہے۔ اس نے گولی چلنے کی آواز کسی کو سنائی نہ دے گی میں تمہارے دماغ کو نشانہ بنا کر فوراً ہی تمہاری ناک کا لاش کو باغ کی دیوار سے باہر پھینک دوں گا۔ اس کے بعد میں ایک بار ہوا میں پستول چلاؤں گا۔ تاکہ اس کی آواز سن کر عجز و ذراغ کے لوگ جمع ہو جائیں۔ ان سے میں یہ کہہ دوں گا۔ یہ شور کی آوازیں باغ کی سمت ہیں مجھ کو سنائی ہی نہیں۔ اس لئے میں نے گولی چلائی تھی۔ اس سے بعد تمہاری لاش دیکھ کر کون اس بات پر شک کرے گا۔ کہ ایک ناسلوم آدمی تھا۔ جو رات کے وقت شاید کسی جرم کی نیت سے مکان میں گھسنے کی کوشش کرتا ہوا مارا گیا ہے

میں دہشت زدہ ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور اس کے منہ کو جیت سے تھکنے لگا کس سکون و سرور دہری کے ساتھ وہ میری ہلاکت کی خوفناک اور شیطانی تجویز پیش کر رہا تھا میرے دماغ میں بے اختیار جھجکا گیا۔ اور جب میں نے لڑکھوٹے ہوئے اپنے گرد و نواح میں دیکھا تو میری نگاہ پھر ایک بار اسی خوفناک تصویر کی طرف گئی۔ اور اپنے خیالات کی الجھن میں جیسے کوئی بیچ ایسا معلوم ہوا۔ اگر زیادہ اثر و نفوذ راجس کی تصویر میری نظروں کے سامنے نہ تھی انجیل کے مجھ پر حملہ کرتا ہی رہتا ہے۔

”جلدی کرو۔۔۔ لوں یا نہیں!“ اس نے پھر ایک بار پستول کی نالی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں اب بہت ذرا انتظار نہیں کر سکتا۔۔۔“

یوحین ذرا ٹھیرو۔" بذبحہ امیر نے اس موقع پر جلدی سے قطع کلام کر کے کہا ایک مجبورہ اور میں نے سوچا ہے۔ یعنی تم اپنی بہن کو اس جگہ لے آؤ۔ اُس کے بعد ناممکن ہے کہ اس کی موجودگی میں یہ شخص اُس فعل انصاف سے انکار کرے جو اخلاطاً اسے کرنا چاہیے اور جو اُس کے اختیار میں ہے۔

اچھا میں اسے یہ آخری موقع دینے کے لئے بھی تیار ہوں۔ بیٹے نے جس کا نام اب پہلی مرتبہ مجھ کو معلوم ہوا تھا۔ جواب دیا۔ لیکن آپ ہی تکلیف کر کے جانیے اور اُسے اپنے ساتھ لے گئے۔ میں اسکی مخالفت کے لئے اس جگہ ٹھیرتا ہوں کیونکہ دُور ہے شہر میرے بعد وہ بھاگنے کی کوشش کرے۔

اس کے بعد بذبحہ امیر رخصت ہو گیا۔ اور وہ قریباً تین منٹ کے بعد سے باہر رہا۔ اس دوران میں ہم دونوں یعنی میں اور یوحین باہر نکل خاموش تھے۔ کوئی لفظ کسی کے منہ سے نہیں نکلا۔ اور وہ جگہ سے غور ڈی دوڑ کھڑا ہو کر بہت دیر کی نظروں سے دیکھتا رہا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ میری حرکت کی جمدانی کرتا اور اس بات کا خیال رکھتا چاہتا ہے کہ میری طرف سے فرار یا مقابلہ کی ذرا بھی کوشش ہو۔ تو اس کا ہکا بھکا ہوا ہستول فوڑا سیبھا ہو جائے۔ میں اندازاً معمولات سے دیوار کے ساتھ ٹک گیا۔ اور پھر ایک بار میری نگاہ اسی جھپٹانگ تصویر کی طرف گئی جس کی لبالی کا کچھ اندازہ اس بیان سے ہو سکتا ہے کہ وہ فرش سے دھنٹاؤ پیچی اور چھت سے اسی قدر نیچی تھی۔ اس کے ساتھ ہی لاتعداد خیالات میرے دماغ میں دھشت پیدا کرنے لگے جو چاہتا تھا۔ اس قصہ پر اسرار کا انجام کیا ہوگا؟ کیا میری شادی جبرائیل سے سینٹھ سے کر دی جائیگی؟ اور وہ امیر جو میرے دل میں کسی نہ کسی وقت اینبل سے شادی کرنے کی تھی اس طرح آن راجد میں تلف ہو جائیگی؟ لیکن پھر خیال آتا کہ خود کیلئے اس طرح کی شادی بہت آمادہ ہوگی جس میں سپرول کی مالی دکھار دھانسی حاصل کی گئی

ہو، انہیں جس قدر حالات مجھے اس کی فضاں وغیرہ طبیعت کے معلوم تھے۔ ان کی بنا پر
قطناً ایسی امید نہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ یہ سوچ کر کہ وہ ہرگز ہرگز اس طرح کی جبری
شادی پر رضامند نہ ہوگی۔ میرے دل کی بے تابی بڑی حد تک گھٹ گئی۔ اور زائل
ہوتا ہوا استقلال پھر ایک بار اصلی حالت پر آگیا۔

تین منٹ کے بعد دروازہ کھلا اور سن رسیدہ امیر ایک نوجوان خاتون کو ساتھ
لے کر کے دو دروازہ حصہ سے آنا نظر آیا۔ شمع کی دہندگی روشنی میں جو اس مقام تک
مبشکل پہنچ سکتی تھی۔ میں نے فقط اس قدر دیکھا کہ خاتون کی نگاہ فرش زمین پر پھیلی ہوئی
تھی۔ اس کے سوا نہ میں اس کی صورت کو ابھی طرح دیکھ سکا اور نہ کوئی اور کیفیت
اسی معلوم کر سکا۔ وہ اپنے بڑے باپ کے بازو کا سہارا لے کر بڑی آہستگی سے چلتی تھی رفتہ
رفتہ قریب آکر وہ اس مقام پر پہنچی۔ جہاں تک شمع کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس
وقت پہلی مرتبہ یہ ہیئت ناگ ادرہ اس کے کرنے والا خیال میرے دل میں پیدا ہوا
کہ وہ جس کو میں اپنے دربارہ دیکھ رہا ہوں وہ دراصل کلینتھ نہیں ہے! حیرت کی چغ میرے
منہ سے نکل گئی۔ جس کو سن کر وہ نوجوان خاتون بھی چونکی اور نظر اٹھا کر میری طرف
دیکھنے لگی۔ اب پہلی مرتبہ مجھے اس کی صورت دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں شک
نہیں۔ اس کے چہرہ پر حسن و شہاب کے دل فریب آثار موجود تھے۔ تاہم ان سے
ملی ہوئی نگوں غم کی آواز اسی بھی پائی جاتی تھی۔ اور اس کا چہرہ انتہا درجے زرد تھا۔ اس
کے علاوہ یہ بھی میں نے دیکھا کہ لارڈ مینڈی دل کی دختر کے سیاہ تاباں لوں اور دست کالی آنکھوں
کی بجائے آنکھوں کی رنگت سنہری اور آنکھوں کی بندوبستی تھی۔ اور اب ان خوشنما آنکھوں میں حیرت
اور ہشت کے آثار پائے جاتے تھے۔ ایک چمن اس کے اپنے منہ سے بھی نکلتی سنائی دی
اور وہ یقیناً گر جاتی۔ اگر اس کا باپ اس کو سہارا دینے کے لئے پاس موجود نہ ہوتا۔
”گر ٹوڈ کیا ہوا؟ اس چمن کا کیا مطلب ہے؟“ اس کے باپ نے حیرت زدہ پوچھا۔

اور وہ صبح جو تہارے منہ سے نکلی تھی۔ وہ کیا معنی رکھتی ہے؟ یوحین نے میری طرف مڑ کر انداز حیرت سے دریافت کیا۔

”یہ وہ نہیں کوئی اور ہے؟“ نوجوان خاتون نے باپ کی طرف مڑتے ہوئے ذہنی تکلیف کی دردناک آواز سے کہا: ”ہائے افسوس یہ ذلت!... یہ رسوائی!“

ایک لمحہ کے عرصہ خفیہ کے لئے باپ بیٹا دونوں پر حیرت بیٹے ہوئے چُپ رہے۔ نہ اُن کے منہ سے کوئی لفظ نکلا۔ نہ اُن کے اعضاء نے کوئی حرکت کی۔ اس کے بعد یوحین نے کہا: ”والد آپ اسے اپنے ساتھ دوسرے کمرہ میں بھیجائیے؟“ اور جب اس کے بعد بڑھا اس پر اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر رخصت ہو گیا۔ تو اُس نے میری طرف مڑ کر جلدی سے پوچھا: ”تم کون ہو اور کیوں اس جگہ تھے؟“ میں نے دیکھا۔ اب اُس کے اچھے میں بڑی ہوتی تھی اور بے تابی پائی جاتی تھی۔

”میرا نام جوزف ولٹ ہے؟“ میں نے جواب دیا۔ اور میں اتفاقاً اُس جگہ دم لینے کو ٹھہرا ہوا تھا۔

”اتفاقاً؟“ اس نے مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: ”لیکن یہ

کس طرح ممکن ہے؟ تم میری ہر ایک بات کو اچھی طرح سمجھتے رہے ہو۔۔۔“

”انی لارڈ اگر آپ سوچیں تو یاد آجائیگا؟“ میں نے فوراً جواب دیا۔ کہ آپ نے مجھ

سے فی کرخص متنا کہا تھا کہ چپ چاپ میرے ساتھ ساتھ چل دو۔۔۔“

”لیکن نہیں۔ میں نے تم سے اُس بد نصیب کا حوالہ دیکر ساتھ چلنے کے لئے کہا تھا

جس کے ناجائز عشق نے ہمارے خاندان کے مانتے پر بدنامی کی کہ لکھ سکتی ہے؟“

”آہ! بیشک مجھ کو یاد ہے“ میں نے جلدی سے تسلیم کیا: ”لیکن بات یہ ہے کہ

... میرے اور آپ کے حالات میں۔۔۔ ایک عجیب طرح کی مشابہت پائی جاتی

تھی۔ لیکن نہیں میں اس کے متعلق کوئی اور حال بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ راز میرا

اپنا نہیں۔ اس نے میں اُسے ظاہر کرنے کے ناقابل ہوں۔ اس کے علاوہ میں اب تک نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں ادا آپ کے والد کا نام کیا ہے۔ نہ اس وقت سے پہلے بھی میں نے آپ کی بہن کو دیکھا تھا۔۔۔

یوحین کی سرسبکی میرے ہر ایک بیان سے بڑھتی جا رہی تھی۔ تاہم اُس کی نظر میں اب بھی مشکوک تھیں۔ اور وہ سخت بے باکی کی حالت میں کمرے اندر ٹہلنا پھر رہا تھا۔ اتنے میں دہی دود کا دروازہ پھر کھلا۔ اور اُس کا باپ دوبارہ داخل ہوا اُس کے ساتھ ہی کسی نے باہر سے شیشہ کے دروازہ پر ہلکی دھتک دی۔ جس کو سننے ہی یوحین اُس طرف کوچ چلا گیا۔ قریباً ایک سنٹ کے بعد وہ کمرے میں واپس آیا۔ ترمیرے نے یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا۔ کہ جس شخص نے دروازہ پر دھتک دی۔ وہ پادری ہو گا غالباً یوحین نے یہ بکھراؤ سے واپس بھیدیا تھا۔ کہ فی الحال اس کی خدمات درکار نہیں ہیں۔

”میں اب تک نہیں سمجھا کہ معاملہ کیا ہے؟“ اُس نے اس موقع پر کہا۔ ”یہ راز میرے فہم سے باہر ہے۔ کون یہ نوجوان ہے۔ اور کیونکہ اس غلط فہمی کا آغاز ہوا ہے؟“ وہ اپنا نام دمٹ بیان کرتا ہے۔ ”یوحین نے جواب دیا۔ ”اور یہ بھی کہتا ہے کہ محض سوئے اتفاق سے وہ اس جگہ چلا گیا تھا۔ جہاں مجھ کو کسی اور سے ملنے کی امید تھی۔۔۔“

”آہ میں سمجھ گیا؟“ دفعتاً میں نے ایک فوری خیال کے زیر اثر کہا۔ ”کیا آپ کو یاد ہے کہ جب ہم اس طرف کو آ رہے تھے تو ایک شخص درختوں کے سایہ سے پہلے باہر نکلا۔ اور اس کے بعد ہمیں دیکھ کر فوراً پیچھے ہٹ گیا تھا؟“

”بیشک مجھے یاد ہے۔“ یوحین نے جواب دیا۔ ”اور وہ یقیناً دہی ہو گا۔“ پھر اپنے باپ کی طرف مڑ کر اُس نے کہا۔ ”افسوس کتنی بھاری اور افسوسناک غلطی ہوئی؟“

لیکن اگر آپ لوگ مجھے بولنے اور کچھ کہنے کی مہلت دیتے، تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی، میں نے جلدی سے کہا۔ اس صورت میں نہ آپ کو اور ... نہ آپ کو شرمسار کرنا پڑتا۔ میں نے باری باری دونوں طرف مڑتے ہوئے کہا: ”مگر اندھا جوش آپ کے سردوں پر سوار تھا۔ اور آپ ہر بات میں بجا حکمت سے کام لیتے تھے چنانچہ ایک ایک لمحہ کے بعد آپ ہلاکت کی دھمکیاں دے رہے تھے۔“

”اے زوجہ ان آدمی“ بڑھے امیر نے افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا: ”اگر تم کو سارا حال معلوم ہوتا۔ تو کچھ کو پوری امید ہے کہ تم یقیناً ہمارے طرز عمل کو قابل معافی خیال کرتے۔“ سارا حال معلوم ہوتا! ”یوحین نے باپ کے نفلوں کو تلخ لہجہ میں دہراتے ہوئے کہا: ”کیا باپ کی کم کم حالت اس کو معلوم ہیں بھئی! وہ ہماری دولت سے پہلے ہی واقف نہیں ہو چکا؟ افسوس! افسوس! اب کیا کیا جائے؟“

لیکن یہ بتاؤ تم کون ہو۔ اور کس جگہ رہتے ہو؟ ”باپ نے دبے ہوئے غصہ اور جوش کی حالت میں مجھ سے پوچھا۔ کس گھر نے سے تمہارا تعلق ہے۔ اور تم کیا کام کرتے ہو۔“ سارا حال بیان کر دو۔“

”انی لاؤ اگر حالات اس سے مختلف ہوتے۔ میں نے چھتے ہوئے لہجہ میں جواب دیا: تو اس شہر خاک سلوک کے بعد جو آپ لوگوں نے مجھ سے کیا ہے میں یقیناً آپ کے صوابوں کا جواب سے انکار کر دیتا۔ تاہم میں آپ کے غصہ اور جوش کو قابل معافی خیال کرتا ہوں۔ اور یقیناً کبھی مجھے اس بات کا سخت رنج و افسوس ہے۔ کہ ایک اس طرح کا راز جس کا آپ سے خاندان کی عزت سے اتنا گہرا تعلق ہے۔ اتفاقاً مجھ کو معلوم ہوا۔“ ”جو تم کہتے ہو صحیح ہے۔“ بڑھے امیر نے پر خیال انداز سے جواب دیا: ”اور کچھ پوچھ کر اسی لئے میرے اس قدر سوالات تم سے پوچھے تھے۔ بیشک ہمارے خاندان کی عزت اب تمہارے ہاتھ میں ہے۔“

۱۰ اور میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ وہ عزت میرے ہاتھوں میں ہر دقت محفوظ رہے گی۔
میں نے اقرار کیا: اپنے بارہ میں میں اسی قدر بیان کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ ایک بکس اور
بے مدد کا بیٹم را کا ہوں۔ اور اپنی محنت سے روزی کما رکھتا ہوں۔ وہ تجھی میری مجلسی
حیثیت تودہ اس سے بہت ادنیٰ ہے۔ جتنا آپ خیال فرما سکتے ہیں؟

۱۱ مگر تم بہت نیک رشتے ہو۔ بڑھے امیر نے شفقت سے میری بیٹی پر ہاتھ پھیرتے
ہوئے کہا: ”اور تمہیں اپنی تکلیف کا کچھ نہ کچھ ماحض ضرور دینا چاہئے۔“

۱۲ معاف کیجئے میں اس کا خواہشمند نہیں ہوں: میں نے جلدی سے جواب دیا۔ اور
مجھے اس خیال سے رنج بھی ہوا۔ اس وقت تک جو بد سگونی باپ بیٹے نے مجھ سے کی تھی
اس کے متعلق معافی کا ایک لفظ تک ان میں سے کسی کے منہ سے نہ نکلا تھا۔

۱۳ ”تمام غمرو۔“ باپ نے جلدی سے اپنا بٹوہ جیب سے نکال کر چند نوٹ ہاتھ میں بیٹے
ہوئے کہا۔ میں امید کرتا ہوں۔ یہ رقم وقت ضرورت تیار کرنے کا راستہ ہوگی۔۔۔

۱۴ کیا! آپ مجھے چپ رکھنے کو روپیہ کا لالچ دینا چاہتے ہیں؟ میں نے حیرت آمیز نظروں
سے دیکھتے ہوئے کہا: نہیں، مگر میں یہ آپ کی دی ہوئی نقدی وصول نہیں کر سکتا۔ بلکہ
اگر میں آپ کے ہاتھ سے یہ چپ رہنے کی رشوت لینا منظور کروں۔ تو خود آپ کو میری
نیک نیتی اور ایمان کی درستی پر شبہ ہونے لگے گا۔ اور چونکہ میں نہیں چاہتا کہ آپ کی بیٹی ہر
دقت اس خیال سے سہمی رہے کہ اس کا راز نہ معلوم کب افشا ہو جائے گا۔ اس لئے میں
اپنی دینا منداری کا بہترین ثبوت اس طرح پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے ہاتھ سے
کسی طرح کی رشوت یا انعام لینا منظور نہ کروں؟

۱۵ ”تمام۔۔۔ جوزف دلمٹ تم اس بات کا حلف دے دو کہ جو واقعات آج رات
پیش آئے ہیں تم ان کا کسی سے ذکر نہ کرو گے۔“ بڑھے امیر نے مسخیدہ نظروں سے میری طرف
دیکھتے ہوئے کہا۔

”نانی لارڈ“ میں نے اب سکنت و قمار کے بعد میں جواب دیا۔ میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ بے فائدہ کسی کے معاملات میں دخل دیتا پھروں۔ نہ میں خوش گبیوں کا عادی ہوں۔ نہ اس شہر میں میرا کسی سے میل ہے۔ میں آپ کے نام سے واقف نہیں۔ اور نہ ہی مجھ کو معلوم ہے کہ یہ مکان کس جگہ اور کس شہر کے کس حصہ میں واقع ہے۔ پھر اس کے علاوہ مجھے ایک دو روز تک یہاں سے رخصت ہو جانا ہے۔ اور شاید پھر کبھی واپس نہ آنا ہو۔ تاہم اگر یہ باتیں آپ سے نے ذریعہ لطیفان نہ ہوں تو پھر میں اس بات کا کچھ دل سے وعدہ کرنے کے لئے بھی تیار ہوں۔ کہ انکشاف راز کا تو ذکر کیا۔ میں کبھی یہ معلوم کرنے کی بھی کوشش نہ کر دنگا کہ کون اس مکان میں رہتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنے مختصر قیام میں یعنی جینک میں اس شہر میں پھیرا ہوا ہوں۔ اگر کبھی گھر سے باہر نکلنے کا اتفاق ہو گا۔ تو میں اس سمت میں بھی نہ آؤں گا جس میں آپ کا مکان واقع ہے۔ اور اگر کبھی رستہ میں آپ سے یا ... ان سے میں نے بیٹے کی طرف اشارہ کر کے کہا: ”مٹنے کا اتفاق ہو گا۔ تو میں اس طرح پاس سے نکل جاؤں گا۔ مگر یا آپ سے باہر نکلنا ناواقفیت ہے۔ اس قدر بیان کرنا کہ بعد میرے خیال میں آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ میں ایسا آدمی نہیں ہوں جسے کبھی اپنے وعدہ سے منحرف یا کسی کینہ حرکت کا مرتکب ہونا منظور کروں۔“

”جینک۔ جینک۔“ بڑھے امیر نے جواب بھی مضطرب انداز میں نظر آتا تھا۔ گویا اس کے مزاج میں پہلے کی نسبت بہت تبدیلی ہو چکی تھی۔ جلد ہی سے کہا: ”تاہم مجھ کو کچھ امداد کم کو ضرورت پڑ رہی کرنی چاہئے۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے پھر ایک بار وہ نوٹ مجھ کو دکھائے۔ جواب تک اس کی کانپتی ہونی آنکلیوں میں پکڑے ہوئے تھے۔“

”نانی لارڈ میں ان کے بغیر ہی آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں مجھے ان کی حالت نہیں ہے۔ اور یہ کہ میں شیشہ کے دروازہ کی طرف بڑھا۔“

یہ جین مجھے پھوڑنے کو ساتھ ساتھ ہوا۔ لیکن اب کی بار ہم نہ یادہ سیدھے

رستہ سے بھاگنے کی طرف گئے۔ اُس جگہ نوجوان امیر زادہ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور رخصت کرتے ہوئے کہنے لگا: میں امید کرتا ہوں تم اپنے دل میں میری طرف سے کوئی کمزورت نہ رکھو گے۔

”اے لاڈلے! میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے سرد مہری سے جواب دیا۔ ”یہ ناممکن ہے کہ اُن خوشحال و کمکیوں کے بعد جو آپ نے مجھے دی تھیں اور جو خطا ہرگز تھی تھیں کہ آپ میرا ترین جرم کے مرتکب ہو سکتے ہیں میں کبھی آپ کی نسبت کوئی اچھی رائے قائم کر سکتوں۔ تاہم...“

میں اتنا بکھر رخصت ہوا اور ایک طرف کوچیلنے لگا۔ جڑی دودھ آگے جا کر یاد آیا کہ مجھے بالکل معلوم نہیں کہ میں کس طرف جاتا ہوں۔ اور یہاں سے میرے مکان کا رستہ کدھر ہے۔ یہ عمارت شہر کے کسی ایسے حصہ میں یا اُس کے باہر کسی ایسے مقام پر واقع تھی جس کا حال مجھے بالکل معلوم نہ تھا۔ تاہم میں نے جس قدر جلد ممکن ہو سکا۔ پادری میں پہنچنے کی کوشش کی اور اس کے بعد رفتہ رفتہ لوگوں سے رستہ پوچھتا شہر کے اس حصہ کی طرف ہو گیا۔ جدھر میرا مکان واقع تھا۔ حتیٰ کہ رات کے گیارہ بجے تھے۔ جب میں اسی جگہ جا پہنچا۔ یہ بیان کرنے کی میرے خیال میں کوئی حاجت نہیں ہے۔ کہ بستر پر لیٹے ہوئے مجھ کو یہ سمجھ کر بہت خوشی ہوئی۔ کہ حالات نے آخر کار بہتری کی صورت اختیار کر لی۔ ورنہ شروع میں جو کارآمد صورت پیش آنے لگی تھی۔ اس سے میری بہترین امیدوں اور آرزوؤں کے خاتمہ کے بدترین اندیشے میرے دل میں جاگزیں ہو چکے تھے۔

بڑھے امیر اور اُس کے بیٹے کے ساتھ جن کے نام مجھے بالکل معلوم نہ تھے جو وعدہ میں کیا تھا۔ اس کو میں نے حرت برف پر رکھا۔ یعنی نہ میں نے اُن کے متعلق کسی سے دریافت حال کی کوشش کی۔ نہ کبھی میرے کرتا اُس طرف گیا۔ جدھر اُن کا مکان واقع تھا۔ چنانچہ اس وقت کی اس نے پھر نے والی رات کے بعد دوسرے دن میں جب باؤا میں نکلا۔ تو مجھے اُن میں سے کسی سے ملنے

کا اتفاق بھی نہیں ہوا۔ اور نہ فرشتہ قسمی سے لیڈی کیلئے ہی کہیں نظر آئی۔ لیکن اگر وہ مجھے دُور سے بھی دکھائی دے جاتی۔ تو میں یقیناً وہ رستہ چھوڑ کر کسی اور طرف کو چلا جاتا۔ کیونکہ میں اپنے دل میں اس بات کا پختہ عہد کر چکا تھا کہ آئندہ خیال میں بھی ٹائپل سے بے وفائی نہ کروں گا۔ حالانکہ کیلئے کیے روبرو جا کر میں عموماً کہے بس ہو جاتا تھا۔

اسی روز صبح پہر کو مسز ڈافین کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی۔ کہ اُسے دوسرے دن صبح کو چلنے نہم سے رخصت ہو جانا ہے۔ اور مجھے اُس کے ساتھ چلنے کو تیار رہنا چاہئے۔ اس کی ہدایات کے مطابق دوسرے دن صبح کمر میں وقت مقررہ پر گاڑیوں کے اڈہ پر پہنچ گیا۔ معلوم ہوتا ہے میری بی بی ماگن بہت آسودہ حال نہ تھی۔ کیونکہ نہ اُس کے پاس سفر کرنے کو ذاتی گاڑی موجود تھی۔ نہ اُس نے کوئی خاص گاڑی کرائے کی۔ بلکہ ایک معمولی سفری گاڑی ہی وہ آپ۔ اُس کی آیا۔ اور دونوں لڑکیاں اندر دنی حصہ میں بیٹھ گئیں۔ اور میں اور اس کی خادمہ چست پر سوار ہو گئے۔ مگر جس وقت گاڑی شہر کے بازاروں سے گزر رہی تھی تو دفعتاً میں نے دیکھا۔ ایک خوش پوش عورت ایک طرف کھڑی اپنا رد مال زور زور سے میری طرف ہلا رہی تھی۔ معلوم ہوا چارلٹ مرے ہے۔ وہ اس وقت غیر معمولی خوبصورت اور چمکی ہوئی نظر آتی تھی اور اُس کے چہرہ کے آثار ظاہر کرتے تھے۔ کہ اس کو مجھے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ لیکن گاڑی چونکہ صحنی تیز رفتار سے چل رہی تھی۔ اس لئے وہ جلد ہی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اور میں ایک دوسرے سے ایک لفظ تک کہنے کا موقع نہ ملا۔

باب ۶۔ ۳

اُستانی

رہائے کا چھوٹا سا قصبہ پر رستہ کے سامنے جزیرہ وائٹ کے شمالی ساحل پر بڑی دلفری سے

واقع ہے۔ اور اس کے اور خشکی کے قطعہ عظیم کے درمیان سپٹ ہیڈ کاروہ بار بہتا ہے۔ اس خوشنما جزیرہ کی پرفضا کیفیت یا اس کے سبز و کہسار کی خیال انگیز خوبصورتی کے بیان کا نہ یہ موقع ہے اور نہ مجھے اس کی فرصت۔ مختصر یہ کہ اس فردہ میں ملاحظہ کو دیکھ کر جہاں مجھ کو بار اقل جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ دل کو بڑی فرحت ہوئی۔ اور میں اس کی جندرگاہ میں جس کا نظارہ مضافات رائیڈ کی اس کوٹھی سے جس میں مسنرا بنس کی سکونت تھی۔ چماڑوں کی کثرت آمدورفت دیکھ کر خوشی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ جو ایسے مناظر سے لازماً پیدا ہوتی ہے۔ خود مسنرا بنس کی تنگ مال حالت کے بارہ میں جو اندازہ میں نے شروع میں قائم کیا تھا حالات بالیدتی بنا پر صحیح ثابت ہوا۔ کیونکہ رائیڈ میں بیچ کر میں نے دیکھا کہ نہ صرف وہ مکان جس میں ہیں۔ رہتا تھا۔ بہت چھوٹا بلکہ اس سے نو کروں کا علم بھی حد درجہ مختصر یعنی ایک فائدہ ایک آیا ایک باورچن اور ایک میری اپنی ذات پر مشتمل تھا۔ اور اپنی کو حصہ رسدی گھر کے سب کام کرنے پڑتے تھے۔ اس کے علاوہ میرا یہ خیال بھی صحیح نکلا کہ مسنرا بنس گھر کے وہ ہندوں یا نوکروں کے اشغال سے بڑی حد تک بے تعلق تھی۔ کیونکہ اس سرزمین مشرق کی سکونت نے جہاں اس کی عمر کا بڑا حصہ گزرا تھا۔ اس کی طبیعت میں کاہلی اور سستی پیدا کر دی تھی۔ اس کا کسل واقعہ میں فرضی یا مصنوعی نہ تھا۔ اور وہ کسی مرض خاص میں مبتلا نہ ہونے کے باوجود قریباً ہر وقت بیمار رہتی تھی۔ نصبہ کی حدود سے اس کے مکان کا فاصلہ اندازاً آدھا میل تھا۔ ایک وسیع فطرت ارانی اس کی پشت پر نقطہ ترکاریوں کی کاشت کو مخصوص تھا۔ اور ایک چھوٹا سا باغیچہ سامنے اندرون جزیرہ میں نیز پورٹ کو جانے والی سڑک اسی باغ کے پاس سے ہو کر جاتی تھی۔ ہفتہ میں تین بار ایک مالی آکر ٹھہر قطعات کی سیرانی اور نمائی کے فرائض ادا کر جاتا تھا۔ لیکن چونکہ یہ شخص نہ اس مکان میں رہتا۔ اور نہ اس میں کھانا کھاتا تھا۔ اس لیے میں اس کو گھر کے باقاعدہ نوکروں میں شامل نہیں کر سکتا

بعد ازاں معلوم ہوا کہ مسز رابنسن اس جگہ آتے ہوئے راید سے بعض اونچے گھرانوں کے نام چند عرضی خطوط ساتھ لائی تھی۔ یہی باعث تھا کہ ہمارے آہ کے فہرہ اعصرہ بعد کئی اصحاب اور خاتونیں اس کی ملاقات کو اتنی شروع ہوئیں۔ مگر اس طرح کا میل جول اس کو طبعاً ناپسند تھا۔ وہ بہت کم کسی سے ملتی۔ شاید حالتوں میں کسی کے ہاں شریک دعوت ہوتی اور بہت ہی کم اپنے ہاں کسی پارٹی کا اہتمام کرتی تھی۔ راید آنے کے بعد اس کا ارادہ اپنی لڑکیوں کو کسی حد سے دور ڈالنے کا تھا۔ مگر اپنی وہی طبیعت کی وجہ سے یہ خیال اس کے دل میں جاگزین ہو گیا۔ کہ وہ بیمار اور کمزور رہیں۔ اور مدد میں ان کی نگہداشت کا دیا انتظام نہ ہو سکے گا۔ جیسا واجب اور انسب تھا۔ پس اس نے ان کی تعلیم کا گھر پر انتظام کرنا ہی بہتر سمجھا۔ اور اس مطلب کے لئے اس کو ایک، استانی کی تلاش ہوئی۔ مگر اس طرح کی عورت جزیرہ کی تنگ حدود میں چونکہ مشکل سے دستیاب ہو سکتی تھی۔ اس نے یہاں آنے کے قریباً ایک مہینہ بعد اس نے ضرورت کا ایک چھوٹا سا اشتہار لندن کے ایک دو اخباروں میں درج کرایا۔ جس میں قابل تعلیم لڑکیوں کی عمر۔ اُستانی کے اوصاف اور قریبی تنخواہ جردی جاسکتی تھی۔ لکھنے کے بعد یہ ہدایت شامل کی کہ درخواستیں بندیدہ ڈاک اس پتہ پر بھیجی جائیں۔

مسز رابنسن
ادول دلا
رایڈ (جزیرہ دایٹ)

چند دنوں کے عرصہ میں جبکہ جگہ سے چھیاں آنی شروع ہوئیں۔ جن کے پتے زمانہ شروع میں لکھے ہوئے تھے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنی ضرورت کے اشتہار کی

جوابی چھیاں تھیں۔ جو درج اعمار ہوئے تھے۔ لیکن یہ سب خطوط چرکہ بندگی بندھا
 میں مسز رابنس کو پہنچا دیئے جاتے تھے۔ اس لئے میں شاید کبھی اس بات سے واقف نہ
 ہوتا۔ کہ ان میں سے کس کس میں کیا لکھا ہے۔ مگر اتفاقاً مجھے وہ گفتگو سننے کا موقع مل جاتا
 چو ایک رات مسز رابنس اور وہ خاتونوں میں ہوئی۔ جو ہمارے ہاں کھانا کھانے آئی
 تھیں۔ میں اس موقع پر کھانے کی اشیاء مانے بچانے اور پرہیز کا فرض ادا کرتا تھا۔ اس
 لئے خواہش نہ رکھتے ہوئے بھی ان کی گفتگو سننے پر مجبور ہو گیا۔ مگر میں یہ بھی بیان کر دینا
 چاہتا ہوں۔ اگر اس کا سلسلہ داستان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر مسز رابنس کے ہاں
 زیادہ تر تیز مصلحت کی چیزیں پکا کرتی تھیں۔ یعنی سنہری کا شوربہ تو چرپاڑا گوشت۔ تو
 صاف کھار اور کرمی جو ہندوستانیوں کا من بھانا کھا جا ہے۔ کسی نہ کسی صورت میں شربت
 وہ بہت ہی کم پتی تھی۔ البتہ برتنوں میں بنیادیل پینے کی عادت جو اس نے ہندوستان میں
 رہ کر حاصل کی تھی۔ ایک نام چلی جاتی تھی۔ حالانکہ سرزمین ہند کی حرم آباد بھلا
 کا انگلستان کے بارہ کرہ ہوائی سے کوئی تقابلہ نہیں ہے۔

وہ دو عورتیں جو کھانے میں شریک ہوئیں۔ مسز اور مس ہارڈن نو ماں اور بیٹی
 تھیں۔ وہ نو طبعت نیک مگر کام ازل کی بے رحمی نے ان دونوں کو ذہنی اور دماغی اوصاف
 سے پریشی حد تک محروم رکھا تھا۔ اکثر کمزور دل و دماغ کے آدمیوں کی طرح وہ بھی ہر ایک
 بات پر جو ان کے رد برد کی جہتے۔ ہلکے دینا کافی سمجھا کرتی تھیں۔ یعنی ذاتی طور پر ان کی
 اپنی کچھ بھی رائے نہ تھی۔ یا اگر تھی تو وہ اُسے دوسرے شخص کے روبرو ازراہ تردید پیش
 کرنا خلاف تہذیب تصور کرتی تھیں۔ لیکن سوئے اتفاق سے فیصلہ کی یہ کمزوری ہی
 مسز رابنس کے اُمس ارادہ کی تائید اور تصدیق کا ذریعہ ثابت ہوئی جو اُس نے اُستانی
 کے انتخاب کے بارہ میں پہلے سے کر رکھا تھا۔

کئی چھیاں اس نے ان میں سے دوران گفتگو میں کہا۔ "یہ سب اس اشتہار کے جواب

میں موصول ہوئی ہیں۔ اور جہاں تک میری بیاری اور کمزوری اجازت دیتی تھی۔ میں نے اُن کو جستہ جستہ دیکھا ہے۔ مگر حالت یہ ہے کہ کسی میں ضرورت سے بہت زیادہ امید دلائی گئی ہے۔۔۔

”سچ ہے۔ اس طرح کی حالتوں میں عموماً یہی ہوتا ہے۔“ مسز براؤن نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

”اور کسی میں ضرورت سے بہت کم؟“
 ”یہ بھی ان لوگوں کا دستور ہے۔“ مس براؤن نے اپنی طرف سے اظہار رائے کرتے ہوئے بیان کیا۔

”پھر اس کے علاوہ بعض میں“ مسز ابنسن نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ ”اس سے بہت زیادہ تنخواہ مانگی جتنی میں دے سکتی ہوں۔ جو اس کے ساتھ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ ہم اپنی کارکردگی کی بنا پر اس سے زیادہ کی مستحق ہیں۔۔۔“

”میں سمجھی“ مسز براؤن نے کہا۔ ”تاہم آپ اس دھوکہ میں آنے والی نہیں ہیں۔“
 ”اور اس کے علاوہ بیٹی نے اپنی باری پر برتے ہوئے کہا۔ ”جب ایک بار اس بات کا فیصلہ ہو گیا کہ یہ تنخواہ دی جائی ہے۔۔۔“

”درست ہے۔“ مسز ابنسن نے تسلیم کیا۔ ”جب ایک بار فیصلہ ہو گیا۔ تو کوئی کسی کے کہنے سے تبدیل نہیں کر سکتا۔ تاہم بعض نے اپنی چھٹیوں میں یہ لکھا ہے کہ ہم ان بچوں کی پوری نگہداشت اپنے ہی ذمہ لے لیں گی۔ مگر اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔“
 ”اور آپ کا فیصلہ سچ ہے۔ میں اس سے پوری طرح متفق ہوں۔“ مسز براؤن نے جواب دیا۔

”لیکن سندھات کے وعدہ کرنے کے بعد جو میں اس طرح پابند ہوتا نہیں چاہتی۔“
 مسز ابنسن نے بیان کیا۔ ”اور اس کے علاوہ سندھات کے بارے میں یہ یاد رکھنا چاہیے۔“

کتاہے کہ وہ کس حد تک جھوٹی ہیں اور کہاں تک سچی؟
 ”آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے۔ مسز براؤن نے کہا: ایسی سندرات عموماً جعلی ہوا کرتی ہیں۔
 ”پس میں نے فیصلہ کیا ہے۔ مسز رابنسن نے پھر کہا: کہ درخواست کرنے والی کی خوبیوں
 کا اندازہ اس کی سندرات کی بجائے عرضی کے نفس مضمون سے کرنا چاہئے۔“

”بہت مناسب“ مسز براؤن نے تسلیم کیا: بھلا ایک ایسی دوراندیش خاتون جیسی
 آپ ہیں جھوٹی اور عرضی سندرات کو کیونکر دقت دے سکتی ہے؟ آپ بڑی آسانی سے
 ان کے بغیر ہی درخواست بھیجنے والے کی خوبیوں کا صحیح اندازہ کر سکتی ہیں؟

”میں خوش ہوں کہ آپ میری ہم خیال ہیں۔“ مسز رابنسن نے جواب دیا: ”کیونکہ جس
 درخواست نے میرے دل پر سب سے اچھا اثر ڈالا ہے۔ وہ جس کو پڑھ کر میں اس نتیجے پر
 پہنچی ہوں کہ دونوں لڑکیوں کی تعلیم اس کے سپرد کرنی چاہئے۔ وہ ایک ایسی ہی جوان عورت کی
 بھیجی ہوئی ہے جس کے پاس پیش کرنے کو کسی طرح کی سندرات موجود نہیں؟“

”اپنے بارہویں یقین کے ساتھ کہتی ہوں۔“ مسز براؤن نے پھر کہا: کہ اگر کوئی ایسی
 ضرورت مجھ کو درپیش ہوتی۔ تو وہی طریقہ اختیار کرتی۔ جو آپ نے ارزاہ دوراندیشی پسند
 فرمایا ہے:

”بس تو میں اس کے نام خط لکھ دوں گی۔“ مسز رابنسن نے کہا: ”وہ درخواست
 مثلاً اپا مرنامی ایک عورت کی بھیجی ہوئی ہے جس نے لکھا ہے۔ کہ اس کی عمر میں سال
 سے کم ہے۔ اس کے والدین چند برس پیشتر فوت ہو گئے تھے۔ اور تب سے وہ ایک بدھی
 خار کے پاس رہتی تھی۔ لیکن چونکہ حال میں اس خاندان کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔ اس نے
 اس کو اپنے گزارہ کے لئے ملازمت تلاش کرنی پڑی ہے۔ وہ میری بیان کردہ شرطوں پر
 لڑکیوں کی تعلیم کا فرض اپنے ذمہ لینے کو تیار ہے۔ اور وہ لکھتی ہے کہ میں ان کو ہر طرح خوش
 رکھوں گی۔ یہی اس نے لکھا ہے۔ کہ میں ہر ایک بات میں آپ کی مرضی اور خوشنودی

کو تعلیم سمجھوں گی اور لڑکیوں کی تعلیم کے معاملہ میں ہمیشہ آپ سے مشورہ لیتی رہوں گی
 ذاتی طور پر میں ان جھگڑاؤں میں حصہ لینے سے گھبراتی ہوں۔ کیونکہ بیماری اور کمزوری
 کی وجہ سے میں اس طرح کی درد سہی میں ملنا نہیں چاہتی تو مجھ میں خوش ہوں کہ اس
 خداپسندہ خواہش میں اپنی شخصیت کو نظر انداز نہیں کیا۔ بلکہ ہر بات میں حفظ
 مراتب کا پورا خیال رکھا ہے۔ درخواست کے آخر میں تحریر ہے کہ میرے پاس کو پیش
 کرنے کے لئے کسی طرح کی سندات موجود نہیں۔ تاہم اگر آپ ازراہ فیاضی میری خدا
 قبول کریں تو پوری امید ہے کہ میں اپنے فرض کو محنت اور تندہی سے پورا کرتی ہوں گی۔
 بہت خوب! مسز براؤنلے اس تقریر کے خاتمہ پر کہا کہ ہر چند آپ نے اس
 عورت کی درخواست کا محض خلاصہ پیش کیا ہے۔ تاہم میں اس کو سن کر اس کے حق
 میں رائے رکھنے لگی ہوں۔ میرے خیال میں آپ کی نظر انتخاب کا اس کی طرف جانا بالکل
 واجب اور قدرتی تھا۔

پھر اس کے علاوہ اس براؤنلے نے کہا۔ ایک بیکس ٹیم ملکی کی مدد کرنا یوں بھی
 ہر حمل انسان کا فرض ہے۔ مجھ کو امید ہے کہ وہ بیچاری اپنی ضرورتوں کو پیش نظر
 رکھ کر تعلیم کے فرض کو محنت اور جانفشانی سے پورا کرتی رہے گی۔

میں آپ دونوں کے مشورہ کی قدر کرتی ہوں۔ مسز وائٹن نے جو اس لمبی چوڑی
 بحث سے ظاہر تھک گئی تھی کہا۔ یوں تو میں پہلے ہی سیٹلڈ پامر کے حق میں تھی۔ مگر اب
 آپ کے اتفاق رائے کرنے کے بعد تو میری مصلحت بالکل ہی بچنے ہو گئی ہے۔ پس میں
 کل ہی ایک خط اسے لکھ دوں گی کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو آ جائے۔

اس کے بعد یہ گفتگو ختم ہو گئی۔ اور پھر اور اور معاملات پر باتیں ہونے لگیں
 تاہم میں یہ سوچے بغیر رہ سکا کہ اس انتخاب کے بارہ میں مسز وائٹن کا طرز عمل یا تو
 اس کی انتہائی سادہ لوحی کی دلیل تھا۔ یا اس سے پایا جاتا تھا۔ کہ وہ نہایت معمولی

احتیاطوں کو بھی ملحوظ رکھنا نہیں چاہی۔ اپنی رائے میں وہ محض اس نئے اس عورت کو
 استانی منتخب کرنا پسند کرتی تھی، مگر اپنی کامی کے باعث وہ اُن لوگوں کے نام چھپایا
 کھ کر جن کی مسندات پیش ہوں۔ دریا فتنہ عالی کی زحمت حموار اگر نازہ چاہتی تھی
 لیکن صحیح وجہ کچھ بھی ہو اس کے دوسرے دن اُس نے ایک بڑے لفظہ ڈاک میں ڈالنے
 کو میرے جواب کیا۔ جس پر اس پامر کا نام اور کیڈن ٹون لندن کے کسی محلہ کا پتہ لکھا
 اس کے تین دن بعد دوسرے وقت میں کسی کام کو ٹھہر جائے کے لئے باغ کے
 پھانک سے نکل رہا تھا۔ کہ معلوم ہوا۔ ایک غلوک الحال راکا کسی قدر فاضل پر میرے
 پیچھے پیچھے چلا آ رہا ہے۔ ایک دو بار میں نے اُس کی موجودگی کو نظر انداز کرنے کی کوشش
 کی۔ تاہم میں یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ وہ کسی مدعا کے لئے میرے ساتھ ہی
 ساتھ چلا آتا ہے۔ ایک دفعہ میں چلتے چلتے غیر اودھ بھی ٹھہر گیا۔ اور جب میں دوبارہ
 چلنے لگا۔ تو وہ بھی آگے کوچل دیا۔ آخر کار میں اس نتیجے پر پہنچنے کے لئے مجبور ہو گیا کہ
 وہ کسی نامعلوم درجہ سے میرے ہی ساتھ لگا آتا ہے۔ تنگ آ کر میں ٹھہر گیا۔ اور اس
 کے سامنے کھڑا ہو کر پوچھا: کیا تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟
 اُس نے پیچھے کی طرف دیکھا۔ ہم اب مکان سے کافی دور نکل آئے تھے۔ اس کے
 بعد پراسرار لہجہ میں کہنے لگا: کیا آپ ہی کا نام جوزف دلت ہے؟
 ہاں میں نے جواب دیا۔ اور یہ سوچ کر حیران ہوا۔ کہ یہ لڑکا کون ہے۔ اور مجھ
 سے کیا کہنا چاہتا ہے۔

”تو لیجئے یہ میں آپ کے لئے لایا ہوں“ یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک رقمہ میرے
 ہاتھ میں دیدیا۔ اور اُس کے ہدیہ معمولی تیز رفتاری سے دوڑنا شہر کی طرف چلا گیا۔ شکل
 سے اپنی حیرت پر غالب آ کر میں نے اُس رقمہ کو دیکھا۔ اس پر سر ڈھٹ کا نام لکھا تھا
 اور ہم خط کی قصیدی تہذیب کے باوجود ایک عجیب طرح کی نزاکت اور روانی اس میں

بلکہ جانتی تھی میں نے حرف پہچاننے کی بہت کوشش کی۔ مگر بے سود۔ میرے دل میں کسی نتیجہ پر پہنچنے سے قاصر رہا۔ لیکن اس کے بعد یہ سوچ کر دفعتاً میرے دل کو خوشی کا احساس ہونے لگا۔ کہ ممکن ہے یہ خط انیل کا بھیجا ہوا ہو۔ اس خیال سے آتے ہی کچھ ایسی خوشی میرے دل کو ہوئی کہ میں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ انیل کو رسم الخط بگاڑنے کی کیا حاجت تھی؟ خیر میں اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ اس کا مضمون عجیب تھا جس نے میری حیرت کو وہ چند زیادہ کر دیا۔ یعنی لکھا تھا۔

۴ اکتوبر ۱۸۳۳ء

استانی جس کا انتظار تھا۔ آج رات آپ کے مکان پر آجائے گی۔ ہر چند حالات خالص نے اس کو ایک فرضی نام اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تاہم آپ اس سے ناواقف نہیں ہیں۔ خیر اب دعائے تحریر یہ ہے کہ اسے دیکھ کر ادبچان کرنا آپ کسی طرح کی حیرت ظاہر کریں نہ کسی سے کچھ کہیں۔ اس معاملہ میں آپ کی طبعی فیاضی سے کمزور دوست کی جاتی ہے۔ کہ فی الحال پورے قحط طرے ہیں۔ پھر کبھی سو قحط و غل آنے پر پوری تشریح آپ سے کر دی جائیگی۔ سرورست اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ راقمہ سطور کی عزت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اگر آپ نے اپنے قول و فعل یا نگاہ سے اس راز کو ظاہر کیا۔ تو پھر یقیناً اس کو اُسی وقت مسرور ہونے کی ملازمت سے علیحدہ کر دیا جائیگا۔ آخر میں پھر ایک بار درخواست کی جاتی ہے۔ کہ اپنے جذبات پر قابو رکھئے اور اس سے مل کر کسی طرح کی حیرت قطعاً ظاہر نہ کیجئے۔

حیران و ششدر ہیں اس خط کو اٹ پٹ کر دیکھنے لگا۔ راقمہ کا نام اس پر کہیں درج نہ تھا۔ اور نہ دہلے تحریر میں کسی طرح واضح ہو سکا۔ رائیڈ کی طرف جاتے ہوئے بارہا میں نے سوچا کہ وہ عورت کون ہوگی جس نے یہ خط میرے نام لکھا؟ ایک ایک کر کے میرے خیال ان ساری عورتوں کی طرف گیا جن کی عمر میں پانچ گیارہ سے مٹی جتنی تھی اور نہ کوئی ایک ایسی تھیں جن پر شبہ نہ کرنا ممکن تھا۔ تاہم ایسی عورت ایک بھی ان میں نہیں

تھی جس کے واقعات زندگی اُن حالات سے ملتے ہیں جو میں نے نئی اُستانی کے بارہ
 میں مسٹر انسن کی اُس گفتگو سے معلوم کئے تھے۔ جو اُس کے دوسرے دوسرے برادروں کے
 درمیان ہوئی تھی۔ لیکن خیال آیا کہ ممکن ہے وہ حالات بھی اسی طرح فرضی اور مصنوعی ہوں
 جیسے اس کا نام۔ غرض انتہائی کوشش کے باوجود میں یہ معلوم کرنے سے قاصر ہوں۔ کہ
 ایسی عورت کون ہوگی۔ جو اس طرح پوشیدہ رہنا چاہتی تھی۔ پھر ایک بار میں نے
 اس رقصہ کی تحریر سے راقم کی شخصیت تحقیق کر لی کہ کوشش کی۔ لیکن وہ اس قدر بدلی
 ہوئی تھی کہ سعی فہیم کے باوجود میں یہ معلوم نہ کر سکا کہ میری جانی ہوئی عورتوں میں سے وہ
 کس کی تحریر ہے۔

اور اس کے بعد رقصہ رقصہ کئی اور خیالات دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے۔ ذاتی
 طور پر میں شروع سے ہی کسی ایسی ایک اُستانی کے نوکر رکھے جانے کے خلاف تھا۔ جو کسی
 طرح کی سندت پیش نہ کر سکتی ہو۔ لیکن اب اس رقصہ کو پڑھ لینے کے بعد ایک نئی موج
 یہ پیدا ہوئی کہ کیا مجھے اس طرح کی وہ کابازی میں شریک ہونا چاہئے؟ ہر چند میرے
 لئے فی الحال یہ معلوم کرنا مشکل تھا۔ مگر وہاں اس رقصہ کی تہ میں پوشیدہ ہے؟ کیوں
 اتنی پردہ داری ہے؟ اور اس اخفا کا آخری انجام کیا ہونے والا ہے؟ تو بھی فوراً
 اہمیت کا سوال یہ تھا کہ اس موقع پر میرا اپنا طرز عمل کیا ہونا چاہئے؟ پہلے ہی میں
 آئی تھی کہ ہمیں سے کوئی کرٹ چلوں اور یہ خط بجنسے مسٹر انسن کو دکھلا دوں
 لیکن پھر خیال آیا کہ ممکن ہے وہ انبل کا لٹکا ہوا ہو۔ ممکن ہے وہ اپنے باپ کے
 ناقابل برداشت مظالم سے تنگ آکر گھر کو خیر باد کہنے پر مجبور ہوئی اور اب اپنی محنت
 مشقت سے روزی کمانے کی فکر کر رہی ہو۔ لیکن پھر اس سلسلہ میں ایک خیال اب بھی
 ذہن میں پیدا ہوا۔ یعنی اگر وہ اس خط کی راقمہ ہوتی تو اس طرح کا پُر اسرار لہجہ کیوں
 اختیار کرتی؟ صرف ایک صورت البتہ تھی۔ یعنی ممکن تھا اسے اس لہجے پر جس کے

لجھتا اس نے خط بھیجا تھا۔ بھرہ سہ نہ ہو۔ اور اس نے اُس نے قصدِ امتحانِ طہیرا یہ برتا ہوا۔ یہ اور ایسے ہی کئی خیالات دل میں پیدا ہوئے۔ لیکن سارے پہلو سوچ کر آخری فیصلہ جو میں نے کیا۔ یہ تھا کہ بالکن سے کوئی بات کہنے سے پیشتر مجھے اُستانی کی آمد کا انتظار کر لینا چاہئے۔ خط کی تحریر کے مطابق اس کو اسی رات آجانا چاہئے تھا۔ پس اس عرصہ قلیل ہی میں میری طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہوئی چاہئے۔ جس پر ممکن تھا بعد ازاں مجھے کوششیاں ہونا پڑے۔ پس میں نے اپنے دل میں یہ طے کر لیا کہ اُستانی کے آجانے کے بعد ہی میں اس راز سے واقف ہو کر کہ وہ کون ہے اور اس تحریر کے بارہ میں کیا عزت پیش کرنا چاہتی ہے۔ اس سوال کا فیصلہ کر دینا تھا۔ کہ مجھے اس کے بارہ میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔

اس فیصلہ کے بعد میں تیز چلتا قصبہ راہ کی طرف ہو گیا۔ لیکن اگر میں اس درپہ سے اس رات کو پانا چاہتا تھا۔ جس نے یہ پُر اسرار خط لکھ دیا تھا۔ تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مجھے اس کوشش میں ناکامی ہوئی یعنی وہ کہیں نظر نہ آیا۔ خدا معلوم وہ اس رقبہ کو میرے حوالہ کرنے کے بعد کہ جہاں متبع ہو گیا۔ خیر جو کلام مجھے کرنا تھا۔ اُس سے غلط ہو کر میں پھر ایک بار گھر کی طرف چلا۔ اور اُس جگہ پہنچ کر رات ہونے تک دن کا باقی حصہ بڑی فکر و تشویش میں گزارا۔ بہر حال اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ جہاں تک ممکن تھا میں نے اپنی بے تابی کو گھٹا کر لیکن اور لوگوں سے چھپانے کی کوشش کی۔ اور کسی کو میرے دلی اضطراب کا حال نہ معلوم ہو سکا۔ چونکہ اُستانی کی آمد کی اطلاع پہلے ہی بندوبست ڈاک مل چکی تھی۔ اس نے ایک کمرہ اس کے لئے تیار کر دیا گیا تھا۔ اور جو کہ آپس میں اس سوال پر پچھتھر پڑتے رہے تھے کہ وہ کس طرح کی عزت ثابت ہوگی۔ جو ان یا بد صورتیہ حلیم یا کُنہی۔ اور میری اپنی تشویش کا تو یہ عالم تھا کہ جب کبھی دروازہ دستک سنائی دیتی۔ میں دھڑکتے ہوئے دل سے جھٹ اُسے کھٹونے جاتا۔ رہ رہ کر یہ خیال

جی میں پہچان کرنا تھا کہ کیا میں عنقریب اینٹل سے ملوں گا۔ یاد کرنی دوسری ہی عورت ہوگئی۔ جسے سینڈز اپا مرکا زہنی نام اختیار کر کے اس جگہ آنا تھا۔

اس رات نو بجنے میں غلطی میں دیر باقی تھی۔ کہ ایک گاڑی سائے ظہرانے پاس آکر ٹھہری۔ وہ ایک اس طرح کی کرایہ کی گاڑی تھی جیسی قصبہ ریلڈ میں ٹوٹا چلا کرتی ہیں میں جلدی سے باہر نکلا تو معلوم ہوا گاڑی بان ایک کسٹمر آمارنے میں مشغول تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ اور اندر صبر سے میں دیکھ کر باغ سے چھانک کے پاس کرنی اس طرح کا لپ موجود نہ تھا۔ جو گاڑی کے اندر دنی حصہ کرکوشن کرنا تھیں تھے دیکھا ایک سیاہ پوش جوان عورت نے موٹی نقاب چہرہ پر ڈال رکھی تھی بخیر وہ میرے بازو کا سہارا لیکر نیچے اتر سی۔ مگر ایسا کرتے ہوئے جب اس نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر زور سے جکڑیوں کہنا چاہئے پرجوش سرگرمی سے دبا یا۔ تو بے اختیار میرے بدن میں تھرتھری پیدا ہوگئی۔ کیونکہ حقیقت کا شبہ آن دا حد میں پہلی مرتبہ اس طرح میرے دل میں پیدا ہوا جس طرح بجلی کی چمک بادلوں کی تاریکی کو چیرتی ہوئی نکل جاتی ہے اس کے بعد جب گاڑی بان کسٹمر اٹھانے آئے آگے مکان کے دروازہ کی طرف جا رہا تھا۔ تو اُس نے گھونٹ اٹھا دیا اور اس وقت میں نے دیکھا کہ وہ لیڈی کیلنٹھ ڈنڈ اس کا نہ بھرنے والا دنگل چہرہ تھا!

اب اس شبہ کی جو ایک کھٹ پشیر میرے دل میں پیدا ہوا تھا۔ پوری تصدیق ہو ہوگئی۔ تاہم... میرے خدا یہ کیا حماقت تھی! حیران و ششدر ا اضطراب دیتیابی کی حالت میں میں اُس کے منہ کو تکتے تھا۔

جو زلف پیار سے جو زلف! کیلنٹھ نے پھر ایک بار میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر پیار کرتے ہوئے دبی آواز میں کہا: "یہ سب کچھ میں نے فقط تمہاری خاطر کیا ہے۔"

لیکن میرے منہ سے جواب میں ایک لفظ تک نہ نکلا۔ تقریر کے دفتر میری زبان

پر رکتے ہوئے تھے۔ بیان کی آمدھی فہمائش و علامت کی صورت میں چلتے کو تیار تھی۔
 مگر حیرت و دہجہ اسی کے سحر نے ہونٹوں کو بند اور زبان کو بے نطق بنا رکھا تھا۔ اتنے
 میں گاڑی بان ٹرنک کو ڈیوڑھی میں پھر کر داپس آگیا۔ لیڈی کیلنٹھ نے کراپہ لدا
 کیا۔ اور اُس کے بعد کھینچے ہوئے دروازہ کی طرف بڑھی۔ ڈیوڑھی میں خادمر کھڑی
 تھی۔ اس کی موجودگی میں نہ وہ کوئی اور غلط مجھ سے کہہ سکی۔ نہ میں ہی بولنے کی جرأت
 کر سکا۔ کیونکہ دل میں فرط حیرت۔ یہ خاموش تھا۔ لیکن اگر بولنے کے قابل بھی ہوتا
 تو یہ رقت مصلحتاً چپ رہنے کا تھا۔ ڈیوڑھی میں لٹکے ہوئے لمپ کی روشنی میں میں
 سنے دیکھا۔ کہ تین تینے عمارت اور سادہ ماتی لباس پہنا ہوا تھا۔ اور اُس کے کپڑے
 بالکل اس طرح کے تھے۔ جیسے کسی پیشہ درامستی کے ہونے چاہئیں۔ تاہم اُس کے
 چہرے کی رنگت زرد تھی۔ اور گوئی ایسے شخص کو جو محض سطحی نظروں سے دیکھے۔ اُس
 کی صورت میں کوئی خاص بات نظر نہ آتی تھی۔ تاہم میری تجسس نگاہ یہ معلوم کئے
 بغیر نہ رہ سکی۔ کہ ایک گہرا اضطراب اور دبا ہوا جوش اُس کے چہرہ کے سکون میں چھپا
 ہوا تھا۔ جس کو حالات پیش آمدہ کا قدرتی نتیجہ سمجھا جاسکتا تھا۔ نورانی سب سے
 پہلے اُسے اُس کے اپنے کمرہ میں لے گئی۔ پھر اس کے بعد کمرہ نشست میں مسز انبسن کے
 پیش کرنے کو۔ مگر میں اس خیال سے کہ سیرا بڑھا ہوا اضطراب نوکروں کو نظر نہ آئی
 بیماری کا بہانہ رکے ڈرتی اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ کیونکہ یہ امر داہم ہے کہ ظاہری سکون
 قائم رکھنے کی انتہائی کوشش کے باوجود میرے جی کا اضطراب کسی نہ کسی حد تک
 چہرہ کے آثار سے ظاہر ہو رہا تھا۔

اپنے کمرہ میں پہنچ کر بھی میں بڑی دیر تک اس ذہنی سکون کو حاصل کرنے کی
 بے سود کوشش کرتا رہا جو کسی صحیح فیصلہ پر پہنچنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کیلنٹھ
 کے اُن الفاظ سے جو اُس نے گاڑی سے اترنے وقت دہلی آواز میں مجھ سے کہے تھے

صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ احمقانہ حرکت اس مجنونانہ محبت کا نتیجہ تھی جو اس کو صحیح یا غلط طور پر فہم سے پیدا ہو چکی تھی۔ بار بار میں اپنے آپ کو اس حماقت اور اخلاقی کمزوری کے بے کوسہ سنا تھا جس کا اظہار مشرذع سے ہی اس معاملہ میں میری طرف سے ہوا تھا۔ سوچ آئی کہ کیوں نہ مرٹل لالچ ہی میں نے اپنے دل کی صحیح حالت اُس کے دربرد ظاہر کر دی؟ یا اگر تب موقع نہ ملا تھا تو کیوں نہ اُس کے بعد چلنے والی ملاقات میں اس کا تصفیہ کر دیا؟ اگر ان موقعوں میں سے کسی پر صحیح حال اس کی غلط فہمی اور اپنی دلی کیفیت کا اُس سے بیان کر دیا جاتا۔ تو یہ حماقت اور دیرانگی یا یہ مجنونانہ حرکت جس کی وہ مرتکب ہوئی تھی کبھی سرزد نہ ہوتی۔ تاہم جو ہوا ہو گیا۔ اب یہ میرا فرض تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سچائی اس سے کہ دوں۔ کیونکہ اب میں بہر حال اس کے لئے تیار نہ تھا کہ اپنے آپ کو سیلنتھ کے مجنونانہ عشق کا نشانہ بنا کر از سر نو رینل سے غائبانہ بیوفائی کرنا۔ لیکن . . . یہاں تک پہنچنے کے بعد اس خیال نے بے اختیار بدن میں لرزہ پیدا کر دیا۔ کہ جس وقت میں اپنے آپ کو اُس کی محبت کے نااہل اور ناقابلِ ظاہر کر دں گا جب اپنی بھاری غلط فہمی کا علم بار اول اس کو ہو گا۔ تو کس قدر مایوسی . . . کتنی ذلت اور مایوسی لارڈ مینڈی دل کی دفتر کے ظہور دل کو ہوگی۔ جب اس کو معلوم ہو گا۔ کہ میں اُس کی محبت اور ایثار کی کوئی قدر نہیں کرتا۔ اور وہ عیارانہ ترکیب جو اُس نے مجھ سے ملنے کے لئے کی تھی میری نظروں میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ تو میرے خدا کتنی پریشانی اس کو ہوگی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنی مایوسی اور نا کامی پر کتنا غصہ اسے آئیگا لیکن؟ اس داستان کے پڑھنے والوں میں سے کوئی صاحبِ میرے اس بیان کو پڑھ کر منہ نہیں تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ اُس رات میں ان باتوں کو سوچ کر اور ان سارے حالات پر غور کر کے بڑی دیر تک ذہنی اذیت کے عالم میں اپنی بے بسی اور مجبوری پر رنج و غم کے آنسو بہاتا رہا۔ سیلنتھ کی قربانیوں کا نقص میری نظروں کے سامنے تھا۔ اُس کا

چپ چاپ اپنے آہائی مکان سے بھاگنا اپنی سعی عشق میں کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لانا
 اپنی شان امارت کو فرضی نام میں چھپانا۔ ایک غریب اُستانی کا بھیس بدنام اور ارجحیت
 میں ایک ایسی ملازمت تلاش کرنا۔ جہاں بگڑے دل بد مزاج بچوں کی حکومت دسٹر
 رابین کی اولاد ایسی ہی تھی، ہر دقت پہنی ہوئی تھی۔ پھر اس ملازمت کے سلسلہ میں خود
 اس خاتون کی فہمائشوں اور ملازمتوں کا نشانہ بننا۔ سو سائٹی کے اونچے درجہ کو چھوڑنا
 عیش و عشرت ترک کر کے راحت و آرام کو قربان کرنا۔ اس خیال کو بھی نظر انداز کر دینا
 کہ اس کی شادی طبقہ اعلیٰ میں کسی خطاب یافتہ زوجہ ان سے ہو سکے گی۔ یہ سب کچھ اُس
 نے محض اُس عشق کی خاطر کیا تھا۔ جدہ ازراہ حاققت مجھ سے کرتی تھی۔ لیکن جس کا
 میرے پاس سوائے سرد جہری اور نفی کے کوئی جواب نہ تھا۔ اس خیال سے پیدا ہونے
 سے وہ خدمتِ محنت میرے دل کو ہوا کر بے اختیار آنکھیں بھرا آئیں۔ افسوس اس ہونے
 محبت اس ایثارِ عظیم ان ناقابلِ تمافی مصائب کا عارضہ میرے پاس کیا تھا؟ کچھ نہیں
 اس کے برعکس سب سے پہلے الفاظِ جو میرے منہ سے نکلیں گے وہ اس بات کا اقرار ہونگے
 کہ نہ میں نے آج تک کبھی اُس سے محبت کی نہ اب کرتا ہوں اور نہ آئندہ کروں گا۔
 لیکن میں نہیں چاہتا کہ ناظرین کو اُن ہولناک جاں فرما خباہات کی تفصیل
 سے پریشان کروں جو کمرہ کی خلوت و تنہائی میں میرے دل میں پیدا ہوئے۔ مختصر یہ کہ
 بڑی دیر تک مضطرب اور بیتاب رہنے اور کئی پہلو بدلنے کے بعد آخر بڑی مشکل سے
 میری آنکھ لگی۔ اور جب اس کے بعد میں سویا۔ تو وہ خواب جو مجھ کو نظر آئے بڑے بھیاں تک
 ادبہریشان کرنے والے تھے۔

دوسرے دن صبح کو میں با درجی خانہ میں گیا۔ تو سب ترطبیعت کا حال پوچھنے
 لگے۔ اس کے بعد نامہ شدہ کے موصوفہ پر اُن میں نئی اُستانی کے بارہ میں گفتگو شروع ہوئی
 اور میں نے دیکھا کہ ہر شخص اس کی غیر معمولی خوبصورتی کا معترف اور مداح تھا۔

اس خادمہ نے بھی جو لیڈی کیلنٹھ کو اس کا کمرہ دکھائے گئی تھی۔ اُس کے حسن اخلاق کی تعریف کی۔ اور کہا کہ وہ بڑی ہی نیک اور منسا عورت ہے جس میں خود سری یا مشغولی کا شائبہ تک موجود نہیں۔ میں چپ چاپ ان کی باتیں سنتا رہا اور بڑی مشکل سے اس اضطراب کو جو چہرہ سے ظاہر ہونے لگا تھا روکا۔ ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد میں گھر کے کام کاج میں مصروف ہو گیا۔ تاہم کیلنٹھ سے ملنے کا اندیشہ ہر وقت جی کو لگا ہوا تھا۔ اپنے جی میں میں نے یہ بات پوری طرح طے کر لی تھی کہ آئندہ اپنے کسی لفظ اشارہ یا فعل سے ذریعہ سے اس کی محبت کا قدر دان یا اس کے عشق کا نشانہ بننا منظور نہ کروں گا۔ کیونکہ اس معاملہ میں میری خاموش اطاعت بھی میری پیاری شہیل کے حق میں بے وفائی کے ہم معنی تھی۔ اب میری واحد آرزو یہ تھی کہ جتنا جلد ممکن ہو کیلنٹھ سے مل کر اپنے دل کی صحیح کیفیت کہہ دوں اور اس طرح یہ بات ہمیشہ کیلنٹھ سے ہو جائے کہ آئندہ ہمارے تعلقات کس بنیاد پر کس صورت میں قائم رہ سکتے ہیں۔

لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کیلنٹھ نے بجائے خود مجھ سے فوراً ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی۔ غالباً وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتی تھی کہ اس موقع پر انتہائی حزم و احتیاط کی ضرورت ہے۔ اسی طرح اسی دن گزر گئے۔ اس دوران میں صرف تین یا چار بار میں نے اسے دیکھا اور وہ بھی ایک آدھ لمحہ کے لئے۔ تاہم جب کبھی وہ میرے پاس سے گزرتی تو گہری محبت کے ناقابل بیان آثار اُس کی موٹی سیاہ آنکھوں میں پیدا ہو جاتے گواں کے بعد فوراً ہی وہ اپنا منہ دوسری طرف کو پھیر لیتی۔ اور اس طرح غلغلہ اور محبت کے اس اشتراک کو جو میرے اپنے چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا۔ نہ دیکھ سکتی تھی۔ بہر حال ان ایام میں وہ پوری طرح محتاط رہی۔ نہ کبھی اُس نے ہاتھ سے ہاتھ ملانے کی کوشش کی نہ ڈیڈھسی میں یا میڈیٹیشن پر میرے پاس سے گزرتے ہوئے ایک آدھ لمحہ سے زیادہ ٹھہری جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ ہماری سابقہ واقفیت کے راز کو دوسرے

نوکروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتی تھی۔ صبح کو اس کے وقت کا بڑا حصہ اس کمرہ میں بسر ہوتا تھا جس میں مسٹر رابنسن کی دو درکیاں پڑھا کرتی تھیں۔ پھر دو بجے وہ انہی کے ساتھ کھانا کھاتی اور اس کے بعد ان کو میر کرنے لجاتی۔ چھ بجے شام کو وہ تینوں مل کر چائے پیتیں اور جب آخر کار آٹھ بجے دونوں درکیاں سو جائیں تو وہ ایک دو گھنٹے مسٹر رابنسن سے پاس بیٹھنے کے لئے گول کمرہ میں چلی جاتی۔ لیکن یہ محض اسی آرام بھی جو اسے محنت شکر کی اس زندگی سے جسے اُس نے اپنی مرضی سے اختیار کیا۔ ملتا تھا۔ وہ مسٹر رابنسن کی مشاود منظور سی کے بغیر حاصل نہ کرتی تھی۔ یاد دہرے لفظوں میں مسٹر رابنسن کے بن بلائے وہ کبھی اُس کے کمرہ میں نہ جاتی تھی۔ بچاری مگر اس کو اس بات کا کیا علم تھا کہ وہ ظاہر بے حیثیت اُستانی جس کے اوقات اتنے باقاعدہ، اخلاق اتنے اعلیٰ اور آداب اتنے صحیح تھے۔ اور جو فرض تعلیم کو اس محنت اور تندہی سے انجام دیتی تھی طبقہ اعلیٰ کی امیرزادی سلطنت برطانیہ کے ایک نامی رئیس کی بیٹی اور سوسائٹی کے اس درجہ افضل کی خاتون ہے جس کی اصلی جگہ فینشن کے آسمان پر یا امرائے مذہب کمروں میں تھی۔ مگر جس نے جوش عشق میں ان سب کولات مار دی۔ جتنا زیادہ میں اُس کے اشار کی عظمت کو سوچتا اتنی ہی زیادہ اذیت اس خیال سے میرے دل کو ہوتی تھی۔ کہ میں کس منہ سے وہ سب باتیں اُس سے کہوں گا جن کو میں صرف موقع کے انتظار میں اس وقت تک روکے ہوئے تھا۔ مگر جن کا اظہار ایک ٹائپ سے عرصہ قلیل میں اس کی بہترین امیدوں اور مشت فائدہ آرزوؤں پر ہمیشہ کے لئے پانی پھیر دے گا۔

بارہ خیال آتا کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ جو کچھ مجھے اُس سے کہنا ہے اُسے کاغذ پر تحریر کر کے وہ رقمہ چیکے سے اُس کے ہاتھ میں دیدوں لیکن نہ معلوم کیوں میں اس بات کی خواہش رکھتا ہوں بھی اس تجویز کو عمل میں لانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ بیان کرتے شرم معلوم ہوتی ہے، نہ وہ ضعیف اخلاقی جو حالات کو اس نوبت

تک پہنچانے کا ذریعہ بنا۔ اب تک مجھ میں باقی تھا۔ اور ان لوگوں کی طرح جو منتہائے مصیبت کو جانتے ہوئے بھی آزمائش و امتحان کے وقت آخر ٹوٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں بھی اس ساعت منوں کو دُور رکھنا چاہتا تھا۔ جو لازم طور پر مجھے اس کی نظروں میں ذیل اور اسے اپنی نظروں میں حقیر ثابت کر نیوالی تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بارہائیں اپنے دل کو سمجھانے کے لئے یہ بھی کہا کرتا۔ کہ اگر اس طرح کا موقعہ ناگہاں پیش آگیا۔ تو میں تحریر کے مقابلہ میں زبانی اس فرض کو زیادہ عمدگی اور سہولت سے ادا کر سکوں گا۔ انصافاً میں تسلیم کرنے پر مجبور ہوں۔ کہ یہ ایک طرح کی ذاتی دہوکا بازی اور درجہ اول کی ریاکاری تھی۔ جس سے میں اپنی کمزوری کو چھپانے یا اپنی نظروں میں اس کی مستغنیگی کم کرنیکی کوشش کرتا تھا۔ تاہم یہ ایک امر واقعہ ہے۔ جو میں نے ظاہر کر دیا۔

پندرہ دن گزر گئے اور اس دوران میں نہ کبھی لیڈی کیلنٹھ سے تہا سنے کا اتفاق ہوا۔ نہ کسی گفتگو کا ہی موقعہ ملا کبھی یونہی پاس سے نکل جانے یا ایک دوسرے کو سامنے سے آتا دیکھنے کا اتفاق ضرور ہو جاتا۔ مگر اس طرح کے موقعوں پر کیلنٹھ کی برہمی ہوئی احتیاط ہمیں ایک لمحہ سے زائد ایک دوسرے کے پاس نہ پھیرنے دیتی۔ ان موقعوں پر وہ صرف ایک بار پر محبت نگاہ سے میری طرف دیکھتی۔ اس کے بعد اپنی سیاہ مٹلی آنکھوں کو کھجٹ دوسری طرف پھیر لیتی۔ تاکہ ایسا نہ ہو کوئی اس نظری اشارہ کو دیکھ لے اور اس سے اپنے طور پر کوئی نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کرے۔ اس طرح پندرہ دن ہو گئے۔ اور ہم دونوں ایک ہی گھر میں رہتے اور ایک دوسرے کو جانتے ہوئے بھی بالکل الگ رہے۔ وہ اپنی محبت کے نشہ میں سرشار۔ اور میں اس کی غلط فہمی کی اصلاح کے ناقابل۔ تو بھی جس طرح کی ذہنی اذیت و تکلیف میں میں نے یہ دن بسر کئے اُن کو میرا ہی جی جانتا ہے۔ دن بھر باقی نوکر مس پا کر صحت اور فزنی سیرت

کی تعریفیں کیا کرتے۔ حتیٰ کہ سہ ماہ نام آید بھی جو انگریزی کی ٹانگ توڑتی تھی۔ ان کی ہنوا
 بن جاتی۔ تاہم میں چپ رہتا اور قصداً ہمیشہ چپ رہتا۔ کبھی کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا
 کہ وہ لوگ اس بارہ میں میری رائے بھی پرچھتے۔ مگر اس طرح کے موقعوں پر یا تو میں اپنی
 بڑا سی ہوئی پریشانی کی بھرپور کوئی جواب نہ دے سکتا۔ یا کبھی حالت بے خبری میں چونک
 کر کوئی بہم اور بے جواز لفظ کہہ دیتا۔ مگر اس سے دوسرے نہ کروں کو میرا بڑھا ہوا اضطراب
 اور بھی اچھی طرح دیکھنے اور سمجھنے کا موقع مل جاتا تھا۔ حتیٰ کہ آج کا ایک دن میری یہ
 گھبراہٹ جو کینٹھ کا ذکر آنے سے لازماً پیدا ہو جاتی تھی۔ رنگ لائے بغیر نہ رہ سکی
 یعنی مسٹر رائسن کی خادمہ نے میری طرف شرخ نظروں سے دیکھ کر دروازہ مذاق پہنتے
 چلے گئے۔ کہا: کوئی بڑا مانے یا بھلا میں صاف صاف کہتی ہوں۔ کہہ جوت کو خوبصورت
 مس ہا مر سے عشق ہے۔

باب ۳ آزمائش

یہ نئی کیلنچہ کو مسٹر رائسن سے مکان پر آئے ہوئے قریباً تین ہفتے گزر چکے تھے۔ کہ ایک دن
 وہ موقع جس کا انتظار تھا۔ مل گیا۔ آنتور کا مہینہ قریب انتم تھا۔ سردیاں شروع ہو
 چلی تھیں۔ اور مسٹر رائسن اپنی رانگیوں کے لئے نئے گرم کپڑے تیار کرانے کی فکر کر رہی
 تھی۔ چونکہ وہ طبیباً کاہل تھی۔ اور اپنے خرائض کو جہاں تک ممکن ہو ادوروں کے ذریعے
 کی کوشش کیا کرتی تھی۔ اس لئے یوم مذکور کو اس نے پارچہات کی خرید کا کام لیا
 کیلنچہ کے حوالہ کیا۔ اور رانگیوں کو اس پہانہ سے اپنے پاس رکھ کر کہ وہ مس ہا مر کے
 سودا خریدنے کے اوقات میں بہت عرصہ تک ساتھ ساتھ پھرنے سے ٹھک جائیں گی۔

اس کو تنہا اس مطلب کے لئے شہر روانہ کر دیا۔ بعد دو پہر کا وقت تھا جب کیلنٹھ ریڈ جانے کے لئے رخصت ہوئی۔

اتفاق کی بات ہے کہ اسی دن صبح کو مسٹر رابنسن کے نام لندن سے ایک خط آیا تھا جس میں شکار کا ایک نوکر روانہ کرنے کی اطلاع درج تھی۔ یہ پارسل اس کی کسی سہیل نے تحفہ کے طور پر بھیجا تھا جس کی وصولی کا فرض اس نے میرے سپرد کیا اور کیلنٹھ کی روانگی کے نزدیک پر ن گھنٹہ بعد میں بھی اس پارسل کو وصول کرنے گھاٹ کی طرف چل دیا۔ رستہ میں ہی یہ سوچ کر خوش ہو رہا تھا کہ اب کیلنٹھ سے مل کر خیالات دلی کے انہار کا خوب موقع ملے گا۔ کیونکہ رائڈ ایسے چھوٹے سے قصبہ میں ہمارا ایک دوست کو مل جانا قدرتی اور یقینی تھا۔ لیکن خوشی کا یہ احساس جلد ہی ذہنی تشویش اور اخراج قلب کی صورت میں بدل گیا۔ جب یہ پریشان کن سوال شدت سے دل میں پیدا ہوا کہ کیا میں وہ سب باتیں جو آج تک سچے ہونے کی تحویل کیلنٹھ سے مل کر اس کے روبرو کہہ سکوں گا؟ اس خیال کے آتے ہی ضعف جانی نے اتنا غلبہ کیا کہ مجھ کو سربراہ چلتے چلتے ٹھیسر جانا پڑا۔ اور میں اپنی آوازیں اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنے پر مجبور ہو گیا کہ جو زف دلست کیا تم ایسے ہی بزدل ہو؟ لیکن جلد ہی حوصلہ کر کے میں نے اسی طرح بلند آوازیں اپنے آپ سے کہنا نہیں رکھے تھے۔ آج میں اس فرض کو ضرور پورا کروں گا۔ تو کبھی میں قدر تکلیف جس قدر ذہنی اور دماغی تکلیف مجھے ان الفاظ کو منہ سے کہنے وقت ہوئی اس کو میری ہی دل بہتر جانتا ہے۔ اپنے سوال کا خود ہی جواب دینے کی کوشش کرتے ہوئے میری حالت اس بچہ کی طرح تھی جو کسی کڑوی چیز کو پینے کے وقت زور سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ یہی باعث تھا کہ میں نے شہر تک کا رستہ سخت عیسیٰ اور اضطراب کی حالت میں طے کیا۔ اور سارا عرصہ اپنی چشم تصور کو اینٹیل کی صورت پر جانے اور اس کی تصویر کو اس کڑوی

آزمائش سے گزرنے کے موقع پر سیری رہبری کے لئے فرشتہ نیک ثابت ہونے کی دعا کرتا رہا۔

شہر پہنچ کر سب سے پہلے میں پارسل کے بارہ میں دریافت حال کرنے چہاڑ کے دفتر میں گیا۔ لیکن معلوم ہوا۔ وہ ابھی تک نہیں آیا۔ لیکن گھائے کے ایک قلی نے وعدہ کیا۔ کہ جیسے ہی وہ آئے گا۔ میں اُسے یکہ خود ہی اودل دلا۔ پہنچ جاؤں گا اس سے فارغ ہو کر میں کیلنٹھ کی تلاش میں چلا اور بارہا روں سے گذر کر بڑاڑوں کی بڑی بڑی دکانوں کی طرف دیکھتا گیا۔ لیکن وہ کہیں نظر نہ آئی۔ اس وقت خیال آیا کہ وہ چونکہ مجھ سے بہت پہلے روانہ ہوئی تھی۔ اس لئے ممکن ہے سودا خود کردار پس چلے گئی ہو۔ پس میں نے بارہا روں کے گشت کا قصد چھوڑا اور بیرن شہر کی طرف ہو گیا۔ جلدی ہی وہ مجھے کوٹلی کی طرف جانیرانی سڑک پر چلتی نظر آ گئی۔ لیکن جس وقت میں تیز قدموں سے اُس کا پیچھا کر رہا تھا۔ تو بیان نہیں کر سکتا کہ میرا دل کس طرح زور سے دھک دھک کرتا اور یہ خیال جی کو پریشان کر رہا تھا۔ کہ نہ معلوم اس ملاقات کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ اس وقت اداہیل وہ تیری ہی تصویر تھی۔ جس سے پھر ایک بار میں نے امداد طلب کی۔ اس کے ساتھ ہی سخت غصہ کی حالت میں مجھ کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا کہ آزمائش کے اس لمحہ میں میرے اندر وہ استقلال موجود نہیں۔ جس کی ضرورت تھی۔ اور جس کی میں ہفتوں سے آرزو کر رہا تھا۔

بیڈی کیلنٹھ کوئی گز اُگے آرام و اطمینان کے ساتھ چل رہی تھی۔ نہ اُس نے دائیں بائیں کسی طرف کو دیکھا۔ نہ سمجھی دیکھے سڑک دیکھنے کی حاجت سمجھی۔ اسی طرح ہمارے قدموں سے چپ چاپ چلتی گئی۔ تو میں نے اُس کے پیچھے ہوئے سر سے اندازہ نہ کیا کہ اس کی آنکھیں فرش زمین کی طرف لگی ہوئی تھیں بظاہر وہ گہری فکر کی حالت میں تھی لیکن پھر خیال آیا۔ کہ اگر ایسا ہو۔ تو وہ کونسا مصدق تھا۔ جس پر اُس کے خیالات تھے

ہوئے تھے آہ کیا اس کی توجہ ان فرضی تصورات پر جمی ہوئی تھی جن کو منتشر کرنا میں نے اپنا فرض سمجھا ہوا تھا، پھر ایک بار میں چلتے چلتے ٹھیکر گیا۔ سیارستانی اس کی قامت کی نداری بدن کی موزونیت اور جمال کی چمک میں ہائی حافی تھی! بالکل اس طرح کی حالت تھی مگر یا کوئی سوگوار پہی ہوا میں چل رہی ہو۔ بے اعتیادی میں انبل سے گہری عقیدت کے باوجود یہ خیال میرے دل میں پیدا ہونے لگا۔ کہ اس کی سیاہ پوشاکی کیلنٹھ کے خوشنما بدن پر تپتی جھتی تھی۔ او اس کے حسن کی دلفریبیاں اس زریعہ سے کس قدر نمایاں ہوتی تھیں۔ دوسری بار پھر اپنے ہی خیالات سے تاراض ہو کر میں نے ان تصورات کو دل سے نکال دینے کی کوشش کی۔ میں نے اپنے آپ کو اس لئے بھی طاقت کی۔ کہ کیوں میں چلتا چلتا ٹھیکر۔ اور کس لئے میں نے اپنے دل کو اس کے حسن کی دلفریبیوں سے متاثر ہونے دیا۔ اپنی روح کو طاققت استقلال دینے اور اپنے فرض کو اس کے ناگوار پہلوؤں کے باوجود پورا کر کے خیال سے میں نے پھر اپنی رفتار تیز کی۔ اور جلدی ہی اس کے قریب جا پہنچا میرے پاؤں کی آواز سن کر وہ اس بات سے بے خبر کہ کون پیچھے آتے۔ راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

خوشی کی تیز سرخی مجھے دیکھتے ہی اس کے ششمار دام رخساروں پر پھیل گئی۔ بے اعتیادی سے کہنے لگی: جوزف! وہ۔ کیا خوش نصیبی۔ یہی وہ موقع ہے جس کا مجھے انتظار تھا۔ مگر جس کو میں از روئے احتیاط اپنے آپ پر اندھ کرتی تھی!

اور میں بھی اسی موقعہ کا بڑی بے صبری کے ساتھ منتظر تھا! میں نے جلدی سے جواب دیا: لیکن میرے خدا! کیوں آپ نے مجھے سب سے پہلے اس طرح کی حرکت! "جوزف! اس نے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طوٹ دیکھ کر اس طرح کہا گویا اس نے میرے لفظوں کا صحیح مطلب نہیں سمجھا۔ یا اس کو میری نگاہ کا انداز سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ کیا تم مجھ کو ہاست کرتے ہو؟" اور اس کے چہرہ کی وہ سرخی جو آن اٹھ

کے لئے پیدا ہوئی تھی۔ دفعتاً غائب ہو گئی۔ اور مجھے اپنے دل پر منوں بوجھ پڑنا معلوم ہوا۔
 "لیڈ می کیلنٹ" میں نے پورے استقلال سے کام لے کر کہا: میرے خیال میں
 رقت الجہاں سے کہیں وہ سب باتیں جتنا تک کی ہوئی تھیں۔ آپکے روبرو بیان کر دوں گا۔
 "قرآن اس طرف چلیں"۔ اُس نے ایک تنگ کچے رستہ کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

کیونکہ گزشتہ روز ہے سرک پر کوئی ہم کو نہ دیکھ لے۔ جگر جوزف وہ کس طرح کی باتیں ہیں جو
 تم مجھ سے بیان کرنا چاہتے ہو؟ میرے خدا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تم ان ہیبت ناک قربانیوں
 کی ہیبت کو نہیں سمجھ سکتے جو میں نے تمہارے لئے کی ہیں؟ ذرا اس نامی لباس کو دیکھو
 کیا اس کی موجودگی انتہا درجہ مضحکہ انگیز نہیں ہے۔ کیونکہ واقعہ میں میرا کوئی رشتہ دار
 فوت نہیں ہوا۔ اور نہ میں اُن کے پہننے کی حقدار ہوں۔ جوزف۔ میں اس وقت صبح سویرے
 میں ریا کی مجسم تصویر ہوں۔ اور یہ سب کس لئے؟ محض اُس محبت کی خاطر جو مجھے تم سے
 ہے۔ یاد رکھو یہ ساری عید سازیاں محض اُس فرضی داستان کی تکمیل کا حصہ تھیں
 جو مجھے اس گھر میں پہنچنے کے لئے جس میں تم نوکر تھے۔ اختراع کرنی پڑی۔ لیکن حقیقت
 میں ان قربانیوں کا ایک بہت ہی چھرا حصہ ہے۔ جو میں نے کی ہیں۔ درنہ خفیہ طور پر
 چھترے بھاگنا۔ والدین بھائی بیٹوں اور رشتہ داروں کو مبتلائے تشویش کرنا اپنے
 نام نیک کوئی خاک میں ملانا۔۔۔ جوزف جو کچھ میں نے اب تک کیا ہے اُس کا خیال
 یقیناً میرے لئے جگہ پاش ہوتا۔ اگر اس کے ساتھ ہی یہ بات میرے دل کو سہارا دینے
 کے لئے موجود نہ ہوتی۔ کہ ان قربانیوں کے بعد جو میں نے کی ہیں اور اُن تکلیفوں سے گذر
 کر جو میں نے تکلیف اٹھائی ہیں۔ میں اُس کو پاسوں گی۔ جو میرے دل دھان کا مالک
 "ادو! لیکن یہ سب کتنا خوفناک ہے! میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور وہ سارا
 استقلال جو میں نے اتنی مشکل سے قائم کیا تھا۔ پانی کی طرح بہ گیا۔

"تم جو کہ میری نسبت طبعا دور اندیش ہو۔ کیلنٹ نے محبت آمیز نظروں سے

میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اس لئے تم ان باتوں کو سوچ کر زیادہ پریشان ہوتے ہو لیکن نہ ڈرو میں نے سب تجویزیں پر ہی طرح سوچ لی ہیں۔ اور وہ ضرور پوری ہونگی۔ ابھی ہمارا عہد شباب ہے۔ چند سال کے عرصہ میں ہم دونوں محنت کر کے جو کچھ ممکن ہو گا۔ جمع کر لیں گے اور اُس کے بعد جو فائدہ..."

"کیلنٹھ" میں نے پر وحشت انداز سے کہا: "یقیناً تم مجھے دیرانہ بنا دو گی۔" وہ اس طرح چونک کر پیچھے ہٹی گویا کسی نے اُس پر وار کیا ہو۔ اور اُس کی آنکھیں حیرت و خوف کی ملی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھنے لگیں۔

"میرے خدا!..." جو فائدہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ وہ کہتے ہوئے پہلی بیک خونخاک مشبہ میرے دل میں پیدا ہوئی۔ تم سے دور کر دو۔ یا اس کی تصدیق کر دو۔ میں کوئی بے بدترین حالت جو کچھ بھی ہو۔ میں اُسے فوراً جانتا چاہتی ہوں۔ اور جو فائدہ اب جو میں چلشنہ کی طاقت کے موقع پر تمہارے لیے اور انداز کو یاد کرتی ہوں۔ تو... لیکن نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ناممکن ہے کہ میں نے تمہاری طرف سے دھوکا کھایا ہو... بولو۔ جواب دو۔ کیا واقعی دیسلے ہے؟ آہ اگر سچ مچ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ تو میں مرجاؤں گی۔ پھر میں زندہ نہ بچوں گی۔"

اس کا اہم پر جوش تھا۔ اور چہرہ پر جس کی رنگت لاش کی طرح زرد تھی مضبوط کے گہرے آثار پائے جاتے تھے۔ میرے دذوق لافہ اپنے ہاتھوں میں لیکر اس نے فکر مند التجائی نظروں سے دیکھا۔ اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنا دل سیٹھ سے اندر ڈوبتا معلوم ہوا۔ ایک طرف میں اظہار حقیقت پر مجبور تھا۔ لیکن دوسری جانب ایسا کرنے پر سخت ذہنی اذیت یعنی عذاب صلیب سے بھی زیادہ تکلیف محسوس کرتا تھا۔ "کیلنٹھ" میں نے آخر کار جی کر اُس کے اس طرح کے لیے استدلال میں جو خود میرے لئے باعث حیرت تھا۔ کہنا شروع کیا۔ "خدا کے لئے اپنے جوش کو روک کر ضبط و ضبط"

سے کام ملتے ہیں۔ جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں سنو۔ میں ایک نئی بات تم سے کہتا ہوں تم شاید جس کے سننے کے لئے تیار نہیں ہو۔ تاہم میں چونکہ اس کے ذکر پر مجبور ہوں۔۔۔

جو زوت۔ جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو کہو۔ اس نے مری ہوئی آواز سے کہا۔ میں سب کچھ سننے کے لئے تیار ہوں۔ مولے اس ایک جملہ کے کہ نہیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔

کیلئے میں تو دل سے تمہاری عزت کرتا ہوں۔ تمہاری خدمت گزار میں اگر مجھ کو اپنی جان بھی دے دینی پڑے تو میں بخوشی اس کے لئے تیار ہوں۔ تمہاری دوستی میرے لئے باعثِ فخر و عزت ہے۔ لیکن۔۔۔ میرا دل۔۔۔

بیس۔۔۔ کافی ہے! اتنا کہہ کر وہ بڑے زور سے لڑکھرائی اور یقیناً عرجاتی لگے۔ اس کو بازوؤں میں تھامنے کے لئے پاس موجود نہ ہوتا۔ کئی منٹ تک دغش کی سی حالت میں صنفِ حافی سے میرے بازوؤں کے مہارے کھڑی رہی۔ اس کے بعد کیلئے میں نے بدستور اس کو سہارا دیتے ہوئے نرم آواز سے کہا میں تمہارے دل سے معافی کا خواستگار ہوں کہ یہ حالات اس سے پہلے بیان نہ کر سکا میں نے مرٹل لاج میں بھی موقعے تلاش کئے تھے۔ لیکن انوس میری کمزوریوں نے کچھ کہنے کی قسٹ نہ دی سبے شک یہ میری کم ہمتی اور میرے ارادہ کی کمزوری تھی۔ تاہم اگر وہ خط جو میں نے بھیجا تھا۔ تم کو مل جاتا۔ تو ہمارے حالات یقیناً اس سے بہت پہلے واضح ہو جاتے ہیں۔ اس میں سبب و باتیں درج کر کے اس بات کے لئے معافی مانگی تھی۔ کہیں ان حالات کو پیشتر واضح نہ کر سکا۔ پھر اس کے بعد چلنہم میں بھی میں سب حال بیان کرنا چاہتا تھا۔ اور اگر وہ الفاظ جو میں نے اس موقع پر کہے تھے۔ تم کو یاد ہوں تو ان سے واضح ہو گا کہ میں نے۔۔۔

بیس جو زوت۔ بیس! اس نے وہ فہمنا گردن اٹھا کر میرے بازوؤں سے نکلنے ہوئے اپنی طبیعی مضبوط روح کی ساری قوتوں کو کام میں لا کر کہا۔ میں اس بار میں

زیادہ عذرات سننا نہیں چاہتی۔ میرے لئے اس قدر معلوم کرنا ہی کافی ہے۔ کہ تم میرے
مجھ سے محبت نہیں جس کا مطلب یہ ہے: اور یہ کہتے ہوئے اس کے چہرہ کی رنگت
اور بھی پہل پر چمکی: کہ تم کسی اور کو چاہتے ہو۔ کیونکہ اگر تمہارا دل کسی اور سے لگا ہوا
نہ ہوتا۔ تو یقیناً تم میری بے پار محبت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے۔ تاہم وہ کون
ہے؟ ... وہ کس جگہ رہتی ہے؟ ...

لندن میں: میں نے یہ غسوس کرتے ہوئے جواب دیا کہ اُسے اس طرح کا سوال
پر چھنے کا حق حاصل ہے۔

"لندن میں" کیلئے غیب طح کے پریشان ابھریں بر خیال انداز سے میرے
ہی لفظوں کو دہرایا۔ اور اس کے بعد چند منٹ گہری سوچ میں پڑ کر "جزوف" ہو گیا
اس نے کہا: "افسوس تم نے مجھ سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ تو بھی میں اس کے لئے
تم کو ملامت کرتا نہیں چاہتی۔ تم نے اس معاملہ میں وقت پر صاف گوئی سے کام نہیں
لیا۔ اور اب تم میرے خیال میں ابھی طح سمجھ سکتے ہو۔ کہ اس وقت تمہارے منہ
سے یہ الفاظ سن کر کتنی ذات کتنی پریشانی مجھ کو لاحق ہوئی ہے۔ سچ پوچھو تو نا ادا
تم میری تباہی اور بربادی کا ذریعہ ثابت ہوئے ہو۔ اور یہ کہتے ہوئے وہ اس طح
زور زور سے کانپنے لگی۔ مگر یا تیز رفتاری لہر اُس کے سر سے پاؤں تک گزر رہی ہو۔
"اوه۔ لیکن میں کیا کر سکتا ہوں؟ تمہاری ان باتوں کا میں کیا جواب دے سکتا
ہوں؟ میں نے اس کے ناقابل بیان غم کو دیکھ کر جو میری اخلاقی کمزوری کا نتیجہ تھا۔
اس طرح کے لفظوں میں جو میرے ٹٹے ہونے کی آواز تھے۔ کہا۔

"کچھ نہیں" کیلئے نے ہلکی اور نرم آواز سے جواب دیا: میں پھر تم سے کہتی ہوں
کہ جو کچھ بھی ہو چکا۔ میں اس کے لئے تم کو ملامت کرتا نہیں چاہتی۔ اس کے برعکس میں تم
کو صاف کرتی ہوں۔ جزوف میں تم کو تہ دل سے صاف کرتی ہوں۔ کیونکہ میری وہ

ہے بارحمت ہے جو قصہ کرنا یا ناراض ہونا نہیں جانتی۔ اس لئے میں سچے دل سے
 تم کو معاف کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ پیشتر میں نے کیا کم قربانیاں کی ہیں کہ اب اس
 آخری مصیبت یا تمہارے دل شکستہ رہنے کی آفت سے گھبرانے کی کوشش کروں؟
 ”میرے خدا کیلئے“ میں نے اپنے آپ کو ماحلات کے اس طرح کی صورت
 اختیار کرنے کے لئے ذمہ دار قرار دیتے ہوئے پردھشت انداز سے کہا: ”کیوں تم اس قدر
 افسردہ ہو رہی ہو؟ کیوں تم اس ذرا سی بات کے لئے اتنا غم کرتی ہو؟“
 ”جو ذلت تم کو اچھی طرح معلوم ہے۔“ اس نے جواب میں کہنا شروع کیا: ”کہتے ہیں
 خاطر میں نے اپنے گھر بار دولت اور منزلت حتیٰ کہ مستقبل کی آرزوؤں تک کو چھوڑ
 دیا۔ جو تکلیفیں میرے لئے برداشت کرنی ممکن تھیں۔ سب میں نے سہیں۔ لیکن اب
 اگر اتنا کرنے کے بعد بھی وہ دعا جو میری نظروں کے سامنے تھا۔ حاصل ہونا محال
 ہے تو اس کے لئے میرے یا تمہارے گھبرانے اور بیتاب ہونے سے کیا فائدہ؟ نہیں۔ میں
 تم سے درخواست کرتی ہوں کہ اپنے جی کو سکون دو۔ میں بھی اپنے دل کو سنبھالنے
 کی کوشش کروں گی۔ اور وہ زندگی جو میں نے محض تم سے ملنے۔ نہیں اپنی نظروں کے
 سامنے دیکھنے ہر وقت تم کو دیکھتے رہنے کے لئے اختیار کی تھی۔ جس طرح بھی ممکن ہوگا
 برومی کروں گی۔ تاہم وہ کتنی عظیم اور کس قدر ناقابل بیان راحت کی تجویزیں تھیں۔
 جو میں نے اپنے جی میں سوچی تھیں۔ اور کس بے رحمی کے ساتھ وہ اس وقت آن واحد
 میں تلف ہو گئیں۔ آرزو یہ تھی کہ ہم ایک ہی گھر میں رہیں گے۔ کبھی کبھی ایک دوسرے
 کو دیکھ لیا کریں گے۔ اور اس وقت تک کہ بہتر حالات ہمارے صبر و استقامت اور
 تحمل و برداشت کا ثمرہ محبت کی کامیابی کی صورت میں پیش کریں۔ اتنا ہی کافی سمجھیں
 گے۔ لیکن افسوس وہ ایک دلکش خواب تھا۔ جو نظر آیا اور مٹ گیا۔ وہ ایک باطل
 تصور تھا۔ جس کی دافہ میں کوئی بنیاد نہ تھی۔ فی الحقیقت وہ ایک اتنی روشن

اور خوشنما تھی۔ جو کسی طرح دیر پا ثابت نہ ہو سکتی تھی۔ اور میرا پناہ فرض تھا۔ کہ شروع سے ہی اس باطل امید کو دل میں جگہ نہ دیتی :

اتنا کہکھڑائے نے دوسری طرف کو نہ پھیرا اور وہ مال آنکھوں سے نکلا گیا۔ اُس کا بھر زخم اور دبا ہوا اور آواز موثر دردناک تھی۔ اُس کی خوشنما سیاہ آنکھوں میں دردِ اذیت کے ناقابلِ بیان اثرات موجود تھے۔ لیکن اگر کسی پوچھے۔ تو شاید اُس کی حالت مجھ سے زیادہ اتر نہ تھی۔ فی الحقیقت یہ ایک بحث طلب سوال ہے۔ کہ جو تکلیف اس وقت اس کے دل کو محسوس ہوئی۔ وہ میری ذہنی تکلیف سے کم تھی یا زیادہ کیونکہ اس کی حالت میں انتہائی رنج کی تہ میں غبی استغنا کی دیرمی شامل تھی حالانکہ میرے کمزور دل کو یہ ذریعہ تسکین بھی حاصل نہ تھا۔ چنانچہ اب جبریں نے اس کو روکتے ہوئے دیکھا۔ تو میرے دل میں درد کی تیز نیش اٹھی۔ اور میں نے اندازِ جست سے غصہ کے پُرجوش لفظوں میں اپنے آپ کو اس کی تباہی اور مصیبت کا ذریعہ بننے کے لئے طاعت کرنی شروع کی۔

جو زنت میں پھر کہتی ہوں کہ اپنے جی کو سکون دے۔ اُس نے اپنا غناک چہرہ میری طرف پھیر کر حوصلہ افزائی کا جھیکا تبسم بیدار کرتے ہوئے کہا : تم دیکھ سکتے ہو کہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ اس وقت اپنی نظروں میں انتہائی ذلت محسوس کرتے ہوئے بھی میں الفاظ یا افعال کے ذریعہ سے کسی طرح کا غصہ ظاہر کرنا نہیں چاہتی اگر ہماری قسمت میں بہتر تعلقات قائم ہونا نہ کھٹا تھا تو خیر ہم دوست بن کر رہیں گے۔ اور اس دوستی کا پہلا فرض تھا کہ وہ میرے دوست ہو گا۔ کہ یہ اس راز کو ہمیشہ محفوظ رکھو اور مجھ بہ نصیب کی صحیح شخصیت کسی پر ظاہر نہ ہونے دو۔ کیونکہ اگر اس بارہ میں کوئی خفیہ سنا مشہد بھی کسی کو پید ا ہو گیا۔ تو پھر میرا طاعت سے موقوف کر دیا جانا امرِ مطاع شدہ ہو گا۔ مگر سے فرار۔ ال۔ باپ سے علیحدگی۔ احباب کی نظروں میں پائی

ہوئی ذلت۔ یہ سب کچھ میں نے اس وقت تک خوشی کے ساتھ سہا ہے۔ لیکن خدا کے لئے ایسا نہ کرنا۔ کہ میں اب روزی کلمے کے واحد و ربیع سے بھی محروم ہو جاؤں۔
 ”اے میرے خدا! میں نے اس کے آخری الفاظ کی صحیح اہمیت سمجھ کر خوف و سرگمی کے بچہ میں کہا۔ اور یہ سوچ کر میرے بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ کہ کس طرح مجھے سیاہ عیب کے عشق نے اس پرکشش بخت خاتون کو اس نوبت تک پہنچا دیا۔ کیا اس واقعہ کے بعد بھی تم اس جگہ ٹھہرنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ سارا حال وضع ہو جانے کے بعد اب تم اپ گھر کو چلی جاؤ؟“

”لیکن مجھے خاماں برباد کا گھرا ب کہاں ہے؟“ اس نے حسرت ناک ہنسی میں کہا۔
 ”افسوس! افسوس! میں ہی تم کو بے گھر بنانے کا ذریعہ ثابت ہوا ہوں!“ میں نے اس طرح کی پریشانی میں جوش بے اختیار ہی سے کہا۔ کہ ممکن تھا میں اس وقت جھو بخل میں آ کر خودکشی کر لیتا۔ مگر کیلئے کیا جو کچھ تم کہتی ہو صحیح ہے؟ کیا سچے سچ آبائی مکان کے دروازے ہمیشہ کے لئے تم پر بند کر دیئے گئے ہیں؟“

”جوزف کیا تم بھروسے سے بھی یہ خیال دل میں لا سکتے ہو۔ کہ مغرور و سمجھ گیز اہل امت سینڈی ول اپنی بدنصیب جھگڑی بیٹی کو جو اس کی لاعلمی میں گھر سے فرار ہوئی تھی۔ پھر اپنی پناہ میں لینا منظور کرے گا؟ اور بالعرض ایسا ہو بھی تو کیا اس کی بیٹی اتنی ہی بے غیرت ہے کہ وہ دوبارہ اس مکان پر جانے کی جرأت کرے۔ جہاں اس کی ستم رسیدہ روح کو اور زیادہ پکھنے کے لئے طعن و تشنیع ظلم و ستم اور تکلیف دہ شبہات کے سوا اور کچھ نہیں؟۔۔۔ نہیں جوزف! اس نے سنجیدگی کے لہجہ میں جس کے اندر کسی طرح کی تقی یا کل موجود نہ تھی۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ اب اپنی عزت اور ٹیکس نامی کھو دینے کے بعد بیڈی کیلئے ڈنڈا اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنی مغرور شخصیت کو سینڈی پام کے فرضی نام کی تر میں چھپا کر اپنی شوق سے

اختیار کی ہوئی شخصیت کو مجبوراً قائم رکھے:

میرے خدا کس قدر تباہی اور بربادی میری کزوری نے پیدا کر دی! میں نے نیم دیرانگی کی حالت میں اپنے آپ کو کوسے ہوئے کہا۔

جوزف تم اپنے آپ کو برا نہ کہو! کیلنٹھ نے میٹھی نرم آواز سے کہا: کیونکہ میں تم کو قصور وار قرار نہیں دیتی۔ بہر حال اب میں ایک دوسرے سے جدا ہو جانا چاہئے کیونکہ میں بہت دیر تک گھر سے غیر حاضر نہیں رہ سکتی۔ اور چونکہ تمہاری خوشنودی ہر حال میں مجھ کو منظور رہے۔ اس نے آئندہ جس طرح تم کہتے ہو ہم دوست ہی بن کر رہیں گے ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے میری طرف سے کبھی کوئی ایسی حرکت نہ ہوگی۔ جو اوروں کے

دلوں میں کاشمیر پیدا کرنے کا موجب ہو۔ اس کے ساتھ ہی میں ہمیشہ تمہاری بہتری کو مدنظر رکھوں گی۔ تاہم اتنا میں بھر کہتی ہوں کہ میرے راز کو ہمیشہ محفوظ رکھنا۔ بس یہ میری التجا ہے۔ اوماب مہربانی سے اپنے جوش کو دبا کر غماط بننے کی کوشش کرو۔ اوما ایک دفعہ پھر میرے لفظوں کو یاد رکھو کہ میری گذر اوقات آئندہ تمہاری احتیاط پر مبنی ہیں۔ اُس نے اپنا ہاتھ مجھ کو پیش کیا۔ اور کچھ ایسی وحشت میرے سر پر سوار ہوئی کہ

مجھے قطعاً معلوم نہیں۔ میں نے اُس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیکر کیا کیا۔ خواب کی طرح اتنا یاد ہے کہ میں نے اس کو ہونٹوں سے لگایا۔ اور وہ میرے ہتھ ہونے آئندوں سے بھیگ گیا۔ کیلنٹھ بھی اپنے جوش سے عبور ہو کر میرے بازوؤں میں جکڑ گئی۔ اور نیم بجیری کی حالت میں میں نے اس کو چھاتی سے لگایا۔ محو یا اس نا عاقبت اندیشانہ اظہار جذبات کے ذریعہ سے میں اُس رنج و غم کی تلافی کرنا چاہتا تھا۔ جو اس کو میری وجہ سے پہنچا۔ میں نے اُس کے رخساروں کو بوسے دیئے۔ جس سے اُس کے ہونٹوں پر شیریں مگر پھیکا تبسم پیدا ہوا۔ محو یا اپنے کشت آرزو کی تباہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو میری وجہ سے عمل میں آئی تھی۔ وہ اُس آخری اودامی ہم آغوشی سے بہرہ اندوز

ہونا اپنا حق تصور کرتی تھی۔ مگر اس ٹھیکے تبسم نے میرے رنج و غم کو وہ چند زیادہ کر دیا اگر وہ جوش میں بھر کر مجھ کو برا بھلا کہتی، غصہ اور نفرت سے پیش آتی یا جھگڑا کر کاہل دیتی۔ تو شاید میں اتنا متاثر نہ ہوتا۔ جتنا اب اُس کے علم و بردباری سے ہوا۔ اُس معافی نے جو سچے دل سے دی گئی تھی۔ اُس کے نرم رویہ اور اس صبر و سکون سے مل کر جس سے اُس نے اپنے عشق کی ناکامی اور مایوسی کو قبول کیا تھا۔ میرے دل پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ میں اُس کے لئے دم محسوس کے بغیر نہ رہ سکا۔

اب میں گھر جاتی ہوں۔ آخو کار اُس نے کہا۔ اور ایک مرتبہ پھر میری طرف در و ناک نظروں سے دیکھ کر وہ اپنے خوشنما ہونٹوں پر حسرت ناک تبسم پیدا کر کے تیز چلتی رخصت ہو گئی۔

قریباً پانچ گھنٹہ اور بیس اُس کے دوزخ کل جانے کے انتظار میں اُسی جگہ ٹھہرا ہوا۔ اور اُس وقت پھر ایک بار میں اپنے دل میں محسوس کے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اب بھی جو کچھ میری طرف سے ہوا۔ وہ انیل کے حق میں بیوفائی سے کم نہ تھا۔ مگر اس بارہ میں فخرابی صد ہا غفرت پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ میں نے اپنے آپ کو یہ کہہ سبھانے کی کوشش کی کہ میرا کینٹھ سے بھلیگر ہونا ایسا ہی تھا۔ جیسا ایک بھائی کا بہن سے۔ اور میں نے اُس کے رخساروں کو جو لمبے دیئے۔ وہ جوش نفاسانی سے خالی اور بالکل پاک تھے میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ کس قدر عنایت آئینہ سلوک اُس نے مجھ سے کیا۔ حالانکہ مجھ کو معلوم تھا۔ اُس کی طبیعت پُر مغرور ہے۔ چنانچہ اب جو میں نے حال کے نظارہ پر ایک نظر باز گشت ڈالی۔ تو میں اس بات پر تعجب ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ کس نے وہ اتنی حلیم بنی۔ کیوں اُس نے مجھ کو کسی طرح کی ملامت نہ کی؟ اُس کے علاوہ یہ بھی میں نے محسوس کیا۔ کہ اُس کے مقابلہ میں بہت زیادہ ذلت اور شرمساری میرے اپنے دل کو ہوتی ہے۔ اس کی دوستی قابلِ فخر اور باعثِ عزت تھی۔ اور گو حالات نے مجھ

اُس سے عشق کرنے کی اجازت نہیں دی۔ تو بھی وہ ایک ایسی خاتون تھی جس کی منزلت اور تعریف کرنا میرا فرض تھا۔

”عام مضائقہ نہیں“ میں نے کسی قدر اونچی آواز میں اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے کہا۔ ایک بھائی کی حیثیت میں اس کی جس قدر خدمت ممکن ہو سکتی تھی وہ ضرور کیا اور تازہ رست اُسے بہنوں کی طرح سمجھوں گا۔ میری خاطر اُس نے وہ وہ قربانیاں کی ہیں۔ کبھی کسی عورت نے نہیں کیں۔ اس نے میرا بھی یہ فرض ہے۔ کہ ہمیشہ اس کی بہتری کا خیال رکھوں۔ اس کو تسلی و تسکین دوں اور اُس بار غم کو جو اُس کی روح کو چل رہا ہے۔ جہاں تک میرے اختیار میں ہو کم کروں۔ کیلنٹھ اس میں شک نہیں میں نے تجھ کو بہت نقصان پہنچا بلکہ تمام آئندہ میں اس کی تلافی کی پوری کوشش کروں گا اور جب اس دفعہ انیل مجھے کوٹے لگی۔ تو میں سب حال اُس سے کہہ دوں گا واقعات جس جس طرح پیش آئے ہیں اُس سے بیان کر دوں گا۔ اور کیلنٹھ یقین رکھ۔ وہ ضرور تجھ سے ملے گی۔ اور تم دونوں ایک دوسری کو بہنوں کی طرح جانو گی اس کے بعد اگر جلد ہی یا دیر میں حالات کی موافقت نے اس بات کی اجازت دی کہ انیل سے میری شادی ہو سکے۔ تو اس صورت میں کیلنٹھ ہم تجھ کو اپنے ہی پاس لے کر رہیں گے۔ ہم تیری زخمی روح کو تسکین دیں گے۔ اور اپنے غنایت آمیز رویہ سے تیری اُن قربانیوں کا جو تو نے میرے لئے کی ہیں۔ بتا دے گا ان معاوضہ ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔“

اس طرح عالم تصور میں پُر دشت انداز سے کیلنٹھ ڈنڈا اُس کو مخاطب کرتا میں پہلے کچھ عرصہ سر دک پر ادھر ادھر گھر مٹا رہا۔ اس کے بعد جب اندازہ سے معلوم ہوا کہ وہ کافی دور جا چکی ہو گی۔ تو گھر کی طرف لوٹا۔ آخر کار جب رات ہوئی تو میں اس خیال سے بہت خوش تھا کہ اپنے گھر کی تنہائی میں پھر ایک بار دل سے

بائیں کر کے اس اضطراب و بوجھ کی حالت سے پیدا کیا تھا۔ بوجہ احسن رفع
کر سکوں گا۔

باب - ۳۸

رچرڈ فرنیکلن

اس کے بعد ایک ہینڈ گذر گیا۔ اور اس دوران میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں
آیا۔ یوں ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے میرا کینٹھ سے بار بار ملنا ہوتا تھا۔ اور اس طرح
رسمی ایش رہے بھی جو دو واقف شخصوں کے ایک دوسرے سے ملنے کے وقت ہوتے ہیں
ہو جاتے تھے۔ وہ ملنا کچھیکا تبتم بھی جو میرے سینہ میں تسک پیدا کر رہا تھا۔ اس
کے ہونٹوں پر ظاہر ہو کر فوراً زائل ہو جاتا تھا۔ لیکن . . . اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ نہ
ہم میں کسی طرح کی باتیں ہوتی تھیں۔ نہ ہم عرصہ دراز تک ایک دوسرے کے پاس ٹھہرتے
تھے۔ اور نہ تنہائی کے وہ موقعے ہی پیدا کئے جاتے تھے۔ جو عشاق کی بے تابی کا حصہ لازم
ہوا کرتے ہیں تاہم ایک بات ایسی تھی۔ جس کو میں انتہائی کوشش کے باوجود نظر انداز
نہ کر سکا یعنی ان ایام میں ایک شخص مسٹر فرنیکلن کا ہمارے گھر میں آنا جانا شروع ہو گیا
اس کا تعلق قصہ رایت سے ایک معزز گھرانے سے تھا۔ جس سے مسٹر رائسن کی بے تکلفی تھی
بلکہ میں کہنا چاہے کہ رائے کے طول و عرض میں سب سے گہرا دوست مسٹر رائسن کا اسی
خاندان سے تھا۔ مسٹر فرنیکلن ہمارے گھر میں عموماً رات کے وقت آتھے اور دس بجے
کے درمیان آپا کرتا تھا۔ ہمارے قریباً ۲۲ سال کی تھی۔ اور وہ ایک منہ گلتا خوش
جوان تھا۔ اس کے بالوں اور آنکھوں کی رنگت سیاہ اور چہرہ کی ساخت عقبائی تھی
اس کے والدین بہت آسودہ حال تھے۔ اور وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کے

علامہ جیسا کہ دوسرے تذکروں کو ذہنی معلوم ہوا، حال ہی میں اس کو اور ملکی
 نین بھنوں کو ایک گنوارے ماسوں کی طرف سے معقول جائداد و درختوں میں ملی تھی،
 ان حالات میں جیسا کہ سمجھا جاسکتا ہے، ارچر ڈفرینکلن کسی خوبصورت جوان لڑکی کے
 لئے نہایت اچھا برتھا۔ وہ طبعا شریف، صاحب اخلاق، پھیری ہوئی عادات کا مالک
 اور اس بیجا غرور سے خالی تھا جو مالدار والدین کی اولادوں میں اکثر پایا جاتا ہے
 مگر یا وہ جس لڑکی سے چاہتا، حصول دولت کی خواہش کے بغیر محض دل کی رہنمائی
 پر بسہرہ وقت شادی کر سکتا تھا۔

غرض یہ شخص تھا، جس نے کچھ عرصہ سے ہمارے ہاں اول دلا میں آتا
 ہانا شروع کر دیا۔ اور جب اس کے ساتھ یہ بھی دیکھا گیا کہ اس کی آمد کے اوقات
 زیادہ تر وہی ہوتے تھے، جب کیلئے دن بھر کی مصروفیتوں سے ناسخ ہو کر مسٹر
 رابنسن کے پاس گول کمرہ میں بیٹھا کرتی تھی۔ ترمیر اول ایک وجہ معلوم ہے جس کی
 حقیقت کو میں بہر حال تسلیم کرنا نہ چاہتا تھا۔ بیٹھا شروع ہو گیا۔ ایک حد خاص
 تک مجھے اس شخص رچر ڈفرینکلن سے نفرت ہونے لگی حالانکہ میرا یہ فیصلہ اس لحاظ
 سے بالکل نادرست اور ناجائز تھا کہ ہمارے عظیم مجلسی اختلافات کے باوجود وہ
 ہمیشہ مجھ سے عنایت آمیز سلوک کرتا تھا۔ بارہا میں اس مرد شریف سے جس کی طرف
 سے میرے لئے کوئی وجہ شکایت پیدا نہ ہوتی تھی۔ اپنی بڑھتی ہوئی نفرت کی بنا پر
 خود اپنے آپ سے ناراض ہوتا۔ میں اپنی کج اخلاقی اور کینہ توزی کے لئے خود اپنی ذات
 سے نفرت کرتا۔ لیکن بایں ہمہ میرے لئے اس امر واقعہ کو نظر انداز کرنا مشکل تھا کہ
 میں اس کو نہیں چاہتا۔ مجھے اس کی آمد و رفت ناپسند تھی۔ مجھے اس کی صورت
 اور شخصیت بھی ناپسند تھی۔

ایک رات جب میں کسی کام کے لئے گول کمرہ میں گیا۔ تو دیکھا کہ رچر ڈفرینکلن

اور کیلنٹھ پاس ہی پاس بیٹھے بعض تصویریں دیکھ رہے تھے۔ جنہیں اول الذکر اس سے دکھانے کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس دوران میں اس نے کسی تصویر کے سلسلہ میں کوئی مذاقہ فقہ کیا جسے سن کر کیلنٹھ بڑے زور سے ہنسنے لگی۔ مگر اس دلت اس کی وہ ہنسی جو عام حالات میں میرے لئے باعث راحت ہو کرتی تھی۔ پریشانی اور دل گرفتگی کا موجب ثابت ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی میں ان کے انداز نشست سے یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ ان میں کسی حد تک بے تکلفی پائی جاتی تھی۔ اور جو اس بے تکلفی میں بجائے خود کوئی بات آداب تہذیب کے برخلاف نہ تھی۔ تاہم میں اپنے دل میں یہ محسوس کرنے پر مجبور ہو گیا۔ کہ یہ بڑھی ہوئی آزادی اس خاتون سے لے جس نے حال میں میرے لئے اتنی عظیم قربانیاں کی تھیں۔ بجا اور نامناسب تھی۔ مسز ایمن جیسا اس کا معمول تھا۔ ایک گدے دار ہونے پر نیم درازی کی حالت میں بیٹھی تھی۔ اور اسے نہ ان کی گفتگو کی پرداخت تھی۔ اور نہ میل جول اور بے تکلفی کی۔ تاہم اگر میرے لئے کوئی صورت ممکن ہوتی۔ اور اگر میری حیثیت اس کی اجازت دے سکتی۔ تو یقیناً میں اس کے مکان میں یہ بات کہہ دیتا۔ کہ ایک ایسی خوب صورت آستانی کوچہ ڈفرنکلن ایسے نوجوان سے میل جول کا موقعہ دینا نہ صرف اس کے حق میں مضر بلکہ خود آپ کے گھر کی شان اور بے مافی ہے۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے۔ میں ایک بے حقیقت نوکر کیونکہ ایسی جرأت کر سکتا تھا واپس میں سخت پریشانی اور اضطراب کی حالت میں جس کو دانا میرے لئے نامکن ثابت ہو رہا تھا۔ اس کمرہ سے رخصت ہو گیا۔

بادرچی خاندان میں دوسرے نوکر رج ڈفرنکلن ہی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ میں جب پہنچا تو بادچین کہہ رہی تھی۔

میری اپنی رائے میں یہ کام اگر ہو جائے۔ تو مس پامر کے حق میں بہت اچھا ہے۔

”مگر میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ نوجوان مسٹر فرینکلن اس پر دانتہ ہو رہا ہے۔“ خادمہ نے جواب دیا: ”اور سہرات باقاعدہ آٹھ بجے یا اس کے حقوڑی دیر بعد ضرور اس سے ملنے آتا ہے۔“

”خدا معلوم مالکن کو بھی اس بارہ میں مشہدہ ہے یا نہیں؟“ بادچین نے پوچھا۔
 ”لیکن ہو بھی تو کیا ہرج ہے۔“ خادمہ نے رائے دی: ”مسٹر فرینکلن ایک غریب نوجوان ہے۔ اور یہ مالکن ہے کہ وہ کسی لڑکی کے بڑھے ہوئے اعتماد سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ نہ، نہ، آپ اطمینان رکھئے۔ اگر اس کمرس یا مرسے عشق ہے۔ تو یقیناً وہ اس سے شادی کی درخواست کرے گا۔ اور کئی عجب نہیں۔ بروسنگ کا زمانہ گزر جانے کے بعد ان کی شادی ہو جائے۔ لیکن... کیوں جو زف تم کو کیا ہوا؟“

”میں... میں... ار... کچھ نہیں۔ یہ اپنی مجھ کو درد سر کی شکایت ہے۔ دراصل میری طبیعت دو تین دن سے اچھی نہیں۔“ اور یہ کہتے ہوئے میں نے اپنے بڑھے ہوئے اضطراب کو رفع کرنے کی لا حاصل کوشش کرنی شروع کی۔

”میرے خیال میں تو“ خادمہ نے یہ کیفیت دیکھتے ہوئے کہا: ”جو کچھ میں نے ایک دن ہنسی ہنسی میں کہا تھا وہ درحقیقت صحیح معلوم ہوتا ہے۔ آپ دیکھئے کیا اس کی حالت صاف ظاہر نہیں کرتی۔ کہ وہ تب عشق کا مریض ہے جو ارے بچے کیا تو سچ بچ خیال کرتا ہے بروس یا مرس۔ گو وہ ایک استثنائی ہی ہے مجھ سے...“
 ”مہربانی سے اس طرح کی گفتگو مجھ سے نہ کیجئے۔ میں نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا۔ مگر یہ پہلا موقع تھا کہ میں کسی دوسرے کو نہ کرے اس طرح کی بد مزاجی سے پیش آیا۔

”حزرت“ خادم نے سنجیدگی سے جواب دیا: میں نے جو کچھ کہا۔ وہ تم کو ناراض کرنے کے لئے نہیں تھا۔ لیکن اگر انصاف کرنی چیز ہے۔ اور اگر میری آنکھیں حقائق و حقیقت سے بالکل ہی محروم نہیں۔ تو میں پھر بھی یہی کہوں گی۔ کہ اپنے دل میں تم سے ہرگز کو ضرور چاہتے ہو۔“

اس بحث کو طویل نہ دینے کے خیال سے میں نے ایک سو م بتی اٹھائی۔ اور اپنے کمرہ کی طرف ہر لیا۔ اور اس جگہ بیٹھ کر سوچنے لگا۔ کہ احتیاط کی انتہائی کوشش کے باوجود مجھ سے اتنی بڑی نا عاقبت اندیشی ہوئی۔ کہ اپنے جذبات کو چہرہ کے آئینہ سے ظاہر ہوتے دیا۔ پھر اس کے علاوہ میرا اس وقت کا طرز عمل کتنا اچھا نہ اور میرے اپنے حق میں کس قدر مضحکہ انگیز تھا۔ اگر خادم نے ایک بات دل لگی کے طور پر کہی تھی۔ تو مجھے اس سے خفا ہونا لازم نہ تھا۔ اور اس کے بعد میرا دنیا کمرہ سے اٹھ کر چلے آنا۔۔۔ یہ ان کے شبہات کو اور بھی تقویت دینے والا تھا۔ میں سخت بے تاب اور بے چین تھا۔ میں اپنے آپ سے۔ حالات کی رفتار سے۔ کل انتظام کائنات سے ناراض تھا۔ اور کوئی صورت اپنے دل کو قرار دینے کی نظر نہ آتی تھی۔ انتہائی کوشش کے باوجود میں اس خیال کو دل سے خارج نہ کر سکا۔ کہ رچرڈ فرینکلن اور لیڈی کیلنٹھ کا ایک دوسرے کے پاس بیٹھنا اور یہ تکلف نہ ملنا۔ میری نظروں میں سخت معیوب تھا۔ لیکن اس سے آگے سوال پیدا ہوا کہ کیوں ایسا ہے؟ نہ میرا فرینکلن سے کوئی رشتہ۔ نہ لیڈی کیلنٹھ سے کوئی نا طہ۔ پھر ان کے میل سے میرا کیا واسطہ؟ کیلنٹھ میری کیا تھی؟ کچھ نہیں۔ تو پھر بلا سے۔ وہ جس سے جی چاہے لے جس سے جو سلوک کرنا چاہے کرنے مجھے اس کے افعال و حركات کا نگار بننے کا کیا حق حاصل تھا؟۔۔۔ مگر کیا کچھ بیچ میرا اس سے کوئی تعلق نہ تھا؟ کیا واقعی مجھے اس سے محبت نہ تھی؟۔۔۔ نہیں۔

میں اپنے جی کی اُٹھتی ہوئی ٹیس کو دبائے کی کوشش کر کے کہتا نہیں۔ میرا دل انیل کا ہو چکا اس لئے مجھے کیلنٹھ کے چاہنے والوں کی طرف سے جوش و رفاقت کیوں ہو؟ اس کے عکس مجھے اس بات سے خوش ہونا چاہئے۔ کہ اس کی شادی ایک ایسے باحیثیت نوجوان سے ہوگی جو اس کے چھٹے ہوئے گھر اور کھوئی ہوئی منزلت کے بدلے نیا گھر اور نئی عزت دے سکے گا۔ لیکن افسوس جی کو سمجھانے کی کوشش کرنا ایک بات ہے۔ اور اس کا اس جھوٹا استدلال سے متاثر ہونا دوسری۔ چاہے کچھ ہو۔ میرے رچہ ڈفرینکن کو پسند کرنا اور اس کے برخلاف جوش و رغبت کو دبانا ناممکن تھا۔ اور اس کے ساتھ یہ خیال علیحدہ سوہن روح کہ اگر کیلنٹھ اپنے عشق کو اتنی جلدی دوسری جگہ منتقل کر سکتی ہے تو اس کے وہ کئے چہ؟ دوسرے وہ قربانیاں جن کا ذکر اس شدہ مد سے ہوا تھا۔ اور اس عشق کی بنیاد جو اسے مجھ سے تھا کیا بالکل کمزور تھی؟ سخت ذہنی اذیت کی حالت میں میں آخر کار یہ کہتا ہوا بستر پر لیٹ گیا۔ کہ انیل میری ہے اور میں انیل کا ہوں اور کیلنٹھ میری کچھ نہیں۔ مگر اس کے باوجود میں اس خیال کو دل سے نکالنے میں کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ کہ یہی کیلنٹھ اگر رچہ ڈفرینکن سے نہ ملتی تو بہتر تھا۔ ✓

اس سے اگلی صبح کو جب میں نرکروں کے کمرہ میں گیا تو اپنے دل میں کل کی شکر بخی کی تلافی کے لئے نوکر دوں سے اچھی طرح پیش آنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ لیکن وہ لوگ بیٹا نیک دل تھے۔ اور کل کے واقعہ کی یاد ان کے دلوں سے محو ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ وہ صیب مجھ سے عموماً محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ میرے بدلے ہوئے رویہ کو دیکھ کر وہ صیب بڑے تپاک کے ساتھ نے۔ اور کسی نے اس واقعہ کو خوشگوار کا ذکر تازہ نہ کیا۔ مگر ان باری باتوں کے باوجود وہ کسک جو میرے دل میں رچہ ڈفرینکن کی طرف سے تھی۔ نیز اس گفتگو کی یاد جو پیش نوکر دوں میں مٹی تھی۔ اب بھی خواب پریشاں کی طرح باقی مٹی۔ جی میں تھا۔ آباذی سے دو کسی علیحدہ مقام پر چل جاؤں۔ اور اس جگہ بے روک اپنے خیالات کا

میں نے ذرا تیز کر دی۔ مگر یا اس ذریعہ سے میں خیالات کی الجھن اور پریشانی سے بچ سکتا تھا۔ اور بالآخر شہر تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ مختلف دوکانداروں سے سرواقل کے بارہ میں جو کچھ کہنا تھا۔ کہہ کے میں ٹھہر کر دونا چاہتا تھا۔ یہ کیا دیکھتا ہوں ایک بازار کے سرے پر چرچر ڈریکلن اور بیڈی کیلنٹھ بازوؤں بازو ڈلے سیر کرتے پھر رہے ہیں۔ اس نظارہ کو دیکھ کر۔ اگر کوئی شہر جسداور جرش رقابت کے بارہ میں اب تک میرے دل میں باقی تھا زود پر سی طرح زائل ہو گیا، میں فی الواقعہ حاسد تھا۔ میں حقیقتاً اس شخص چرچر ڈریکلن کو اپنا رقیب تصور کرتا تھا۔ لیڈی کیلنٹھ کو اس کے بازو کے مہار سے چلتا اور اس سے باتیں کرنا دیکھ کر دو کی تیز لہر میرے سینہ میں پیدا ہوئی۔ نیم بے خبری کی حالت میں میں ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اس وقت یہی معلوم ہوتا تھا کہ اس دنیا میں کیلنٹھ کو میرے سوا کسی سے میل رکھنے کسی کے ساتھ چلنے کسی سے گفتگو کرنے کا حق حاصل نہیں ہے لائقہ تجربہ یزیدلش میں پیدا ہوئی شروع ہوئی۔ سوچا۔ تیز چلتا ان کے پاس ہو کر آئے نکل جاؤں اور مجھے دفعتاً پیچھے مڑ کر گھورتی ہوئی نظروں سے کیلنٹھ کی طرف دیکھوں لیکن نہیں مجھ ایسے بے حیثیت سے ٹوکر کلا بد رو یہ گشت نامی اور بد تہذیبی پر حمل کیا جائے گا۔ میرا یہ فرض تھا کہ ٹوپی کو ہاتھ لگا کر چپ چاپ سوڑا تہ گندھاؤں۔ اچھا تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں ان کا پیچھا کروں۔ جس جگہ وہ جائیں چلتا جاؤں۔ اور دیکھوں وہ کینک ساتھ رہتے۔ کیا کرتے اور کہہ رہے جاتے ہیں؟ اور اگر ممکن ہو۔ قرآن کی نگاہ اور انداز سے ان کی گفتگو کی ذہنیت معلوم کرنے کی کوشش کروں۔ لیکن اس صورت میں بھی سوچ آئی کہ اگر انہوں نے کیا ایک پیچھے مڑ کر دیکھا اور مجھے ساتھ آتے دیکھ لیا۔ تو میں ان کی نظروں میں کینہ اور ذہیل قرار پا جاؤں گا۔ اس لئے یہ تجربہ بھی ٹھیک نہیں۔ اس سے بد رجا بہتر یہ ہے کہ میں علیحدگی میں کیلنٹھ سے مل کر اس بے تکلفی کی وجہ پوچھوں۔ لیکن۔۔۔ اس میں بھی یہ روک مزاحم نظر آتی۔ کہ کیا میں ایسا کر سکتا ہوں؟ کونسا حق

مجھے ایسا کرنے کا حائل ہے ؟ اور کیا اس کی طرف سے میرے اس مطالبہ کا جواب نفرت اور حقارت کے سوا کچھ اور دیا جائے گا یا نہیں ۔ یہ ترکیب بھی اوجھی تھی ۔ ایک ایک کر کے میں نے کئی تجویزیں سوچیں مگر ان میں سے ایک بھی تسلی بخش نظر نہ آئی ۔ سخت حیران کر کیا کروں ؟ سر کی ترکیب ایسی نہ تھی جو قابل عمل ہوتی ۔

لیکن وقتاً فریض کن اور کیلنٹھ چلتے چلتے ٹھیر گئے ۔ پھر ان میں خصوصی مصافحہ ہوا فریض کن نے ٹوپی اتار کر کیلنٹھ کر سلام کیا ۔ اور اس کے بعد یہ تو ایک پارچہ فروش کی دوکان میں چلی گئی اور وہ ایک اور سمت میں رخصت ہو گیا ۔ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا ۔ تو میں اس سے کم دیش تیس گز کے فاصلہ پر تھا ۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ دوکان میں داخل ہونے سے پہلے ابھر اُدھر جھانکتے ہوئے اس نے مجھ کو دیکھ لیا ۔ خیال آیا کیا وہ اس سے یہ نہ سمجھے گی کہ میں قصداً ان کا پیچھا کر رہا ہوں ؟ میں نے دعا کی ۔ کہ ایسا نہ ہو ۔ کیونکہ میں اس کی نظروں میں ذلیل و حقیر بنا دیا جاتا تھا ۔ جیسے جلدی سے پیچھے مڑا ۔ کیونکہ کیلنٹھ کی نظروں کے سامنے دوکان کے آگے سے گزرنے والے کو نا پسند تھا اور موڑے ٹھہر کر پاس والے بازار کی طرف چلا گیا ۔ جس کے بعد ایک چھوٹا سا چکر کاٹ کے میں اس سڑک پر جا پہنچا جو کوٹھی کی طرف جاتی تھی ۔ چند منٹ تک میں نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی پردہ انہیں کی ۔ اور ان جاسد انہ خیالات کو دبانے کی کوشش کرنے لگا ۔ جو سینہ میں درد و اذیت پیدا کر رہے تھے ۔ میں اپنے خیالات میں درد گزار دینا ماضی کا عنصر داخل کرنے کی کوشش کرتا تھا ۔ جیسا کہ ہر نصف مزاج انسان کو کرنا چاہیئے ۔ اس کے علاوہ میں بار بار اپنے خیالات کو نیل کی تہریر پر لگانے کی کوشش کر رہا تھا ۔ جیسا کہ میرا فرض تھا ۔ لیکن بے سود ۔ میرے دل کی کیفیت عجیب تھی ۔ اگر اس وقت کوئی شخص مجھ سے آکر کہتا کہ اپنی کسی دوست کو دینی سے شادی کرنے لگی ہے ۔ تو میں یقیناً غم و غصہ کے جوش سے دیرانہ نہ جاتا ۔ لیکن اس پر ساتھ یہ بھی امر واقعہ ہے ۔ کہ کیلنٹھ کے فریض کن سے ملنے ۔

اس سے گفتگو کرنے۔ محبت آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھنے کا خیال بھی یکساں روح فرما تھا۔ سوچ آئی کیا میں ان دو نوکر کا ہوتا ہوں؟ دو نو سے یکساں محبت کرتا ہوں؟ جواب ملا نہیں۔۔۔ یہ ناممکن ہے! لیکن اگر ایسا ہے۔ تو کس نے میں اینبل سے عشق کرنا ہوا کیلئے اور چرڈ فرینکلن کے میل سے اتنا بے چین ہوتا اور اتنا حسد کرتا ہوں؟ اس کا جواب افسوس کچھ نہ ملتا تھا۔ ✓

دفعۃً یہ خیال صورت انقادل میں پیدا ہوا کہ کیلئے میرے پیچھے پیچھے آتی ہے میں نے پیچھے ہٹ کر دیکھا۔ واقعی وہ تھوڑے فاصلہ پر میری پشت پر چلی آ رہی تھی پھر میری خواہش ضبط کرنے کی کوشش کے باوجود میرے پاؤں خود بخود اس کی آمد کے انتظار میں رک گئے۔ خیال آیا۔ اس سے قصداً پرے رہنا۔ بد تہذیبی کا نشان ہو گا۔ میں نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ اطمینان کی ہلکی بہت ہلکی جھلک اس پر تھی۔ جو شاید میرے نظری دھوکے کا نتیجہ ہو۔ تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس طرح کی خفیت سے قبل اس کے چہرہ پر ضرور تھی۔ اس کو دیکھتے ہی جوش رقابت کے سانپ نے جواب تک کنڈلی مارنے بیٹھا تھا۔ پھر ایک بار میرے سینہ میں گردن اٹھائی۔

’جوزف‘ اس نے اپنا ہاتھ مصالحتہ کے لئے پیش کر کے یہ سلام کرنے کے لئے کرکٹ کی آس پاس نہیں ہے۔ جلدی سے اوجھڑا دھڑکیٹے ہوئے کہا: ’تم کس کام کے لئے شہر آئے تھے؟‘ احتیاطاً ہر چند معمولی تھی۔ تاہم اپنے اس وقت کے بگڑے ہوئے خیالات کی روشنی میں میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اگر اس وقت میری جگہ چرڈ فرینکلن ہوتا تو یقیناً وہ اس کی ضرورت نہ سمجھتی۔ اس نے کہ چرڈ فرینکلن ایک مرد شریف تھا اور میں آخر ایک ادنیٰ نوکر جس سے اس کا ہاتھ ملانے اور گفتگو کرتے دیکھا جانا مناسب اور مستحسن نہ تھا۔

”مسز اربنسن نے مجھ کو بعض کاموں کی سرانجام دہی کے لئے بھیجا تھا۔ میں

نے قدر اساتذہ پیش کرتے ہوئے سردھری سے کہا۔
 "اور میں اپنے لئے کچھ سامان خریدنے آئی تھی۔ کیلنتھ نے جواب دیا۔ اور میں
 اس خیال سے پریشانی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اس نے میرے سلوک کی سردھری
 ہر معاملہ کے لئے ہاتھ پیش کرنے کے قابل کو باطل نظر انداز کر دیا۔
 "میرا خیال تھا۔ تم اس وقت بچوں کو سیر کرانے لجا یا کرتی ہو۔" میں نے خشک
 لہجہ میں کہا۔

"یہ صحیح ہے۔" اس نے جواب دیا۔ لیکن جب مجھے کوئی سودا خریدنے جانا ہو۔ تو
 پھر ان کو ساتھ نہیں لاتی۔ کیونکہ مسٹر رائنس کو ان کے ٹھک جانے کا احتمال رہتا ہے۔
 "علاوہ بریں نہیں نے اپنے لہجہ میں طنز شامل کر کے کہا: تمہیں اس موقع پر
 رائیڈ میں ایک اور ساتھی مل گیا تھا۔ اس لئے روکیوں کو ساتھ لانے کی دوسری
 جگہ سودا تھی۔"

"آہ! تو کیا آپ نے نہیں دیکھا تھا؟" کیلنتھ نے بدستور نرم لہجہ میں پوچھا: بیشک
 مسٹر میں مجھ کو مسٹر فرینکلن مل گیا تھا۔ اور اس نے ازراہ عنایت مجھے اپنے بازو کا
 سہارا پیش کیا۔"

"جیسے تم نے غرضی قبول کر لیا: میں نے ایک اس طرح کے ترش لہجہ میں کہا جس
 کے لئے مجھے غرا ہی اپنے دل میں شہسار ہونا پڑا۔"

"اے میں شک مجھے اس سے مل کر خوشی ہوئی۔" اس نے بدستور لہجہ پر سکون
 میں جواب دیا۔ "کیونکہ بعض اوقات کسی طاقتور کا تنہا بازووں میں ٹکنا اچھا نہیں تھا۔"
 "اور مجھ کو پوری امید ہے" میں نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: کہ
 مسٹر فرینکلن تمہارے لئے بڑا امنسا رساتھی ثابت ہوا ہوگا۔"

"اس کی شرافت اور حسن اخلاق کا حال ہر شخص کو معلوم ہے۔" کیلنتھ نے

جواب دیا: "اور یہ بات ترغالباً تم کو بھی تسلیم کرنی پڑے گی کہ وہ بڑا انکیل نوجوان ہے
کیوں جو زنت کیا یہ صحیح نہیں ہے؟"
"ہم سب" میں نے سمجھ بوجھ میں کہا: "اور غالباً یہی باعث اس کے تہاری نظر دل میں
شرٹ قبول پانے کا ہے؟"

"ہاں۔ ہاں۔ بیشک ہے: کیلنٹھ نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف
دیکھتے ہوئے کہا: "اور سچ پوچھو تو کہوں نہ ہو؟"

اس کی سرسئی آنکھوں کی تیز چمک کے آگے میری اپنی آنکھیں جھجک گئیں اور
میں جیڈنٹ تک ہر نہ چاہتا تھا چپ چاپ اس کے پیلوں میں چلتا رہا۔ مگر اب جو میں نے
دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارے قدم نادانستہ ہم کو پھر اُسی کچی سڑک کی طرف لے گئے تھے
جہاں ایک مہینہ پیشتر میں نے یڈی کیلنٹھ کو اپنے حال دل سے آگاہ کیا تھا۔ میں نہیں
جانتا وہ میرے پاؤں لٹے جو یڈی کیلنٹھ کو اس طرف لانے کا ذریعہ ہے۔ یا خود
اس معاملہ میں میری رہبر ثابت ہوئی۔ مگر صبح وجہ کہہ دو۔ امر واقعہ یہ تھا کہ پھر ایک بار
ہم دونوں اُسی دیران سڑک پر پہنچ چکے تھے۔ جہاں کوئی شخص ہیں دیکھنے یا ہماری انگلی
سننے والا موجود نہ تھا۔ اور اب اس سڑک کے منظر نے دشنام واقعات کی یاد کو پھر
ایک بار میرے ذہن میں تازہ کر دیا۔ جو چار ہفتے پیشتر اسی جگہ پیش آئے تھے یہی وہ
جگہ تھی۔ جہاں میں نے اپنی دلی سیفیات ظاہر کی تھیں۔ اور یہی وہ مقام جہاں اس نے
اپنی عظیم قربانیوں کا ذکر کیا تھا۔ پھر اس کے علاوہ بھی وہ جگہ تھی۔ جہاں میں نے اس کو
دردناک جھنگلوں سے رنج اذیت پایا تھا۔ اور اسی راہ میں وہ جگہ تھی جہاں وہ لوٹے ہوئے
پھول کی مانند میری آغوش میں گر گئی تھی۔ اور میں نے اس کے زرد فام رخساروں پر
آنسوؤں اور برسوں کی دوسے پھر ایک بار کندی رنگت پیدا کی تھی۔ خداوند! کہ
عورت کا تون اس سے بدتر مثال پیش کر سکتا ہے جیسی اس وقت میری نظروں کے

سلنے تھی؟ ایک ہینہہ پیشتر وہ مجھ پر مری جاتی تھی۔ وہ میری خاطر تباہی۔ گدائی اور روسیاسی سب کچھ منظور کرتی تھی۔ لیکن آج . . . آج وہ ایک مرد غیر کی شرافت حسن اخلاق اور حسن صورت کی تعریف کر کے اسی منہ سے بھولی بن کر پوچھتی تھی۔ کہ کیا وہ ایسا نہیں ہے؟ لرزہ تیز کی لہر مجھے اپنے سر سے پاؤں تک گزرتی معلوم ہوئی جسد اور غصہ کا دیر میری نظروں کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اینبل کی تصویر فاصلی دھند میں چھپی اور زائل ہوتی معلوم ہوئی۔ اور میں نے اپنے جوش رقابت کو ضبط کرنے کے ناقابل ہو کر چلتے چلتے خیر کر غم و غصہ کی دلی ہوئی محو گرفتہ آواز سے کہا: کیلنتھ کیا واقعی تم کو رچوڈ فرینکلن سے عشق ہے؟

ایک نئی طرح کی رولت اس کے ادا اس چہرہ پر چمکی۔ جو میرے خیال میں اسی رچوڈ فرینکلن کے ذکر کا نتیجہ تھی۔ جلدی سے پوچھنے لگی: کیوں۔ تم نے کیونکر سمجھا؟
 میں نے کیونکر سمجھا؟ میں نے اسی کے لفظوں کو طعن سے دہراتے ہوئے کہا۔
 کیا تمہیں اس سے انکار ہے؟

”بالفرض ایسا ہو“ کیلنتھ نے پرسکون لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ تو اس میں کمی کا کیا ہرج؟ اور جو ایسا نہ ہو تو کچھ کوئی کیدوں کسی سے پوچھے؟ اس کا چہرہ اب بھی سرخ لیکن آہنا ز غصہ اور جوش سے ہلک تھی۔ فی الحقیقت اس کے مقابلہ میں میں اپنے بڑھتے ہوئے جوش کو دیکھ کر خود ہی شرمسار سہا جاتا تھا۔

”جی ہے“ میں نے کہا۔ ”کیوں کوئی آپ سے پوچھے . . . جو میرا اپنا خیال یہ تھا . . .“

”ہر وجہ سے۔“ خیر کیوں گئے؟“ اس نے تحریر کی۔ ”تہا را اپنا خیال کیا تھا؟“
 اور یہ کہتے ہوئے اس نے عجیب طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

”میرا خیال یہ تھا۔“ میں نے بڑھتے ہوئے جوش کی حالت میں اب تیز تر لہجہ میں

تقریر کر کے کہا کہ ہمارے درمیان جو دوستانہ تعلقات قائم ہوئے تھے ان کی بنا پر میری ناچیز ہستی آپ کے اعتماد کے باطل ہی ناقابل نہ تھی۔۔۔

”لیکن فرض کرو جو فتنہ مجھے تم سے کسی طرح کا مشورہ کرنا ہوتا۔ اس نے قطع کلام کر کے نرم لہجہ میں کہا۔ تو یہ بتاؤ اس آخری ملاقات کے بعد جو اسی جگہ ہوئی تھی۔ اور کونسا موقعہ میں ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کا حاصل ہوا ہے؟“

”آہ۔۔۔ وہ ملاقات!“ میں نے تلخ لہجہ میں کہا۔ بے شک اس کے بعد میں کوئی موقع نہ مل سکا کہ میں ملا۔ تاہم اب جبکہ ملا ہے۔ جس امید کرتا ہوں کہ تم مجھ سے ایک دوست۔۔۔ ایک بھائی کی مانند سلوک کر دو گی۔“

”کیوں نہیں؟ کیلئے تم نے جواب دیا۔ پوچھو تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟“

”جو کچھ تمہارے ہی میں ہے۔ میں نے کہا۔“

”تو کس بارہ میں؟“ اس نے دریافت کیا۔ اور میرا خیال ہے کہ ایک ہی نظر اسٹ

اس کے لہجہ میں پیدا ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی آنکھوں کی چمکتیز ہوئی۔ اور چہرہ کی سرخی نے نمایاں صورت اختیار کر لی۔ ”تم جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ میں جواب دوں گی۔“

”میرا سوال وہی ہے۔ جو میں نے پہلے تم سے پوچھا تھا۔ یعنی کیا واقعی تم کو چرچہ بنگلن سے عشق ہے؟“ اور جواب کا انتظار کرتے ہوئے میرا دل بے اختیار زور سے دھکنے لگا۔

”جوف۔“ اس نے شروع نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تمہارے سوال

کا جواب مثبت یا نفی کی صورت میں دینے سے پیشتر میں ایک سوال اپنی طرف سے

پوچھنا چاہتی ہوں۔ بالقرض میں نے مسٹر فرنیکلن کو سردہری سے نہ دیکھا ہو۔ بالقرض

اس کے نیک ارادے میرے لئے باعث عزت ثابت ہوئے ہوں۔ بالقرض اپنی عجیب

حالت کی وجہ سے میں اس کی درخواست شادی کا جواب صورت اثبات دینے پر مجبور

ہوں اور بالفرض اپنی حالات کی مجبوری سے جن کا ذکر پہلے ہوا ہے میں نے اس کو دیکھتے ہوئے اپنے دل کو یہ سمجھا کر کہ اس کے پردہ میں میں خود تم کو دیکھ رہی ہوں بدقت اپنی محبت کو تم سے اس پر منتقل کرنے میں کامیابی حاصل کی ہو۔۔۔ میں کہتی ہوں اگر یہ سب باتیں فرض کر لی جائیں تو میں تم سے دریا زت کرتی ہوں کہ ایک دوست اور بھائی کی حیثیت میں کیا نہیں اس واقعہ پر خوش ہونا چاہئے یا نہیں؟

’خوش!۔۔۔ مجھے اس واقعہ پر خوش ہونا چاہئے!‘ میں نے بڑے سے ہوئے فحشہ اور جوش سے خوشی میں بے پرواہی کر کہا۔ اور اس کے بعد جب میں نے دیکھا کہ کیلنٹھ اپنے گلہ دار رخساروں کی سرخی۔ اپنی مست سیاہ آنکھوں کی چھپی ہوئی جلیوں اپنے بھونکا سیاہ بالوں کی خوشبو اور چمک اور ماتی لباس کی دھن کی ہوئی پسند رنجش کی دلفریبیوں سے پہلے کی نسبت وہ چند۔ وہ ہزار چند خوبصورت نظراتی ہے۔ تو میرے دماغ میں اس خیال سے جوش دیر آگئی پیدا ہو گیا۔ کہ یہ حسن کی تصویر یہ پیکر مٹائی کسی دوسرے کے قطعہ میں چلی جائے گی۔

’ایک دوست اور بھائی کی حیثیت میں‘ اس نے اس طرح کے پرسکون لمحہ میں جو میرے جوش جذبات سے بالکل غیر متاثر نظر آتا تھا۔ بھر کہا۔ یقیناً نہیں اس بات سے خوش ہونا چاہئے۔ کہ وہ جس کو تم اپنی بہن کہہ چکے ہو۔ اس شادی کے ذریعہ سے دوبارہ ایک بار اپنی بھوئی ہوئی خوشی اور منزلت پاسکے گی۔ اس کے علاوہ کیا ان کیفیات کے بعد جو ایک ہیئتہ بیشتر تم نے مجھ پر ظاہر کی تھیں کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔۔۔

’کیلنٹھ‘ میں نے ملاست آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر جوش کے تھوڑے ہوئے لمحہ میں کہا: کیا تم اتنی جلد بھول گئی ہو کہ ایک ہیئتہ بیشتر اسی مقام پر کھڑے ہو کر ہم نے اپنے بوسوں کو آنسوؤں سے آمیز کر کے اس بات کا عہد کیا تھا۔۔۔

”عجز ف“ اس نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: ”آج تمہاری گفتگو اور اس گفتگو کا اوج اتنا عجیب ہے کہ میں نہیں جانتی کیا سوچوں۔ اور اس کا نتیجہ اخذ کروں۔“

”اوہ! کیا تم اب تک نہیں سمجھی ہو؟“ میں نے بڑھے ہوئے جوش کی حالت میں اس بات سے لاپرواہ ہو کر کہیں کیا کہنا چاہتا اور کیا کہنا ہوں جواب دیا: ”کیا تم اب تک نہیں سمجھی ہو کہ میں تمہارا کسی اور کی ہو کے رہنا کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتا“

”کیوں؟ کیا عشق کرنا جرم ہے؟“

”بے شک کسی اور سے!“

”لیکن کیا تم نے اسی جگہ کھڑے ہو کر نہیں کہا تھا کہ تم بھی کسی اور سے عشق کر سکتے ہو؟“

”آہ۔۔۔ بیشک! بے شک! میں نے کہا تھا۔۔۔ مگر اب۔۔۔ میں اپنے دل کا حال سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میرے خدا! میں سچ سچ نیم ویرانہ بن گیا ہوں۔ مگر کیلئے تھا صاف۔ ایسا غامضی کے ساتھ جواب دو کیا سچ سچ تم کو رچرچہ فریٹکن سے عشق ہے؟“

اور یہ کہتے ہوئے میں نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے اور ان کو زبردستی اپنی کئی گرفت سے پکڑتے ہوئے اذیت بخش حالت میں اس کی آنکھوں کی سیاہ گہرائیوں کو دیکھا۔

”بالفرض میں کہہ دوں ہاں۔۔۔؟“

”تو پھر میری یاد آگئی میں کیا شک ہے؟“

”اور جو میں کہہ دوں نہیں۔۔۔؟“

”تو پھر اس دنیا میں میرے برابر جوش نصیب کون ہے؟“

”مگر جو غنہ تم بتاؤ کیا تم کو مجھ سے عشق ہے؟“

انتاکہ میں بیان نہیں کر سکتا۔۔۔ اور اسی لئے میں تمہارا کسی سے ملنا
برداشت نہیں کر سکتا۔

”آہ! خوشی!۔۔۔ آہ! خوش نصیبی!“ اس نے بے اختیار مجھ سے لپٹے ہوئے
کہا: ”نہیں جوت میں رچو“ ڈزینکن کو نہیں چاہتی مجھے اس سے بالکل محبت نہیں
ہے۔ میں تمہاری ہوں۔ میں تمہاری ہوں اور ہمیشہ تمہاری رہوں گی!“

میں نے اس کو سینہ سے لپٹا لیا۔ اور پھر ایک بار ہمارے بوسے آنسوؤں سے
آمینہ ہوئے۔ عمو یہ بیان کرنا لامحالہ ہے کہ اب کی بار وہ آنسو ناقابل بیان راحت
اور خوشی کے آنسو تھے۔ افسوس اب اینیل بالکل بھول گئی۔۔۔ یا نہیں۔ میں گو
اسے بھول گیا۔ تاہم اس کی تصویر ذہن میں لپٹی ہوئی افسردہ دغناک اب بھی میری
نظروں کے سامنے موجود تھی۔ نیکی کے فرشتے کی مانند جو مجبوراً اس آدمی کا ساتھ چھوڑنا
پڑا۔ جو اس کے حفاظتی اثرات کے باوجود ارتکابِ گناہ سے باز نہیں رہ سکتا۔ اس کی
دل کش تصویر۔ اوداسی اور رنگینی میں بھی دلکش۔ بتدریج نظروں سے ہٹ کر فاصلہ
کے بعد میں چھپتی معلوم ہوئی۔ درد کی تیز نیس ایک ٹانہ کے لئے میرے سینہ میں اٹھی۔ مگر
جب اس کے بعد وہ سینہ کیلئے کے سینہ سے لگ گیا۔ جب اس کا دباؤ دلکش اور راحت
بخش معلوم ہوا۔ جب اس کا خوشبودار مانس میرے رخساروں سے اور مرطوب میٹھے
ہونٹ میرے ہونٹوں سے لگ گئے۔ جب پہلی پُر جوش ہم آغوشی کی لذت حصہ میں آئی
تو میں اسے بھول گیا۔ میں اپنی اینیل کی پاک دفا کو بھول گیا۔ میرا جرم دغناہ کی یاد کر۔
میں اس دنیا اور ماں کو بھول گیا۔

”کیلئے پیار سی کیلئے“ اس کے بعد جب میں اپنا بازو اس کی نازک کمر میں ڈالے
آہستہ آہستہ اس کے پیلوں میں چل رہا تھا۔ جب اس کی جھکی ہوئی گردن میرے شانے سے
لگی تھی۔ اور مجھے ہونے جوین میرے پیلوں سے مس کرتے تھے۔ ”کیلئے“ میں نے کہا: ”سج

تجاکیا تو نے رچو ڈفرینکلن کی محض اس نے حوصلہ افزائی کی تھی کہ مجھ کو خسد ہو؟ آہ تیرے رخساروں کی مائی اس خیال کی تصدیق کرتی ہے۔ کہ جو میں نے کہا ٹھیک ہے۔

پیارے۔ پیارے جوزف! اس نے قند سے میٹھی۔ شہد سے شیریں آواز میں کہنا شروع کیا: تم سے میری وہ ہمرنگر۔ ہمہ سوز۔ عالم آشوب محبت ہے۔ جو ایو سینوں سے بچھنا۔ ناکامیوں سے منشا اور رکاوٹوں سے ٹوٹنا نہیں جانتی۔ اپنی اس پُر جوش محبت کی طاقت کا صحیح اندازہ کر کے میں اچھی طرح جان چکی تھی۔ کہ اس کے مقابلہ میں کوئی محبت۔ اس سے دس ہزار گنا طاقت رکھنے والی محبت بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اور میرا اپنا جذبہ عشق وہ جذبہ پُر جوش و پُر خروش جس کا ثانی کبھی کسی عورت کے دل میں مرد کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ آج انیس کل کل نہیں پرسوں۔ جلدی یا دیر میں ضرور رنگ لائے گا یعنی اگر دل کو دل سے رام ہے۔ تو میرے سینہ کے جوش کا تہا رہے سینہ میں پہنچنا امر لازم اور قدرتی تھا۔ آہ۔ جوزف کچھ جانو میں تمہارے جذبات کو تم سے بہتر سمجھ سکتی تھی۔ اس نے جب ایک ہینہ پیشتر ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ تو میں بالکل ہی مایوس نہ تھی۔ وہ برسے جو تم نے دیئے۔ اور وہ آنسو جو اس وقت پہ ٹپے۔ میرے لئے غیب کی سرسراہٹ ہو گئی آواز دل کا درجہ رکھتے تھے۔ جس میں بہت دستبرد اور حوصلہ افزائی کا پیغام چھپا ہوا تھا۔ جوزف میری وہ پُر جوش محبت ہے۔ کہ کبھی کسی عورت نے نہیں کی۔ اور اب جب تم نے ان کہہ دی ہے۔ تو ایک دھڑو ڈفرینکلن کیا۔ ساری دنیا میری نظروں میں کیجھ ہے۔

سینٹھ کی میٹھی آواز۔ اس آواز کا محبت آمیز لہجہ اور اس لہجہ میں بیان کی ہرئی داستان عشق میری نظروں میں ایک نیا باب مہتی کھولنے والی تھی۔ آخر میں بھی آدم زار تھا۔ اور ایسا آدمی کون ہے۔ جس کی سرشت میں کچھ نہ کچھ کنزوریاں نہ ہوں۔ ایک ایسی غالی شان خاتون کا جیسی ارل آف مینڈی دل کی دختر تھی۔ مجھ ایسے مرد

حیرے انگھار مشتق کرنا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کا ہر طرح کی قربانیوں پر آمادہ ہونا اور مقابلہ میں راحت و مسرت کے ساتھ آنے موقعہ کو اس آسانی کے ساتھ چھوڑ دینا ساری باتوں نے اس کے حسن ولافروز اور جمال عالم سوز سے مل جس طرح کی خیرگی میری نظروں میں پیدا کی اس کا اندازہ آپاسانی کیا جاسکتا ہے۔ پس اگر اب بھی کچھ انوس بعدی ہوئی انیل کی یاد سے دل میں پیدا ہوا۔ تو یڈی کیلئے کے قرب اور اس کی محبت نے فوراً اس کو زائل کر دیا۔

”ہاں بے جو زف“ اس نے کہا۔ میں آئندہ کبھی تم کو مسٹر فرینکلن کی وجہ سے ناراض نہ ہونے دوں گی۔ میں اب تمہاری ہو چکی۔ میری نہ ر محبت تمہیں کو پیش ہوتی رہے گی۔“

پھر ایک مرتبہ قبل گیر ہو کر ہم جدا ہوئے۔ مگر اس بات کا فیصلہ کر لیا۔ کہ او دل کے نوکروں اور مالکن کے دل میں کسی طرح کا شبہ پیدا نہ کرنے کے خیال سے جہاں تک ممکن ہو اپنے جوش کو دبائیں اور محتاط رہیں۔ اس کے بعد کیلئے آج آگے رخصت ہوئی موڑ کے پاس پہنچ کر صرف ایک ثانیہ کے لئے وہ رومال ہانے کو کھیری۔ اس کے بعد نظروں سے غائب ہو گئی۔ اور میں پھر ایک بار اپنے خیالات کے ساتھ اس شرک پر تنہا رہ گیا۔ میری حالت اس آدمی کی حالت سے ملتی تھی۔ جو ایک دو بار بہت سی شراب پینے کے بعد ہوش میں آکر اس قبل بد کے نتیجے سے بالکل لا پورا ہو جاتا ہے۔ اپنی موجودہ بلی ہوئی حالت میں انیل کا خیال میرے لئے سوڈان روح ضرور تھا۔ اس کی محبت پاکیزہ سی اور اعتماد کو سوچ کر۔ اور اس کی بھولی صورت کو یاد کر کے بے اختیار جی چاہتا تھا۔ اپنی اس شرمناک حرکت۔ اس ایوان فردشی اور ریاکاری پر سینیہ حیر کے رکھ دوں۔ لیکن نہیں۔۔۔ میں نے قصداً اس کو نظر انداز کرنے اس کی تصویر کو خانہ دل سے نکالنے کی کوشش کی۔ اور اپنے شرمناک طرز عمل کی روشنی میں اس کی یاد

تک کہ دل سے بھلا دیا۔ اس بدست مثنوی کی طرح جس کی مثال اوپر دی جا چکی ہے
میں نے نتائج و عواقب سے یکسر لاپرواہی اختیار کی۔ اور اس آدمی کی طمع جو اپنی
روح کو شیطان کے حوالہ کر کے بے دریغ جرم و گنہ کا دور شروع کر لیا۔ اپنے جی میں
اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہوا اب اس دور راحت کو جاری رکھنا چاہئے نتائج
کے مڑے آج کل کا حال خدا جانے۔

قریباً بیس منٹ اور اس جگہ ٹھہرنے کے بعد میں نے قبل کی تصور کو جہاں تک
ممکن تھا خاندان سے نکال کے پرے ہٹا دیا۔ اور اپنی چشم تصور کو کیلنٹھ کے حسن و
نعمت پر اور اس کے محبت اور پیار کے لفظوں پر جمائے ہوئے اس جگہ سے رخصت
ہوا۔ دن کا باقی حصہ اس طرح کی حالت میں گزرا۔ گویا میں نشے سے سرشار اور میرا
دلغہ پُر وحشت خیالات کا مرکز تھا۔ دوسرے نوکر مجھے غیر معمولی خورم و مسرور دیکھ کر
متعجب ضرور ہوئے۔ مگر کسی نے بھی کوئی سوال نہ پوچھا۔ اس رات مسرور لیکن حسب
معمول کیلنٹھ سے ملنے کے لئے آیا۔ لیکن وہ دوسرے کپاہانہ کر کے اپنے ہی کمرے میں رہی۔
دوسری رات وہ پھر آیا۔ اس روز کیلنٹھ حسب معمول گول کمرہ میں گئی۔ لیکن جب میں
نے پہانہ سے اس جگہ جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ مسرور انبسن کے پاس صوفے پر بیٹھی تھی
اور رچہ ڈفر لیکن اضطراب اور بے چینی کی تصور بنا ہوا علیحدہ مقام پر بیٹھا اور دوسرے
دیکھ رہا تھا۔ تیسری رات کو وہ پھر آیا اور اس روز بھی میں نے دیکھا کہ کیلنٹھ کا سلوک
اس سے اتنی ہی سرد و بھری کا تھا جس سے صاف پایا گیا۔ کہ اب وہ اس کی طرف سے
بالکل لاپرواہ ہے۔ چوتھے دن وہ خلافت معمول و دیگر کے وقت آیا۔ اور قریبا ایک گھنٹہ
مسرور انبسن کے پاس گول کمرہ میں رہا۔ اس کے بعد کیلنٹھ کو اس کمرے سے جہاں وہ
رہا کیوں کر تسلیم دیا کرتی تھی۔ طلب کیا گیا۔ اور مسرور انبسن اس کو مسرور لیکن کے پاس
چھوڑ کر چلی گئی۔ اس کے پاؤں گھنٹہ بعد وہ پڑا ہوا تھا کہ گھر سے رخصت ہوتا دیکھا گیا اور

میں جو اندرونی حالات سے واقف تھا جو بڑی آسانی سے سمجھ گیا کہ معاملہ کی تہ میں کیا
 بات ہے۔ تاہم مزید تصدیق اُس رات کیلئے اُس رفقہ سے ہو گئی۔ جو اُس نے موقعہ
 پا کر چپکے سے میرے ہاتھ میں دیدیا تھا۔ میں نے علیحدگی میں جا کر اُسے پڑھا۔ تو لکھا تھا کہ
 رچرڈ فرینکلن مسز رابنسن سے یہ کہنے کے لئے آیا تھا۔ کہ آپ کی اجازت سے میں مس
 پامر سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر اُس نے مجھ کو طلب کر کے مسٹر فرینکلن کے پاس
 چھوڑ دیا۔ اور میں نے اس عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسٹر فرینکلن کی درخواست
 نامنظور کر دی۔ قدرتی طور پر اس واقعہ نے کیلئے کی زنجیر الفت کو اور بھی مضبوطی
 سے جکھے ہیں باندھ دیا۔ اور میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ سرگرمی سے اس
 احساسِ تاملت کو جو انیل کی یاد سے پیدا ہوتا تھا۔ دبانے کی کوشش کرنے لگا۔

باب ۳۹۔ عشق کی آندھی اور انجام

معلوم ہوتا ہے ان ایام میں نیکی کے فرشتہ نے مہری دستگیری باعلیٰ ہی ترک کر دی
 تھی۔ کیونکہ رفقہ رفقہ سامان ایسا بندھا کر کیلئے کے عشق کا وہ بندھن جو میرے گلے میں
 پڑ چکا تھا۔ کمزور ہونے کی بجائے زیادہ مضبوط ہوتا گیا۔ جس روز رچرڈ فرینکلن نے
 کیلئے سے شادی کی درخواست کر کے کورا جا اب پایا تھا۔ اس سے اگلے روز مسز
 رابنسن کے نام اُس کے لندن کی وکیل کی طرف سے ایک چھٹی موصول ہوئی جس میں اُس
 کے آہنائی شوہر کے مالی حالات کے سلسل میں لندن میں اس کی حاضری اشد ضروری
 بیان کی گئی تھی۔ مسز رابنسن کی طبیعت میں جیسا پیشتر بیان کیا جا چکا ہے کابلی کی عادت
 اٹا گھر کر چکی تھی کہ وہ ہر طرح کی نقل و حرکت سے گھبراتی تھی۔ اس کے علاوہ ایچہ کہ

سرہیوں کا موسم تھا۔ اور بڑے دن سر پہاڑ ہے تھے۔ اس لئے وہ سفر کی ضرورتوں سے اندر بھی گھبراتے تھے۔ تاہم اُس کے دکیل کا پیغام چونکہ ضروری تھا۔ اور لندن میں اس کی بھاری دمر لازم۔ اس لئے اس کو جزیرہ وائٹ کے پُر آسائش مکان سے مجبوراً رخصت ہونا پڑا اپنی غیر حاضری کے دنوں میں اس نے دو نو لڑکیوں کو اس خیال سے پیچھے چھوڑا کہ ان کو ساتھ لے کر پھرنا اور زیادہ باعث تکلیف ہوگا۔ اس کے علاوہ چونکہ اسے مس پامر کی طاقت نگہداشت اور دور اندیشی پر پورا اعتماد تھا۔ اس لئے اس نے لڑکیوں کو ساتھ لینا دو دوسری بھیجا۔ البتہ وہ اپنی خاموشی کو ساتھ لیتی گئی۔ چنانچہ خط کی وصولی کے دو سکر دن وہ دو نو رخصت ہو گئیں۔

جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ ماکن اور خادمر دو نو کی عدم موجودگی میں میرے کیلنٹھ سے ملنے کے موقعوں نے روز افزوں ترقی کی۔ اب بشکل کوئی دن ایسا گذرنا تھا کہ ہم خفیہ طور پر ایک دوسرے سے نہ ملتے ہوں جو چند ایک نوکر باقی تھے۔ اُن کے دلوں میں شبہ پیدا ہوئے سے روکنا چونکہ سہل تھا اس لئے ہم خوب ہی کھل کھیلے۔ میری اُن دنوں کی حالت بیچ بچ اُس شرابی کی حالت سے ملتی تھی۔ جو چند ایک مرتبہ توبہ کرنے کے بعد پوری طرح دخت و زکا نشیدانی غلام بن گیا ہو۔ فرق اگر کچھ تھا تو یہ کہ میری حالت میں دخت رز کی جگہ لارڈ میڈی ول کی دختر تھی۔ اُس آدمی کی مانند ہم ایک قدم غلط اٹھ جانے کے بعد نتیجہ سے لاپرواہ ہو کر اندھا دھند اُس راہ پر چلتا جاتا ہے۔ جس کی نہایت اس کو معلوم ہے کہ وہ تابا ہی اور برابر آدمی کی منزل پر ختم ہوگی۔ میں نے ایک بار کیلنٹھ کے دام حُسن میں اُلجھ کر عاقبت کا خیال بالکل دل سے نکال دیا۔ یاد دوسرے لفظوں میں کسی مرو طوفاں نوش کی مانند ایک دفعہ کیلنٹھ کے جام حُسن سے جو کش ہونے کے بعد نتیجہ اور انجام کی پرداسرئی چھوڑ دی۔ دن میں کئی کئی بار ہم مسٹر رابنسن کے گول کمرہ میں ملتے ایک ملاقات سے دوسری کی خواہش پیدا ہوتی۔ حتیٰ کہ رفتہ رفتہ ہم نے

راتوں کو بھی موقعے نکالنے شروع کر دیئے۔ مگر اتنا اب بھی تھا کہ ہم دو نو متعلقہ تھے۔ اور اپنے کسی فعل یا حرکت سے کسی کے دل میں شبہ پیدا نہ ہونے دیتے تھے۔ مگر جب اس کے بعد حالات نے ایسی صورت اختیار کی کہ مسز رابنسن کو ایک مہینہ کے قریب لندن رہنا پڑ گیا۔ اور اُس کی طرف سے کیلنٹھ کے نام (میں پامر کے فرضی نام سے) اس مضمون کی چھپیاں آئیں۔ کہ میں حالات کی مجبوری سے کچھ دن اور یہیں ٹھہروں گی۔ کیونکہ مجھ سے بار بار سفر کی زحمت برداشت نہیں ہو سکتی اور اب میں اس کام کو ختم کر کے ہی آؤں گی۔ تو سواتر چار ہفتوں کا میل آخر تک لائے بغیر نہ رہ سکا۔ کیلنٹھ کی طبیعت پُر جوش تھی اور اُس کی محبت ہمہ سوز۔ ہگ اور گھی کے میل سے آخر وہی نتیجہ نکلا جو ممکن چاہئے تھا۔ یعنی رگوں کو کھتے ہوئے شرم آتی ہے، یہ خفیہ ملاقاتیں گناہ آباد ہو جاتیں۔

قریباً چھ ہفتوں کے بعد مسز رابنسن اپنے معاملات کا تصفیہ کر کے واپس آگئی اور پھر ایک بار ہم کو راز مسز زحمتا بنا پڑا۔ فی الحقیقت اس کی آمد کے بعد ہماری زندگی کی رفتار بھی پہلی راہ پر آگئی۔ یعنی آنکھ سے آنکھ ملانا ایک دوسرے سے رشتے تبدیل کرنا بس اتنا ہی تھا۔ جو ہم کر سکتے تھے۔ اور اب جام مصیبت کی تلچٹ تک پہنچ جانے کے بعد رفتہ رفتہ میری بھی آنکھیں کھلتی شروع ہوئیں۔ اور کھولے ہوئے حواس پھر راہ پر سننے لگے۔ روز بروز ساعت بساعت میرا وہ انکلا جوش کم ہونا شروع ہوا۔ اور داغ کیلنٹھ کی جگہ انیل کی تصویر ازمسز زحمتا ہر ہونے لگی۔ اب راتوں کو میں واقعات حال دیا ذکر کے ظن کے آنسو دوتا اور خدا سے رحم و درگزر کی دعائیں کیا کرتا تھا میں انیل تصویر کو چشم تصور سے دیکھ کر دست بدعا ہوتا تھا کہ وہ پھر ایک بار مجھ کو نظر تبسم سے بھرا کر میرے گناہوں کو معاف کر دے۔ یہ میرا سچا پسچا تپ تھا اور میں یقین رکھتا تھا کہ میں کو کبھی کسی عابد شب بیدار نے تازیانہ پُر خدا سے اپنے جسم کو اتنی اذیت دی ہوگی جتنی ان ملامتوں کے ذریعہ سے میں نے اپنی روح کو دی۔ اس ذریعہ سے

رفتہ رفتہ میرے جی کو سکون حاصل ہونا شروع ہوا۔ اور یہ بھی مجھ کو محسوس ہونے لگا۔ کہ اپنے آپ کو کیلنٹھ کے آغوش محبت میں ڈالنے اور انہیل سے غائبانہ بے وفائی کرتے ہیں جو حماقت اور کر رہنفسی مجھ سے ہوئی ہے۔ اس کی تلافی اپنی طریقوں پر ممکن ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ میں نے اپنے دل میں کیلنٹھ کی خصلت کا مقابلہ اس ہی دش حسینہ کی پاک محبت سے کرنا شروع کیا جس کی تصویر کو میں ایک زمانہ میں خضر راہ تصویق کرتا اور اپنا محافظ فرشتہ سمجھتا تھا۔ اور بہت جلد مجھ کو اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہونا پڑا کہ جو نسبت جھوٹ کو بیچ سے صدف کو قدرت سے یا دینے کی روشنی کو خدا آفتاب سے ہو سکتی ہے۔ وہی حسن و جمال کے ان دو مظاہر کو ایک دوسرے سے ہے۔ فی حقیقت یہ صحیح سوچ کہ حیران ہونے لگا۔ کہ کیونکر میں اس جوش باطل۔ ہوس کا ذب اور خواہش ہے اصل کا نکلا رہا۔ جس کا سحر مجھ پر ڈالا گیا تھا۔ رفتہ رفتہ میں یہ سمجھنے کے قابل ہو گیا کہ انہیل کا عشق حقیقی دراصل کسی زمانہ میں بھی میرے دل سے جدا نہیں ہوا حتیٰ کہ یہ بحال کیلنٹھ کی مست آنکھوں اور اس کے حسن پر نور کی دلفریبیوں کے سایہ میں رہتے ہوئے بھی انہیل کا تصور ہر خطہ میرے سینہ میں موجود تھا۔ اس وقت بار اولیٰ میں یہ سمجھنے کے قابل ہوا۔ کہ عشق کی دو صورتوں میں سے سلی اور پر خروش کو نسی ہے۔ اور دیر پا اور صادق کو نسی۔ کہنے والے جوش حیوانی کو بھی عشق کہتے ہیں۔ مگر اس میں اور عشق صادق میں اتنا ہی فرق ہے۔ جتنا زمین و آسمان میں۔ کیونکہ ایک کا تعلق طبع انسانی کے جذبہ اسفل، اس کی باطنی کمزوریوں اور برائیوں سے ہے۔ مگر دوسرے کا ان نزہت ریز انگوں اور پاک ترین دلوں سے جو آدم کے باغ عدن سے نکلے جانے کے وقت کرم ایزدی سے رعایت خاص کے طور پر اس کے سینہ میں باقی رہنے دیئے گئے تھے۔ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد میں نے اب پہلی بار سمجھا کہ انہیل کا عاشق صادق ہوتا ہوا بھی کیوں میں کیلنٹھ سے مداحوں کا حاسد بنا۔ اور کس نے اس

عجز نہ نہ محبت کا خاک رہا۔ جو اسے مجھ سے تھی۔ اب مجھ کو معلوم ہوا کہ ہوس کے اندھے جذبات انسان کو ایک نہایت ناکارہ چیز کے حصول پر بھی اگسا ادا تادہ کر سکتے ہیں جو خدا شام ہے کہ میں یہ آخری فقرہ کیلئے کے بارہ میں نہیں کہتا۔ کیونکہ محبت کے جوش تیز کی دیرانگی کے باوجود اس میں طبعی فیاضی کے کئی اعلیٰ جوہر موجود تھے۔ بہر حال میرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ عشق کا ذب کے اسفل جذبات ہر ایسی عورت کے لئے پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو حسین قمر طلعت اور ناک نقشہ سے صحیح ہو۔ ان کا تعلق اوصاف ذہنی سے بہت زیادہ ساق سیمیں۔ مثلاً بلوریں یا دہن شیریں کے ظاہری عمارت سے ہوتا ہے۔ حالانکہ عشق صادق کا روحانی جذبہ انہیل کی ایسی نیک و پاک ہستیوں کے لئے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔

لیکن ہر چند ان ایام میں ایک عظیم تبدیلی میرے مزاج میں پیدا ہو رہی تھی۔ اور دیرانگی کا جوش رفتہ رفتہ احساس تاسف میں تبدیل ہونے لگا تھا۔ ہر چند میرا دل ایک عجیبانک اور عظیم آرائش سے گزرنے کے بعد آہستہ آہستہ ان شافیتوں سے پاک ہونے لگا تھا۔ جو اس کے عمل کی راہ میں حائل تھیں۔ تاہم میں نے کسی طرح اپنے کسی نفل یا نگاہ کے ذریعہ سے کیلئے کو یہ معلوم کرنے کا موقع نہیں دیا۔ کہ میری طرف سے اس کی محبت میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ ایمان کی پرجھپے تو میں اس خاتون کے دل کو جس کی واحد خطا مجھ سے اندھا دھند اور بے پار محبت کرنا تھی۔ اپنے کسی نفل یا زیبا سے مجروح کرنا انتہائی کینگی اور رغایت درجہ کی بڑھتی پر حمل کرتا تھا۔ پس اب بھی جب کبھی ہم ایک دوسرے سے علیحدگی یا تنہائی میں ملتے اور اس بات کا یقین ہوتا کہ کوئی ہمیں دیکھنے والا نہیں ہے۔ تو ہر چند نگاہ کے تباہ دلہ یا اشارہ کے ذریعہ سے انہما محبت ہو جاتا۔ تاہم اپنے دل میں ہی ہر وقت اس سوال پر غور کرتا رہتا تھا کہ وہ کونسا ذریعہ ہے جس سے میں رفتہ رفتہ اپنے آپ کو اس کے اثرات سے نکال کر علیحدگی حاصل

کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہوں؟ کئی ترکیبیں میں نے سوچیں۔ لیکن ان میں سے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی نقص ضرور دکھائی دیتا تھا۔ آخر بہت کچھ غور و فکر کرنے کے بعد ایک طریقہ نظر آیا۔ جو سب سے موزوں اور سہل تھا۔ یعنی میں نے اپنے جی میں اس بات کا فیصلہ کر لیا۔ کہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں کسی روز میں کوئی ایسی حرکت کروں گا۔ جس سے مالکین ناراض ہو کر مجھے نوکری سے برطرف کر دے۔ اس کے بعد ایک بار کیلنٹھ سے جدا ہونے میں کامیابی حاصل کر کے میں کوئی نہ کوئی ترکیب ایسی پیدا کروں گا کہ اسے میرا آئندہ پتہ معلوم ہو۔ نہ وہ مجھ کو پانے میں کامیابی حاصل کر سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں کوئی ایسا نخل بھی کرنا نہ چاہتا تھا۔ جس سے میری سیرت کی نیکی یا ایسا ندرسی پر حرف آئے۔ تاہم میں نے کوشش شروع کی۔ چنانچہ اب میں گاہ بگاہ قصداً اور اراداً ایسی باتیں کرتا جو مسٹر رابنسن کو ناراض کرنے کا موجب ثابت ہو سکتیں۔ لیکن وہ چونکہ بڑی کامل الوجود۔ مرتجیاں مریخی طبیعت کی عورت تھی۔ اس لئے میرے سہو سے واقف ہو کر بھی خفا نہ ہوتی تھی۔ فی الحقیقت وہ تلخ مگر تڑپتی کو بھی ایک اس طرح کی زحمت سمجھتی تھی۔ جس سے جہاں تک ممکن ہو اس کو بچنا ہی منظور تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ وہ ان سب خطاؤں کو جو مالکوں اور گھردالیوں کو زبردستی پر آمادہ کرتی ہیں۔ قصداً نظر انداز کر دیتی تھی۔ اور کبھی کسی نوکر کو سخت غمائی نہ کرتی تھی۔ اس کی یہ خوشخصالی جو عام حالات میں میرے لئے باعث مسرت ہوتی۔ صورت موجود ہیں موجب تکلیف ثابت ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ واحد ترکیب جو میں نے کیلنٹھ سے علیحدگی کی صورت پیدا کرنے کے لئے سوچی تھی۔ ناکام رہی۔ پس پھر ایک بار میں نے کوئی اور ترکیب حصول دعا کی سوجنی شروع کی اور انہی نگوں کی انجمن میں چھٹا ہوا تھا کہ ناگہاں پردہ طیب سے ایک ایسا واقعہ نمودار میں آیا۔ جس نے خود بخود میری اس پریشانی کا خاتمہ کر دیا۔ یعنی وہ جدائی جس کی مجھے اتنی زبردست آرزو تھی۔ ایک ایسے طریقہ پر عمل میں

اگنی جس کا مجھے دیم و گمان بھی نہ تھا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ کینلتھ جو مسز رابنسن کی طرف سے ہر طرح کا سودا سلف طریقہ بنے شہر جایا کرتی تھی۔ کچھ چیزیں مول لینے قبل دو پہر کو رخصت ہوئی۔ لیکن بڑی دیر تک داپس نہ آئی۔ اس طرح کئی گھنٹے گزر گئے حتیٰ کہ جب مسز رابنسن کی طاقت صبر عیاں دینے لگی۔ تو اُس نے اپنے کمرہ کی گھنٹی بجاکر نوکر دوں سے پچھوایا کہ کیا مس پاپ داپس آگئی؟ اور جب اس کا جواب نفی میں دیا گیا۔ تو وہ سخت بیچین ہونے لگی۔ اتنے میں مس پاپ کے چار بیج گئے اور وہ اس وقت تک بھی داپس نہ آئی۔ چار بجے کے تقریباً دیر بعد کسی نے باہر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور جب میں آواز سن کر اٹھا تو دیکھا ایک آدمی جو نسل قصورت سے کسی ہوٹل کا دیوٹر معلوم ہوتا تھا دروازہ پر کھڑا ہے۔ وہ مجھے دیکھ کر دیے ہوئے گدیز اجہ میں کہنے لگا: "کیا تمہارا نام جوزف ولٹ ہے؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی ایک عجیب طرح کا اضطراب میرے دل کو ہونے لگا۔ کیونکہ فوراً خیال آیا کہ ضرور کوئی واقعہ ناخوشگوار پیش آ گیا ہے

"میں یہ کہنے کے لئے آیا ہوں"۔ اس نے سابق کی طرح دیے ہوئے اجہ میں کہا۔

"کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو کر اینڈ ہوٹل میں جاؤ باقی حال اس رقم میں لکھا ہے" اور یہ کہتے ہوئے اس نے ایک چھوٹا سا تہ کیا ہوا کاغذ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اور رخصت ہوا۔

پہلا میرے جی میں آئی کہ دوڑ کر اس کے پیچھے جاؤں۔ اور دریافت کروں کہ معاملہ

کیا ہے۔ لیکن پھر اس خیال سے رو گیا۔ کہ ممکن ہے پوری تفصیل اسی خط کے اندر درج

ہو۔ چنانچہ اپنے کمرہ کی علیحدگی میں میں نے جلدی سے اس رقم کو کھولا۔ اور اُس کا مضمون

دھڑکتے ہوئے دل سے پڑھنا شروع کیا۔ یہ عبارت اُس میں درج تھی۔

پیارے جوزف

میرے باپ اور ایک بھائی نے مجھے پکڑ کر اپنے پاس رکھا ہوا ہے

انہوں نے مجھے سب حال بیان کرنے پر مجبور کر دیا ہے صرف وہ واقعہ . . . جسے تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔ میں نے اُن کے دو بدظاہر نہیں کیا۔ اور اب بہت کم سے کہتی ہوں کہ جس طرح ممکن ہو۔ میری عزت بچاؤ۔ لیکن نہیں میں خود ہی اس بات کا پورا یقین رکھتی ہوں کہ تم کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالو گے۔ جو میری عزت و ناموس پر حرف لانے والی ہو۔ وہ لوگ ضرور تم کو دھمکا میں گئے۔ اور رعب ڈالنے کی کوشش کریں گے لیکن تم نے خدا کے لئے وہ بات نہ کہنا۔ جو مجھے عمر بھر کے لئے بدنام اور تباہ کرنے والی ہو۔ بڑی مشکل سے در دستہ کرنا پہاڑ کر کے میں نے ایک علیحدہ کمرہ میں یہ چند سطریں کھینچ کا وقت تلاش کیا ہے۔ اور ایک نیک دل خادمہ نے مجھ سے اس بات کا وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اس رقم کو ہوٹل کے اُسی نوکر کے ہاتھ بھجوا دے گی۔ جسے تم کو بلانے کے لئے بھیجا جانا ہے۔ پھر کہتی ہوں کہ منسٹر اربنسن کو اس واقعہ کی باطل خبر نہ ہو۔

ہیشہ تم کو جا بٹے والی بد نصیب
کیلنٹھ

خط کے انداز و تفسیر اور حرفوں کی ساخت سے یہ معلوم کرنا سہل تھا۔ کہ اُس خاتون نے کسی قدر جوش اور اضطراب کی حالت میں اسے لکھا ہے۔ شروع میں میں بھی اس مضمون کو پڑھ کر گھبرا گیا تھا۔ لیکن جب اچھی طرح غور کیا۔ تو سوچ آئی کہ ممکن ہے یہ سب کسی بہتری کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ یعنی اس ذریعہ سے وہ علیحدگی جس کی میں ایک عرصہ سے تنا کر رہا تھا۔ حل میں آجائے۔ اور اس کے ساتھ ہی کیلنٹھ بھی پھر ایک بار اس غریب اور مصیبت کی زندگی کو چھوڑ کر اپنے گھر کی آسائش حاصل کرے۔ وہ بھی اس واقعہ کا افکار و جرائم کی نسوانی نگاہ سے ثابت کرنے والا تھا۔ تو میں کسی حال میں ایسی کینہ و حرکت کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ مگر حقیقت میں ایسا کرنے کے نااہل تھا۔ اُس بد نصیب خاتون کے برخلاف کوئی ایسی بات کہنے کے عوض جو اُس کی تباہی اور

برہادی کا ذریعہ ثابت ہوئیں ہر طرح کا جھوٹ برتنے کے لئے آادہ و تیار تھا۔ کیونکہ جو مصیبتیں اس نے میرے لئے بھیلیں اور جو عظیم قربانیاں میری محبت کے لئے کیں۔ میں نہ ان کو بھولا۔ اور نہ بھول سکتا تھا۔ اور اب اس فیصلہ پر پہنچنے کے بعد میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ گھر سے رخصت ہونے کا کیا بہانہ تلاش کیا جائے۔ کہ دفعتاً بیٹھک کی گھنٹی بجی۔ اور میں اُس کی آواز سن کر اندر گیا۔

”جو نف“ مسز رابنسن نے کہنا شروع کیا۔ مجھے مس پارکے اس وقت تک نہ آنے سے بہت یحسینی ہو رہی ہے۔ اب سارے چار کا عمل ہے۔ اور اُسے گھر سے رخصت ہونے پانچ چھ گھنٹے ہو چکے۔ اُس نے کبھی اتنی دیر نہ کی تھی۔ اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ ہنرور کوئی حادثہ اُس کو پیش آیا ہو گا۔ میں اُس کی عادت سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ بہت شریف اور نیک لڑکی ہے اور نا ممکن ہے کہ اپنی مرضی سے بے وجہ اتنی دیر طہری ہو۔ اس لئے تم شہر جا کے اس کے بارہ میں دریافت حال کرو۔ یا ٹھیکر دین۔ یہ بھی تم کو بتا دیتی ہوں کہ اُسے کن کن دوکانوں پر سودا لینے جانا تھا۔“

مسز رابنسن نے تین چار دوکانوں کے نام گھنٹائے جس کے بعد میں رخصت ہوا۔ کئی طرح کے پریشان کن خیالات میرے سینہ میں پیدا ہو رہے تھے۔ اور میں ان سے پہنچنے کے لئے قصداً تیز رفتار سے چلتا تھا۔ تو بھی ذہنی اضطراب رفع ہونے میں نہ آتا تھا۔ اس میں شک نہیں۔ میرے دل کو اس خیال سے خوشی ہونی چاہئے تھی۔ کہ کیلنٹھ سے علیحدگی کے وہ اسباب جن کی مجھ کو تلاش تھی۔ خود بخود پیدا ہو رہے ہیں تاہم اس کے ساتھ میں ڈرتا تھا۔ کہ اُس کے باپ اور بھائی کے سامنے جا کر جن کو میرے خلاف سخت ہی غم و غصہ ہو گا۔ میں کیا جواب دے سکوں گا۔ خیر جس طرح بھی ممکن تھا۔ میں نے ہمت قائم رکھنے کی کوشش کی۔ اور اس بات کا عہد کر لیا۔ کہ خواہ کچھ ہو۔ کیلنٹھ کی عزت پر موت نہ آنے دوں گا۔ کوششی سے تہر کا فاصلہ قریب آدھ میل تھا۔ جو میں نے چند

منٹ کے عرصہ میں طے کر لیا۔ وہاں سے ہوئی بالکل قریب تھا۔ اور میں جب اُس جگہ پہنچی تو وہی نوکر جہاں دل دلا میں رخصت کر آیا تھا۔ ملا اور مجھے اندر لے چلا۔

ہوٹل کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے میرا دل زور سے دھک دھک کر رہا تھا تو کمرہ دار کی منزل پر پہنچ کر دروازہ کھولا۔ اور میں ایک فراخ کمرہ میں داخل ہوا اندر قدم رکھتے ہی میں نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کیلینتھ بھی اس جگہ موجود ہے یا نہیں ایک تیز چھوٹی سی ہوتی نظر چاروں طرف ڈالی۔ مجھے اس کی موجودگی کی بہت کم امید تھی۔ اور واقعی جب میں نے دیکھا۔ تو وہ اس جگہ کہیں نظر نہ آئی۔ اتنے میں میرے پاس پشت دروازہ بند ہو چکا تھا۔ میرا حال اس کی خاطر میں نے عزت و حرمت اس میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے اپنی بہت استوار رکھنے کی کوشش شروع کی۔ اور اس طریقہ پر یہاں تک استقلال پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کہ مجھے خود اپنی حالت پر حیرت ہوئی تھی۔ میری نظروں کے سامنے اس کا باپ اور بھائی دونوں موجود تھے ملاؤ سینڈھی دل ایک من رسیدہ امیر جس کی قامت دراز اور سیدھی بدن فریہ اور چہرہ کی رنگت گر سرخ تھی۔ تاہم اُس پر فکد و تشویش کے آثار نظر آتے تھے۔ اور بشرہ سے غرور و تکبر کا انہار ہوتا تھا۔ اس کے سینے کی عمر کیلینتھ سے فریاد سال پڑی تھی اور خط و خال دونوں کے مشابہ تھے۔ یعنی بال اور آنکھیں سیاہ۔ بدن چھریا۔ اعضا کی ساخت موزوں اور چہرہ قدیم پرانی طرز کا۔ باپ کے چہرہ میں سختی سے زیادہ مصیبت کے آثار پائے جاتے تھے۔ لیکن بیٹے کے چہرہ پر اس کے برعکس احساس مصیبت سے بہت زیادہ سختی موجود تھی۔ اس میں شک نہیں وہ اپنے دل سخت غم و غصہ لئے ہوئے تھا۔ تاہم یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا۔ کہ غرور و تکبر کا احساس غصہ کے جوش سے مل کر اُسے اپنے غم کے اظہار سے بڑی حد تک روکے ہوئے ہے۔ میرے کمرہ میں داخل ہوتے ہی دونوں نے گہری تجسس کی سے میری طرف دیکھا۔ اور اُس وقت مجھے وہ نظارہ یاد آیا۔ جو

کچھ عرصہ پہلے چلنہم میں پیش آیا تھا۔ بظاہر دونوں اوقات ایک دوسرے سے ملتے تھے تاہم اُن کی تہیں ایک بھاری اختلاف موجود تھا۔ یعنی چلنہم کے نامعلوم نواب کے مکان پر میں ایک بے خطا ملازم تھا۔ حالانکہ اس جگہ میری خطائیں سب سے زیادہ مجھے کو معلوم تھیں۔

”تہا را ہی نام جو زف دلمٹ ہے؟“ کیلنٹھ کے بھائی نے سب سے پہلے ہر سکت توڑتے ہوئے پوچھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنا منہ ناقابل بیان نفرت سے ایک طرف کو پھیر یا جو زیادہ اپنے دل میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ میری بہن کتنی بیوقوف تھی۔ جس نے ایک ایسے حقیر نوکر سے عشق کی جرأت کی۔

”ستے میں بڑھے امیر نے تقریر کرنی شروع کی۔ ”اُس نے کہا: شاید تم کو معلوم نہیں۔ کہ ہم کون ہیں کیونکہ یہاں پر ہم لوگ فرضی ناموں سے پھیرے ہوئے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اُس نوکر نے بھی جو تم کو بلانے گیا تھا۔ کوئی بات تم سے نہیں کہی“ آپ کا فرمانا صحیح ہے! میں نے جواب دیا: بیک ہوٹل کے نوکر نے اس سے زیادہ کوئی بات مجھ سے نہ کہی تھی۔ کہ مجھے اس ہوٹل میں آنا چاہئے؟ یہ جواب میں نے مصلحتاً اس خیال سے دیا۔ کہ اگر میں اُن کے ناموں سے واقف ہونا ظاہر کرنا۔ تو یہ گویا اس بات کا اعتراف ہوتا۔ کہ مجھے ان کا حال کسی خفیہ ذریعہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ اور اس طرح لازمی طور پر کیلنٹھ کی ذات پر حوت آتا۔

”لیکن کیا تہا را اپنا ضمیر اس بات کا پتہ نہیں دیتا۔ کہ ہم کون ہیں؟“ بڑھے امیر نے جوش سے تھراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اور اُس کے بعد دفعتاً استقلال حاصل کر کے ہجہ پڑھو میں کہنے لگا۔ ”میں اول آف سینڈی دل ہوں۔ اور یہ میرا بیٹا لارڈ ہیو برٹ وڈناس ہے۔“

میں نے انداز تسلیم سے سر کو خم کیا۔ اور اگر اس کے بعد کچھ نفوذی دیر گہرا

سکوت رہا۔ جس میں باپ بیٹا گہرے تجسس سے میری طرف دیکھتے رہے تاہم میں نے اپنے ادا سان بجال رکھے اور اضطراب کو غائب نہ آنے دیا۔ اُس وقت میں اپنے جی میں یہ بات اچھی طرح محسوس کرتا تھا کہ بیڈی کیلنٹھ کی عزت بچانے اور اس کے ساتھ ہی اس خوفناک امتحان سے کامیابی کے ساتھ گزرنے کے لئے سب سے بڑی ضرورت ادا سان بجال رکھنے کی ہے۔

”خیر اب یہ بات معلوم کرنے کے بعد کہ ہم کون ہیں“ لارڈ ہیو برٹ نے دوسری بار مہر سکوت توڑتے ہوئے کہا: ”کیا تم انہیں سمجھ سکتے ہو کہ ہم نے کس لئے تم کو بلایا ہے؟ ۱۰۰ ات میرے خدا“ اس نے وقتاً جو ش میں بھر کر کہت شروع کیا۔ میں بیان نہیں کر سکتا۔ کس مشکل کے ساتھ میں اپنے غصہ کو دبائے ہوئے ہوں۔ جی تو چاہتا ہے۔ ایسا خوفناک انتقام تم سے لوں کہ تم اس کا نشان اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤ۔“

”اے لارڈ! میں نے یہ محسوس کر کے کہ چند اس طرح کے الفاظ کہنے کا یہ بہترین موقع ہے جن سے ایک معاملہ خاص کے بارے میں ان کا رفقہ تنگ ہو جائے۔ لہجہ پرسکون میں جواب دیا۔ اور مجھے تسلیم کرتا پڑتا ہے کہ اس وقت میں نے ایسی ہمت و استقلال اور اس کے ساتھ ہی ایسی بے باکی سے کام لیا کہ بعد ازاں اس واقعہ کو سوچکر خود مجھے کھرت ہوئی“ مائی لارڈ۔ جہاں تک مجھ کو معلوم ہے۔ میں نے کوئی فعل ایسا نہیں کیا جس کے لئے مجھے اپنے ضمیر کی ملامت کا اندیشہ ہو۔ یا جس کے لئے میں اپنے آپ کو ان خوفناک دہکیوں کا مستوجب سمجھوں جیسی آپ مجھے دے رہے ہیں۔“

”آہ اگر یہ واقعی صحیح ہو۔“ بذمے میرے غصے جو ش سے کلپتے ہوئے کہا۔
”تو جو کچھ پیش آچکا ہے۔ ہم اُس کے لئے بڑی حد تک تم کو صاف کر سکتے ہیں۔“

”مائی لارڈ یہ بالکل صحیح ہے۔“ میں نے اُسی ہیجہ استقلال میں پھر کہا۔ (دوسرا ہی
 جگہ کو اس کی تجسس نگاہ کے سامنے استقلال سے قائم رکھا۔

”ادھر اجوزت دلت اور میرے پاس آ!“ ارل آف مینڈی ول نے کہا
 اور جب اس کے بعد میں اُس مقام کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ جہاں شے کی روشنی
 پر مری طرح میرے چہرہ پر پڑتی تھی، تو اُس نے کہا: ”ہاں اب پھر کہہ کہ جو کچھ تو نے
 بیان کیا۔ وہ بالکل صحیح تھا۔ کیا واقعی میری بے وقوف لڑکی شرائے بغیر اپنے باپ
 کی آنکھوں سے آنکھیں ملا سکتی ہے؟“

”مائی لارڈ“ میں نے اپنے سابقہ استقلال کو بحال رکھتے ہوئے کہا: ”یہ
 کیلئے ڈنڈا اس بالکل بے گناہ اور پاک ہے۔ اور اُسے آپ کے ردِ بدِ شرانے یا سر جھکا
 کی کوئی حاجت نہیں۔ اور اب اس کے بعد جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں۔ اُسے غور
 کے ساتھ سنئے۔“ میں نے اس جگہ تجسس سے گہرا کر جو باپ بیٹے دونوں نے میرے
 چہرہ پر ڈالی ہوئی تھی۔ جلد جلد لہجہ غصہ اب میں کہنا شروع کیا: ”بیشک مجھے اس
 بات سے انکار نہیں کہ آپ کی بیٹی نے مجھ سے محبت کی۔ اور ایک عجیب طرح
 کے جوش و فراغ کی اثر میں ہم نے اس وقت کا اظہار کیا۔ جب ہماری ایک دوسرے
 سے شادی ہو سکتی۔۔۔۔“

”شادی!۔۔۔ تم سے!“ لارڈ ایو برٹ نے سخت نفرت کے ساتھ کہا۔
 ”چپ! خاموش!“ ارل آف مینڈی ول نے حکم دیا۔ ”میرے خیال میں یہ
 نوجوان سارا حال سچ کچھ رہا ہے۔ پھر اس کے علاوہ ہم نے خود اس کو بولایا ہے اور
 اس کا بیان پر مری ترجمہ کے ساتھ سننا ہمارا فرض ہے۔“ اور پھر میری طرف مڑ کر۔
 ”یہ تاؤ اجوزت دلت کیا سچ کچھ یہ خیال پر مری سنجیدگی سے تمہارے ذہن نشین ہو
 چکا ہے۔ کہ اس طرح کی مجبوریہ تجویز واقعی عمل میں آ سکتی ہے؟“

نہیں۔ مائی لارڈ! میں نے جواب دیا: جو واقعات آپ پیش آئے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے میں سمجھی اس طرح کے خیال کو دل میں جگہ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا! میرے ان الفاظ سے ایل آف سینڈی دل کے چہرہ پر نئی رونق آگئی۔ اور اُس نے خوش ہو کر کہا: ”تم بڑے سمجھدار نوجوان معلوم ہوتے ہو۔ اور میرے خیال میں بجائے خود یہ بات اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ میری بیٹی سے اس معاملہ میں کتنی بڑی حماقت سرزد ہوئی ہے۔ خدا گواہ ہے کہ میں تمہارے اس بیان کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں۔ کہ اس کی عزت و حرمت محفوظ ہے۔ اور اُس کے ناموس میں فرق نہیں آیا۔۔۔ نہیں اس کے برعکس کسی خیال کو دل میں جگہ دینا ہی غیر ممکن تھا۔ پس میں تمہارے بیان کو صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ تاہم سوچو اور غور کرو کہ اس کی بیوقوفی کا نتیجہ کیا ہوا؟۔ ہماری لاعلمی میں گھر سے نکل کر بھاگ آئی۔ اور ہفتوں ہم لوگ اس کی وجہ سے سخت بے چین اور بے تاب رہے۔ محض اس لئے کہ بعض واقعات گذشتہ کی بنا پر ہمارے شبہات صحیح ماہ کی طرف پھرتے تھے۔ آخر کار ہم ایک ایسا سراغ پانے میں کامیاب ہو گئے۔ جس کی بنا پر اس جگہ کا پتہ معلوم ہو گیا۔ جہاں وہ ایک فرضی نام سے رہتی تھی۔ فی الحقیقت کل ہی یہ بات ہم کو معلوم ہوئی تھی۔ کہ اپنے گھر سے نکل کر اُس نے سیڈن ٹون کے کسی محلہ میں ایک ادنیٰ مکان کرایہ لیا تھا۔ جہاں اُس کے نام بعض چھپیاں جن پر ڈاک خانہ راہ کی مہر لگی ہوئی ہوتی تھی۔ آیا کرتی تھیں اس کے بعد میں اور اس کا بھائی فوراً اس طرف کو روانہ ہوئے۔ چنانچہ آج ہی صبح وہ ہیں بازار میں پھرتی ہوئی مل گئی۔ اور۔۔۔“

”لیکن کس لئے آپ یہ ساری تفصیلات اس کے روبرو بیان کر رہے ہیں؟“

لارڈ پیورٹ نے بے صبری کے ساتھ اپنے باپ سے پوچھا۔

”اس کی بعض وجوہ ہیں۔“ ایل نے آہستہ آہستہ استقلال کے ساتھ کہا۔ اور

پھر میری طرف مڑ کر "احصل میرے کہنے کا یہ ہے کہ اس وقت تک کوئی ایسی بات کسی شخص کو معلوم نہیں جو میری بیٹی کے نام نیک پر حوت لانے والی ہو۔ لوگوں کو یہی معلوم ہے کہ وہ اپنی بہنوں سے ملنے ڈیون شائنگی ہوئی ہے۔ اور جن شخصوں کو اس کے عدم پتہ ہونے کی اصل حقیقت معلوم ہے۔ اُن سے سمجھی اس بات کا اندیشہ نہیں کہ وہ اس راز کو کسی پر ظاہر ہونے دیں گے۔ پس میں تم سے درخواست کرتا ہوں۔ میں اُس بیوقوف لڑکی کے باپ کی حیثیت میں۔ نیز اس شخص کی حیثیت میں جو ہمدانی کی ہر ایک خطا معاف کر سکتا ہے درخواست کرتا ہوں۔ کہ تم مجھے اس پر نصیب کر اس مہلک انکشاف سے بچانے میں مدد دو۔"

"مائی لارڈ میں بڑے شوق سے اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ میں نے جواب دیا: اور چونکہ آپ مجھ سے نرمی کا سلوک کر رہے ہیں۔ اس لئے میں بھی اتنا کم ظرف اور کمینہ نہیں ہوں کہ آپ کی کوششوں کی راہ میں روٹا اٹکانے کی جرأت کر لوں۔" میوہرٹ اس راز کے سے خیالات بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ ارل آف مینڈی دل نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر میری طرف مڑ کر سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا: تم اس کام میں ہمارے بہت کچھ مدد کر سکتے ہو سب سے پہلے تمہارے چپ رہنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے بعد کچھ اور مہربانیاں بھی ہیں جن کی میں تم سے درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن سب سے بڑھ کر جس چیز کی ضرورت ہے۔ وہ حالات گذشتہ کے بارہ میں تمہارا چپ رہنا ہے۔ میرے خیال میں جو وعدہ ادا تو ہنے لیا۔ وہ محض لفظی تکلیف دہ نہ تھا۔۔۔"

"مائی لارڈ خدا نہ کرے کہ میں اس معاملہ میں آپ سے کسی طرح کی بے وفائی کروں۔" میں نے جواب دیا۔ میری ایمانداری کا بہترین ثبوت یہ ہے۔ کہ وہ دل دلائی کی کوئی بھی کسی ایک شخص کو بھی یہ بات معلوم نہیں۔ کہ میڈی کیلئے ہی فرضی نام

سے اس جگہ رہتی ہے۔ اور نہ کوئی اور مضر کیفیت اس کے برخلاف کسی کو معلوم ہو۔
 "جو زت دلت مجھے تمہارے الفاظ سے صداقت کی بُرائی ہے" ارل آف
 سینڈھی دل نے میرے الفاظ سے اور بھی زیادہ خوش ہو کر کہا: اس کا مطلب
 یہ ہے کہ ادول دلائیں کوئی شخص نہیں جانتا۔ کہ مس ٹیلڈا پار کے فرضی نام میں
 ایک امیر زادی کی شخصیت پر مشیدہ ہے پس دوسری درخواست جو میں تم سے
 کرتا ہوں۔ یہ ہے کہ اس راز کو اسی طرح پر مشیدہ رہنے دو۔ میری بیٹی عنقریب ایک
 خط لکھ کر مسٹر رابنسن کے نام بھیج دے گی۔۔۔"

"مائی لارڈ میں اس سلسلہ میں یہ بات بھی آپ سے عرض کر دینا چاہتا ہوں
 کہ مسٹر رابنسن نے لیڈی کیلنٹھ کے دیر تک داپس نہ آنے سے بیتاب ہو کر اُس
 کی تلاش کا فرض سمجھ کر بھی ذمہ ڈالا تھا۔ اور اس نے میں آپ کے پیچھے ہوئے آدنی
 کی زبانی اطلاع پاکر فوراً حاضر ہو گیا۔"

"تو اس صدمت میں جو زت دلت" ارل نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے
 کہا: "تم داپس جا کر کہہ دو کہ انتہائی کوشش کے باوجود تمہیں اُس کی تلاش میں
 کامیابی نہیں ہوئی عنقریب جیسا میں نے بیان کیا ہے۔ میری بیٹی ایک خط مناجات
 لفظوں میں مسٹر رابنسن کے نام لکھ کر بھیج دے گی۔ اور اُس میں اپنے ترک ملازمت
 کے بارہ میں ضروری عذرات بھی درج کر دے گی۔ اس خط کا مقصود یہ تھا کہ تم کو
 بھی معلوم ہو جائیگا۔ اور تیسری درخواست میں یہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے کسی
 لفظ کے ذریعہ سے اس بیان کو جھٹلانے کی کوشش نہ کرنا۔ کیا میں امید کر سکتا ہوں
 کہ تم ایسا کر دگے؟"

"مائی لارڈ میں اس کا وعدہ کرتا ہوں! میں نے پریقین لہجہ میں جواب
 دیا۔ اور یہ بیان کرنا حاصل ہے۔ کہ یہی امر واقعہ تھا۔ کم از کم اس بارہ میں میری

طرف سے کسی مجھڑ یا بناوٹ کی کوشش نہ کی گئی تھی۔
میری چوتھی درخواست یہ ہے کہ آئندہ تم کبھی کسی موقع پر کسی حال میں
بھی میری بیٹی سے ملنے کی کوشش نہ کرو! ارل نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے
ہوئے کہا۔

”میں خدا کو حاضر جان کر سچے دل سے اس بات کا وعدہ کرتا ہوں! میں نے
جواب دیا۔ اور اگر میں اپنے اس عہد کو توڑ دوں تو خدا کرے مصری دباؤں سے
دس ہزار گنا زیادہ مصیبتیں مجھ پر نازل ہوں“

”بس کافی ہے“ ارل نے اب پہلے سے بہت زیادہ نرم ہو کر کہا: ”تم اس میں
تھک نہیں، تاہم امکان تلافی کی کوشش کر رہے ہو“ اور اُس کے بیان سے رفتہ
رفتہ یہ خیال میرے دل میں جاگزیں ہونے لگا۔ کہ وہ حقیقت حال کو بڑی حد تک
سمجھ چکا ہے۔ یعنی اُسے پورا یقین ہو گیا ہے۔ کہ میں اس کی بیٹی کے پیچھے اس قدر
نہیں دوڑا جتنا وہ میرے پیچھے دوڑتی رہی ہے۔ لیکن اب جو ذوق“ اس نے سلسلہ
بیان جاری رکھتے ہوئے کہا: ”ایک آخری اور سب سے بڑی درخواست یہ ہے
کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو سنس رائیسن کی ملازمت ترک کر کے اپنے لئے کہیں اور
نوکری تلاش کرو۔ اس سے میرا مقصد جو کچھ ہے۔ میں اس کو پویشیدہ رکھتا نہیں
چاہتا۔ چونکہ تم نے سب حال صاف صاف کہہ دیا ہے۔ اس لئے میں بھی پوری حقانیت
سے کام لیتا چاہتا ہوں۔ مختصر فقروں میں میرا مدعا یہ ہے کہ آئندہ میری بد نصیب
بیٹی کو بھرپور سے میل جول کرنے کا موقع نہ ملے۔ تمہارے اور اُس کے درمیان نہ صرف
ملاقات بلکہ خط و کتابت کا بھی کوئی امکان نہ رہے۔ رفتہ رفتہ تمہارا خیال اُس کے
ذہن سے مٹ جائے۔ اور اس طرح وہ محبت جو اُسے تم سے ہے۔ ذائل ہونی
شروع ہو جائے۔ میں مانتا ہوں۔ یہ درخواست غیر معمولی ہے۔ اور تمہیں اُس

ملازمت کو ترک کر نیکے لئے کہنا۔ جہاں رہ کر تم ہر طرح خوش ہو۔ جہاں ایک نیک دل، مہک ک
 زیر سایہ بہتے ہوئے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ایک بی مطاہبہ۔ تاہم اُسکی تلافی کی ایک صورت یہ ہے
 ذہن میں پیدا ہوتی ہے یعنی تمہارے اس نوکری کو ترک کر نیکے بعد میں تمہاری ملازمت کا انتظام
 ایک دورِ افتادہ مقام پر کروں گا۔ جگہ اس میں شک نہیں یہاں سے بہت دور واقع ہے
 تاہم اس کا میں تم کو پورا یقین دلانا ہوں کہ وہاں تم ہر طرح آسائش کے ساتھ رہو گے پھر اس کے
 علاوہ میں تمہارے ہمگم جانے کے اخراجات اپنی جگہ سے ادا کروں گا۔ اور اس کے ساتھ
 میں اظہارِ عنایت کے طور پر کچھ اور بھی تم کو دوں گا۔

اس موقع پر لارڈ ہیو برٹ دور کے ساتھ چومکا جو کیا اُس کی رلے میں وہ رو یہ جو
 اس کے باپ نے ایک ادنیٰ نوکر کے روبرو اختیار کیا اتنا باعثِ ذلت تھا کہ وہ شرم محسوس
 کئے بغیر نہ رہ سکا۔

نگارال نے اپنے لفظوں پر زور دیکر سلسلہ تقریر جاری رکھا اور کہا: "ممنونیت کا لفظ
 میں نے قصداً استعمال کیا ہے اور جو ذمت میں تم کو یقین دلانا ہوں کہ اگر وہ سب باتیں جو میں نے
 اس وقت تم سے کہی ہیں تم نے منظور کر لیں۔ تو میں واقعی ٹھیکہ تمہارا احسان مند رہوں گا۔"
 "مائی لارڈ جو کچھ آپ کہتے ہیں میں کر نیکے لئے تیار ہوں۔ میں نے جواب دیا۔ لیکن اس
 کے ساتھ ہی میں بڑے ادب سے کوئی اس طرح کا سوا دھم قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں
 جو رشوت کی صورت رکھتا ہو۔ اور یہ کہتے ہوئے میں نے لارڈ ہیو برٹ کی طرف پر غرور
 نظروں سے دیکھا۔ گویا اس ذریعہ سے میں اس کو آگاہ کرنا چاہتا تھا کہ اپنے بدن پر بیک
 ادنیٰ نوکر کی دروہی رکھتے ہوئے بھی میرے خیالات اُسی قدر اونچے اور بلند تھے جتنے کسی مرد
 شریف کے ہونے چاہئیں۔

"لبس جو ذمت" اول نے آخر کار کہا۔ میں اب اس بارہ میں اور کچھ کہنا نہیں چاہتا جو
 نئی ملازمت میں تمہارے لئے سوچی ہے وہاں تم نہر طرح آرام کے ساتھ رہو گے۔ اور یہ اس

بات کا ثبوت ہو گا کہ جہاں تک کہ میں نے تمہاری بہتری کی کوشش سے دریغ نہیں کیا
مفصل حالات نہیں اس خط سے معلوم ہوں گے۔ جو چند دن کے عرصہ میں تمہارے پاس پہنچے
لیکن ایک مرتبہ پھر میں درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے پیشتر بیان کیا ہے کسی طریقہ پر اس
کی خلافت درزی نہ ہو:

"میں اس بار میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ میرے کئے ہوئے وعدے ضرور
پورے ہو گئے" میں نے جواب دیا۔

"اس صورت میں تم اب سنسرا بنسن کے مکان پر واپس جاسکتے ہو۔" اول آف سینڈی
دل نے کہا: "اور گوئیں تم سے جھوٹ بوائے پر مجبور ہوں۔" کام مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ
تم وہاں جا کر سنسرا بنسن سے کہو کہ مس پامر کے متعلق جا بجا دریافت کرنے کے باوجود مجھے
اس کا پتہ نہیں ملا۔ اس سے اس کے دل کو تشویش ضرور ہوگی لیکن عنقریب ایک آدمی
رقمہ لیکر اسکے پاس پہنچ جائے گا جس میں سارے حالات درج ہو گئے۔ پس اب جاؤ الوداع!ؔ
میں سلام کر کے رخصت ہوا۔ مگر اپنے جی میں بہت غم تھا۔ کہ وہ کڑا امتحان
جس سے میں اس قدر ڈرتا تھا۔ ایسے تسلی بخش طریقہ پر ختم ہو گیا۔ اور مجھے ایک دو معاملوں میں قصود
سا جھوٹ برسنے کے سوا اپنے ضمیر کا خون کرنا بھی نہیں پڑا۔ ہونٹل نے نکلہ میں تیز چلتا گھر کی طرف
ہو گیا۔ اب میری بہت بلن بھی۔ کیونکہ مجھے اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ کیلنٹھ بھر ایک بار
اپنے والدین کے سایہ عاطفت میں پہنچ جائیگی اور انکی طوف سے اس قسم کی ضروری احتیاطیں
اختیار کر لی جائیگی جن سے وہ اس بدنامی سے محفوظ رہے جو اس کے فرار سے پیدا ہوئی لازماً تھی
اس کے علاوہ میں اس پہلو سے بھی غمناک تھا کہ اس سے علیحدگی حاصل کر لیگی یہ ترکیب سب سے بہتر
اور موثر ثابت ہو گئی۔ اسکے ساتھ ہی میں نے اپنے دل میں عہد کر لیا کہ آئندہ خواہ کچھ ہوا کیلنٹھ
کی طرف سے کیسی ہی ترغیب کیوں نہ دی جائے میں اپنی انہل سے کبھی کسی حالت میں تون تھا
یا اشارتاً بیوفائی نہ کروں گا۔

ادول دلا پہنچ کر میں نے مسز رابنسن کو اطلاع دی کہ تماشہ بسیار کے باوجود مس پامر
 کا پتہ نہیں ملا۔ اس سے ماکن کو جو تشویش ہوئی اس کا اندازہ آسانی کیا جاسکتا ہے۔ نوکر
 بھی اس اطلاع کو پا کر سخت پریشان ہوئے اور ہر شخص اس بارہ میں طرح طرح کے خیالات
 ظاہر کرنے لگا۔ مگر ان میں سے کسی نے کوئی بات ایسی نہیں کہی جو کیلنٹھ کے اعلیٰ اخلاق کے
 منافی ہوتی۔ لیکن نگویشویش کی یہ حالت بہت دیر قائم نہ رہی۔ کیونکہ جلد ہی ہی ایک قاصد
 مسز رابنسن کے نام رقم لیکر آگیا جس کو دیکھتے ہی میں سمجھ گیا کہ کیلنٹھ کا مہیجا ہوا ہے۔ تحریر ٹیک
 اسکی مٹی نگر چھپے ہوئے جو ش کی وجہ سے حوض کی ساخت جا بجا بگڑی ہوئی نظر آتی تھی خیر
 میں نے وہ رقم اپنی ماکن کو پہنچایا اور اس کے فقرہ می دیر بعد خط کے مصنون کا حال بھی قاصد
 کی زبانی معلوم ہو گیا۔ اس میں لکھا تھا کہ اپنی فالہ کی موت کے بعد (یہ وہی فرضی قصہ تھا
 جو کیلنٹھ نے حصول ملازمت کے لئے گھڑا اور جسے اب تک قائم رکھا گیا تھا) میں اپنے رشتہ
 داروں سے جھگڑ کر علیحدہ ہو گئی تھی۔ اور اس خیال سے کہ وہ مجھ سے اچھا سلوک نہیں
 کرتے میں نے اپنی روزی آپ مکانے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ چنانچہ اسی لئے میں نے آپ
 کے ہاں رہ کر استغاثی کا فرض ادا کرنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن بعد ازاں میرے ان رشتہ داروں
 کو اپنے رویہ پر افسوس ہوا وہ میرا سراغ لگانے آج تک آئے۔ اور میں جب دن کے وقت
 سودا لینے لگی تو انہوں نے مجھ کو بازار سے گزرتے ہوئے دیکھ لیا۔ اس پر وہ مجھے اپنے
 ساتھ لے گئے۔ اپنی سابقہ بدسلوکی پر افسوس ظاہر کیا۔ اور اس بات کے لئے زبردیا کر میں
 پھر ان کے ساتھ واپس چلوں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آئندہ کبھی کوئی ایسی بات ہماری طرف
 سے نہ ہوگی جو تمہارے لئے باعث رنج و تکلیف ہو۔ نہ کوئی اس طرح کا موقع پیش آنے دیا جائیگا
 جس سے باہمی کمزورت بڑھے۔ اور رفاق پیدا ہو۔ یہ اور ایسی ہی کئی کئی جھڑپیں تھیں کہ
 لیڈی کیلنٹھ نے جس نے رقم میں اپنا نام مس بیٹلڈا پامر ہی لکھا تھا۔ مسز رابنسن سے ترک
 ملازمت کی صفائی مانگی اور اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ وہ الوداع کہنے کے لئے کوٹھی

پر حاضر نہ ہو سکی۔ اس نے لکھا میں ضرور آتی لیکن میرے وہ رشتہ دار اس ڈر سے مجھ کے
 ہونے میں کرشمہ میں پھرائے گئے تھے۔ اس کے پاس جانے سے انکار کر دوں۔ آخر میں اس نے مسز رابنسن
 کی ان غنائتوں کا جو اس نے ہمیشہ اس پر کی تھیں شکر یہ ادا کیا اور لکھا کہ میری نسبت
 کسی بڑی رتنے کو دل میں جگہ نہ دیجئے۔ اور نہ میری اس ناگہانی رخصت کے لئے مجھ کو ناگہان
 تصور کیجئے گا۔ اپنے کپڑوں اور اس نقدی کے بارہ میں جو اس کے صندوق میں باقی تھی۔
 اس نے تحریر کیا کہ دو چیزیں نوکران میں حصہ رسد ہی تقسیم کر دی جائیں۔ اور مسز رابنسن
 کیلئے دوائے صحبت پر فطاکا مضمون ختم کر دیا۔

یہ بات قبل ازیں بارہا لکھی جا چکی ہے۔ مسز رابنسن بڑی آرام طلب پہل پسند
 عورت تھی جو صحتی اومع کوئی ایسا کام کرنے سے گریز کرتی تھی جو اس کے لئے موجب تکلیف
 ہو۔ اور محض اس تکلیف ہی کے خیال سے جو ایسی حالتوں میں دل و دماغ کو لاحق ہوتی
 ہے۔ وہ کسی پر غصہ ہونا بھی نہ جانتی تھی۔ پس اس رقبہ کو پڑھ کر اس نے نہ کوئی شکوہ کیا
 نہ کسی بدگمانی کو دل میں جگہ دی اس نے اس خط کے بیان کو حرف بحرف صحیح سمجھ لیا۔ اور
 اس کے ذمہ ابھی سے کوئی سنجیدگی اس کے دل کو نہ ہرا۔ فی الحقیقت اس نے اس بات پر اظہار
 افسوس کیا کہ حالات کی مجبوری سے وہ مس پامر کو ادعا نہ کر سکی۔ مگر کے نوکران میں سے
 کسی کو بھی اس بات کا شبہ نہ ہو سکا۔ کہ مس پامر کی علیحدگی کسی خاص وجہ کا نتیجہ ہے۔ ان
 کو اچھی طرح معلوم تھا۔ کہ اس نے رچرڈ فریملن کی شادی کی درخواست نامعلوم کر دی
 تھی۔ اور اس بنا پر وہ کچھ کہہ سکتے تھے۔ کہ جو عورت ایک ایسے شریف اور آسودہ حال
 شخص سے جیسا کہ رچرڈ فریملن تھا، محض اس بنا پر شادی سے انکار کر سکتی ہے اس
 کا دل نہیں مانتا۔ کسی فردی ترک عزت یا روانگی کو ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر
 سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ اس کے ہونڈا عرصہ بعد پھر ایک بار اس کی غائی کی ضرورت کا اشتہار
 اخراجات میں درج نہ کیا گیا۔ لیکن جب اس کے ایک مہینہ بعد میں اوّل دوائے رخصت

ہوا تو اُس وقت تک کسی نئی اُستانی کے نوکر رکھے جلنے کا آخری فیصلہ نہ ہوا تھا۔
 اس باب کو ختم کرنے سے پہلے میں صرف اس قدر اوریان کرنا چاہتا ہوں کہ لارڈ
 سینڈی دل نے میرے لئے تلاش ملازمت کا جو وعدہ کیا تھا۔ اُس کو اس نے حرف بحرف
 پورا کیا۔ چنانچہ ان واقعات کے دس دن بعد جرینڈ ہول میں پیش آنے سے مجھے ایک خط
 ملا جس پر سادہ مہر لگی ہوئی تھی اور جس کے مضمون کے تحت میں احتیاط مزید کے خیال سے
 راقم کے دستخط بھی موجود نہ تھے۔ تاہم میرے لئے یہ بات معلوم کرنا بہت دشوار نہ تھا کہ
 وہ خط کس کا لکھا ہوا ہے۔ کیونکہ نفس مضمون اس راز کو پوری طرح واضح کرنے والا تھا
 میں یہاں اُس کو مجسبہ درج کرتا ہوں۔

۱۲ فروری ۱۸۳۹ء

جوزف ولٹ کے لئے نئی ملازمت کا انتظام پہلے شارٹ میں پہنچ سیکھن
 کے مسٹر دیناچ کے ہاں کر دیا گیا ہے اُس کو چاہئے کہ پہلے لندن جا کر وہاں سے ایڈنبرگ
 ہونا ہوا پر قہ پہنچ جائے۔ ابجگہ اُس کو رائج سیکھن جانے کے لئے سراسری مل جائیگی۔ کیونکہ
 ان اطراف میں ابجگہ کا حال ہر شخص کو معلوم ہے۔ مسٹر دیناچ کو اس بارہ میں براہ راست
 اطلاع دے دی گئی ہے اور جو سفارش اس بارہ میں کی گئی ہے۔ اس کی بنا پر یقین ہے۔ کہ
 مسٹر دیناچ بڑی خوشی سے جوزف ولٹ کو تیس پونڈ سالانہ پر ملازمہ کہ لیں گے۔ اس
 سلسلہ میں مسٹر دیناچ موصوف نے جوزف ولٹ کے اخراجات سفر ادا کرنے کو میں پرنڈ
 کی رقم راقم الحروف کی معرفت ادا کر دی ہے۔ (جو ملغوف ہے) آج سے تین ہفتوں کے
 اندر جوزف ولٹ کو اس جگہ پہنچ جانا چاہئے۔ کیونکہ مسٹر دیناچ کو اُس کی آمد کا انتظار
 ہوگا۔ فقط۔

غافہ پر ڈاکخانہ انفیلڈ کی ہر تھی اور خط کے ساتھ میں پرنڈ کی ایک ہندی پوٹ
 کے کسی ساہوکار کی طرف سے اس کی لندن کو بھیجے کے نام لکھ تھی۔ پہلے میرے جی میں آئی

کر ہنڈی مسٹر دینا چڑھ کر تھکریہ کے ساتھ واپس کر دوں اور اُسکے ساتھ ایک خطا کھوں کر
 اس طرح کی حالتوں میں نوکر اپنا سفر خرچ اپنی گرہ سے ادا کیا کرتے ہیں (کیونکہ مجھ کو پورا
 یقین تھا کہ یہ رقم ارل آف مینڈی دل کی تحریک پڑھی گئی ہے۔ اور مجھے نقدی کی کوئی رقم
 جو ارل مرصوف کی طرف سے رشوت کی صورت رکھتی ہو لینے سے استکارا تھا) لیکن
 جب اس کے بعد سوچا تو خیال آیا کہ ممکن ہے میری اس کارروائی سے مسٹر دینا چڑھ کے دل
 پر بڑا اثر پیدا ہو۔ اور یہ خیال اُس کے دل میں جا گزرتا ہے۔ اور مجھے کراہتی مفروضہ طبیعت کی
 وجہ سے میں اُس کی نوکری کے نااہل ہوں۔ پھر اس کے علاوہ جب یہ بھی میں نے سوچا کہ
 ایک لٹے بے سفر کے اخراجات میرے لئے ناقابل برداشت ہوں گے تو میں نے ہی بہتر پہا
 کہ اس روپے کو وصول کر لوں۔ رہ گیا ملازمت کا سوال تو ہر چند کہ ٹیلنڈ کا خط انگلستان
 سے دور تھا۔ تاہم میرے دل میں اُس سرزمین کو دیکھنے کی مدت سے آرزو تھی۔ میں نے اُس
 ملک اور اُس کے درشت آسیر پڑھنا نفاہاروں کا حال بار بار کتابوں میں پڑھا تھا۔ اس
 لئے اس کو دیکھنے کا شوق بڑی مدت سے پیدا ہو چکا تھا۔ بہتیت مجبوری مجھے اس ملازمت
 پر جو ارل آف مینڈی دل نے میرے لئے تلاش کی تھی کسی طرح کا اعتراض نہ تھا۔ البتہ اُس
 کی ضمنی تفصیلات میں ایک بات ایسی تھی جس کو میں ناپسند کرتا تھا۔ یعنی سکاٹ لینڈ
 جانے کے لئے لندن پہنچنے کے سوال کو۔ نہ صرف میرے لئے سفر کا رستہ دہی تھا۔ بلکہ ہنڈی
 کا روپیہ وصول کرنے کے لئے بھی میرا لندن پہنچنا ضروری تھا۔ لندن میں بھی اگر میرے لئے
 انیل سے ملنے کی کوئی صورت ممکن ہوتی۔ تو میں خوشی سے ہر طرح کے خطروں کو برداشت
 کرتا کیونکہ اس صورت میں ایک کی راحت دوسرے کی تکلیف کی وجہ احسن تھی کیونکہ
 اُس سے ملنے کی آرزو موہوم تھی۔ لندن ایسے شہر میں یہ کس طرح ممکن تھا۔ کہ میرے غمقر
 قیام میں وہ رستہ چلتی مل جائے اور یہ تو کسی حال میں ممکن نہ تھا۔ کہ میں اُس کے نام
 خط لکھتا یا گریٹ رسل سٹریٹ والے مکان پر اُس سے ملنے کے لئے جاتا۔ البتہ اس کے

مقابلہ میں لینڈور سے اتفاقاً ملاقات ہو جائیگا خطہ شدت سے دامنگیر تھا۔ اور میں یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہوں کہ اتنا عرصہ گزر جانے پر بھی اُس خوفناک کبرے کی طرف سے سخت دہشت میرے دل میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ صبح ہے کہ اب میری عمر ۱۸ برس کی تھی۔ اور جسمانی بامیدگی کے ساتھ میرے دماغی قوائے بھی کافی ترقی کی تھی۔ میں نے دنیاوی امور کا تجربہ بھی حاصل کر لیا تھا۔ اور اس لئے واقعہ میں میرے دل کو سٹر لینڈور کی طرف سے اتنا خوف نہ ہونا چاہئے تھا۔ جتنا پیشتر تھا۔ تاہم میں اس امر واقعہ کو نظر انداز نہیں کر سکتا کہیں ۰۰۰ اُس سے ڈرتا تھا میں بزدل نہیں ہوں۔ فی الحقیقت میں کبھی بزدل نہ تھا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اگر مجھ پر درود روا کرتا تو میں بڑی دیر سے اُس کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ مگر اس کی سیرت کا حال جانے ہوئے میں اس حقیقت کو نظر انداز نہ کر سکتا تھا کہ وہ بڑا انکار۔ فریبی اور چالباڑ ہے۔ اُسے دھوکے اور فریب سے باطل غارتہ تھی۔ اور وہ مطلب برابری کے لئے ہر طرح کے فعل پر آمادہ ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں اب بھی اس طرح اس سے بچتا تھا۔ جیسے کوئی طاقت ور آدمی اپنی قوت پر فخر و سہمہ رکھتے ہوئے بھی سانپ کی بائنی یا وحشی ورنڈہ کے بھٹ سے دور رہتا ہے۔ علاوہ بریں اینبل سے عشق کرتے ہوئے اس آدمی سے میرے تعلقات اتنے عجیب تھے کہ میں اُس خطہ کا کھال جو اس کی طرف سے مجھ کو تھا۔ کسی دوسرے پر ظاہر بھی نہ کر سکتا تھا۔ محض اُس کے اینبل کا باپ ہونے کی وجہ سے میں قانون کی امداد حاصل کرنے سے منذور تھا۔ حتیٰ کہ وہ اگر گھوڑے کا تانہ دار کرتا تو میں حالت نزع میں بھی اُس کا نام کسی پر ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ اُس سے پھانسی کا مستوجب بنانا خود اینبل کو داغ معصیت سے مرث کرنے کے برابر تھا۔

یہ کیفیت سٹر لینڈور سے میرے تعلقات کی تھی۔ یعنی گراہ میں اس کو پہلے کی طرح بیچا یا ہوتا سمجھ کر نہ ڈرتا تھا۔ تاہم ایک خطرناک دشمن ایک پراسرار فہیم ادمس دغا باز فریبی کی حیثیت میں جو کسی وجہ تا سلمہ سے میری چان کے درپے ہو رہا تھا۔ میں

اب بھی اس سے خوف کھاتا تھا۔ پس دور اندیشی کا تقاضا بھی تھا کہ میں اس سے بچوں اور
حتیٰ الوسع اس کے سایہ سے بھی دور رہوں۔ یہی باعث میرے اس اضطراب کا تھا جو لندن
جانے کے خیال سے میرے دل کو لاحق ہوا۔ لیکن سارے پہلو سوچکر میں نے اپنے جی کر کہا
تجربہ و ہمت کے لئے طاقت کی۔ میں نے سوچا کہ اب میں ایک سرد ہالنگ اور جوان ہوں۔
اپنے پھر میرے بدن کے باوجود میں نے قسمت کی ورازی کافی حاصل کر لی تھی، اس
لئے مجھے کسی بجا اندیشے کو دل میں جگہ نہ دینی چاہئے۔ پس آخری فیصلہ جو میں نے اپنے آپ
سے کیا یہی تھا۔ کہ سفر کی ترکیب جو ارل آف سینڈی دل نے پیش کی تھی۔ اس پر عمل کر کے
مجھے سب سے پہلے لندن اور اس کے بعد اینڈنبرگ ہوتے ہوئے اس مقام پر جانا چاہئے جہاں
میرے لئے نئی ملازمت کا انتظام کر دیا جا چکا تھا۔

باب - ۱۰ - ناگہانی ملاقات

مارچ کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ جب میں اول ولیم سنزرائسن اور اپنے ساتھی نوکرین
سے جدا ہو کر سکاٹ لینڈ کے لیے سفر پر روانہ ہوا۔ رائڈ سے پرٹ سمٹھ کا بحری سفر جہاز
میں طے کر کے میں مسہر پہر کو لندن جانے والی سفری گاڑی پر سوار ہوا۔ اور بڑی رات تھے
لندن کے گریں چرچ سٹریٹ میں جاؤا۔ اس جگہ سفری گاڑی کر اس کیز نامی سرائے
میں ٹھہری۔ اور وہیں میں نے قیام کیا۔ وہ رات سرائے میں بسر کرنے کے بعد میں صبح کے
نامشترے فارغ ہو کر ڈمبرو سٹریٹ کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں اُس ہنڈی کا روپیہ میل
کرنا تھا۔ جو میرے پاس تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر اُسی سرائے میں واپس آ گیا
اور شمال کی طرف جلسے والی گاڑیوں کے بارہ میں دریافت حال شروع کیا۔ معلوم ہوا

اس طرح کی سکاڑیوں کے بارہ میں صحیح معلومات بل اینڈ موٹو نامی سرائے سے حاصل ہو گئے جو آئڈس گلیٹ سٹریٹ میں واقع تھی۔ چنانچہ میں اُس طرف گوروانہ ہوا۔ راستہ میں بڑے ڈاکا کی عمارت دیکھنے کا اتفاق ہوا جسے میں نے بیشتر کبھی نہ دیکھا تھا۔ اور میں فقوڑی دیر اس عالیشان عمارت کو دیکھنے کے لئے فیض گنیا میں ابھی کھڑا تھا کہ ایک مرد شریف ایک خاتون کے بازو میں بازو دلتے سیر تھیں سے اترنا نظر آیا۔ دونوں ہنسی سے چلتے اس مقام کی طرف آئے جہاں میں کھڑا تھا۔ اور اس وقت میں نے دیکھا کہ مرد کے ہاتھ میں ایک کھٹا ہوا خط تھا۔ جسے وہ خاتون مذکورہ پر دے کر مسنار ہوا تھا۔ قریب آ جانے پر میں نے فوراً پہچان لیا کہ وہ چارلسن کا پادری ہنری ہارڈ اور اُس کے ساتھ والی عورت اچھٹہ ڈیلر۔ اس نیکدل خاتون کو دیکھ کر جس کے احسانات کی یاد اب تک میرے دل سے محو نہ ہوئی تھی۔ میرے منہ سے بے اختیار کلمہ حیرت نکلا۔ اور میں آداب بجالانے کے خیال سے آگے بڑھا۔ مسٹر ہارڈ نے تو مجھ کو نہیں پہچانا۔ البتہ اچھٹہ ڈیلر نے چند ٹائینوں تک اس طرح کی مشکوک نظر سے میری طرف دیکھتی رہی۔ گویا سوچتی تھی کہ کیا یہ وہی نوجوان ہے جس کے بارہ میں اس کے دل میں شبہ پیدا ہوا تھا۔ ہیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے ڈھائی سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ تب میں پندرہ سال کا لڑکا تھا۔ حالانکہ اب اٹھارویں برس میں قدم رکھ کے دراز قد جوان بن چکا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ ڈیلر میز سے رخصت ہونے کے بعد میں نے اُس کو ڈیرن شارکے موصل چارلسن کے گرجا میں دیکھا تھا۔ مگر جیسا ناظرین کو یاد ہو گا۔ اس موقع پر اُس نے مجھے بالکل نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ وہ فقوڑی دیر تجر نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی۔ گویا سوچ رہی تھی کہ کیا یہ نوجوان وہی کسمن نوکر ہو سکتا ہے جسے اس کے باپ نے فقیری کی زندگی سے نکال کر اپنے ہاں پناہ دی تھی؟

اس کا نام جوزف دلسٹ نہیں ہو؟ اس نے کچھ عرصہ میری طرف دیکھتے رہنے کے بعد آخر کار پوچھا۔

’ہاں مس ڈیلر میں رہی ہوں؟ میں نے جواب دیا: ’اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے اس بات کے لئے معاف کریں گے۔ کہ میں نے آپ کو دیکھ کر ٹھہرنے کی جرأت کی۔ لیکن آپ کی دیرینہ عنایتوں کی یاد اب تک میرے دل پر باقی ہے۔ اور میں ان کا شکریہ ادا کر کے بغیر نہ رہ سکتا۔‘

’تم اب اسے مس ڈیلر نہ کہو کیونکہ اب اس کا نام مسٹر بارڈو ہے۔‘ پادری نے خاتون کی طرف تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اس اطلاع کو پا کر میں نے دونوں کو مبارکباد دی۔ اور ایڈتھ کے خوشنما چہرہ پر ہلکی سرخی چھا گئی۔ عقوبت سے توقف کے بعد اس نے کہا: ’جو زف میں شکر یہ ادا کرتی ہوں کہ تم نے میرے سلوک کو اتنی مدت یاد رکھا۔‘ اور آتنا ہلکا وہ چپ ہو گئی۔ آنسوؤں کے قطرے بے اختیار اس کی آنکھوں سے بہ نکلے۔ کیونکہ اس زمانہ کا ذکر آنے سے اپنے مقتول باپ کی تصویر اس کی نظروں کے سامنے پھر گئی۔

’کیا میں مسٹر اور مسٹر ملگریو کے بارہ میں دریافت حال کی جرأت کر سکتا ہوں؟‘ میں نے کہا۔

’ہاں ان سے ملے مدت ہو گئی۔‘ مسٹر بارڈو نے جواب دیا۔ اور یہ کہتے ہوئے اس کے چہرہ پر افسوس کا سایہ پیدا ہو گیا۔ پھر حجب میں نے ایڈتھ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا۔ غم کے آثار اس کے خوشنما چہرہ پر بھی موجود تھے۔

اس کے بعد پھر سکوت طاری ہو گیا۔ اور میں اپنے جیب میں یہ سوچ کر پڑن ہو نیلگا کہ تا دامتہ میں نے ایک ایسا ذکر جھیر دیا۔ جو ان دونوں کے لئے پریشانی کا موجب تھا۔ وہاں جرمیں نے مسٹر اور مسٹر بارڈو کی طرف زیادہ غور سے ساتھ دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کا ہاں سیاہ نہ تھا۔ جس کی وجہ غائب یہ تھی کہ سوگ کا زمانہ کچھ عرصہ پیشتر ختم ہو چکا تھا۔ لیکن گر انہوں نے صاف ستھرا لباس پہنا ہوا تھا۔ تاہم میں یہ بات معلوم کے بغیر نہ رہ سکا کہ ان کے

لباس میں کفایت کے آثار نمایاں تھے۔ یہی کچھ اس طرح کی ناقابل بیان تبدیلی اُن کی ظاہری حالت میں پیدا ہو چکی تھی جس سے پایا جاتا تھا کہ اب اُن کے مالی حالات پہلے کی طرح آسودہ نہیں۔ اور وہ اگر تنگی محسوس نہیں کرتے تو کم از کم فراغت سے محروم ضرور ہیں لیکن مالی مشکلات کے اُن آثار کے باوجود جو فرو بخرو ظاہر ہو جایا کرتے ہیں اور جنہیں کوئی طاقت چھپا نہیں سکتی۔ میں نے دیکھا کہ مسٹر ہارڈ کے خوشنما چہرے سے اخلاق و شرافت ظاہر ہوتی تھی۔ اور اگر ایڈلڈ کا لباس اس زمانہ کے مقابلہ میں جب میں نے اُسے ڈیلمیر میز میں دیکھا تھا۔ ظاہر اُن کے نفیس تھا تو مقابلہ میں اُس کے حسن نے غیر معمولی ترقی کر لی تھی۔ اب اس کی عمر اکیس سال کے قریب تھی۔ اور وہ شیرنگی کی خوبصورتی شباب کی شگفتگی حاصل کرنے لگی تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نیکی اور پاکیزگی کے وہ آثار جو پیشتر اُس کے چہرہ پر موجود تھے۔ اب غائب ہو گئے یا اعضا کی موزونیت یا چال کی یکسوئی پہلے کی نسبت فرق آ گیا۔ اور نہ ہی اس بیان کا یہ مطلب ہے کہ اُس کے خط وصال کی درستی نے عہد شباب کے آغاز کے ساتھ کوئی نئی صورت اختیار کر لی۔ وہی اس کا حسن صحیح تھا۔ جو اُس زمانہ میں جب میں نے بار اول اُسے دیکھا تھا۔ نسبت کمسنی کی شوخی اور اظہارِ بے بنیادگی جو اُن کا رہا۔ برس کی عمر میں اُس کی خوشنمائی آنکھوں میں چھلکتی نظر آتی تھی اب باعلی غائب ہو چکی تھی۔ نگر کے آثار اس کے چہرہ پر اور نگاہ میں موجود تھے۔ اُس کی حالت اُس آدمی سے ملتی تھی۔ جو پرے اطمینان کے ساتھ اپنے آپ کو حالات کی رو کے حوالہ کر چکا ہو۔ اور یہ تبدیلی بھی اتنی خفیف تھی کہ بادی النظر میں کوئی شخص اُن کو اُن وقت فارسیہ سے متنبہ نہ کر سکتا تھا۔ جو تختہ رانی کے بدلہ لانا پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کا صحیح باعث اس سانحہ پر خوف کا اثر تھا۔ جو میری موجودگی کے زمانہ میں ڈیلمیر میز میں پیش آیا تھا۔ مگر ان جزئیات سے قطع نظر وہ اب بھی انتہا درجے خوبصورت تھی اور پادری نہری ہارڈ و بجا طور اس کی ذوات و لہریں پراٹھا رہا مگر

سکتا تھا۔ اگر کچھ چھپے تو خود ایدہ تھ کو لمبی اپنے شکیل و وجہ شوہر پر جائز طور پر فخر تھا۔
 ”جوزف“ آؤ کار ایدہ تھنے اُس نے وقف سکوت کرتا ذکر جو اُس کی ہیں سکھارا
 اور مسٹر ملگری کا ذکر آنے سے بیدار ہوا۔ اور ہم تینوں کے لئے سخت ناگوار ہونے لگا تھا کہا
 ”میرے خیال میں یہ پوچھنے کی حاجت نہیں بہرہ کم کافی آسودہ حال ہو۔ کیونکہ یہ بات
 بہاری صورت سے پائی جاتی ہے۔ (اس وقت میں نے ملہ طرز کے سادہ کپڑے پہنے
 ہوئے تھے۔ کیونکہ نئی ملازمت شروع نہ کرنے کی وجہ سے میں نے ساحال و روی نہ
 پہنی تھی)“

”میڈم میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں“ میں نے جواب دیا۔ ”حالات زمانہ کی
 سختی یا سرد مہر کی بے شک جگہ کوئی شکایت نہیں ہے میں اپنی روزی آپ
 سہا کرکھا تا ہوں اور خوش ہوں“

لیکن تم کیا اب اپنے ناموں کے پاس نہیں رہتے ہو؟“ دفعتاً اُس نے پوچھا۔
 ”کیا مسٹر لینوز۔۔۔ اُس فرخناک آدمی کے پاس؟“ میں نے چونک کر
 کہا: ”نہیں۔ خدا پناہ رحم کرے۔ صرف چند ہفتے میں اس کے پاس رہا تھا۔۔۔“

”معلوم ہوتا ہے۔ جو عدسے اس نے تم سے کئے تھے۔ اُن کو پورا نہیں کیا
 گیا۔ ایدہ نے کہا: ”یعنی اس نے تمہیں اپنے گھر میں آسائش کے ساتھ نہیں رکھا۔“
 ”ادہ میڈم کاش سب حالات آپ کو معلوم ہوتے“ اُنے اختیار میرے
 منہ سے نکلا۔۔۔ لیکن نہیں: ”میں نے فوراً ہی کہتے ہوئے کہا۔ کیونکہ انیل کی خاطر
 میں کوئی بات اس کے باب برضا و منہ سے نکالنا نہ چاہتا تھا۔ اور اس کے بدعات
 اضطراب میں کسی طرح اس گفتگو کا رخ بدلنے کی غرض سے میں نے نادانستہ ایک ایسی
 حرکت کی۔ جس پر فوراً ہی مجھ کو افسوس ہوا۔ یعنی میں پھر وہی مضمون تکرار کر بیٹھا۔ جو پیشتر
 اس قدر ناگوار ثابت ہوا تھا۔ یعنی میں نے کہا: ”غالباً آپ عارضی طور پر میز میں قیام فرما

ہیں۔ یہ نہ کہ مجھ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ میں نے پادری ہاورڈ کی طرف مڑتے ہوئے کہا کہ آپ کا اصلی وطن ڈیون شائر کے موضع چارلٹن میں ہے۔
 ”یہ صحیح ہے“ مسٹر ہاورڈ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ لیکن واقعہ میں ہم ڈیلمر مینز میں پھیرے ہوئے نہیں ہیں۔“

”پادری صاحب صرف ایک بار میں نے خوش نصیبی سے چارلٹن کے گرجا میں آپ کا دغظنا تھا۔“ میں نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ بہت عرصہ پہلے کا واقعہ ہے میں تب لارڈ ریونس کے ہاں ملازم تھا۔۔۔“
 ”اوہ جزن“ مسٹر ہاورڈ نے جلدی سے کہا۔ ”کیا تم اس امیر کے ہاں ملازمت کیا کرتے تھے۔ جتنا وہ ہر گھیا تھا؟“

”ہاں میڈم اور جس زمانہ کا میں ذکر کرتا ہوں تب میں نے آپ کو بھی گرجا میں بیٹھے دیکھا تھا۔ مگر میں آپ کے دوبارہ آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس کے بعد وہ عرصہ بعد میں جب آداب بجالانے پادری صاحب کے مکان پر حاضر ہوا۔ ترجمہ کو بتایا گیا کہ آپ وہاں سے رخصت ہو گئی ہیں۔ بہر حال مجھ کو یہ جان کر بڑا رنج ہوا کہ آپ سخت پریشانی کی حالت میں اور بیمار ہیں۔ مگر اب یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ کی صحت بھر حال ہو چکی ہے۔“

اس گفتگو کے دوران میں مسٹر ہاورڈ کو اچھی طرح یاد آ گیا تھا کہ میں کون ہوں چنانچہ اب اس نے کہا۔ ”جو کچھ تم نے بیان کیا ہے۔ میں اس کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں“ پھر اس کے بعد سنجیدگی کے لہجہ میں ”جزن ولٹ اس دنیا میں ہر شخص کے لئے آزمائش کا ایک زمانہ آتا ہے۔ اور انسان کو فرض ہوتا ہے کہ وہ اس امتحان میں ثابت قدم رہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ انہیں مسٹر ہاورڈ کی ذات سے گہری دلچسپی ہے۔ اور میں یہ بات اس کے دوبارہ تم سے کہتا ہوں کہ جو آفتیں اور مصیبتیں اس پر نازل

ہوئی تھیں۔ ان سب کو اس نے بڑی دلیری اور گہرے استقلال کے ساتھ برداشت کیا ہے۔“

”اودہ پیارے ہنری!“ مسٹر ڈارڈ نے جس کے لئے اس نے جذبات پر قابو رکھنا محال تھا۔ اسٹک آؤڈ آنکھوں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ”مجھے موت کے جانے کا غم نہیں۔ کیونکہ وہ ایک آنی جانی چیز ہے۔ رنج اگر ہے تو ان لوگوں کی نامہربانی کا جو۔۔۔“

”میزم۔ یہ آپ کی فرماتی ہیں؟ میں نے ایڈف کے لفظوں سے متعجب ہو کر کہا۔“
 ”حالت کیجئے اور میرے الفاظ کو گستاخی پر محمول نہ فرمائیے۔ ہر چند میں ایک ناچیز ادنیٰ خادم ہوں۔ تاہم آپ کی دیرینہ عنایتوں کی بنا پر آپ کی ذات اور سلامات سے گہری دلچسپی رکھتا ہوں۔ اس وقت تک میرا خیال تھا۔۔۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے میں پورا یقین رکھتا تھا۔ کہ آپ فضل خدا سے مالا دار ہیں۔ کیونکہ مجھ کو معلوم ہے کہ آپ کے والد میرے آبجائی محسن نے آپ کے لئے معقول ورثہ چھوڑا تھا۔ پس میری کچھ میں نہیں آتا۔۔۔“

میرے ان الفاظ کو سن کر مسٹر ڈارڈ عجیب طرح کی حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھنے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر میں ڈرا کر شاید وہ میرے بے تکلفانہ لہجہ اور انداز گفتگو سے ناراض ہو گئے ہیں۔ شاید جوش ہمدردی میں میرے منہ سے کوئی ایسا لفظ نکل گیا۔ جو ان کے لئے باعث آزر و گی ثابت ہو اب یقین اس خیال کی تردید جلدی ہی مسٹر ڈارڈ کے لفظوں سے ہو گئی۔ جس نے کہا: ”جو تم کیا کہتے ہو؟ کیا تم کو معلوم تھا کہ مسٹر ڈیلر نے موت سے پہلے اپنی جائیداد کی تقسیم کا فیصلہ کر دیا تھا؟۔۔۔ کیونکہ نہیں اس کا حال معلوم ہوا؟۔۔۔“

”مسٹر ڈارڈ“ میں نے جلدی سے معذرتی لہجہ میں کہنا شروع کیا: ”اگر کوئی

بجای لفظ میرے منہ سے نکلا۔ تو میں اس کے لئے معافی طلب کرتا ہوں :۔۔۔
 "انہیں جوزف" مسٹر ڈاؤرنے جواب دیا۔ "تم ہر رے کسی لفظ کو بھی خیال نہیں کرتے
 اس کے برعکس تم تہاری سچی بہرہ رسی کے لئے ممنون ہیں۔۔۔"

"بیکل" اس کے ٹوہرنے بھی کہا :۔ میں خوش ہوں۔ کہ تمہیں ایڈتھ کی ذات سے
 اس قدر بہرہ رسی ہے، لیکن جس بات نے مجھے کو۔۔۔ ہم دو نو کو حیرت زدہ کیا ہے۔ وہ
 یہ ہے کہ مسٹر ڈیلر کی تقسیم جائداد کا حال تمہیں کیونکر معلوم ہوا؟

"میں اس بارہ میں کوئی بات چھپا کر رکھنا نہیں چاہتا۔ میں نے جواب دیا : بات
 یہ ہے میں نے اتفاقاً کچھ گفتگو سنی تھی۔۔۔ گو یقین کیجئے میں قصداً اسے سننے کے لئے
 نہ بیٹھا تھا۔ بالکل نہیں۔ درحقیقت میں ڈیلر میز کے اس کمرہ میں جو عجائب خانہ کھاتا تھا
 صفائی کر رہا تھا۔ کہ باہر والے کمرہ یعنی لائبریری سے گفتگو کی آوازیں میرے کانوں
 میں آنی شروع ہوئیں۔۔۔"

"لیکن وہ گفتگو کن میں ہو رہی تھی؟" مسٹر ڈاؤرنے جلدی سے پوچھا۔

"میرے آنجانہی حسن مسٹر ڈیلر اور مسٹر ملگری کے درمیان" میں نے جواب دیا۔

"اور اس گفتگو کا مضمون کیا تھا؟" جلدی یاں کرو سیز کے میں اسے سننے کو بتا رہا تھا۔

"پرری کیفیت تراب مجھے یاد نہیں" میں نے بیان کیا : تاہم اتنا معلوم ہے کہ مسٹر ڈیلر

نے مسٹر ملگری سے گفتگو کرتے ہوئے وضع اور صاف لفظوں میں کہا تھا : کہ اس وعدہ و اقرار

کے مطابق جرائنوں نے اپنی بی بی سے اس کی مرث کے وقت کہا تھا انہوں نے وصیت کھٹک اپنی

ساری جائداد آپ کے "میں نے ایڈتھ کی طرف اشارہ کیا" اور مسٹر ملگری کے درمیان سادہ سنی قسم

کر دی ہے۔ یہ کہنے ہوئے میں نے ایڈتھ کی طرف دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ اس مجتہد گفتگو کی وجہ

سے اتنا بھاری صدر کے دل کو ہوا کہ آئندہ کے قلعے بے اختیار اسکے خسار و بربادی بننے لگے۔

"جوزف ولٹ" مسٹر ڈاؤرنے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا : شاید تم کو معلوم نہ ہو

لیکن نادانستہ تم نے اپنے سرسری الفاظ سے ایک ایسی بات ظاہر کر دی ہے جو واقعہ میں غیر معمولی اہمیت رکھنے والی ہے۔ لیکن... میرے خدا ایڈتھ... پیار سی ایڈتھ۔ کیا تم پیار ہو؟
خاتون کے چہرہ پر دفتن زردی چھا گئی اور وہ اس طرح راکھڑائی کر معلوم ہوتا تھا فرش زمین پر گر اچا ہستی ہو۔ چن چنیر حالت دیکھ کر مسٹر ہارڈ نے ایک ایسی محاورہ جی پاس گزر رہی تھی طلب کیا۔
پیارے ہنری میں اب اچھی ہوں۔ اس نے قرانی ہوئی آواز سے کہا۔ لیکن اتنے علم افزا
رخبرہ واقعات کی یاد تازہ ہوئی ہے۔...

ہاں پیار سی ایب ہوتا قدرتی تھا۔ اس کے شوہر نے تسلیم کیا۔ اور یہ کہتے ہوئے وہ ایڈتھ
سو نہا راوید اس گازی کی طرف سے چلا۔ جو پیدل چلنے کی پٹری کے پاس آکر خیر سنی تھی۔
"اوداع جوزف" اس نے غایت آمیز لہجہ میں کہا۔ ہماری نیک دعائیں ہر وقت
تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم بہت نیک رکھے ہو۔ اور یقیناً ترقی حاصل کر دے گا۔

ایڈتھ نے بھی دوستانہ لہجہ میں مجھ کو اوداع کہی اور اس کے بعد گارمی ایک طرف کو
چلنے لگی۔ مگر میں اس وقت تک کھڑا اسکی غائب ہوتی ہوئی صورت کو دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ
سینٹ پال چرچ یا رڈ کے اطراف میں خلقت کے انبوہ کشیر میں نظروں سے چھپ گئی۔
اس کے بعد اپنے نیکدل حسن کی مرگ بے ہنگام اور ایڈتھ کے اثر پذیر دل پر اس کے پیدا کئے
ہونے ناقابل محو سنج و غم کو یاد کر کے میرے سینہ سے بے اختیار آہ مسوعلی۔ اور میں بل
ایڈتھ موفہ مسرائے کی طرف چلنے سے لے مڑا۔ لیکن پہلا ہی قدم اٹھایا تھا۔ اس طرح
جو تک کہ پیچھے ہٹا۔ اور راکھڑا یا۔ گویا کوئی وحشی حیوان یا موذی سانپ مجھ پر حملہ
کرنے کو تیار تھا۔ کیونکہ اس جگہ مجھ سے پیشکل تین عتر کے فاصلہ پر وہی میلانہ غصہ نے
واں دشمن... خونا ک مسٹر نینور کھڑا تھا۔

چھٹی جلد ختم ہوئی

قواعد خریداری

۵۔ (بقیہ صفحہ ۲) بعض اصحاب کی حالتیں دیکھا گیا ہے کہ چار پانچ ماہ کے بعد دفعتاً اطلاع دیتے ہیں کہ ہمیں اس دوران میں ایک بھی پرچہ نہیں ملا۔ ایسی شکایتیں کسی حالت میں بھی قابل غور نہیں سمجھی جاسکتیں۔ کیونکہ اتنی مدت کے بعد شکایت کی جانچ کسی طرح نہیں ہو سکتی اس قسم کے موقعوں پر زیادہ سے زیادہ جلد ہم کہہ سکتے ہیں یہ ہے کہ زیر شکایت پرچے اگر دفتر میں موجود ہوں تو عام رعایتی تہمت پر دوبارہ ہبیا کر دیے جائیں۔ لیکن یہ ایک اختیاری رعایت ہے جو ہمیں ملے جب ظاہر کرنے کے واپس لی جاسکتی ہے۔

۶۔ کچھ اصحاب غاذاہ سے ہی خطوں کا تار باندھ دیتے ہیں جن کا ذرا فرق جواب دینا سخت مشکل ہے۔ اس لئے مکرر گزارش ہے کہ عدم رمی کے خط ہدینکی یا تاریخ تک انتظار کر کے ہی لکھے جائیں۔ اس سے پہلے لکھے ہوئے خطوں کو قابل اعتناء سمجھا جائے گا۔

۷۔ ماہوار صفحات اس سائنس کے ایک سو سے لیکر اڑھائی سو صفحوں تک مقرر ہے اور بعض حالتوں میں اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر اس کی بیشی کا اعتناء کیا اس دفتر کو حاصل ہے۔

۸۔ قابل ترجمہ کتابوں کے انتخاب کا حق رئیس التحریر منشی میر تقی رام صاحب کے پاس ہے۔ خریداروں کے مشورے ہر وقت شکریہ کے ساتھ سنے جاسکتے ہیں لیکن پرفوران پر عمل کرنے کے لئے پابند نہیں۔ اور کوئی صاحب اس بنا پر دفتر میں کر سکتے ہیں کہ فلاں کتاب کا ترجمہ کیوں شائع نہیں کیا گیا

۹۔ ان قواعد سے لاعلمی و نفل عذر نہ سمجھی جائے گی۔

خونی تلوار

ہینالڈس کے بے نظیر ناول میسکیر آف گلنڈ کلاجر

منشی میرزا دام صاحب فیروز پوری

رینڈنسن کے اہل میں بالکل نیا اور نہایت لاجواب جس کا ترجمہ پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے
 جس نے ان کا کاپٹ بالکل لیتے ہی پھر حادی ہی جیسا کہ ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں آیا تھا ایسے ہلکے اور تھکے
 رینڈنسن کی تشویر پر چھٹے میں سرگرمی کی کچھ پچھپان مرکوز میں گھٹکے کا قتل عام ایک نایاب و قدیم
 متنوع خاکہ کی طرح ایک ناکہ کا ذکر ہے کہ کچھ ہے۔ رینڈنسن نے اپنی حادی و محوری کو اس قدر
 کو حین نگاہ میں پیش کیا ہے وہ اسی کا حصہ سمجھنا چاہیے جو وطن اور قومی غیرت کی تصویر کشی کی حالت
 میں قربانی کا نظارہ سیاسی منظم کی نگہ سے والی داستان ممکن و حدیں ۱۹۱۹ء صفحہ غیرت لکھ

باب کا قاتل

رینالڈس کے زبردست ناول سیری سنگڈتھامہ

مفتی محمد الہیہ صاحب ہمدردی

کہ یہ بتانے کی حاجت ہے کہ یہ ناول کثرت و دلچسپی سے کیا اس کا نام ہی نفس منور کا ناول ہے
 باپ کو قتل کرنے پر کڑا نوچ جا کر پاپا کا کہہ اس کے نرم چہرے اور گھومنے والے بالوں پر ہاتھ پیرتا جو جہاں تک محبت وہ
 اتنی قابلِ فخر و حالت کو بھی قاضی فرماؤں اور قیامت اور ضرر و امیڈس کے لئے ہوش رات جاتی ہے کہیں نیچے
 لئے اور نہ کہ کمال انہی فکر میں کسی سہمی زندگی بے قیاسی سے الہی ہی بچے جو ان پر کراہنے کی قتل کرے۔۔۔ یہی
 ہفتا کے نوچ جانے کا اس پر محبت اور پھر پھینک دے جس جہر قتل اس کی نیلے نمکونہ اور مضطرب تھا ہمارے
 کیا اس کے قتل کے قاتل نفس پر جو سختی ہے وہ نہایت زوردار برابر اور نہایت جبریں اور نکلے ۱۶۷ صفحہ
 لالہ براؤن سس۔۔۔ ہمارے سرور و دلکشا نام

گروش آفاق

حیرت انگیز سوشل ناول

اس سلسلہ میں حسب ذیل بھی ملاحظہ فرمائیے

فناء لندن (سلسلہ اول و دوم) نظارہ پرستان، نئی نواں پور

مترجم

مصنف

جارج ڈبلیو ایم بریٹنلڈس تیرہ رام فیروز پوری

لال برادر

پارسنز روڈ ٹونکھا لاہور

انعامیہ لکچرنگ میگزین لاہور میں انعامیہ لکچرنگ میگزین میں

قواعد خریداری

۱۔ اس سلسلہ کی مستقل خریداری کی سالانہ قیمت پر پچھلے چھ ماہ ہندو بہت ہی اورتو یا دی پانی بیٹنگی آتی جاسکتے۔ تاہم یہ مشق نہ ہو کہ کوئی عام نہیں جو اصحاب ہمارے سلسلہ سرانجامی کے بھی مستقل خریداری میں مان سے بطور رعایت قیمت کم کر سالانہ یا ہائیگا۔ وصول شدہ روپیہ کسی حالت میں واپس نہ ہوگا۔

۲۔ خریداری کسی ایک جلد سے شروع ہو سکتی ہے۔ لیکن قیمت بہر حال ایک سال کی کٹھی وصول کی جائیگی اور اس کے عرض بارہ ہمارے پرچے (یا ان پرچوں کے مجموعے) ہونا کے جائیں گے۔

۳۔ سابقہ ادا کردہ قیمت کا حساب ختم ہونے پر اگر نئی قیمت کے آغاز سے پہلے خریدار کی طرف سے اطلاع نہ ملے کہ وہ آئندہ اس سلسلہ کی خریداری جاری رکھنا نہیں چاہتا تو اس کو اپنا فائدہ آرڈر سمجھ کر نیا پرچہ مزید سالانہ قیمت سے کٹے دی پی روانہ صورت ہوگا جس کو وصول کرنا ہر ایک خریدار کا اخلاقی فرض سمجھا جائیگا۔

۴۔ ہر ایک پرچہ بالعموم مہینہ کے وسط تک شائع ہوتا ہے اور تمام خریداروں کے نام یا تا عدد اور پڑی۔ اعتبار اس کے ساتھ روانہ ہوتا ہے لیکن یہ خرید پرچے کسٹ میں ضائع ہو جائیں لیکن اس صورت میں عدم رسی کی اطلاع ہی مہینہ کے اندر اندر آجی چاہئے بہترین صورت یہ ہے کہ مہینہ کی پہلی تاریخ تک انتظار کر کے اگر اس وقت تک پرچہ وصول نہ ہو۔ تو ایک اطلاعی خط اس دفتر کے نام روانہ کر دیا جائے اس مہینہ کے گزر جانے پر عدم رسی کی شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔ اس کے غیر ملکی خریداروں کے جو آئندہ ماہ کی پہلی تاریخ تک شکایت روانہ کر سکتے ہیں

باقی دیکھو سرمدی ص ۵۲

جلد ہفتویٰ کجی لالہ نازان دت سہیل محفوظ ہیں

حیرت انگیز موشل ناول

گردش آفاق

ساتویں جلد

جارج ڈبلیو ایم ریٹلڈس کی زبردست تصنیف

جوزف ولیمٹ

کا دلکش ترجمہ

تیرتھ رام فیروز پوری

مترجم فسانہ لندن - نظارہ پرتان - انصاف وغیرہ

لال برادر س

پارمنز روڈ نو لکھا لاهور

انقلابی ٹیم پریس لاہور میں باہتمام ملک دین محمد پرنٹر چھپا

حیرت انگیز جاسوسی ناولوں کا سلسلہ

اس فہرے میں ان کے ناولوں کے علاوہ ایک اور سلسلہ بہترین جاسوسی ناولوں کے تراجم کا بھی شائع ہوتا ہے۔ اس سلسلے کے لئے دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین کتابیں انتخاب کی جاتی ہیں اور ان کا ترجمہ خاص اہتمام سے کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے کے مترجم بھی فنی تہذیب و ادب کا صاحب فیر و پوری مترجم گوشت آفاق و غیر ہیں پس اگر آپ کو بہت اچال کے بہترین جاسوسی ناول پکچے کا حقوق ہو تو ہمارے اس سلسلے کی بھی منتقل خریداری قبول فرمائیے۔ اس وقت تک اس سلسلے میں حسب ذیل ناول شائع ہوئے ہیں جو طلب کئے جاسکتے ہیں۔

خرنی میرا	انقلاب یورپ	شریعت بدعاش	چیتا پرزہ
خرنی چراغ	لفلی نواب	منزل مقصود	بحر فنا
سرب زندگی	آتش کتا	سنہری بکھو	ڈاکٹر نکولا
انول میرا	انصاف	شاہی خزانہ	تلاش کسیر
لوکھار	گناہ مسافر	مطلبی دنیا	حوظلمات
ہیروں کا بادشاہ	لعل شب چراغ	نازک کنار	تبدیل قسمت
خوجہ بیداد	قاتل مار	کارنامات شرک ہمز	معصری جادوگر
ہر خاموشی	آزادی	سنہری لاش	کارنامات آرمین وین
...	مقدس جوتا	کرنی کا پھل	...

اس سلسلے کا اگلا ناول خونی چکر خصوصیت سے قابل دید ہو گا۔ اور اس کے بعد سلسلہ وار کئی اور ناول شائع ہونے لگے۔

مخفی نہ رہے کہ یہ ادنیٰ قسم کے ایک یا دو پنی قیمت کے پچھرا ناولوں کے ترجمے نہیں بلکہ دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین تصنیفوں کا پچھڑ ہیں۔

مزدرب آپ اس سلسلے کی قدر دانی کریں

گردش آفاق

دوراں
ساتویں جلد

باب۔۔۔ (بقیہ)

اس کی صورت ویسی ہی تھی جیسی اس زمانہ میں جب میں نے آخری بار اسے دیکھا تھا۔ وہی
اس کے بالوں کی لمبھی تلی چادر لی رنگت۔ وہی اس کی گچھے دار جھوڑوں میں چھپی ہوئی ویزل اور
سانپ کی آنکھوں سے ملتی جلتی۔ خوفناک جاں فرسا آنکھیں اور وہی کال لباس۔ البتہ اس موقع
پر میں نے دیکھا کہ اس کی ٹوپی کے گرد سیاہ کریپ کا ایک ٹکڑا بندھا ہوا تھا۔ جو غالباً پھیب
ڈاؤلٹ کی موت کے لئے سوگ کی نشانی تھی۔ اس نے حسب معمول اپنے بوٹوں کے چوڑے تسموں کو
ہو کی صورت میں باندھ رکھا تھا۔ اور اس کے بھاری چوڑے ہاتھ ڈھیلے سیاہ کڑیدر کے دستاؤں
میں پوشیدہ تھے۔ معلوم ہوتا ہے اس نے پہلے ہی مجھ کو دیکھ لیا تھا۔ کیونکہ جب میری نگاہ اس کی طرف
گئی۔ تو اس کی آنکھیں عجیب طرح کی سرخ بوس نظروں سے جن کا مقابلہ میں پھر ایک بار سانپ
کی خوفناک سحر آمیز نگاہ سے کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میری طرف گہور رہی تھیں۔ اسی طرح چند
لمحوں تک وہ میری طرف دیکھا کیا اور میں اس دوران میں بدحواس و سرسیمہ چپ چاپ اپنی جگہ
پر کھڑا تھا۔ اتنی دیر تک مجھے اس کو بردہ آ جانے سے ہوئی جس کا وہم بھی اس وقت تک اس سے
ناگہاں ملنے کے امکانی خیال سے مجھ کو نہ ہو سکتا تھا۔

آہ جوزیت دفعتاً اس نے ایک عجیب طرح کی نرم آواز سے کہنا شروع کیا۔ جو میرے لئے بالکل نئی تھی اور اس کے ساتھ ہی اس کی نگاہ اور انداز میں اگر واقعی ایسا ہونا ممکن سمجھا جاسکتا ہے حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو گئی۔ ”تم کیا پھر لندن تم گئے؟“ اور کب آئے؟... چپ کیوں کھڑے ہو کیوں نہیں مجھ سے ٹاٹھ ملاتے بگلیاں تھاراموں نہیں ہوں؟ اس سے پہلے بیشک تم نے جن مرقعوں پر مجھ سے سرکشی کی ہے۔ تاہم میں ان خطاؤں کی یاد کو مدت گزری دل سے محو کر چکا ہوں۔

پہلے میرے جی میں آئی تھی کہ اس سے برملا کہہ دوں کہ آپ شاید ان واقعات کو بھول گئے ہوں۔ تاہم میں کبھی ان کو فراموش نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے بعد خیال آیا کہ اگر میں نے اس زمانہ کے متعلق جب میں اس کے گھر سے فراہم ہوا تھا۔ اس کے قاتلانہ ارادوں سے واقف ہونے کا ثبوت دیا تو یہاں واسطوں کو اس راز سے آگاہ کرنے کا ذریعہ ہو گا۔ کہ انیبل نے اس کی گفتگو چھپ کر مستی تھی۔ اور اسی کی معرفت یہ اطلاع میرے کانوں تک پہنچی۔ پس یہ سوچ کر کہ اس طرح بیخبری میں رہنے سے کچھ ہرجندہ الفاظ کس قدر پراہمیت اور درد میں ثابت ہو سکتے ہیں۔ میں نے دفعتاً ان کو دکھا۔ یعنی اس جواب کو ضبط کیا۔ جو ٹوک زبان پر تھا۔ مادرجھل اس کے شبہات رفع کرنے کو معاف کر کے لئے ڈاٹھ آگے جڑھا دیا۔ اس نے میرا ڈاٹھ لپٹے ڈاٹھ میں لیکر اس طرح ہلایا کہ اگر کوئی پہنچ دیکھنے والا ہوتا۔ تو یقینی طور پر اس کو ہمارے دوستانہ تعلقات کا ثبوت تصور کرتا۔ لیکن حالت یہ تھی کہ جھل اس کا ڈاٹھ لگنے سے ہی (دگودہ ڈاٹھ دستا نہ میں چھپا ہوا تھا) سردی کی تیز لہر میرے بدن کے ہر حصے ہوتی ہوئی نکل گئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ یادہ میرے ڈاٹھ کو ایک بار پکڑنے کے بعد چھڑنا نہیں چاہتا۔ اور اس حالت میں مجھ کو لپٹے ساتھ گھسیٹ کر لیجا نا چاہتا ہے لیکن جب میں نے ارادہ کر دیا تو ڈاٹھ جب بلا تعداد آدمی سر باز راوہر سے اوپر جلتے اور تے نظر آئے۔ نیز جب میں نے سر چاکریہ واقعہ دن کی روشنی اور اس شہر غدار کے ایک وسطی بازو میں پیش آ رہا ہے۔ جس کو ہمد مقام عالم کہا جاتا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی سوچا کہ میرے منہ سے نکلی ہوئی چیخ کی ایک آواز بہت سے لوگوں کو ان دھند میں میری امداد کے لئے جمع کر سکتی ہے۔ تو میری

گری ہوئی بہت جال ہوئی شروع ہوئی۔ ادیس یہ سوچ کر خود ہی اپنے دل میں شرمسار ہوئے لگا کر مجھ
ایسے بالغ جوان کو اس مرد کو زہ پشت و ضعیف کی طرف سے کس طرح کا خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ اور
کیوں مجھے اس کی طرف سے اتنا ہراساں ہونا چاہئے۔ لیکن جب اس کے مقابل میں اس کے مزاج
آتش کا حال یاد آیا جب میں نے اس کی شدید انگیزوں اور بے حمانہ سازشوں کا حال جانتے ہوئے
اس کی ظاہری صورت کے استکرام کا خیال کیا۔ تو آخری نتیجہ جس پر پہنچا یہی تھا کہ میں تو کیا کوئی
آدمی بھی ہو۔ وہ ایک اس طرح کے بد صورت زشت سیرت سازشی انسان کی ہر جگہ سے یقینی طور
پر مخالفت ہو سکتا ہے۔

"جوزف" اتنے میں وہ پھر بولا "تم لے تھوڑے ہی عرصے میں خوب ترقی کی ہے۔ اب تم دراز
قد جوان ہو۔ ادیس تم کھا کر کہتا ہوں کہ بہت وجہ اور خوبصورت نظر آتے ہو۔ فی الحقیقت ایسا
فیکلرز کا جیسے تم ہو۔ میں نے کھر بھری نہیں دیکھا۔ اور آئندہ میں کبھی کسی بڑے خیال کو تمہارے
برخلاف دل میں لگے نہ دوں گا۔ گزرے ہوئے واقعات کی یاد ہمیشہ رنجہ ہوتی ہے۔ تاہم میں اپنی
معافی میں یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس پہلے موقع پر ہر طرح کی پیش دستی تمہاری طرف سے
ہوئی تھی چنانچہ جس روز میں نے تمہیں کوٹھڑی میں بند کیا تو یاد ہو گا کہ تمہیں نے پہلے مجھ پر
ہاتھ اٹھایا تھا۔ لیکن میں یہ تو بتاؤ۔ تم اس روز بھاگے کیوں تھے؟ اور یہ کہتے ہوئے اس نے
ایک عجیب طرح کی تیز آنکھ سے میری طرف دیکھنا شروع کیا اور ایسا معلوم ہوا کہ اس نے تنگ
آنکھوں کی تہ میں چھپی ہوئی بہت انگیز روشنی سوئی کی نوک کی مانند میرے بدن میں چھٹی جا رہی تھی
چونکہ میرا خیال تھا "آپ نے مجھ سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس نے میں مجبوراً غصت
ہو گیا" میں نے آپ کی قدر دہری کے ساتھ جواب دیا۔ "آپ ہی خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ جس جگہ
رہ کر مجھے اتنی تکلیف برداشت کرنی پڑتی تھی۔ وہاں سے میرا فرار ہونا قدرتی تھا۔"

"تکلیف!... تم کو؟" مسٹر لنیو در نے پہلے بہت نرم آواز میں کہنا شروع کیا اور اس
کے ساتھ ہی اس کی نگاہیں بھی نرمی پیدا ہو گئی۔ "جوزف معاف کرو۔ یہ تمہاری غلطی ہے

تم اگر سوچو تو زیادہ آجائیگا کہ اس یوم خاص تک میں نے زیادہ سے زیادہ نرمی تمہارے ساتھ برتی تھی۔ لیکن جب اس کے بعد، تمام طرز اس ذکر کو جانے دو۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں، اور اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا گویا وہ اس خیال سے مطمئن ہے کہ میں اس کے قاتلانہ ارادوں سے اتنی واقفیت نہیں رکھتا۔ جتنا پہلے اس کو احتمال تھا، آداباً میں چلتے چلتے گفتگو کریں گے غالباً تھوڑی دیر پہلے تم سڑ اور سڑاؤ روٹے گفتگو کر رہے تھے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اور ایک مرتبہ پھر اس نے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

”ہاں یہ صحیح ہے“ میں نے آڈس گیٹ سڑیٹ کی سمت میں اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

اور یہیوں بعد وہ کیا باتیں قصص۔ جو تم میں ہوئیں، میرا خیال ہے وہ ضرور کچھ بے تکلفاً گفتگو تھی۔ کیونکہ مجھ کو معلوم ہے وہ دونوں بہت نیک ہیں اور کبھی اظہارِ تکبر نہیں کرتے، مجھ سے ان کی گفتگو بڑی عنایت اور نرمی تھی، میں نے جواب دیا۔

”جو زف میرے عزیز“ سڑ لینڈر نے پھر ایک بار میری طرف مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ جس طرح کے مختصر جواب تم مجھے دے رہے ہو۔ ان سے پایا جاتا ہے کہ ابھی تک میرے برخلاف تمہارے دل میں کچھ نہ کچھ رنج و کدورت باقی ہے۔ افسوس! تم نہیں جانتے کہ میں شروع ہی سے تمہارا دوست اور بہی خواہ بنکر رہنا چاہتا تھا اور میری داہد آزدیہ تھی کہ کچھ طریقہ پر تمہاری امداد کروں مگر اس دنیا میں کون بشر غایوں سے خالی ہے؟ بد قسمتی سے میں بھی کچھ کمزور دیاں اپنے اندر رکھتا ہوں اور ان کا حال سب سے بہتر خود مجھ کو معلوم ہے۔ لیکن یہ علاج کئی کڑواہٹ چیرا سب سے بڑا ہے۔ حقیقت میں محض سطحی ہے۔ یعنی میری نیت بڑی نہیں، ظاہر میں کتنا ہی نفع کو سمجھا جاؤں۔ باطن میں میرا دل بالکل صاف ہے پس اگر اتنی ہی شکایت تمہیں مجھ سے ہو کہ میں تم سے نرمی سے پیش نہیں آیا۔ تو اس کے لئے میں رعایت کا حقدار ہوں جس زمانہ میں تم میرے مکان پر رہتے تھے۔ تو میں تمہارے مستقبل کے بارہ،

یہی بڑی امیدیں رکھتا تھا چنانچہ میں یہ سوچ کر خوش ہوتا تھا کہ تمہارے سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد وہ رشتہ جو پہلے سے ہمارے درمیان قائم ہے۔ زیادہ قریبی اور مضبوط بن جائے گا۔۔۔

حیران و ششدر میں اس کے منہ کو تکیے لگا کیا اس اشارہ کا وہی مطلب تھا جو میں نے سمجھا۔ بیٹھی کو غلط فہمی ہوئی تھی؟ محض اس بات کا خیال کرنا تھا اس کا اشارہ میرے انہیل سے شاید کرنے کے امکان کی طرف تھا۔ میرا دل راحت و امید سے بھر گیا اور اتنی خوشی مجھ کو ہوئی کہ میں اس کے اثر میں اس حقیقت کو بھی بھول گیا کہ اگر وہ واقعی اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ دینے کی خواہش رکھتا تھا تو پھر کیوں اس بات اس نے جب میں اس کے مکان سے فرار ہوا میرے بھلائی قتل کے منصوبے سوچے تھے؟

”جوزف“ وہ اب نئی طرح کی دردناک اور پر حسرت آواز سے کہہ رہا تھا: ”میری دلی خواہش یہ تھی کہ مناسب وقت گزر جانے کے بعد میں تمہیں اپنی فرزندگی میں قبولی کروں اور اپنی عزیز بیٹی انہیل تم سے بیاہ دوں۔۔۔ آہ تم نہیں جان سکتے کہ اس وقت کے بعد اس کی صورت میں کتنی خوشگوار تبدیلی ہوئی ہے اب وہ کم سن لڑکی کے درجہ سے نکل کر عہدِ شباب میں قدم رکھنے لگی ہے اور میں اس کی ذات پر بے حد فخر کرتا ہوں۔“

میں چپ تھا۔ سخت حیران کہ کیا کہوں کیا نہ کہوں۔ امید و بیم کی مشترک حالت میرے سینہ میں طوفانِ عظیم پیدا کر رہی تھی اور ذہنی اضطراب کا یہ عالم کہ میرے لئے کسی طرح کی صحیح رائے قائم کرنا بالکل دشوار تھا۔ منہ سے ایک لفظ نہ کہے بغیر میں اس بیم ورجا کی ابھن میں جہیں امید کا اثر غالب تھا اس کے ساتھ ساتھ آگے ہی آگے چلتا گیا۔

”اوہ کیوں ہو جوزف کیا تم کبھی انہیل کو یاد کیا کرتے تھے؟“ اس نے اپنی تنگ آنکھیں میرے چہرہ پر لگا کر دھنسا دیا تو چھپا جس سے شہم کی سرخی بے اختیار میرے رخساروں پر پھیل گئی۔ ”ٹھہرو میں یاد کروں“ اس نے پرخیزال انداز سے کہا۔ ”تم کو آخری بار انہیل سے ملے ڈھائی سال کا محو ہو گیا، جس کا مطلب صاف لفظوں میں یہ تھا کہ وہ ان ملاقاتوں سے جو ہمارے درمیان

کثیر اور دلہری میں ہری قصیں بالکل لاعلم تھا؟ ڈھائی سال کا عصہ کافی لمبا ہوتا ہے اور انیل کی صورت میں اس سے غیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ یقین کرو۔ خیزت اس کے باپ کی حیثیت میں ہیں اس کی ذات پر بہت فخر کرتا ہوں۔

پھر ایک بار اس نے میری طرف دیکھا۔ مگر میں اب اتنا بدحواس دھڑکیا تھا کہ اس کی نگاہ اور الفاظ کا مطلب صحیح طور پر سمجھ سکا۔ اوقات کے نادانستہ نئی صورت اختیار کرنے سے میرے جی کو اس قدر پریشانی تھی کہ میں جواب میں ایک لفظ تک کہنے کے قابل تھا۔ "خیزت مجھ کو پوری امید ہے۔" مسٹر لینڈور نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ تم اس کو مجھ سے نہیں ہو۔ اور غالباً پھر ایک بار اس سے ملنا پسند کر گئے۔

میں چونکا اور چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ اس وقت میری نگاہ راحت و امید کی کشش سے اپنے اختیار اس کے چہرہ کی طرف گئی۔ مگر اس کے فوراً بعد میں نے اندازہ ہٹکارا سے اپنی آنکھیں دوسری طرف پھیر لیں کیونکہ ان خوفناک خونی سازشوں کی یاد جو اس نے میرے برہان کی کھینچ اس طرح آنکھوں میں تازہ ہو گئی۔ جیسے پہلی ابرسیاہ سے نکل کر چپ جاتی ہے۔ ہر چند وہ اس وقت زمی اور عنایت کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ تاہم اس یاد کے تازہ ہوتے ہی میں اپنے جی میں اس کے برہان پر ترین شبہات کو جگہ دیتے بغیر ذرا سرکا۔

"سنو جوزف" مسٹر لینڈور نے پھر ایک بار کہنا شروع کیا: "آئندہ میں تمہارے افعال پر کسی طرح کی نگرانی نہ کر دے گا۔ فی الحقیقت مجھے اس بات کا سخت ہی یقین ہے کہ میں نے کبھی تم پر جبر کیا۔ یہ حال گذشتہ سچائیوں کی تلافی کے طور پر میں چاہتا تھا کہ میں تم سے نرمی برتوں گا میں یہ پوچھنا نہیں چاہتا کہ تمہاری موجودہ حالت کیسی ہے کیونکہ تمہاری صورت کہے دیتی ہے کہ تم آسائش و فراغت کی زندگی بسر کر رہے ہو اس سے میرے دل کو بہت خوشی ہوئی ہے اور تم اگر لندن میں رہتے ہوئے پھر ایک بار انیل اور اس کی ماں سے ملاقات کرنا چاہتے ہو۔ تو میں کھلے دل سے اس کی اجازت دیتا ہوں۔"

ایک دفعہ پھر ناقابل منبیط خوشی کے آثار میرے چہرہ پر نمودار ہوئے اور میل خیال ہے کہ مسٹر لنیوور نے ضرور ان کو دیکھ لیا ہوگا کیونکہ جلدی ہی اس نے کہا۔

”افسوس“ اس کا لہجہ سابق کی طرح غمناک تھا۔ افسوس آپ ہیں اگر اس بات کی خواہش بھی رکھوں تو تمہیں اپنے گھر میں جگہ نہیں دے سکتا۔ بلکہ باراً یہ سوچ کر میرے دل کو کاٹ رہی ہوئے لگتی ہے کہ شاید اب تم انیل سے شادی بھی نہ کرو۔ کیونکہ جوزف اب ہم غریب ہیں۔۔۔ بے حد غریب ہیں۔ کئی طرح کی مصیبتوں نے ہم کو گھیر رکھا ہے۔ حالانکہ تم جیسا کہ تمہاری صورت ظاہر کرتی ہے۔ ہر طرح آسودہ اور خوشحال ہو۔“

”اُف میرے خدا۔ مسٹر لنیوور! کیا یہ ممکن ہے؟ بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ سوچ کر دردِ اذیت کی لہر میرے بدن کے ہر حصہ میں پھری گئی۔ کہ اس وقت جیب میں آرام و آسائش کی زندگی بسر کر رہا ہوں میری قابلِ پرستش انیل اور اس کی نیک بناد مالِ سخنت ترین مشکلات میں مبتلا ہیں۔“

”آہ میرے عزیز“ مسٹر لنیوور نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”میں تم سے جھوٹ نہیں کہتا ہماری حالت واقعتاً بے حد خراب ہے؛ اور یہ سمجھتے ہوئے اس لئے دوسری طرف کو منہ پھیر کر اپنے کوٹ کی استین کو اس طرح آنکھوں کے پاس پھیلے ہو گیا آنسوؤں کے قطرے پونچھنا چاہتا تھا۔“ جوزف میں سراسر دنیا میں رہ کر بڑی جدوجہد کی ہے۔ بارہا میں ابھرا اور کئی بار زقار زمانہ سے تحتِ اثر نہیں گرا ہوں لیکن اب کی بار میری حالت بے حد زار ہے۔ وہ تو سچ پوچھو ہماری گذشتہ اوقات بھی محض اس طرح ہوتی ہے۔ یہ انیل کو صبح سے لیکر رات تک اور رات سے لیکر صبح تک سوئی ہاتھ میں لے کر بیٹھے رہنا پڑتا ہے۔۔۔“

”آہ۔ بے نصیب انیل!“ میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ کیونکہ میرے دل کو اس بیان سے سخت ہی صدمہ پہنچا تھا۔

”اس کی نصیحتیں میں کیا کلام ہے؟“ مسٹر لنیوور نے میرے لفظوں کو مستحکم جواب دیا۔

”افسوس ایک ایسی حسین اور جوان لڑکی کو دن رات اس قدر محنت شاقہ پر مجبور ہونا پڑتا ہے اس کا اثر یقیناً اس کی صحت کے لئے تباہ کن ثابت ہوگا لیکن ... مجبوری ہے“

”نہیں نہیں! میں نے حالت جوش میں اس حقیقت کو نظر انداز کر کے کہ ہم اس وقت سڑکار چل رہے ہیں۔ پر حشت انداز سے کہا ”میں یہ حالت نہیں دیکھ سکتا میری موجودگی میں وہ کیوں اتنی محنت کرے کیونکہ محنت کو نامیرا اپنا فرض ہے۔ اوہ مسٹر لنیوور۔ اینبل کی یاد ہر وقت میرے دل میں رہی ہے میں کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو نہیں بھولا ہوں۔ آپ کے گھر میں رہتے ہوئے جو دوستی ہم میں ہوئی تھی۔ وہ چپختہ ہو کر گہری محبت کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ جبے شک وہ میری معبود ہے اور میں اس کا پرستار ہوں۔“

”آہ میرے عزیز جوزف“ ٹکڑے نے اس انداز سے کہنا شروع کیا ”گویا وہ میرے لفظوں سے بہت متاثر ہوا ہو“ میری خوش نصیبی ہے کہ اس طرح کے الفاظ تمہاری زبان سے سنا ہوں لیکن نہیں میں تمہیں، اینبل سے ملنے کے لئے ساتھ بجاتا نہیں چاہتا تم اس کی ... ہماری بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر بہت دکھی ہو گئے تھارے جی کو اس مکان کی زار و حالت دیکھ کر جس میں ان دنوں ہم رہتے ہیں۔ بھاری صدمہ پہنچ گیا۔۔۔“

”کو کیا اب آپ لوگ گریٹ ریل سٹریٹ والے مکان پر نہیں رہتے؟“ میں نے جوش

میں بھر کر پوچھا۔

”افسوس نہیں۔ کئی مہینوں کا کرایہ ادا نہ ہونے سے مالک مکان نے ہم کو نکال دیا۔ جو قیمتی سامان ہمارے پاس تھا ضبط کر لیا۔ اور اب ہم مجبور ہو کر پڑی ردی حالت میں ایک نہایت ادنیٰ مکان میں رہتے ہیں۔ جہاں صرف دو کمرے ہمارے پاس ہیں اور اسباب کی قسم سے کوئی چیز موجود نہیں اس وجہ سے ہمارے ہمسائے بھی ادنیٰ درجے کے لوگ ہیں۔۔۔“

مسٹر لنیوور کے ان دردناک لفظوں کو سن کر میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے ماب میں وہ سب بدسلوکیاں جو عہد ماضی میں اس شخص نے مجھ پر کی تھیں بھول گیا

صرف وہ دریاگیر نظر آ رہا جس نے پیش کیا میری نظروں کے سامنے تھا اور میں نے بڑے بڑے سہو کہا "تھاکے لئے ناموں جان مجھے اپنے ہمراہ مکان پر لے چلے اور اجازت دیجئے کہ جہاں تک میرے بس میں ہے آپ کی مدد کروں"۔ اور یہ کہتے ہوئے اس خیال سے میرے سینہ میں خوشی کی پیدا ہو گئی کہ خدا کے فضل و کرم سے میرے پاس اس وقت اتنی نقدی موجود تھی جس سے میں ان لوگوں کی کافی امداد کر سکتا تھا۔

"بہت اچھا... تم اگر اتنا اصرار کرتے ہو... تو میں مجبور ہوں" مسٹر لینور نے رکستے ہوئے جواب دیا "مگر میں پھر ایک بار کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تم اگر میرے ساتھ نہ چلو تو بہتر ہے کیونکہ غریبی اور مصیبت کا نظارہ ہر حال میں باعث رنج و تکلیف ہوتا ہے۔ ایک طرف میری غریبی بی بی ابتر مرگ پر پڑی ہے۔ دوسری جانب اینبل دن رات کی سخت مشقت سے اپنے اگلے درجہ کا محض سایہ رنگی ہے اس کے علاوہ حبیب میں سوچتا ہوں کہ میں نے اپنی بد نصیب بی بی کے متعلق فریبین ازدواج کو پوری طرح ادا نہیں کیا اور خیال آتا ہے کہ اینبل اس طرح کے بدلے ہوئے حالات میں تم سے ملکر شرمسار ہوگی تو میں یہی بہتر سمجھتا ہوں..."

"لیکن اینبل کو مجھ سے شرمسار ہونے کی کیا حاجت ہے؟ میں نے عہد ہی سے کہا "کیا میں اس کا... آپ لوگوں کا قریبی رشتہ دانی نہیں ہوں؟ اس کے علاوہ کیا میں اس کے نیک اور وقت سے پوری واقفیت نہیں رکھتا؟ نہیں نہیں میرے رد و بدو اس کے شرمسار ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور اس موقع پر میرا یہ فرض ہے کہ حسب توفیق اس کی امداد کروں"

"مز ف جھکوکو با بار نہ کرتے شرم آتی ہے" مسٹر لینور نے آخر کار کہا "تم اگر ضروری میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو تو اس طرف کو آ جاؤ" اور یہ کہتے ہوئے وہ سڑک کے دوسری جانب کو مڑا اس جگہ تین چار سڑکیاں چھوڑ کر ایک طرح کے کھلے علاقہ میں پہنچ گئے جس کا نام ویسٹ موو لینڈ بلڈنگز معلوم ہوا جس کے بند مسٹر لینور نے اپنی زندگی گزار کر تے ہوئے مجھ سے کہا جو ان حبیب تم دیکھ سکتے ہو اس جگہ ہم کو ان لوگوں میں زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ جو بھی غریب ہیں۔

ادھر کڑ میرے عزیز مکان اب بالکل قریب ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ انیل ہیں دیکھو مندرخوش ہوگی یہ تمہاری بڑی مردت ہے کہ تم اس مصیبت میں ہے اس قدر ہم روی کرتے ہو اور مجھے یہ ہو کر بار بار ملتا ہوتا ہے کہ کیوں میں نے سابقہ موقع پر تم سے بدسلوکی کی... بس ہاں اس طرف۔

ہم ان عمارت کے آفریں سر سے تک پہنچ چکے تھے جن کا نام دست مور لینیڈ ہڈنگز مشہور تھا اس سے آگے ایک تنگ گلی دامنی طرف کو جاتی تھی۔ اس میں داخل ہو کر ہم بائیں جانب کو مڑے اور اس سے تھوڑی دور آگے پھر ایک بار بائیں طرف کو مڑ کر ایک ادا حاطہ کے محراب دار دروازہ کے پاس جا پہنچے جہاں دیوار کے ساتھ ایک چٹھا سا سائن بورڈ لگا ہوا تھا۔ جس کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اس جگہ کو ایلیسین ہڈنگز کہتے ہیں یہاں پر چند مکانات جھکو نظر آئے بہت اونے اور کثیف اور ان کے سہنے والے غریبی کا بدترین نمونہ تھے لیکن اس اونے مقام پر چلیتے ہوئے میرے جی میں اپنی سلامتی کے متعلق کسی طرح کا اندیشہ نہ تھا۔ میری نگاہ عالم خیال میں انیل کی اس تصویر پر لگی ہوئی تھی کہ وہ ایک ایسے ہی تنگ اور گندے مکان میں سلامتی کے کام پر چکی ہوئی دن رات محنت کرتی ہے تاکہ اپنے والدین کے گزارہ لائق چند پیسے کما سکے اس کے چند لمحے بعد مسٹر لینیڈ دروہنی طرف کے ایک مکان کے دروازہ پر ٹھہر گیا اور اس کے دو بار تک دی ایک نہایت اونے پاس کی بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا جس کے بارہ میں سینے خیال کیا کہ وہ اس گہر کی مالکن ہوگی۔

”یہ لڑکا میرا بھائی ہے، مسٹر لینیڈ نے ایک لحظہ اس عورت کے پاس ٹھہر کر دستگی سے کہا۔ بہت نیک لڑکا ہے اور اب اپنی مانی اور ماموں زاد بہن سے ملنے آیا ہے آہ منہ ہارٹلے تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ بڑھیب مسز سینو کس قدر تکلیف مصیبت سے زندگی کے دن پورے کرتی ہے کہیں طرح میری جوان لڑکی دن رات کی محنت سے اپنی صحت برباد کرنے پر مجبور ہے۔“

”ہاں صاحب مجھے اچھی طرح معلوم ہے“ عورت نے آنچل کا ایک سر آٹھنوں سے لگاتے ہوئے افسوسناک لہجہ میں کہا۔

”آؤ جوزف“ مسٹر لینڈور نے آہ بھر کر کہا ”جتنی شرم اس اونٹنے مکان پر تم کو لاتے ہوئے
 ہوگا ہوئی ہے اس کو میل رچی ہی بہتر جانتا ہے۔“

”خیر آپ اس کا ذکر جانے دیں“ میں نے کسی تدبیر معیری کے ساتھ کہا کیونکہ اب میں جبقہ
 جلد ممکن ہو مکان کے اندر پہنچ کر اینبل سے جوش محبت کے ساتھ بھگتے ہوئے چاہتا تھا اور ان لفظوں کے
 بعد جو اس کے باپ نے رستہ میں کہے تھے میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ مجھ اس سے ہم آغوش ہونے
 کا حق حاصل ہے۔

میں آگے پیچھے چلتے ایک تنگ دتاریک زینہ پر چڑھے لیکن وہ اس گدی بھی جہاں پہلی منزل
 کی سیڑھیاں ختم ہوتی تھیں نہ ٹھہرا بلکہ اور آگے دوسری منزل پر چڑھنے لگا۔ مگر اس مقام کی
 طرف اس کے پیچھے جاتے ہوئے میں اپنے جی میں یہ سوچتے بغیر نہ رہ سکا کہ کتنی بھاری صدمہ
 مسٹر لینڈور اور اینبل کو گریٹ ریل سٹریٹ کے خوش نما آراستہ مکان سے اس تنگ دتاریک غار
 میں اٹھ آنے سے جس کی ہوا اتنی کثیف اور گرد و نواح کے حالات اس درجہ قابل نفرت تھے۔
 پہنچا ہوگا۔

”اندر آؤ جوزف“ مسٹر لینڈور نے آگے بڑھ کر ایک کمرہ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا
 میں حالت جوش میں یہ سمجھتے ہوئے کہ اندر قدم رکھتے ہی اینبل سے ہم آغوش ہو جاؤں گا۔ بہت تپا
 اندر گھس گیا۔

مگر میرے کمرہ کی دہلیز میں قدم رکھنے کی برقی کہ بدکردار کلب نے مجھے گردن سے پکڑ
 کر اس زور سے آگے کی طرف دھکیلا کہ میں منہ کے بل فرش زمین پر جا گرا اور اس کے ساتھ ہی
 مجھے اپنی پشت پر کمرہ کا دھواڑہ پر شور آواز کے ساتھ بند ہوتا سنا دیا !

باب - ۴۴

خطرے

میں جھٹ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی پیدا خیال جو دل میں پیدا ہوا یہ تھا کہ مجھے سخت دہکا دیا گیا اور نہایت ادا لے کر فریب مجھ سے کھینچا گیا ہے۔ ہونے غصہ۔ جوش اور وحشت کی حالت میں میں جو ٹوٹوں کی پروا نہ کر کے اندھا و صندور داڑھ کی طرف دوڑا لیکن معلوم ہوا کہ وہ باہر سے بندھے ہوئے تھے۔ کئی طریقوں پر میں نے اسے کہنے کی کوشش کی لیکن بیسود جتنی کراؤ کرنا پڑا اس ہو کر میں نے اس سے سہہ نہ کرنا شروع کیا لیکن یہ ایک اس طرح کی احمقانہ حرکت تھی جس سے کسی طرح کا فائدہ ممکن نہ تھا چنانچہ درد داڑھ جوں کا توں بند رہا اور اس وقت دفتر خیال آیا کہ میں کتنا بیوقوف کتنا ناقابل اندیش اور بے سمجھ ثابت ہوا کہ بچوں کی طرح اس دیوسیرت کپڑے کی باتوں میں آگیا میں نے یہ سوچ کر بارہا اپنے جی کو ملامت کی کہ کیوں میں نے اس کی کچنی چٹری باتوں پر یقین کیا ؟ اور کیوں اس کے دکھاوے کے آئینوں سے متاثر ہو کر یہ سوچا کہ اس کے مکرو فریب کی لگائی جیتی تھی اور وہ اپنی سائنقہ بریلوں پر واقعی سچے دل سے متاسف ہو چکا تھا میری یہ حالت میری اپنی ردیفیتی کا نتیجہ تھی ! انوس میری حماقت ! انوس میری ناقابل اندیشی !

میں نے ایک گھومتی ہوئی نظر پاروں طرف ڈالی وہ ایک چہڑا سا سنگ مرہ تھا۔ نہایت ادا لے سامان سے آراستہ یعنی وسط میں ایک چھوٹی سی گول میز بونے میں ایک معمولی چارپائی اطراف میں بکھری ہوئی پانچ چہرہ کرسیاں ایک ٹرنک پر رکھا ہوا منہ ڈھکے ہوئے کا پرتن۔ فرش پر بٹھی ہوئی درمی اور دیواروں میں لگی ہوئی کھونٹوں پر مروانہ پوشش کی اس طرح کی چیزیں تھیں مثلاً چھٹی ہوئی تیلوں۔ پرانی واکسٹ۔ نوئی ہوئی ٹوپی میلی تھیں اور بھاری بوڑوں کی ایک جوڑی کمرے کے کونے میں پڑی تھی بہر حال صفائی یا آرائش کا اس کمرے میں نشان نہ تھا اور میں سٹر لینور کے اس میہمانہ طرز عمل کو نظر انداز کر کے بھی جو اس نے مجھ کے زیر حراست کرنے میں برتا تھا ایک لحاظ نہ کیا

اس خیال کو دل میں جگہ نہ دے سکا کہ وہ یا اس کے گھر کے لوگ اس مکان میں رہتے ہیں، بھنت پرانی کی حالت میں ہیں اس کمرہ کے اندر کھڑا تھا کہ ذمہ ایک اور خیال دل میں پیدا ہوا یعنی دروازہ گونبد تھا تاہم اس کمرہ کے اندر جو کھڑکی موجود تھی اس کو کھول کر میں شور و غل کی مدد سے کسی راہ چلے گا نہ کرے گا سانی آمادہ امداد کر سکتا تھا اس امید کا سہارا لیکر میں دوڑ پڑا اس کھڑکی کی طرف گیا لیکن اب میری مایوسی کا اندازہ کر سکتے ہیں جب دیکھا کہ وہ مکان کے کچھ اور اسے ایک ایسے مقام پر پہنچی تھی جس کے اطراف میں اس پاس کے مکانات کی ادنیٰ دیواریں تھیں۔ پھر بھی اس خیال سے انکار میں نے ادنیٰ آواز سے شور مچایا تو گرد و نواح کے بچے دالے لے سن لینگے میں اس کھڑکی کو کھول کر اس قدر تکی کو شمشیر کیا چاہتا تھا کہ دروازہ بڑے زور کے ساتھ کھلا اور آگے سرٹ لے کر دروازے کے پچھلے ٹامس نیچی اور بلیک بیرڈ تینوں آدمی کمرہ میں داخل ہوئے!

سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے میں ایک لحظہ فہر کر چنانچہ الفاظ ان دو بدعا خوں کے متعلق بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں نیچی حسب محول لاغرا و سکا اہوا انے قسم کے پوسیدہ چہرے پہنے ہوئے تھا اس کی رنگت پہلے کی نسبت زیادہ سیاہ نظر آتی تھی۔ بلیک سپید بال زیادہ لمبے ہو کر الجھے ہوئے گھجوں میں پس پشت کوٹ گئے گا لہر پر لٹکے ہوئے تھے اور جب اس کی تنگ خاکستری آنکھیں میری آنکھوں سے رچا رہیں تو مجھے ان کی تیز شیطانی انجمن دیکھنے کے آنا نظر آئے۔ رنگی بال بلیک بیرڈ تو اس کی صورت و ن کی روشنی میں اس سے بہت زیادہ کمزور اور شیطانی دکھائی دے جی جتنی مثل لاج کے مہربل کے اندھیرے میں معلوم ہوئی تھی اس نے ایک سیلی جس میں بیٹی ہوئی تھی اور گھٹائیں سبز رنگ کا بد نما کوٹ تھا جس میں تیل کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ اس کی داہنت پر محول ایسی اور گھٹائیں باندھنے کے پیرے کی رنگت جو کبھی نیلی تھی سپیدی مائل ہر کرتی اور ہر چلی تھی بلکہ اس نے لمبے آپ کو کسی اچھے خاندان کا سائیس ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی لیکن حیثیت کچھ بھی اس کی صورت اور لباس سے یہ معلوم ہوتا تھا گویا بلیک رمی کا سر میں گھسیا رہے ہیں جن کی حالت امتداد زمانہ سے بدتر ہو چکی ہو کر کے بال سیاہ چہرہ زرد

اور اس پر اتنا ہی پہنچ سکے مارے تھے۔ پھر اس کے علاوہ اس کی ٹھنڈی پرکھنی دار سیاہ عمارت ہی تھی۔
 (اور فاقہ جی کی وجہ سے اس کا نام بلیک بیرڈ مشہور تھا) اس وقت اس کی ڈاڑھی کے ساتھ شیدہ بال
 قرعہ آواز کے ساتھ پہلے پہلے تھے اور ان کی موجودگی اس کے چہرہ پر تندی اور شرف کے آثار پیدا کرنے
 والی تھی۔

جس وقت یہ تینوں آدمی دفعتاً میرے کمر میں داخل ہوئے تو میرے ہی میں یہ بہ ظیال پیدا
 ہوا کہ اب اگر کسی کیلے پوری طاقت اور بہت سے ان کا مقابلہ نہ کیا تو میری زندگی کی خیر نہیں۔ یا وہی
 کی وہی طاقت سے کام لیکر میں چھ آنکھوں کی طرف گیا اور اس کے بعد لوہے کی دو سلاخیں دو نو
 آنکھوں کے ساتھ ساتھ دوڑا لیں دروازہ آن واد میں بند کر دیا گیا اور ٹیڈی اور بل بلیک بیرڈ
 کی مثبت سے میری کے ساتھ دوڑا لیں دروازہ آن واد میں بند کر دیا گیا اور ٹیڈی اور بل بلیک بیرڈ
 چھٹی حیروں کی طرح میری طرف چھپے ہیں نے دونوں ہاتھوں سے ان دونوں پر پڑے زور کے ساتھ
 وار کئے مگر چوٹ کھا کر ان کی تندی میں اور اضافہ ہوا جتنی کہ ایک لمحہ کے عرصہ میں انہوں نے لہے کی
 دو سلاخیں میرے ہاتھوں سے چھین لیں اور مجھے فرش زمین پر گرا دیا جس کے بعد ٹیڈی نے اپنا
 مضبوط استخوانی فاقہ اس زور سے میری گردن پر رکھا کہ مجھے اپنا دم ٹھنٹا معلوم ہوا۔ کم از کم میرا
 خیال ہے کہ اس وقت میرے چہرہ کی ٹکٹ سیاہ چرخی ہو گئی اس وقت پر فٹنگ کپڑے نے میرے
 پہلوں دو زانو ہر جیب سے رومال نکالا اور اسے خوب کس کر میرے منہ پر باندھ دیا تاکہ کسی طرح
 کی چیخ یا مدد کی آواز میرے منہ سے نہ نکلے اور ٹیڈی کمیت سے اس وقت تک اپنا فاقہ میری
 گردن سے نہیں ہٹایا جتنی کہ کچھ دیر جان ماموں کی طرف سے منہ لاندھے کایہ مل پورا ہو گیا۔
 بس اب کیسی طرح کا شرور غل نہ ہا کے گاہ اس کے بعد ٹیڈی نے کہا تاپس آؤ اسے
 لے چلیں ؟

اور جب اس کے بعد اس نے بلیک بیرڈ سے مل کر کچھ ملوہ باتوں کی طرف سے اٹھایا تو میں
 نے بڑے زور سے جھجھک کر کرنی شروع کی ماس پر ہنس کر کہنے لگاں کہ کچھ ایک دور دوا

گھونسا رسید کیا اور اس کے ساتھ ہی کہا اگر توجیب نہ رہے گا۔ تو یا تو رکھ میں یہ تیز چاقو تیرے سینہ میں گھونپ دوں گا۔ لیکن جب موت نظروں کے سامنے ہو تو اس طرح کی دیکھیں کی کہے پر وہ ہوسکتی ہے۔ یہی طرح کے خوفناک اندیشے میرے جی میں پیدا ہو چکے تھے۔ اور میں سخت بدحواسی کے عالم میں مرنا و بعد وہ جہد کر رہا تھا۔ فی الحقیقت میں اپنی ٹھنی سی جان کو بچاؤ کی انتہائی جدوجہد کے بغیر صانعِ حشر نہ دیکھنا منظور نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ یہ بات پوری طرح میرے ذہن نشین ہو چکی تھی کہ لیونور اور اس کے دونوں خوفناک ساتھی مجھے ایسے مقام پر لے جانا چاہتے ہیں جہاں ان کا مشابہ ملالک کر دیتے ہوئے۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے اور زیادہ زور کے ساتھ جدوجہد شروع کی جس سے وہ دو مالک جو میرے منہ میں ٹھونسا ہوا تھا اکل گیا اور میں نے مدد کے لئے پرتو زور میں جی بھری دُوب بدمعاش بلکہ میرے دل سے ایک آہنی تکتہ اس زور سے میرے سر کے پھوپھوں مارا کہ میں بالکل بیہوش ہو گیا۔

رفتہ رفتہ جب مجھے ہوش آیا اور میرے ذہنی قوسے جو صدمہ کی شدت سے عارضی طور پر معطل ہو گئے تھے۔ دوبارہ اپنی اصل حالت پر آنے شروع ہوئے تو میں نے معلوم کیا کہ گھپ اب میرے میں نٹاک زمین پر پڑا ہوا ہے۔ تو جی جس زور سے بل بلکہ بیرڈ نے مکا مارا تھا اس کا اثر اب ناک دورانِ سر کی صورت میں باقی تھا اور پہلا احساس جو آنکھ کھلنے کے بعد مجھ کو پہا یہ تھا کہ میں نے حال میں کوئی خوفناک وضع فرما خراب دیکھا ہے اور اب رفتہ رفتہ اس کے اثرات سے نکل کر اصلی حالت میں آنے لگا ہوں۔ لیکن جیسا کہ سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ ذہنی منالط بہت عرصہ قائم نہ رہ سکا۔ اور جلد ہی ہی مجھ کو اصل حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ سچ آئی میں کہاں ہوں؟ بڑی مشکل سے اٹھا اور رسید صاف ٹھیک اس گھپ اندھیرے میں جو چاروں طرف چھایا ہوا تھا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ تاہم اتنی کثیف تھی جتنی مصر پر دیا نازل ہونیکے وقت چھائی تھی۔ لیکن کئی دیکھنے سے جتنی ہوتی ہے اتنے سے چہرہ معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت دفعتاً پتھر لگے۔ یہ بہت ناک۔ بھر پاش خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ یہ کوئی زمین و زتہ خانہ ہے اور وہ لوگ مجھے اس میں زندہ دفن کر کے رخصت ہو چکے ہیں۔ اس خیال کے آنے ہی سردی کی

لہر میری ریزہ تے جوتی جوتی گدڑی ادر شدت خوف سے بچے اپنے خون کی گردن قصتی معلوم جوتی
 کسی طرح اس جگہ کی دست کا صبح اندازہ کرنے کے لئے میں نے اپنے بازو اطراف میں پھیلائے۔ اور
 وہ دونوں طرف نامہ اڑ طوس دیواروں سے لگ گئے ہیں نے اور ہر نثر ل کر دیکھا۔ تو جلد ہی ہی اس حقیقت
 کو تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا کہ ضروریہ کوئی تہ خانہ ہے۔ رنگ کیا یہ سوال کہ وہ کہاں ہے تو اس کا جواب
 اپنے لئے ناقابل ہوتے ہوئے بھی میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا کہ خواہ وہ کسی غیر مستعمل عمارت
 کا زمین حصہ ہے یا کوئی دوسرا ہیبت ناک مقام۔ بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ وہ سطح زمین
 کے بہت چمکے واقع ہے۔ کیونکہ سورج کی روشنی کا تو ذکر کیا۔ دن کے اچالے کی حقیقت سی جھلک
 بھی اس کے اندر کسی طرف سے داخل نہ جوتی تھی۔ لیکن پھر خیال آیا کہ ممکن ہے اس وقت
 رات ہو۔ اور مجھ کو یہ ہوش پڑے کئی گھنٹے گزر گئے ہوں۔ غیر میں نے اس سوال پر غور کرنا شروع
 کیا اور جلد ہی ہی اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ مجھے اس جگہ پڑے ہوئے بہت عرصہ نہیں گذرا۔ کئی باتیں
 اس خیال کی تصدیق کرنے والی تھیں۔ مثلاً ایک یہ کہ اگر مجھے اسی فناک زمین پر پڑے ہوئے
 بہت دیر گزری جوتی۔ تو یقینی طور پر میرے اعضا سردی اور بنی کی وجہ سے انیڑ گئے ہوتے
 حالانکہ فی الحال مجھ کو لپٹے سر میں یا بدن کے اتنی حصوں میں دردموس ہوتا تھا۔ جہاں بل بلک
 میرے ذوق طاقت آزمائی کا موقعہ ملتا تھا۔ پھر اس کے علاوہ اگر مجھے اس جگہ پڑے زیادہ عرصہ گزرا
 ہوتا تو مجھ سے صنف جانانی کا اس شروع ہوجانا۔ حالانکہ مرد دست بچے اس طرح کی بھی
 کوئی شکایت نہ تھی۔ - دن کا ایک نیا خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ یعنی ہر چند میرے لئے اس
 اندھیرے میں گہری کی سونیاں دیکھنا ناممکن تھا۔ تاہم میں اس کا شبہ کھو کر سونیوں کی
 مقامیت سے دست کا کچھ نہ کچھ اندازہ کر سکتا تھا لیکن جب میں نے حبیب کو ہاتھ لگا کر دیکھا
 تو معلوم ہوا کہ گھڑی غائب ہے۔ دوسری جیبوں کو تلاش کیا تو وہ بڑا بھی عدم موجود تھا جس میں میری
 ساری نقدی بند تھی۔ میں اب بے سندج تھا۔ ایک چھدام جگہ زہر کہانے کو جس کے پاس
 باقی نہ تھا۔

آہ۔ احمق! سدا بار احمق! میں نے اپنے آپ کو کوستے ہوئے کہنا شروع کیا۔ میری اپنی
 زود اعتمادی اور ابلہ طبیعت کی سزا تھی۔ نہ میں اس عیا۔ کبرے کی باتوں میں آتا۔ نہ یہ روزیہ
 دیکھنا پڑتا۔ اور اس کے بعد جب میں بڑے اور گہڑی کے گم ہونے پر افسوس کر رہا تھا۔ تو ایک
 چھپی ہوئی آواز نے سینہ کے اندر سے کہنا شروع کیا کہ ناداں! تو ان معمولی چیزوں کے لئے
 ناحق غم کرتا ہے۔ جبکہ تیری اپنی زندگی صریحیٰ خطرہ میں پڑی ہے۔ ورنہ کیا وجہ تھی۔ کہ
 وہ لوگ مجھے اس خوفناک تہ خانہ میں ڈال کر چلے جاتے؛ اس کے علاوہ کیا میں میں تلخ حقیقت
 سے واقف نہ تھا کہ ایک دفعہ پہلے ہی لینیور نے نیڈی کے ساتھ ملکر میرے قتل کی سازش
 کی تھی؛ مگر تھا اسی مقصد کو منہ نظر رکھ کر جب ان کے دلوں میں عداوت ابھی بچھے ہلاک
 کرنے کی نیت سے ہی اس جگہ ڈال گئے ہوں۔ اس سلسلہ میں یہ بھی خیال آیا کہ آؤ کس لئے
 وہ لوگ میرے پیسے آزاد ہیں؛ میں نے لینیور یا اس کے ساتھیوں کا کیا بگاڑا ہے کہ وہ میری
 طاقت سہی کوشش کر رہے ہیں؛ اس کے علاوہ میری بے حقیقت اور ناچیز ہستی کو کسی خاص
 اہمیت کھتی ہے کہ وہ اپنی یا کسی دوسرے شخص کی راہ سے اس کی خراجت ہٹانے کا اس
 کے خاتمہ کے درپے ہیں اور پھر میری زندگی اس عہد شباب میں مجھے کتنی عزیز تھی! میں زندہ
 رہنا چاہتا تھا۔ میں اخیل... پیاری اخیل کے لئے زندہ رہنا چاہتا تھا! افسوس کیا اب
 میں اسی جگہ پڑا پڑا مر جاؤں گا؛ کیا مجھے پھر اس کی صورت دیکھنی نصیب نہ ہوگی؟
 لیکن نہیں میں اپنے اس وقت کے خیالات کی تفصیل میں داخل ہونا نہیں چاہتا کیونکہ
 اس خوفناک تہ خانہ میں ہوش آنے کے بعد ایک گھنٹہ کے اندر اندر رستے عجیب اور متنوع
 خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے کہ اگر میں ان سب کا ذکر کرنے بیچوں۔ تو اس کیلئے
 دفتر درکار ہوں۔ کچھ عرصہ خیالات کا یہ دور شدت کے ساتھ قائم رہا لیکن اس سے بعد
 رفتہ رفتہ کم ہونے لگا۔ جوش کی وہ حالت جس نے اسے برقرار رکھا ہوا تھا آخر کا ختم ہو گئی
 اور اس کے بعد ایک گھر سکون مجھ پر طاری ہونے لگا۔ اب میرے خیالات زیادہ مضبوط

اور مرد صورت اختیار کرنے لگے میں نے سوچا کہ اگر اس شخص لینو واد اس کے ساتھیوں کا
منشا واقعی حکمو ملک کرنا ہوتا تو جس طرح ان لوگوں نے مجھے مکتا مار کر بیہوش کیا تھا۔ اس طرح
وہ بے ہوشی میں میری زندگی کا خاتمہ کر سکتے تھے۔ اس صورت میں انہیں مجھ کو بے ہوشی کی حالت
میں اٹھا کر اس جگہ لسنے کی کیا حاجت تھی؟ کس لئے وہ مجھے اس حالت میں چھوڑ کر چلے جاتے
جیکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ہوش میں آنے کے بعد میری طرف سے اس شخص کا جو مجھے ملک
کرنے اس جگہ آئے۔ کچھ نہ کچھ مقابلہ ضرور ہوگا۔ جتنا زیادہ میں نے اس سوال کے مختلف پہلوؤں
کو سوچا اتنا ہی زیادہ یقین کے ساتھ مجھے اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہونا پڑا کہ وہ حقیقت
وہ کبھی میری جان لینا نہیں چاہتے۔ بلکہ وہ کوئی اور ہی مقصد ہے جس کے لئے یہ سب کارروائیاں
عمل میں لائی جا رہی ہیں لیکن اس کے بعد پھر وہی سوال پیدا ہوا کہ وہ مقصد کیا ہے کیا میری
دامنی حراست؟ آہ اگر وہ لوگ مجھے اس خوفناک تہ خانہ میں بند رکھنے کا ہی ارادہ رکھتے تھے
تو موت ایسی زندگی پر ہزار درجے قابل ترجیح تھی کیونکہ اس کی تکلیف عارضی تھی اور اس خوفناک
قید کی مصدقتیں دائمی۔ اس صورت میں خواہ ان لوگوں کا ارادہ میری جان لینے کا ہو یا نہ ہو
میرے لئے زندہ رہنا محال، ناممکن تھا یقینی طور پر موت جلدی ہی میرے بارے میں ان لوگوں
کی نگرانی کا خاتمہ کر دے گی۔

اس خیال کے پیدا ہوتے ہی کہ وہ شاید مجھے اسی تہ خانہ میں بند رکھنا چاہتے ہیں۔
اور میں کبھی اس سے دلدہ نکل کر دن کی روشنی نہ دیکھ سکوں گا۔ میری ذہنی اذیتیں از سر نو
تازہ ہو گئیں اور میں نے چھٹی ہوش پر شور آواز میں اپنے دشمنوں سے دم اور ستمناؤں سے
امداد کی درخواست کرنی شروع کی۔ تھوڑی دیر پہلے جاری رہا مگر اس کے بعد یہ ہتیناک خیال
دل میں جاگڑا ہونے لگا کہ تہ خانہ کی دیواریں اتنی ٹھوس اور مضبوط ہیں کہ ان کی راہ سے کوئی
آواز باہر نہیں جاسکتی اور وہ میری اپنی ہی آواز کی گونج ہے۔ جو اس چار دیواری سے ٹکرا کر
پھر میرے کانوں میں آجاتی ہے۔ جلدی ہی اپنی بے سود کوششوں سے تھک کر میں پھر اسی

نٹاک زمین پر گر پڑا اور باپوسی نے میری تمام کوششوں کا خاتمہ کر دیا۔
 وقت گزرتا گیا۔ میں نہیں جانتا میرے ہوش میں آنے کے بعد کتنا عرصہ گزرا تھا۔
 بہر حال دفعتاً ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے دروازہ کے باہر قہقہے لگائی ہیں کبھی ڈانگ لگھائی شروع کی ہے
 میں چونک کر اٹھا اور اس کے ساتھ میں پردہشت امید اور خوف و ہشت سے میز اول زور سے
 دھک دھک کرنے لگا۔ امید اس بات کی تھی کہ شاید کوئی مجھ کو رہا کرنے کے لئے آیا ہے
 اور ہشت اس بات کی کہ ممکن ہے میری ہلاکت کا وقت قریب آگیا ہو۔ اتنے میں تباہی
 دروازہ آہنگی کے ساتھ کھلا اور جب اس کے بعد جلتی ہوئی موم بتی کی ٹپکی روشنی چاروں طرف
 پھیلی۔ تو میں نے دیکھا کہ وہی بوڑھی عورت جسے لینور نے مسز مارٹن کے نام سے خطاب
 کیا تھا آگے اور پیچھے دو دو اس کے پیچھے کھڑے ہیں۔ عورت کے اکیلے
 میں جلتی ہوئی شمع اور دو سکڑا ہونے والے ایک پلیٹ تھی جس پر روٹی اور دو گوشت کا ٹکڑا رکھا
 ہوا تھا۔ دروازہ کھولتے ہی اس نے کہا: "یہ یوں تمہارے کھانے کو لائی ہو؟"

افسوس! یہ دو عورت تھیں جس نے میری آمد پر مسٹر لینور کی زبانی اس کی بی بی اور بیٹی
 کی مصیبتوں کا حال سن کے آنکھیں پونچھنے کا ہنسی کیا تھا... سنگم عیارہ! بہر حال میں نے اس
 کے قدموں میں دوڑا تو جو کہ اس سے اپنی رائی کے بارے میں التجار کی شریفی اور سی طبع ان دو
 رحم شیطانیوں سے بھی جو غالباً اس کی حفاظت کے لئے ساتھ ساتھ آئے تھے۔ رائی کی رو بہ
 کہیں مگر میری درخواست اور التجا میں کبیرے سوہتھیں۔ عورت نے کہا: "میں نے کی بلیٹ اور پانی
 کی ایک خلیا فرش زمین پر رکھ دی۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور جب کبھی کے قفل میں گھبرائے کی
 آواز سنائی دینی بند ہو گئی۔ تو اس خوفناک خاموشی میں جو پھر ایک بار چھپتی رہ میری اپنی
 ہی سہی کی آواز تھی جو بڑی دیر تک رک رک کر میرے گھٹے سے نکلتی سنائی دیتی تھی۔
 لیکن رفتہ رفتہ میں پھر ایک بار دروازہ پر چھپ ہو گیا اور پھر وہی گہرے سکوت مجھ پر چھا
 ہونا شروع ہوا۔ میں نے سوچا کہ جو حقیقت وہ لوگ میری جان لینا نہیں چاہتے۔ کم از کم یہ

یہاں تھا جس کو میں نے بڑی مضبوطی سے پسپا لیں جگہ دینے کی کوشش کی مگر وہ میری رشتہ کی رشتہ میں نے دیکھا تھا کہ وہ مقام جو میرے قبضہ کا کام دیتا تھا ایک تنگ گنبدی تھی۔ اس مضطر ہانڈ لگا میں جو میں نے چاروں طرف سے ڈالی تھی یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلو کی ایک دیوار میں ایک تنگ سوراخ دار دیر پہلے سے چھوٹا کسی پاس کے نہ خانہ سے صحت مہا کی آمد و رفت کئے بنا ہوا تھا۔ چنانچہ اب میں نے سرچنا شروع کیا کہ اگر کسی طرح اس دیوید کو کھولا جاسکے تو گڑبگڑ تنگ ہے۔ تاہم جس طرح بھی ممکن ہو میں اس کی راہ سے گذر کر پاس لے کر وہاں پہنچ جانے کی کوشش کروں ممکن ہے اس کمرہ کا دروازہ کھلا ہو اور میرے لئے اس کی راہ سے فرار ہونا ممکن ہو مگر اس کا خیال اتنے ہی ایک نئی طرح کا جوش جس میں امید اور خوشی کا عنصر غالب تھا میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ میں نے پاس جاکر اس مقام کو متحمل کر دیکھا۔ بدل میں بے شک مضبوط تھیں تاہم ان میں زنگ لگا ہوا تھا۔ پھر جب میں نے احتیاط سے ان پر ہاتھ پھیر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بڑی پختگی سے جڑی ہوئی ہیں تو میں نے ان کو اکھاڑنے کی کوشش کی۔ دو زنجیر دیوار کے ساتھ لگا کر میں نے ان سلاخوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ میں نے پوری طاقت سے زور لگایا۔ مگر بے سود۔ ان سلاخوں کو اکھاڑنے کے لئے میری ناچیز کوشش اتنی ہی بے حقیقت تھی۔ جیسے اس عروس عمارت کو اپنے ناخنوں سے کھینچنے کی کوشش۔ تھک کر میں پھر ایک بار گیلی زمین پر لیٹ گیا۔

میں نے کھینچنے کے لئے زور لگایا اور اب رفتہ رفتہ جھک جھک کا احساس ہونے شروع ہوا اس کے باوجود طبیعت کھانے پر مائل نہ تھی۔ اس خوراک کے خیال سے ہی جو میرے لئے رکھی گئی تھی۔ بہت بڑا ہوتا تھا۔ پھر ایک بار میں نے حال کے ہر ایک واقعہ پر غور کرنا شروع کیا۔ تاکہ اس ذریعہ سے اگر ممکن ہو تو میں اس بارہ میں کوئی نتیجہ اخذ کر سکوں کہ ان لوگوں نے میری لہجہ کیا ارادہ کیا ہے۔ لہذا دو تین سات کو میں نے پسپا دل میں جگہ دی مگر ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا۔ جسے فیصلہ کن سمجھا جاسکتا ہو۔ ایسا ہونا کہ مجھے اپنے دماغ میں چکراتے معلوم ہوتے۔ بہر حال ایک بات یقینی معلوم ہوئی۔ یعنی یہ کہ وہ سب داستانیں جو مشر لینڈور نے انقلاب زمانہ اور اپنی مصیبت

اور پریشانی کے بارہ میں مجھ سے بیان کہیں فرضی اختراعات تھیں جن سے وہ میرے دل میں رہی
 پیدا کر کے کسی طرح جھکواس رکات بٹھانے چاہتا تھا جہاں اس کو معلوم تھا کہ اس کے کارکن
 ان خوفناک تجزیوں کو جو اس نے پہلے سے سوچ رکھی تھیں عمل میں لانے کے لئے آمادہ تیار
 ہیں۔ پھر جب مجھے یاد آیا کہ اپنی بیٹی ایل کا ذکر کرتے ہوئے اس نے کس طرح کی نظروں سے
 میری طرف دیکھا تھا۔ تو جھکولتیں ہو گیا۔ کہ وہ اس ذریعہ سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا مجھ کو
 واقعی اس کی بیٹی سے عشق ہے اور اس کے بعد یہ معلوم کر کے کہیں وہ حقیقت اس کو چاہتا ہوں
 اس نے اپنی گفتگو کو ایسے طریق پر جاری رکھا کہ میں باسانی اس کی باتوں میں آگیا۔ اس کے علاوہ
 اب یہ بھی مجھے یاد آیا کہ اس نے عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھے یعنی اس کی صورت سے کسی طرح کے
 آثار انداز ظاہر نہ ہوتے تھے۔ اگرچہ بدستوری سے اس وقت جو میں میں اتنا تفصیل بآول
 کی طرف پوری توجہ نہ دے سکا تھا پس میں تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ افلاس و مصیبت کی جو
 داستان اس نے مجھ سے بیان کی وہ محض شرات اور دعوے کا پلندہ تھی چنانچہ اس وقت بھی
 جب میں سخت مصیبت میں مبتلا تھا اور اپنے مستقبل کے بارہ میں بے یقینی کی حالت میں پڑا
 تھا۔ میرے جی کو یہ سوچ کر اطمینان حاصل ہوا کہ ایل اور اس کی ماں وہ حقیقت مفلسی اور غریبی
 کا شکار نہیں ہیں۔

مسز مارٹلے اور اس کے دو نوید معاش ساتھیوں کی آمد اور وہاں کے بعد کئی گھنٹے گزر
 چکے تھے کہ پھر ایک بار اسی طرح دروازہ کھلا اور وہ تینوں نوادہ ہوئے۔ البتہ اب کی دفعہ پہلے
 کی نسبت یہ اضافہ اور ہوا کہ عورت نے کھانے کے علاوہ دو کپیل میری طرف چھینک دیئے۔
 اور یہ بیکر خدمت ہونے کے لئے پیچھے مڑی کہ ان کی مدد سے تم رات کو تیارام سو سکو گے۔ پھر ایک
 بار میں نے اس سے دم کی درخواست کرنی شروع کی لیکن بے نادمہ۔ اس کے پتھر دل پر
 میری التجاؤں کا ذرا اثر نہ ہوتا تھا البتہ تیزی سے تھوڑی دیر میں پھر پھر باقی کرنے کے بعد
 اس نے اتنی رعایت اور دلی کریمتی ہوئی موم بتی میرے پاس چوڑی لگی۔ جو خدمت ہونے سے

چپ بلیک بیرڈ نے وحشیانہ انداز سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ چوہا پاس نہ آئیں گے۔ لہجہوں کا نوکراٹنے سے مجھے اپنا خون سرد ہوتا معلوم ہوا اور میں نے شکریہ کے ساتھ موم جی قبول کی۔ اس کے بعد دروازہ بند ہوا اور میں پھر ایک بار تنہا رہ گیا۔

اب مجھے روٹی کے چند تھکے زہرا کر کے پر مجھ پر ہونا پڑا اور چونکہ ذہنی اور جسمانی طور پر تھکا مائدہ تھا اس لئے کھانے سے نارغ ہو کر کسل اوڑھ لئے اور سونے کی فکر کرنے لگا میں نے اندازہ سے معلوم کیا کہ شمع غالباً پانچ گھنٹے بجے گی۔ کیونکہ صبحی ہوئی موم جی کے علاوہ ایک ٹکڑا اور بھی شمع دان میں رکھا تھا۔ اور یہ جانتا تھا کہ جس تدرنید یعنی ہے اس روشنی کی موجودگی میں لے لوں۔ کیونکہ بل بلیک بیرڈ کے بیان کردہ چوہوں کی دہشت سے میرے لئے اللہ حیر سے ہیں آنکھ بند کرنا عملی طور پر ناممکن تھا جلد ہی میری آنکھ مابکئی اور فیال ہے کہ میں کی گھنٹے سوتا رہا۔ کیونکہ جب میری آنکھ کھلی تو شمع آخری جھک کر سے رہی تھی۔ میں نے بھٹتے ہوئے شعلہ کی روشنی سے دوسری موم جی روشنی کی۔ چونکہ تھکن کا احساس اب بھی باقی تھا اس لئے پھر ایک بار سونے کے لئے لیٹ گیا۔ جب دوسری بار آنکھ کھلی۔ تو موم جی کا دوسرا ٹکڑا بھی بجھنے کے قریب تھا۔ اس کے بعد میں نے سونے کا خیال دل سے نکال دیا اور حقیقت میں اب مجھے نیند کی خواہش بھی نہیں تھی کیونکہ میرا بعد فی الضحالی رنغ ہو چکا تھا البتہ ذہنی حالت ...

آزاد ممکن سمجھا جاسکے۔ تو پہلے سے بھی بدتر تھی۔ کیونکہ آنکھ کھلتے ہی پھر ایک بار خوفناک دہشت انگیز غیلاوات دل میں پیدا ہونے شروع ہو گئے۔

جبری دیر کے بعد جب مجھ کو بیدار ہوئے کم از کم میں گھٹنے گدڑ گئے تھے۔ منہ زار منہ پھر کھجکا۔ نمودار ہوئی۔ لیکن اب کی بار صوف ایک آدمی ٹیڈی اس کے ہمارہ تھا۔ کوازر دے ہتھیار اس نے بہتول کی نالی اس بڑھیا کے شانہ کے اوپر سے میری طرف جڑھا رکھی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر میرے دل کو سخت دہشت ہونے لگی۔ میں خوف کی چیخ مار کر پیچھے ہٹا اور تھکانہ کے دور افتادہ کونے میں فرش زمین پر دوڑنا ڈھوکر رحم کی التجا کرنے لگا۔

”نادان کیوں جتنی بتاتا ہے؟ ٹیڈی نے میری یہ حالت دیکھ کر کہا، ”میں تجھ کو ہلاک کرنے نہیں آیا یہ سہول محض اس لئے میرے پاس ہے کہ تجھ کو معلوم ہو جائے اگر تو نے کسی طرح کی ناشائستہ حرکت کی یا اچھی طرح پیش نہ آیا تو پھر اس کی کوئی یقینی تیرے سر میں داخل ہوگی ورنہ نہیں!“

عورت نے میرے لئے کچھ اور کھانے کی چیزیں فرش زمین پر رکھ دیں اور وہ شمع جو اس کے ہاتھ میں تھی پھر ایک بار میرے پاس چھوڑنے کے لئے آمادہ ہو گئی میں نے دلی شکریہ کے ساتھ اس عنایت کو قبول کیا کیونکہ رشتہ کی برکت کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں گھپ اندھیرے میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو۔ اس کے بعد لگاتار مئی گھنٹے گزر گئے اور کوئی نیا واقعہ میری قید کی ہم آہنگی کو توڑنے والا پیش نہ آیا۔ بڑی دیر کے بعد جب منہ بٹارٹے پھر میرے لئے کھانے کو آئی تو ٹیڈی بہت دیر سے اس کے ساتھ تھا مگر شاید اس نے اس پہلی دھکی کو ہی کافی موثر سمجھا تھا کیونکہ اب کی بار اس نے سہول کی نمائش کرنا ضروری خیال نہ کیا۔

ان کے چلے جانے کے بعد میں نے ایک نئی تجویز سوچنی شروع کی۔ جو شروع میں بالکل ناقابل عمل معلوم ہوتی تھی۔ تاہم رفتہ رفتہ ثابت ہونے لگا کہ تھوڑی محنت کر کے اس کو ضرور عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ ممکن ہے اکی وجہ یہ ہو کہ انتہائی مصیبت کی حالتوں میں انسان کا دماغ کسی نہایت مبہم تجویز کو بھی قابل عمل تصور کرنے لگتا ہے۔

بہر حال تجویز جو میں نے سوچی یہ تھی کہ اب کی بار جس وقت یہ عورت واپس آئے گی تو فوراً ٹیڈی اس کے ساتھ ہوگا کیونکہ کسی وجہ سے یہ فرض بالکل بیڑے کے سپرد نہ کیا گیا تھا۔ وہ دائرہ کھینچے ہی میں باہر سے معلوم کروں گی کہ آیا ٹیڈی کے پاس اب بھی سہول ہے یا نہیں اگر وہ اس کے پاس نہ ہوا تو میں دوسرے شخص کی کوشش کروں گا۔ عورت کو پتہ نہ تھا کہ ایک طرف مٹا دوں گا اور اس سے پہلے کہ ٹیڈی کچھ دیر کے ایک دوسرے مکان پر یہ کہہ کر اسے بھی ایک طرف مٹا دوں گا جس کے بعد میرے لئے فرار کا عمل بالکل سہل ہوگا۔

تجویر ہر چند عینا نہ تھی۔ تاہم اپنی مجودہ خطرناک حالت کو دیکھتے ہوئے میں نے اس کو یہاں تک قابل آزمائش سمجھا کہ نتیجہ کی پروا نہ کر کے اس پر حمل کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ بڑی نکل و تفلش کے ساتھ میں اس موقع کا انتظار کرنے لگا۔ جب منہ بارٹلے کو پھر ایک بار آنا تھا۔ انتظار کی یہ گھڑیاں جس قدر لمبی اور تکلیف دہ ثابت ہوئیں۔ اس کا حال بیان کرنا بیحد ہے۔ گھنٹے بچ بچے سادوں کی صورت اختیار کر لے گئے۔ حتیٰ کہ آخر کار وہ خوشگوار آواز جس کا مجھے اس قدر بے چینی سے انتظار تھا۔ یہی کبھی کے تفل میں گھونسنے کی میرے کانوں میں آئی شروع ہوئی۔ غرضی کے اندر متعجب اب تک صبر رہی تھی میں۔ ذہنی اضطراب کی حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور دروازہ کی طرف ٹکٹھا۔ اس پر سچے لگا کر میرے لئے یہاں سے، ہاں تک جیت لگا تا کہیں حد تک ممکن ہو گا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور وہی عورت ایک ہاتھ میں صلیبی ہوئی موم بتی اور دوسرے میں کھالے کی پلیٹ لئے نمودار ہوئی میں نے گردن اٹھا کر اس کے پس پشت دیکھا۔ لیکن ٹیڈی یا اس کا پستول کہیں نظر نہ آیا اس کے بعد ایک شانہ کے عرصہ میں یقیناً دوڑ کر اس کے پاس پہنچے۔ فاتنا اور اسے دھکا دیکر باہر نکل جانے کی کوشش کرتا لیکن دفعتاً اس نے اپنی آواز سے کہا "چپ! خاموش! میں تمہاری دشمن نہیں دوست ہوں۔"

آہ! اس جملے نے آن دماغ میں کتنی عظیم تبدیلی میرے خیالات میں پیدا کر دی۔ یہ چند الفاظ میرے لئے پیام ابید ثابت ہوئے اور بچاؤ کی صورت قریب دیکھ کر میرا دل مارے خوشی کے زور و زور سے دھڑکنے لگا۔

"چپ! اس نے پھر ایک بار وہی آواز سے کہا۔ وہ لوگ قریب ہیں۔ ایسا نہ ہو ہمارے آواز میں سے غریب لڑکے مجھے تیری حالت پر براہِ رحم آتا ہے۔ اور مجھ سے جہاں تک ممکن تھا اس قدر چھپنا ہی میں تیری امداد بھی کرتی رہی ہوں۔ مجھ کو ہدایت کی گئی تھی کہ فقط خستہ روٹی اور پانی تم کو مہیا کروں۔ لیکن میں اپنی طرف سے گوشت کا اضافہ کرتی رہی ہوں۔ پھر اس کے علاوہ ان کا حکم تھا کہ تم فرشِ زمین پر سو یا کرو۔ لیکن میں نے تمہارے لئے نہ صرف کپیل مہیا کئے

کجو برہنہ کا انتظام بھی کر دیا۔ تاہم غیر مصیبت کا زمانہ گزر گیا اب تم جو صلہ کرو۔ ایک یا دو ٹخنوں کے اندر
میں چپ چاپ کر دو۔ دوا نہ کہول دو گی۔ اور اس وقت تم نے وضعت ہو جانا اس وقت رات کے آٹھ
بجے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ دس سادس بجے تک میں صبر دوں گا کہ تم کو راکروں گی؟
خوشی کے آنسو بے اختیار میرے دھاروں پر بہنے لگے اور جوش کی ہلکی تھر تھری بدن کے
ہر حصے میں پھری گئی۔ "اوہ! میں نے بڑ بڑاتے ہوئے کہا۔" میں نہیں جانتا کس منہ سے آپ کا شکریہ
ادا کروں۔۔۔"

"بس یہ وقت زیادہ باتیں کرنے کا نہیں ہے۔" مسٹر مارٹلے نے منایت آمیز نظروں سے
میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اس وقت دفعتاً وہ خیالات جو میرے دل میں اس کے بارہیں پیدا
ہوئے تھے وہ بھی بدل گئے۔ "یہ امیں تمہارے لئے شرب کا ایک گلاس لائی ہوں اسے پی لو کیونکہ
اس سے تمہارا حوصلہ برقرار رہے گا۔"

اس نے وہ پلیٹ جس پر کھانے کی چیزیں اور ایک بڑا گلاس پر شہنائی کا رکھا ہوا تھا سیر
آگے کر دی۔ سچے کھانے کی چاہ بالکل نہ تھی۔ البتہ گلاس کا قد میں لیکر میں ایک بار ہی لے لی گیا۔
اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کی نقطہ منہ لی سی یاد باقی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ روزہ بند ہونے کی آواز
سنائی دی اور وہ عورت کھانے کی پلیٹ یا صلیبی ہوئی شمع چھوڑے بغیر روزہ بند کر کے چلی گئی۔ پھر کیا
معلوم ہوا۔ گو یا میرے دماغ میں تیز چکر اٹھنے لگے ہیں۔ میرے پاؤں اڑھکھالے گئے۔ حسیات غلبہ
طرح کی ابھی ہوئی صورت اختیار کی۔ جوش و دھواں جواب دینے لگے۔ اور میں بے اختیار کی سی
حالت میں فرش زمین پر گر گیا۔

میں معلوم یہ حالت کتنا عرصہ قائم رہی لیکن جب اس کے بعد میں گرد و نواح کے حالات
سے واقف ہونے کے قابل ہوا تو معلوم ہوتا تھا میں ایک بند گاڑی کے اندر بیٹھا ہوں۔ پچھتے سڑک
پر گھوڑوں کی ٹاپ سے چلی ہوئی پیسوں کی گرگڑا ہٹ سنائی دیتی تھی۔ لیکن آوازیں اس قدر
مبہم اور بلی جلی جھنیں کہ معلوم ہوتا تھا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ رفتہ رفتہ یہ خیال میرے

ذہن میں پیدا ہونا شروع ہوا کہ میں اس محاکڑی کے اندر اکیلا نہیں ہوں جس گدے پر میں پڑا تھا اس کے بال مقابل دو آدمی اور بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نیم بے ہوشی کی حالت میں... کیونکہ میرے واس اس وقت تک پوری طرح بجا نہ ہوئے تھے میں نے سدا اٹھانے کی کوشش کی ایک ہی حد تک کامیاب بھی ہوا۔ تاہم حالت ایسی تھی گویا کسی نے منوں بوجھ میرے سر پر ڈال رکھا ہو۔ اس کے ساتھ ہی درہ کی تیز ٹیس کنپٹیوں کے پاس اٹھتی معلوم ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ اس طرح گردن اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے میں نے کسی قدر آنکھیں بھی کھولیں کیونکہ بازار کے پلوں کی روشنی مھلبلی نظر آئی مگر اس کے فوراً بعد میری آنکھیں دوبارہ بند ہو گئیں۔ اور ایسا معلوم ہوا گویا کوئی نامعلوم بھاری بوجھ ان پر پڑا ہوا ہے۔ دوبارہ گدے سے سر لگنے کے بعد پھر مجھ پر کامل بے ہوشی طاری ہو گئی۔ معلوم نہیں کہ کیا میں محاکڑی میں پڑا رہا اور کب یا کس مقام پر جا کر ٹھہری ہر حال دوسرا قدم جو چھکوا دیا ہے یہ تھا کہ دو آدمی جھکواؤں پر اٹھائے چل رہے تھے۔ اس وقت رفتہ رفتہ میرے منہ سے نشتہ حواس نے پھر اکیلا کر کہا ہونا شروع کیا خیال ہے کہ میں نے آنکھیں بھی کھولیں اور دیکھا کہ میرے ارد گرد روشنی کا نشانہ تک نہ تھا پھاڑوں طرف گھیب اندھیرا چہا چہا ہوا اور تازہ اور سرد ہوا چل رہی تھی اس تاریکی میں اندھ کی طرح یہ بھی میں نے دیکھا کہ وہ دو آدمی جنہوں نے مجھے اٹھایا تھا تیزی اور بل بلک بلیک بیرڈ تھے لیکن بیداری کی یہ حالت بہت عرصہ تک قائم نہ رہی۔ کیونکہ دفعتاً ایک تیسرے آدمی نے جس کی صورت دیکھتے ہی میں نے معلوم کیا کہ میرا نام ہندا ماموں شیطان سیرت کہنا تھا اس کے پڑھ کر قہر کی قسم کے کوئی چیز نہ ہوتی میرے منہ کے ساتھ لگا دی۔ اور کوئی تلخ ذائقہ کی سیال شے مجھے اپنے من میں داخل ہوتی معلوم ہوئی۔ اس کے بعد میرے حواس پھر جواب دے گئے۔

رفتہ رفتہ ہوش آیا اور... آف۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ میری بیداری کا یہ عمل کتنا

سست اور کس قدر موجب تکلیف تھا... تو ایک عجیب اور بعید از فہم احساس مجھ کو ہونا شروع ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا وہ مقام جس میں میں لٹا ہوں اور جس کی صحیح کیفیت نہ مجھ کو معلوم تھی اور نہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نظر آتا تھا۔ جسے نوڑ کے ساتھ اوپر پٹختے دائیں بائیں حرکت کر رہی ہے۔

میں نے سوچا کہ شاید یہ میرے ذہنی فتور کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اس طرح کی حرکت کوئی سینے میں نہیں کہتی۔ چنانچہ جیج خیالات کی نیت سے میں چند منٹ چپ چاپ اور بے حرکت اپنے بدن کا کوئی حصہ ہلکا بنیہ نہ کیا۔ اور اس ذریعے میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کیا اس حرکت کا کوئی حقیقی جوڑ ہے یا نہیں۔ مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اپنے بازو یا بدن کے کسی اور حصہ کو ادھر ادھر حرکت دے سکتا۔ میری بے ہوشی کے اثرات کو متدریج زائل ہو رہے تھے۔ تاہم قونے اب بھی نیم مردہ تھے۔ اور احساس واضع اور تیز ہونے کی بجائے مدہم اور سست تھا۔ ان حالات میں جیسا کہ سمجھا جاسکتا ہے۔ میری قوت فیصلہ اتنی کمزور تھی کہ بڑی دیر تک میں یہ معلوم کرنے سے قاصر رہا کہ میں کس جگہ لیٹا ہوں اور یہ حرکت کیا معنی رکھتی ہے۔ لیکن دفعتاً ایک جھٹکا پہلے کی نسبت بہت تیز محسوس ہوا اور اس کے ساتھ ہی بے اختیار میری حالت میں دو نو بازو اس طرح اٹھ گئے۔ مگر یادہ کسی چیز کا سہارا لینا چاہتے تھے۔ اس وقت یہ طوفان حقیقت واضع ہوئی کہ میرے سر کے قریب ایک فنٹ کی لمبندی پر چوہی تختہ لگا ہوا تھا! ہر ناک۔ جیسا کہ خیالات میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے اور جب اس کے بعد میں نے چاروں طرف اٹھ مٹا کر دیکھا تو میری ہیبت نے یہ جان کر ادر ترقی کی کہ میں چاروں طرف چوہی تختوں سے گھرا ہوا ہوں۔ دائیں بائیں بچے اور پادیر اور پیروں کے قریب ہر طرف چوہی تختے تھے۔ راجم خدا کیسیا یہ میرا تابوت تھا، اور کیا وہ لوگ مجھے زندہ دفن کر کے دھشت ہو گئے تھے؟

اس ہوش ربا دہشت ناک خیال کے پیدا ہوتے ہی سردی کی تیز ہرجمے اپنے بدن کے ہر حصہ میں پھرتی معلوم ہوئی۔ اور میری وضع بدن کے اندر سکرا گئی۔ میری آنکھیں اب تک بند تھیں۔ اب میں نے بدقت اندیشہ کھولا اور اس وقت مدہم روشنی کا حلقہ ان کے سامنے حرکت کرتا نظر آیا۔ وہ ایک عجیب طرح کی دھندلی روشنی تھی جو کبھی آگے پیچھے ہلتی اور کبھی دائرہ کی صورت میں گھومتی تھی جس سے مجھے اپنے دماغ کے گرد اب عظیم سی پھندا ہوا ہونے کا احساس ہوتا تھا۔ پہلے میں نے سوچا کہ شاید یہ روشنی بھی نظری دھوکا ہے۔ اس کے

ساتھ ہی ان ہارساٹھوں کی یاد نے جھٹکے ہار میں نے پڑھا تھا کہ قبرستانوں میں لاشوں کے آتش پاس دیکھتے جلتے ہیں بہت ناگ اندیش میرے دل میں پیدا کر دیئے میری روح اب تک سرسید مٹی اور دماغ پر وحشت اضطراب کا مرکز بنا ہوا تھا راستے میں کراہٹ کی دہلی ہوئی آواز کیا میرے کانوں میں آئی شروع ہوئی اور اس سے اور زیادہ خوف میرے دل کو ہلے لگا۔ لیکن رفتہ رفتہ بیداری کے ساتھ میری قوت ہستہ دل تازہ ہوئی شروع ہوئی اور بڑی تسکینی کے ساتھ خوفناک اندیش ایک ایک کر کے میرے دل سے زائل ہونے لگے۔ لیکن جب اس کے بعد میں یہ سمجھنے اور جاننے کے قابل ہوا کہ میں کہاں ہوں۔ تو نئی طرح کے خطرے پہلے سے کم وحشت انگیز تاہم اتنے ہی پر خوف پیدا ہونے شروع ہو گئے یعنی اب مجھ کو معلوم ہوا کہ میں تابوت میں بند نہیں ہوں نہ بد و غنی ہیوانی ہے اور نہ کراہٹ سے مٹی ہوئی آوازیں کسی لاش کی حرکت سے پیدا ہوتی ہیں۔ دراصل میں ایک جہاز پر سوار تھا یہی جہاز کے پچھلے درجہ کی تنگ کین کے ایک تختہ پر بیٹھا ہوا وہ روشنی اس کی چھت سے لگی ہوئی لائٹن کی مٹی جو جہاز کی حرکت کے ساتھ مٹی تھی اور میرے قریب کسی دوسری نشست پر بیٹھا ہوا کوئی آدمی وحشت یا بیماری کی وجہ سے کرا رہا تھا۔ اس طرح ایک حد تک گو میرے دل کو اطمینان ہو گیا۔ تاہم ایک اور پہلو سے ناقابل بیان اندیش میری روح کو اور زیادہ پریشان کر سنے لگے۔ کیونکہ اب صبح پیدا ہوئی کہ کیوں مجھے اس جہاز پر لاوا گیا ہے کس نے لیا کیا ہے؟ میں دنیا کے کس حصہ کی طرف جا رہا ہوں؟ اور رستہ میں اور اس کے بعد مجھ سے کیا سلوک ہونے والا ہے؟

اپنی نگرہوں میں پڑا تھا کہ معلوم ہوا موسم بے حد طوفانی ہے۔ ہمارے شور آوازوں سے چینیٹی اور بین کرتی ہوئی چلتی مٹی۔ صبح جہاز پر مردوں کے سسنانے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور جہاز اس بے صیبت روح کی مانند جو عذاب و دوزخ برداشت کرنے پر مجبور ہو رہا ہے پرچنے دھنیں بائیں زور دار حرکت کر رہا تھا۔ ہمارے شور سے مٹی ہوئی کچھ اور بھی آوازیں سنائی دیتی تھیں یعنی ٹکڑوں کے چرچانے اور تختوں کے اس زور سے دھن کی آوازیں گویا پانی کا جوش

تمام عفریہ ان چیزوں کو توڑ پھوڑ کر ہم سب کو بھرواج کی تہ میں غرق کر دے گا۔ کئی کئی طرح کے سوالات میرے جی میں پیدا ہو رہے تھے اور میں چاہتا تھا کسی سے پوچھوں یہ کونسا جہاز ہے؟ کتنا بڑا ہے اور اس طوفانی موسم کو کس حد تک مقابلہ کر سکتا ہے۔ نیز اس کی منزل مقصود کیا ہے جس تختہ پر میں پڑا تھا۔ اس کو دو نوٹاتھوں سے مضبوط پکڑا کے (تاکہ ایسا نہ ہو جہاز کی تیز حرکت بجھے پٹخے گرا دے) میں نے ادھر ادھر دیکھا اور اس وقت معلوم ہوا کہ وہ ایک کافی وسیع کہیں ہے جس میں کم بیش بارہ نشستیں ہیں اور ان میں سے بیسیڑر کی ہوتی ہیں لیکن گو باہر تیز آمد ہی مل رہی تھی۔ تاہم کوٹھڑی میں جس تھا۔ گرمی اتنی شدید تھی کہ دم ٹھنسا جاتا تھا۔ جہاز کے پر زور حرکت کی وجہ سے لاقداد کپڑے اور ہر ادھر کھیرے پڑے تھے۔ مگر میں نے دیکھا کہ اس اپنے سمولی پہننے کے کپڑوں میں بیٹا ہوا تھا۔ اس طرح ایک حد تک اصل حقیقت سے واقف ہونے کے بعد میں پھر وہیں لیٹ گیا اور حالات پر غور کرنے لگا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ شراب چاہے بلین بلڈنگز کی اس ساخز وہ عیار نے ہمدردی کی فائش کرتے ہوئے مجھ کو پینے کے لئے دی تھی۔ ضرور اس میں کسی نشہ آور دوا کی آمیزش تھی چنانچہ میری بیہوشی سے فائدہ اٹھا کر وہ لوگ مجھے گاڑی پر سوار کر کے سمندر کے گھاٹ پر بے گئے۔ جہاں بادغٹک کے جھونکوں کا احساس مجھ کو اچھی طرح یاد تھا۔ اس کے بعد جب ان لوگوں نے دوسری بار مجھ کو پیش میں لائے دیکھا تو کوئی ویسی ہی چیز وہ بارہ میرے حلق میں داخل کر دی گئی اور کامل بیہوشی کی حالت میں وہ مجھے اس جہاز پر چوڑ کر چلے گئے۔ لیکن یہ بات کہ مجھے اس جہاز پر سوار ہونے کے لئے کتنا عرصہ گزر رہا ہے اور میرے ہوش میں آنے کے وقت تک کیا مجھے گھٹنے یا دان گھڑ چھپے ہیں۔ پر وہ راز میں چھپی ہوئی تھی۔ اس کی تہ تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ مجھ کو نظر نہ آتا تھا۔

میں اسی حالت میں پڑا ہوا جانتا تھا کہ جس واقعہ حالات کی یاد تازہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ وہ مسافروں کے ایک دوسرے سے گفتگو کرنے کی آواز سنائی دی۔

"کیوں نام سٹ کیا حال ہے؟" ایک کسی دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ "اور تم اس سفر کو

کس حد تک پسند کرتے ہو؟

”پسند“ اور ”کمر“ نے انداز عقارت سے کہا ”اگر یہ چھ سات مہینے کا لمبا سفر اپنی حالت میں بسر کرنا ہے۔ تو بھریں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ کاش میں گھر سے باہر نہ نکلتا۔“

”اٹ میرے خدا! چھ سات مہینے کا لمبا سفر، ایک اس طرح کا سفر جو شاید ہم کو دنیا کے دو کمرے پر لے جائے والا ہو!“

”اور کیوں جھلا۔ ماہ ہم لوگ کس مقام کے پاس ہوں گے؟ ایک اور آدمی کی آواز میں تختے کے مین پیچے سے جس پر میں لیٹا ہوا تھا کہتے سنائی دی اور اس ملکی تھراپسٹ سے جو اس آواز میں ملی ہوئی تھی میں نے معلوم کیا کہ وہ آدمی یا تو بیمار یا غفرزدہ تھا۔“

”ہم اس وقت نارٹھ فورلینڈ کے قریب ہوں گے۔“ ایک اور آدمی نے اس کے جواب میں کہا ”مقریبا دھائی گھنٹے لڑے جیسا اس بلخ نے اگر بیان کیا تھا کہ ہمارا جہاز نور کے پاس پہنچ چکا ہے۔ اور اس تیز آمد ہی کا سبب بد کرتے ہوئے غائبانہ فورلینڈ کے پاس ہی پہنچا ہوگا۔ اس کے علاوہ جہاز کی تیزی حرکت اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم فورلینڈ کے پاس ہیں۔ کیونکہ اس جگہ جب کبھی تیز ہوا چلتی ہے تو سمندریں ایسا ہی پر زور متلاطم شروع ہو جایا کرتا ہے۔“

”لیکن یہ تو بتاؤ فورلینڈ کس جگہ واقع ہے؟“ ایک اور آدمی نے جس کی جبرائیلی معلومات محدود معلوم ہوتی تھیں پوچھا۔

”ایک فورلینڈ... تم کو معلوم نہیں۔ فورلینڈ شمال مشرقی ساحل پر جزیرہ صیڈٹ کا ایک آگے کو جڑھا ہوا مقام ہے۔ یعنی مارگٹ اور رامسکیٹ کے درمیان۔ یہیں سے گزر کر جہاز کھلے سمندر میں نکلا کرتا ہے۔“

”تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ ہمارا سفر میک ڈال سے اس جگہ تک کافی تیزی رفتار کے سلسلے میں ہے اس آدمی نے جو سب سے پہلے بولا تھا کہا ”میں نے ہمارے جہاز نے ننگا ٹھایا تھا اور ابچھ ننگے صبح کے سات بجے میں ماس نے ہم دیش ڈوگھنٹوں کے عرصے میں ہمارے جہاز نے

گویا، ہیل نامہ طے کر لیا۔

"اودہ یکساں سات بیج گئے! ایک اودہ فرنے کراہتی ہوئی آواز سے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اٹھنے کا وقت ہو گیا۔ حالانکہ میں اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر سکتا۔ مجھے تو اس ظالم سفر نے ابھی سے نیم جان کر رکھا ہے۔"

"تاہم تم کو چاہیے کچھ نہ کچھ کھانے کی کوشش کرو؟ دوسرے آدمی نے جواب دیا: کیوں گویا اس نوجوان کا حال بھی معلوم ہوا جسے سب سے آخر میں جہاز پر سوار کیا گیا تھا؟ اس وقت تو بے چارے کی حالت بے حد زاری تھی؟

"معلوم ہوتا ہے! ایک اور آدمی نے اس طرح کی دہائی ہوئی آواز سے کہا گویا اس کو میری بیداری کا اقبال تھا! اس نے ضرورت سے بہت زیادہ شراب پی لی تھی مگر وہ غریب بھی کیا کرتا۔ ایک اچھے بے سفر پر روانہ ہونے کے وقت جیسا کہ نیوساؤتھ ویلز کا سفر ہے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے جدا ہونے میں سخت تکلیف ہوتی ہے اس کاموں... جسے تم نے دیکھا ہو گا عجیب صورت کا کبڑا آدمی تھا... اور پھر دفعتاً "کیوں سیان لڑکے تم سیما جا گئے ہو؟

میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ سوال مجھ سے پوچھا گیا ہے اور قریب تھا کہ میں اس کا جواب دیتا۔ لیکن دفعتاً خیال آیا کہ اگر میں بولا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ میں بیدار ہوں اور وہ گفتگو جو ان دونوں میں میری نسبت شروع ہوئی تھی یہیں رہ جائے گی حالانکہ بسایا ناظرین سمجھ سکتے ہیں وہ میرے لئے بچیدار چھپ چھپ تھی اور میں اس سلسلہ کو آخر تک سن چاہتا تھا۔ فالس میں نے کچھ جواب نہ دیا اور چپ چاپ لپٹا ہوا لیکن میرے کان ہر لمحہ ان کی گفتگو کی طرف لگے ہوئے تھے۔

"معلوم ہوتا ہے۔ ابھی تک شراب کا اثر زائل نہیں ہوا! اس پہلے آدمی نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا: "اُن میرے ملا جہاز کس زور سے ہلنے لگا ہے؟" اور چند لمحوں کے بعد میں نے ٹہری خاموشی چھا گئی جس میں ٹھوڑی ٹھوڑی دیر کے بعد صرف بیماریاں فروں کے کراہنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ ہر حال جیسا کہ میں بیان کر رہا تھا۔ اس کے بعد اس آدمی نے سلسلہ تقریر جاری

رکھ کر کہا "اس نوجوان کے ماموں کو غائبنا اس سے بہت گہری محبت ہے۔ یاد ہو گا کس طرح اس نے رخصت ہونے سے پہلے ہمیں بار بار تاکید مٹی کر رستہ میں لڑکے کا پوری طرح خیال رکھنا کیونکہ اس کا دماغ چل گیا ہے اور یہ وہم کسی طرح اس کے جی میں بیٹھا ہوا ہے کہ اس کے نزدیک رشتہ دار ہی اس کے دشمن ہیں؟"

"لیکن سنو تو" ایک اور مسافر کی آواز سنائی دی "اگر اس کے ماموں کو سچ بچ اس لڑکے سے محبت مٹی اور یہ بھی اس کو معلوم تھا کہ اس کے دماغ میں کسی مذہب فتنہ ہے تو کیا یہ اس کا فرض نہ تھا کہ وہ اسے اتنی زیادہ مقدار میں شراب پیئے جسے روکتا؟"

"میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہوگی" پہلے آدمی نے کہا کہ ماموں بیچارے کو معلوم نہ تھا کہ شراب اتنی تیز ہے چنانچہ جب وہ اس کو چارپو چوڑے آیا تو اس نے اس بارہ میں حیدر لفاظی جی کہے تھے... لیکن آٹ میرے خدا کس زور کی آندھی چلتی ہے اور اس جگہ کہیں کے اندر کتنی سخت گرمی ہے۔ جو لوگ اونچے درجے کے مسافر ہیں۔ وہ تو بیشک مر رہے ہیں ہونٹیں بے حسیت ہم غریبوں کے لئے ہے جنہیں ادھار دے کی کوٹھڑیوں میں..."

فقیرہ نامہ تمام ہی تھا کہ چارپو پہر ایک بار بڑے زور سے حرکت کی اور اب کی بار وہ اس طرح ڈھولا ڈول ہوا کہ اس کو کیا شانہ و غرق ہونے لگا ہے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ میں جس تختہ پر لیٹا ہوا تھا اس سے کود کر پٹنے اتر آیا۔

"ارے کیا تم دہی لڑکے ہو؟ اس آدمی نے علیحدگی سے کہا جس کے منہ سے آخری فقرہ نکلا تھا معلوم ہوتا ہے چارپو کی حرکت نے تم کو چونکا دیا خیر اچھا ہاں تمہاری آنکھ کھل گئی اور اب یہ بتاؤ کیا اب بھی اس شراب کا نشہ اتر آیا نہیں۔ جو تم نے روانہ ہونے کے وقت پی مٹی؟"

"میں آپ لوگوں کی عنایت سے اب ہر طرح اچھا ہوں" میں نے عالم دشت میں کہیں کے ایک حصہ کو زد سے پکڑتے ہوئے کہا مگر یہ عالم میری بدحواسی کا تھا کہ مجھے بالکل معلوم نہ ہو سکا کہ کیا اتفاقاً میرے منہ سے نکل رہے ہیں۔ چنانکہ ادھر ادھر ہر لمحے سے میرے لئے سیدھے کھڑا رہا بھی مشکل تھا

”وہ چل بھگدور کسہ کی شکایت تھی“ میں نے سسہ جواب جاری رکھتے ہوئے کہا ”مگر میں امید کرتا ہوں کہ وہ جلد منع ہو جائیگی کیا آپ لوگوں کی رائے میں میں اگر صحن چار پر چلا جاؤں تو کسی کو اعتراض تو نہ ہو گا؟“

”ہاں ہاں ضرور جاؤ“ اس آدمی نے گنواروں کی طرح قہقہہ مار کر کہا۔ ”میرے خیال میں وہ تیز ہوا جا رہا ہے۔ تمہارے حق میں ضرور مفید ہوگی۔ کیونکہ اگر کوئی چیز لسیا رٹوشی کے دھوکہ رخ کر سکتی ہے تو وہ اس قسم کی تیز ہوا ہے۔“

میرے لئے کیبن کی گرمی اور کثیف ہوا ناقابل برداشت تھی۔ اور میں چاہتا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس جگہ سے باہر نکل جاؤں میری حالت سچ سچ اس بد نصیب سے ملتی تھی۔ جسے زندگی میں ہی تلبات کے اندہ بند کر دیا گیا ہو اس کے علاوہ ایک عجیب طرح کی الجھن میرے خیالات میں پیدا ہو رہی تھی اور میں جب قدر جلد ممکن ہو کپتان جہاز سے نکل سارا حال اس کے روبرو بیان اور اس حقیقت کو واضح کر دینا چاہتا تھا کہ مجھ پر میری مرضی کے برخلاف عالم بے ہوشی میں اس جہاز پر سوار کیا گیا ہے۔ پس جس قدر جلد ممکن ہو آپ مجھے جگہ پر بیدار کریں۔ اس بے چارے گفتگو سے جو میں نے کیبن کے مسافروں سے سنی تھی اس عیاری کے حال معلوم ہو چکا تھا جس سے کام لیکر میرے دشمن حالی سٹر لینڈور نے میرے سامنے مسافروں کو یہ سمجھا دیا تھا کہ اس بے ہوشی کی وجہ محض یہ ہے کہ اس نے اپنے خویش و اقارب سے جدا ہوتے وقت بہت زیادہ مشرب الی پی پی تھی۔ پھر اس کے علاوہ اس خیال کے کہ کمیشن میں آئیے بعد میں ضرور لپٹے بار ہیں صحیح حال ان لوگوں سے بیان کروں گا۔ اس نے یہ بھی ان سے کہہ دیا تھا کہ اس کے دماغ میں فتنہ ہے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اس نے ان کو نہ سمجھا یا کہ یہ لڑکا اپنے رشتہ داروں کو دشمن خیال کرتا ہے۔ موجودہ حالت میں ان لوگوں کے روبرو سارا حال بیان کر کے اپنی غلط فہمی سے آگاہ کرنا چونکہ لا محالہ اور بے سود تھا اور اس کے علاوہ وہ چونکہ کسی طرح میری امداد بھی دیکر سکتے تھے۔ اس لئے یہی بہتر معلوم ہوا کہ میں براہ راست کپتان جہاز سے ملوں اور ایسا کرنے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کروں۔

چنانچہ میں ایک میٹر کا، بڑا چھکڑوٹی صحن جہاز تک پہنچا یہ اس جہاز کا درمیانی تختہ تھا انگوٹھوں
 جگہ میں کسی حد تک گرمی تھی۔ تاہم جس درجہ میں ہم لوگ سفر کر رہے تھے۔ وہاں کی نسبت حالت بدرجہا
 بہتر معلوم ہوتی تھی ماس جگہ پہنچکر محکوم پوری طرح معلوم ہو گیا کہ وہ ایک بہت بڑا جہاز ہے۔ جھکڑ کی تیز آواز
 اس جگہ بڑھتی ہوئی شدت کے ساتھ سنائی دیتی تھی ماس کے علاوہ جہاز کی چھتری پر موجوں کے گزرنے
 اور پھٹنے کی آوازیں بھی صاف طور پر کانوں میں آرہی تھیں۔ جن کے ساتھ ہی ہوائی رسول کے کھر کھڑا
 اور مٹاؤں کے ایک سے دوسرے مقام کی طرف جانے کی آوازیں بھی۔ بسناٹا دیتی تھیں۔ اس کے
 ساتھ ہی ان کے منہ سے نکلی ہوئی آوازوں کا شور بڑا تندہ کے شور سے ملتا ہوا کانوں میں آتا تھا۔ تھوڑی سی
 دیر میں اس مقام پر کھڑا جمادات کی عجیب کیفیت کے زیر اثر ان ٹلی جلی آوازوں کو مسترد کر دیا
 حالت میں وہ جوش جو اس طرف آتے ہوئے میرے دماغ میں پیدا ہوا تھا کسی حد تک دب گیا۔ پھر یہ
 بھی میں نے سہا کہ جس وقت میں پورے پورے حالات پکٹان جہاز سے بیان کروں گا۔ تو خواہ سٹر
 لینیو ورنے سے کتنا ہی سہیا یا کو بیگیا مولود سے کتنی ہی بھاری رشوت دی گئی ہو۔ یقینی طور پر وہ
 جھکڑ کی پر تارنے سے انکار نہ کرے گا۔ اس کے باوجود تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد یہ سوال اٹھ
 تازہ ہونے لگا تھا کہ کس لئے خوفناک بڑا یہ ساری بیسٹوکیاں مجھے کدے لگے ہیں؟ کیوں وہ میری جان
 کے دہانے ہوا اور کس نیت سے مجھ کو کسی در افتادہ مقام پر پہنچ دینے کی کوشش کر رہا تھا؟ کئی
 جواب دل میں پیدا ہوتے تھے مگر ان میں اتنی بخش ایک بھی نہیں تھا۔

اس عارضی وقفہ سے فائدہ اٹھا کر جب جہاز نسبتاً حالت سکون میں تھا تو اب بھی دیکھی مد
 تک ایک طرف کو جھکا ہوا نظر آتا تھا میں بڑی مشکل سے ایک درجہ اوپر پرچھا لیکن جس وقت
 چہتری تک پہنچا چاہتا تھا۔ تو ایک ملج کی آواز جو غالباً اپنے اتر رہا تھا سخت بے چین یہ کہتے سنائی
 دی۔ کیوں اس جگہ کیا لینے آئے ہو؟ یہاں پر تم سے ایک منٹ بھی سیدھا ہٹا نہ رہا جائے گا۔
 "لیکن میں کیا کروں اپنے میز آدم گھٹا جاتا تھا" میں نے بہت ادنیٰ آوازیں کہا۔ کیونکہ ہر اکا
 ز اور موجوں کا شور رسول اور بادبانوں کے کھر کھڑنے سے بکرا اس طرح کا مہنگا مہ قیامت برپا

سر رہا تھا کہ آواز سنائی دینی مشکل تھی۔ اس کے علاوہ کپتان صاحب سے کچھ کہنا بھی چاہتا ہوں؛
 "تو میری سرمنی جاؤ" سلاح نے جواب دیا۔ "لیکن یاد رکھو سکر پاؤں تک پانی سے بھیگ
 جاؤ گے لہذا اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو" اور یہ کہتے ہوئے اس نے مجھ کو اوپر کے صحن جہاز پر کھینچ لیا۔
 اس جگہ پہنچ کر ایک ایسا جھپٹا ہوا اس کے ساتھ ہی ایسا اثر آئینہ نظر رہا جیسے کوکھانی دیا
 جو صف الہم وہم نے گارہ سلاح نے مجھ کو اوپر کھینچ کر ایک غریبہ کی مسلح کا سہارا دیدیا اور اس کے بعد
 خود انہی میزموں سے جن کی راہ میں اوپر چڑھا تھا۔ اتر کر نظروں سے غائب ہو گیا۔ جبکہ جلتے وقت
 بیچ کا دروازہ جو میزموں کے اوپر بنا ہوا تھا اس کو بھی بند کر گئے تھے۔ دیکھا وہ ایک بہت بڑا۔
 بہت ہی بڑا چار تھا یعنی اتنا کہ جس کا بچے خیال ہی نہ آ سکتا تھا۔ اس کے تین مستول پیسے تھے
 اور صرف چند یاد بان سمجھنے لگے۔ لیکن اس تیز آمد ہی کے سامنے جو مسلح آئینہ مستطیل کرتی ہوئی
 چلتی تھی۔ وہ بعض لمبے اس نظر آتے تھے۔ وہ گہمی سمندر کی حالت۔ تو میں نہیں جانتا کہ غفلتوں میں
 اس کو بیان کر دوں۔ اس سے پہلے میں نے بعض موقوف پراخیاروں اور کتابوں میں بیٹاؤں کے برابر
 اونچی موجوں کا حال پڑھا تھا اور تب میں اس بیان کو مبالغہ آمیز سمجھا کرتا تھا۔ مگر آج اس نظر کو
 دیکھ کر اس جگہ کی اصل حقیقت واضح ہو گئی۔ ان میں سے ہر ایک لہر کی چوٹی پر سپریم رنگ کے جھگ
 اس طرح موجود تھے۔ جیسے اونچے پہاڑوں پر چبھی ہوئی برف کے تودے۔ فی الحقیقت اس نظام
 سمندر میں جلتا ہوا چار بعینہ اس حالت کا نقشہ پیش کرتا تھا۔ یوگیا پانی کی ناقابل بیان مقدار کسی
 بہت تیز گزرتے ہیں کہول ہی ہوا ایک ہنا بیت چھوٹی سی چیز اس کو سٹے پانی کی سطح پر موجود ہر
 میں نے دینی طرف دیکھا تو اس سے خفگی قریب تھی۔ لیکن بائیں جانب کو اور چار کی سیٹیا
 خشک زمین کا مدنگاہ تک کہیں نشان ہی نظر نہ آتا تھا بہت چوڑا سمندر ہر طرف پھیلا ہوا اور اس
 کا پانی جوش طوفان سے غیر معمولی اونچائی تک اٹھتا دکھائی دیتا تھا۔ جہاز کے سلاح ہر طرف جھاگ
 دوڑ رہے تھے اور ان کی حالت دیکھ کر پہلے میرے اندیشوں نے اس خیال سے ترقی بھی کی۔ کہ
 شاید اس جہاز کو خطرہ عظیم درپیش ہے۔ اور یہ لوگ ہی کا مقابلہ کر لینی تیاری کر رہے ہیں۔

لیکن جس وقت میں ستول کے پٹے رہے تو ایک اٹھ سے مضبوط پکڑے کھڑا تھا اور اس نظر اور عجیب کو جو چاروں طرف پیش آمد تھا حیرت و خفت و ہشت اور سرہنگی کی نظروں سے دیکھتا تھا۔ تو رفتہ رفتہ یہ یقین میرے دل میں جا گرین ہونا شروع ہوا کہ وہ سب مدح مطلق اور لاپرواہ تھے۔ ان کا دھیان سب سے زیادہ اپنے فرض کی انجام دہی پر لگا ہوا تھا جس کو وہ گہری توجہ اور انہماک کے ساتھ کرتے تھے۔ ان کا کوئی فعل ایسا نہ تھا جس سے پایا جاتا کہ وہ غلطی کی موجودگی سے واقف ہیں۔ زمان کی حالت ان آدمیوں سے ملتی تھی۔ جو جانتے ہوں کہ موت ہر خطہ ان کے سرور پر منڈلا رہی ہے اور میں معلوم کوں لمحہ ان کی زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہو۔ اتنے میں ایک ادنیٰ پر رعب آواز کوئی نیا حکم صادر کرتی سنا دی جس کا جواب چہرہ سات ملاحوں نے یک زبان ہو کر دیا۔ بہت چھا اور فوراً اس کام میں مشغول ہو گئے۔ ان کی یہ گہری دھیمی اور غصہ سے لاپرواہی میرے اپنے دل میں احساس اطمینان پیدا کرنے والی ثابت ہوئی میں نے اس مقام کی طرف دیکھا۔ جدھر سے احکام صادر کرنے والی آواز سنی دی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خربہ اندام سرخ چہرہ اور ظاہر اغوش نعل اولیٰ ایک اور بچے مقعر پر کھڑا ہو کر۔ جسے اہل جہاز کی اصطلاح میں پوپ کہتے ہیں۔ بگل کی قسم سے کوئی چیز اٹھ میں نے اس کی راہ سے بولتا اور احکام جاری کرتا ہے۔ اس کے قریب ہی وہ چکر تھا جس کی بدولت جہاز چلایا کرتے ہیں۔ اور اس وقت وہ آدمی اس کے پاس کھڑے کام کر رہے تھے چنانچہ وہ شخص جس کے ہاتھ میں بگل تھا ہر تازہ حکم جاری کرنے سے پہلے ان کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ ہمارے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں جس فیصلہ پر پہنچا یہ تھا کہ غالباً یہی آدمی اس جہاز کا کپتان ہے اور یہ معلوم کرنے کے بعد میں یہ سوچنے لگا کہ اس کے پاس پہنچنے کی کیا صورت ممکن ہو سکتی ہے۔

میں بڑے ستول کے پاس اس لوہے کے بیلن کو پکڑے ہوئے کھڑا تھا جس کے گرد ایک مضبوط رس بندھا ہوا تھا اور چار اس زور سے حرکت کرتا تھا کہ میرے لئے کسی چیز کا سہارا لینے بغیر چلنا ایک طرف سیدھا کھڑے رہنا جی محال تھا۔ ہر لحظہ جھاک کی بہت سی

مقدار ایک کر صبح چہار بجے آگرتی تھی اور بعض اوقات کوئی بہت اونچی لہر اس زور کے ساتھ جہاز سے ٹکراتی تھی کہ وہ اس کے صدر سے ایک سے دو کسے سرے تک ہل جاتا تھا۔ اس کا چلی حصہ زور سے چڑھتا مستول تیز آندھی کے سامنے جھک کر چھٹی ہوئی آوازوں کا شور پیدا کرتے اور سیال کھڑکھڑاتی تھیں۔ ان کے علاوہ موجوں کا شور ہوا کے زور سے مل کر ایک ایسا عجیب اور خوف سماں پیدا کر دیتا تھا کہ اس حیرت انگیز لٹلاہ کو پہلے مرتبہ دیکھ کر حیرت سرسبگی اور دہشت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

لیکن تھوڑی دیر اس جگہ پہنچے مئے سکے بعد میں نے معلوم کیا کہ وقت قلیل ہے کہ بعد مختلف اوقات میں جہاز کی حرکت قدرے مدہم ہو جاتی ہے پس میں کچھ عرصہ اسی طرح کے موقع کا منتظر رہا اور جب پھر ایک بار جہاز کی تیز حرکت تھی تو تیز چیکر اس مقام کی طرف گیا جہاں کپتان جہاز کھڑا تھا۔ میں اس موقع پر ایک بہت اونچی لہر مجھے جہاز کے اوپر لے گئی جس سے میرے جسم پر کپڑے جھیک گئے لیکن مجھے اس کی چیزاں پر دانا تھی۔ کیونکہ اسی وقت مجھے پانی سے جھیک کر کسی طرح کی سردی محسوس نہیں ہوئی بات یہ ہے کہ شدت جوش کے باعث میرے بدن میں تپ کی سی حرارت پیدا ہو گئی تھی بغیر جس طرح میں ملے تھا میں آخر کار اس مقام تک جا پہنچا جہاں کپتان کپڑا احکام صادر کر دیتا تھا اور ایک سے کوسا رے کے لئے مضبوط پکڑ لیا۔

کپتان نے صرف ایک بار میری طرف دیکھا۔ اس کے بعد کہنے لگا "نوجوان آدمی۔ اس جگہ نہ ٹھہرو اور فوراً چلے جاؤ کیونکہ موسم ہر لمحہ خراب ہوتا جا رہا ہے" اور پھر اس گفتگو کو اتنا ہی چھوڑ کر اس نے اونچی آواز سے کوئی تازہ حکم صادر کیا۔

"بہت اچھا" کئی ملاحوں نے یکے بعد دیگر جواب دیا اور ان کی ملی ہوئی آوازیں جھبک کے شہر کو حیرتی ہوئی خوش آئند سنائی دیں۔ چنانچہ ایک تھانے کے عرصہ میں جب سات ملاح اس کلمہ کہنے لگے جس کے لئے کپتان نے ان کو حکم دیا تھا۔

میں نے اس بہت سے فائدہ اٹھا کر کپتان سے کہا "میرا دل سے تھوڑی دیر تھکوا اس جگہ

مہر اپنے دیکھنے میں پہنچے گری میں واپس نہیں جاسکتا۔ اس کے علاوہ میں آپ سے کہہ کہنا چاہتا ہوں۔
 "بہت اچھا" اس نے کسی تدریجی سے جواب دیا۔ "تم اگر چاہتے ہو تو مہر سے رہو لیکن خبردار
 کسی چیز کو مضبوط پکڑے رکھنا۔ ورنہ خطرہ کا احتمال ہے" اور اس کے بعد اس نے کچھ اور احکام جاری
 کئے شروع کئے جس سے اس کی توجہ و دین منٹ کے لئے میری طرف سے بالکل ہٹ گئی۔

مستول کے دہن میں کھڑا ہوا اس ایک بہت موٹے مرد کو مضبوط پکڑے تھوڑی دیر کپتان
 جہاز کے چہرہ کو گہری توجہ سے دیکھتا رہا۔ میں اس ورید سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ میری اس
 درخواست کو جو میں پیش کرنا چاہتا تھا قبول کرے گا؟ اور پچھلے سال تک بیچتا منظور کرے گا؟
 جس وقت میں نے پہلی مرتبہ اس کو فائدہ سے دیکھا۔ توجہ اس کی صورت پر خوش مزاجی کے آثار
 نظر آئے تھے۔ لیکن اب پاس جا کر زیادہ غور کے ساتھ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کے چہرہ کی گولائی
 اور نرمی محض اس کی عمر کی صفت اور اوقات کا نشان تھی۔ ورنہ اس کی نگاہیں خشونت پائی جاتی تھیں
 اور اس کے چہرہ کے آثار اس بات کا پتہ دیتے تھے کہ وہ سب طرحی ورنی فیصلہ کرنے کا عادی ہے
 اور جب ایک بار کسی سوال کو ایک طرح سے کر دے۔ تو پھر اس فیصلہ سے پیچھے ہٹنا نہیں جانتا۔ اس
 کے ساتھ ہی یہ سمیت نامک خیال بھی میرے دل میں پیدا ہوا۔ کہ شاید اس کا جہاز سیدنا اس مقام کی طرف
 چلتا جائے گا۔ جہاں اس کو جانا ہے۔ رستہ میں کسی انگریزی مندرگاہ پر نہ ٹھہرے گا۔ اپنی اس محدود
 جزائری واقفیت کی بنا پر جو محض کوہِ قلم میں حاصل ہوئی تھی میں آخر کار اس نتیجہ پر پہنچا یہ تھا۔
 کہ رام کیٹ سے گزر جانے کے بعد ڈیل اور ڈوڈریہ دو قریبی مقام ہیں جن میں جہاز خشکی کے
 پاس ٹھہر سکتا ہے۔ اس کے بعد میں نے خشکی کی طرف دیکھا۔ جہاں ان ادنیٰ کے کاروں سے بچنے کے لئے
 جن پر کسی قسم کی عمارت بنی ہوئی تھی جو میرے خیال میں روشنی کا مینار تھا۔ ایک مغربی چکر کاٹا تھا
 اس سے میں نے اندازہ کیا کہ غالباً اسی مقام کا نام ہارٹھ فریڈ ہے جن کا ذکر میری کہیں کے کسی
 سفر نے کیا تھا۔

"کپتان صاحب" میں نے اس کی خاموشی کے ایک عارضی وقفہ سے فائدہ اٹھا کر کہا اور

اس نے میری آواز سن کر ملبی سے میری طرف آنکھیں پھیر لی جس طرح جی مکن ہو آپ مجھے نکلی پر
 پہنچا دیں۔ دراصل مجھ کو میری منشا کے خلاف اس جہاز پر روانہ کیا گیا ہے۔ مجھ سے سخت دھوکا باری
 کی گئی ہے۔ فی الحقیقت جو لوگ مجھے چھوڑنے کے آئے۔ وہ مجھ کو شراب پلا کر مدہوش کر چکے تھے۔
 یہ ابغا غامیس نے شور مچا کر پر غالب آنے کی کوشش کئے ہوئے غیر معمولی اور پھی آواز سے کہے۔
 ”لڑکے بکواس نہ کر، کپتان نے جھٹکا کر مجھ سے کہا۔“ مجھے تیری ان بے پردہ باتوں کو سننے

کا ان کا جواب دینے کی فرصت نہیں ہے۔ نیز اپنا ماموں تیری نسبت سارے حالات پہنچے ہی بیان
 کر گیا تھا۔ اس نے تیری یہ چھوٹی سچی باتیں میرے دل پر کوئی اثر پیدا نہ کر سکیں گی اور تم اس وقت
 تک میری حفاظت میں رہو گے۔ حتیٰ کہ یہ جہاز نیز ساؤتھ ویلز کے بندر جیکسن میں سمجھاٹ لگا لیا نہ ہو
 اس جگہ تم کو تمہارے رشتہ داروں کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ پھر وہ جانیں اور ان کا کام۔“

لیکن بندہ نواز میر کوئی رشتہ دار اس جگہ نہیں رہتا۔ میں نے پر دشت انداز سے کہا
 ”یہ سب ساسی غونگ سا سازش کا ایک سلسلہ ہے۔ جو میرے برخلاف سوچی گئی ہے۔“

”خبردار!... دیکھو پانی آتا ہے!“ کپتان نے گرجتے ہوئے کہا اور عین اس وقت پانی
 کی ایک بہت بڑی لہر اس زور سے تھکتے چار پر بھٹی کہ میں بے اختیار چوٹی فرش پر گر پڑا۔ لیکن گو
 مجھے اپنا دم گھٹت معلوم ہوا اور چند لمحوں کے لئے وہی کیفیت طاری ہو گئی۔ جو کسی بد نصیب کی
 غرق ہونے کے وقت ہوا کرتی ہے۔ تو میں نے لوہے کے ستون کو بڑی مضبوطی سے پکڑ لیا۔
 آخر جب لہر کا پانی پھر ایک بار قہقہے مٹ گیا۔ تو کپتان نے سختی سے مجھ کو کہا: ”بس اب
 بہتر یہی ہے کہ تم تنہا تر جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو تم یعنی طہ پر پانی کے ساتھ ہمارے ساتھ کیا تم دیکھتے
 نہیں ہو کہ ہم کی حالت دیکھتے ہو۔ بدتر ہوتی جا رہی ہے۔“

”جی بلیک ہوتی جا رہی ہے۔“ ان دو آدمیوں میں سے ایک نے کہا جو چکر کے پاس متدین تھے
 لیکن اگر ان چاروں کی یعنی میری کپتان اور ان دو آدمیوں کی حالت پانی میں ڈوبے ہوئے
 چروں سے ملتی تھی۔ تاہم وہ تینوں سا محذورہ ملاح کی طرح اپنی حالت سے بالکل لاپرواہ تھے جانا کہ

میں سردی محسوس نہ کرتے ہوئے بھی کیلے کپڑوں کی وجہ سے سخت پریشانی محسوس کر رہا تھا۔
 "کیا تم سننے نہیں ہو؟ کپتان نے پھر ایک بار سختی سے کہا۔ جاؤ جاؤ کے اپنی کیمپ میں آرام
 کرو۔ جاؤ فوراً اپنے جاؤ اور اس کے بعد پھر ایک بار اس نے وہی جملہ تکرار کیا جو میرے لگا کے
 گرجتی ہوئی آواز میں تازہ احکام جاری کرتے شروع کر دیئے۔ کیونکہ اس اثنا میں ہوا کی تندی اور
 زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اور کئی اور بادبان ت کئے جانے لگے۔

"ہائیں" میں نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا۔ اور اس وقت یا دہی نے میرے اندر وہ غیر معمولی
 دلیری پیدا کر دی جو خود میرے لئے باعث حیرت تھی۔ "میں ہرگز تپنے نہ جاؤں گا میں ہرگز ہرگز
 اس جہاز میں سفر نہیں چاہتا۔"

"لیکن اس میں تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے کا کوئی سوال نہیں۔ کپتان نے غصہ سے سخت
 جہاز پر پیر مارنے ہوئے کہا۔ کم از کم فی الحال تم کو اسی جگہ ٹھہرنا پڑے گا۔ کیونکہ میں اگر تم کو شکنجے پر
 اتارنے کا فیصلہ بھی کروں تو عملی طور پر ایسا نہیں کر سکتا۔ عزم کی وجہ وہ خواب حالت میں جہاز
 کو کسی نیدر گاہ میں لے جانا خارج از بحث ہے۔ وہ کیا ٹنگڑے لے کر اسال۔ تو ڈانڈن میں پہنچے ہیں
 اس کا خیال بھی دل میں نہیں لایا جاسکتا۔ البتہ ڈانڈن میں پیچیدگی جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو سونگھا
 اور اس کے بعد جو کچھ مجھے کرنا ہو گا۔ اس کا بھی فیصلہ کروں گا۔"

کپتان کے آخری الفاظ سے کسی حد تک یوری دھیمی ہو گئی۔ کچھ معلوم تھا کہ ڈانڈن
 کا وہ مقام جس کا کپتان نے ذکر کیا۔ ڈیل اور گڈون سینڈس کے درمیان ٹنگڑے لے کے لئے
 ہر طرح محفوظ ہے۔ غالباً کپتان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے جہاز کو اس وقت تک اسی
 محفوظ مقام میں ٹنگڑا انداز رکھے گا جتنی کہ طوفان گزر جائے یا اس کی شدت میں کمی واقع ہو۔
 علاوہ بریں اس کا یہ کہنا کہ میں وہاں پیچیدگی نہیں دہستان منوں گا۔ ایک اور وجہ سے بھی
 میرے لئے باعث تسکین تھا۔ کیونکہ اس سے میرے دل کو پورا یقین ہو گیا کہ اس کے ردِ
 مار سے حالات بیان کر کے اپنے نام نہاد ماحول کی عمارت سازش کو پوری طرح واضح کر سکتا ہوں۔

چنانچہ اس خیال سے کہ میری مندراس کو مار گئی کا موقع نہ دے میں نے جہاز کی حرکت بذراستی کم ہوتے دیکھ کر پطرسی مقام کی طرف لٹنا شروع کیا۔ جہاں پہنچے اترنے کا راستہ بنا ہوا تھا۔ لیکن اس دوران میں ہوا کی شدت چونکہ غیر معمولی طور پر بڑھ چکی تھی تنگ دس دس سو سویت ناک ٹیڈی چل کر رہی تھیں۔ جہاز بھی زیادہ تیز حرکت کرنے لگا تھا اور لہریں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد صحن جہاز پر آکے پھینتی تھیں۔ اس لئے میری دلہی کا عمل غیر معمولی سست اور دقت طلب ثابت ہوا۔ تاہم میں نے دیکھا کہ جس تیزی سے طوفان کی شدت بڑھ رہی تھی۔ اسی پھرتی سے مطلع لپٹنے کا موں کو سر انجام دینے میں مشغول تھے اور اسی سرعت رفتا سے کپتان کے احکام ترقی کو رہتے تھے۔ بہر حال کسی طرح کی معمولی نہ کپتان کے بھی اور دلاہوں کے کام کرنے کے طریقہ میں پانی جاتی تھی سب کام غیر معمولی ضبط و سکون کے ساتھ ہو رہا تھا۔ اسی خطرناک حالت میں بھی عمدہ جہاز کے انداز سے کسی طرح کا اضطراب یا بے چینی ظاہر نہ ہوتی تھی۔

کپتان کا حکم پا کر میں اس مقام کی طرف تو ہویا۔ جہاں پہنچے جانے کا دروازہ بنا ہوا تھا۔ مگر آدھ راستے کے جتنا جیت ٹھہر گیا۔ کیونکہ پھر ایک بار اسی گندی اور کیفیت ہوا میں جانے کا خیال جس سے باہر نکلا تھا۔ میرے لئے سخت ذہنی تکلیف کا باعث تھا۔ ماس کے علاوہ ایک خیال اور بھی میرے دل میں پیدا ہوا۔ یعنی یہ کہ اگر بدترین حالات پیش آئے اور جہاز تھمتا سے اس طوفان قیامت خیز کا مقابلہ نہ کر سکے۔ تو اسی حالت میں میرے لئے صحن جہاز پر رہتے ہوئے بچنے اور جہ کی کسین میں بند ہونے کے مقابلہ میں بچاؤ کی بہت زیادہ امید تھی۔ اس اثنا میں تختہ جہاز پر ملاہوں کی مصروفیت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ میری موجودگی کا کسی کو خیال ہی نہ تھا۔ پس پہنچے اترنے کے دروازہ کی طرف جانے کی بجائے میں بڑے ستول کے پاس بیٹھ کر اس خیال سے اس کے پیچھے چھپ گیا کہ کپتان کو میری موجودگی کا حال معلوم نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ یہ جگہ اس کی نظر دل سے بالکل پوشیدہ تھی۔ پھر اس جگہ تختہ جہاز پر جمعہ میں نے ایک بہت موٹے رے کو دو نوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ میں بہرہ نہ تھا میں اب کمر دہی نہ تھا ماس کے

باد و لاقعد اندیشے میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے جس طرح مکھن ہویں نے اپنی جان کی حفاظت کا حکم ارادہ کر لیا عہد گذشتہ کے واقعات تصویروں کی مانند دماغ کے سامنے سے گزرنے لگے۔ ہر چیز کسی وجہ نامعلوم سے ایک آدمی میرے درپے آزار تھا تاہم میں اس آدمی کی بیٹی کی خاطر رنج و مزاج میں جانی ثابت ہو رہا تھا اندوہنا چاہتا تھا چنانچہ اس جگہ سبکیں بڑی دیر تک تاد مطلق کے معنوں میں اپنی مخالفت اور درازی طو کیلئے دعا کرتا رہا۔

رفتہ رفتہ گرد و نواح کے حالات بھیا تک صورت اختیار کرنے لگے۔ جنگ عناصر نے اتنی مہیب صورت اختیار کی کہ میں اس کا نقشہ صحیح طور پر لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ سطح آسمان پر کالے بادل اس طرح تیزی کے ساتھ چہانگے کہ معلوم ہوتا تھا ایک سیاہ چادر مدنگاہ تک پھیلی ہوئی ہے۔ طوفان کی طوفانک طاقتیں جس کے اندھیرے کی پشت پر چھپی ہوئی ہیں بندر کسی پھرے ہوئے دیو کی مانند جوش و خروش ظاہر کرتا تھا اور بحری مرفا بیوں کے پردوں سے بھی زیادہ سپید مہاگ ہردوں کی چوٹیوں پہاڑتے نظر آتے تھے۔ آندھ کی تیزی اس درجہ بڑھ چکی تھی کہ وہ عالی شان جہاز تاب مقابلہ نہ کر سکی چہرے سے ڈاک کی مانند طوفان خیز موجوں پر بے تابانہ حرکت کر رہا تھا۔ اوقات بید میں موجوں کی پشت پر دابنے لگانے کی سمت میں خشک زمین جس کی سیاہی کو کھربا میٹی کے سپید پینے پور سے طور پر نمایاں کرتے تھے۔ نظر آجاتی تھی۔ لیکن اس کے بعد دفعتاً جس وقت پانی کی ہر جہاز کے پیچھے سے ہر کھل جاتی اور جہاز پھر ایک بار اصلی سطح پر آجاتا۔ تو چاروں طرف کھوٹا ہوا پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا۔ طاعون نے کپتان کا حکم پاکر کچھ اور بادبان اتار دیئے۔ اتنے میں ایک آدمی نے جھکومتوں کی آجھل میں چھپے ہوئے دیکھ لیا تھا چنانچہ اس نے ہوا میں میری مجھ کو پہنچنے اتر جانے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی گالی دیکر کہنے لگا۔ کہ جب کسی دور سے مسافر کو اچر آنے نہیں دیا گیا۔ تو تم کیوں اس جگہ آئے ہو؟ چنانچہ بیڑیوں کا دروازہ بھی اسی فیال سے بند رکھا گیا ہے کہ کوئی اوپر نہ آنے پائے میں نے بہت اس سے کہا کہ آج ہی جگہ رہنے دو۔

میں اس معنایت کے لئے تازلیت شکر گزار رہوں گا۔ تاہم میرا خیال ہے کہ وہ ضرور مجھے پہنچے
 اتر جانے پر بھجور کر تا۔ مگر ایک فوری کام اسے جہاز کے ایک اور حصہ میں لے جانے کا ذریعہ
 ثابت نہ ہوتا۔ اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ معین جہاز کے اس حصہ میں جدہ میں
 اس وقت کھڑا تھا وہ بڑی کشتیاں مولشی اور بغیروں سے بھری ہوئی رکھی تھیں جس وقت
 طوفان کی برسی ہوئی شدت کی وجہ سے جہاز کی حرکت تیز ہوتی تو بغیب حیوان بڑے
 زور سے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے اور دردناک آوازیں پیدا کرتے تھے اس کے علاوہ
 کئی ٹاپے مرغیوں سے بھرے ہوئے اس جگہ موجود تھے لیکن پانی کے بار بار معین جہاز پر پھر
 پلنے کی وجہ سے ہمارے ہاؤنیم غرقابی کی حالت میں قریب الگ پڑے تھے۔

رامسیگٹ غوڑی دیر پہلے دائیں طرف کو ہمارے پیچھے رہ گیا تھا اور مجھ کو معلوم
 تھا کہ جہاز اب ڈائمنڈ کے قریب پہنچنے لگا ہے۔ دفعتاً شور برپا ہوا کہ جہاز میں پانی داخل
 ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اسی وقت پیپوں کی مدد سے پانی نکالنے کی کوشش شروع کی گئی۔
 اور ملاحوں نے اس سلسلہ میں ادھر سے ادھر جانا شروع کیا میں نے کئی شخصوں کو روک کر ان کی
 زبانی معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کیا کوئی بڑا خطرہ جہاز کو درپیش ہے مگر یا تو انہوں نے
 میرے سوال کو سننا ہی نہیں یا قصداً لاپرواہی سے ان سے انکار دیا ہر حال کسی نے میری بات
 کا جواب دینے کی پروا نہیں کی۔ اتنے میں پھر ایک بار مجھ کو پہنچنے اتر جانے کا حکم دیا گیا اور
 اچھی وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید اگر میں کوئی کام کرنے لگ جاؤں تو یہ لوگ
 مجھے اس جگہ مٹھرنے کی اجازت دیدیں۔ چنانچہ جلد ہی سے اٹھ کر میں ایک پرپ کے پاس گیا
 اور اس کو اس قدر تیزی اور جھجھکی سے چلانا شروع کیا کہ اکثر ملاحوں کے منہ سے الفاظ گین
 بلند ہوئے میں اس امتیازی مشقت کو جاری رکھے ہوئے تھا۔ گو میری طاقت بڑی حد
 تک ذائل ہونے لگی تھی کہ دفعتاً میں ایک صدمہ عظیم کی وجہ سے تختہ جہاز پر گر پڑا اور اس
 کے فوراً بعد ایک بہت بڑی لہر معین جہاز پر آکر چھوٹی۔ بعد کا حال اتنا ہی عجیبو یاد ہے کہ

کوئی نامعلوم طاقت مجھ پر غیب کو گھپ اندھیرے میں آگے ہی آگے دھکیلنے لگی اور اس وقت خیال کی تیزی سے یہ اندیشہ ... یہ خوفناک صبح فرسائدیشہ میرے دل میں پیدا ہو کر میں پانی کے زور سے سمندر کی طرف بہا چلا جاتا ہوں۔ اور اب کوئی طاقت مجھے بچا نہیں سکتی یا سہیال سے کہیں کسی چیز کو پکڑ کر شاید زندہ بچ سکوں۔ میں نے بے بسی کے عالم میں ادھر ادھر ہاتھ پھیلائے کی کوشش شروع کی۔ اس وقت دفعتاً میرا ہاتھ کسی چیز کو لگا جسے میں نے مایوسی کی طاقت سے پوری مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا ایک لمحہ کے عرصہ میں وہ تاریکی جو میرے پانی میں گھر جانے سے پیدا ہوئی تھی بے ہوئی اور پھر ایک بار دن کی روشنی نظر آنے لگی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میں سطح آب پر بہہ رہا ہوں لیکن ... آٹ۔ میرے خدا! میں پانی کے ساتھ ساتھ بہہ کر جازسے بہت دور نکل آیا تھا۔ اور اس وقت صرف ایک مرنے کا ٹاپہ میرے ہاتھ میں تھا بس یہی وہ چیز تھی جسے میں نے عالم یا اس میں بڑی مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا جس کی مدد سے میں اس وقت پانی کی سطح پر تیر رہا تھا۔

اس حالت کو دیکھ کر جو کیفیت میرے دل و دماغ کی ہوئی جس طرح لا تعداد اندیشے میری صبح کو پریشان کرنے لگے اور جو خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے ان سب کا حال بیان کرنا میرے لئے ناممکن ہے۔ تو جی جس طرح وہ تباہ و آدمی تنے کا سہارا ہی کافی سمجھتا ہے۔ میں نے اس ناپے کو بڑی استواری کے ساتھ پکڑے رکھا۔ کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ میرے اذیتنا موت کے درمیان اب وہی صفاصل ہے۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ پرشور موجیں دیوار دار خباز کے ساتھ ٹکراتی تھیں اور وہ بے حرکت ایک مقام پر پکڑا ہوا اس سے معلوم ہو گیا کہ غائب و گمزدون سمیڈس کے پاس پچھلے تیلی زمین کے ساتھ لگ گیا ہے کیونکہ یہی وہ خوفناک مقام ہے جہاں لا تعداد جہاز تلف ہوئے ہیں اور جہاں اتنی دلت جو دنیا کی ساری آبادی کو مغلسی سے نکال کر درجہ تول پر پہنچا سکتی صنایع ہوئی ہے ہشیار جانیں اس فونی مقام کی مصیبت ہو چکی ہیں ... لیکن حالات پیش آمد میں میرے لئے

اس سلسلہ فیال کو بہت عرصہ تک جاری رکھنا غیر ممکن تھا کیونکہ میری اپنی زندگی خطرہ میں تھی صرف وہ لکڑی کا بنا ہوا کمزور ناپا میرے اور غرقابی کی موت کے درمیان حائل تھا۔

اہرین حیرت انگیز تیزی رفتار سے اٹھ رہی تھیں اور ان کے جواگ اڑاڑک میرے سر پر گرتے تھے جب کبھی میں بہرہ کی درمیان کی گہرائی میں گرتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت کا اندھیرا نظروں کے سامنے بھار رہا ہے لیکن جب کوئی بہت ادبھی ہر بجے اپنی بندی پر اٹھا لیتی تو میری نگاہ بے اختیار سی میں غرق ہوتے ہوئے جوار کی طرف جاتی جس کے اطراف میں پشیرہ مویں زور سے ساتھ اٹھتی اور اس کے پہلوؤں سے ٹکراتی نظر آتی تھیں۔ پہلی بار جب میں نے اسے دیکھا تو صرف ایک متول غائب عقاد دوسری بار دوسرا غائب ہو گیا مگر تیسری بار قطعاً مفاتی ہو گئی میں نہیں جانتا۔ یہ میلاد ہم تھا یا کیا بہر حال جوش طوفان میں بھیجی ہوئی دردناک چیخوں کی آواز میرے کانوں میں آرہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ڈوبتے ہوئے مردوں اور تلوں اور بچوں کا شور جوش عناصر کی تہیں چھپا ہوا سنائی دیتا ہو لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ آوازیں جو کچھ کو سنائی دین حقیقی تھیں یا فرضی تاہم محکوم وہ اس طرح معلوم ہوئے۔ گویا حقیقت میں سنائی دیتی ہوں چنانچہ اب بھی جب اس ہولناک سانس کو پیش آئے سا ہا سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور جب اس خوفناک نظارہ کی یاد تازہ ہوتی ہے تو ان چیخوں کا شور میرے دماغ میں گونج پیدا کرتا سنانی دیتا ہے ادیں یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ آوازیں جو کچھ کو سنائی دیا اصلی اور حقیقی تھیں۔

اسے میں جوار کی تیز ہر محکوم اپنے ساتھ ہونے لگی تھی میرے ہاتھ شل ہو رہے تھے۔ تو بھی میں اس ٹاپے کو بڑی مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے تھا۔ کیونکہ کچھ معلوم تھا کہ میری زندگی کا دارومدار اس ٹاپے کی سلامتی پر ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ میری طاقت ٹھنسنے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا زندگی آہستہ آہستہ میرے بدن سے خارج ہونے لگی ہے جیسے پہاڑیوں سے ہوتا معلوم ہوا جوش طوفان کی آوازیں مدہم اور غیر واضح ہونے لگیں تھیں کسا خراکار

صرف ایک لمحہ اور حشوت فیز شہر بچے اپنے کانوں میں آتا معلوم ہوتا تھا کہ جھکنا یا دھبے کو اس وقت بھی جب میرے خیالات کی انجمن ہر لحظہ ڈھبتی جا رہی تھی۔ تو ایک تصویر تب ہی میرے ذہن میں واضح اور صحت باقی تھی اور وہ انیل کی تصویر تھی؛ بہر حال اس حالت میں پھر کبھی جھکنا اس تصویر کا اصل دیکھنے کی امید نہ تھی۔ نئی الحقیقت امید کا احساس ہی میرے اندر تعلق ہو چکا تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ میں اپنی اہلی حالت پر غور کرنے کے ناقابل قصاصہ بنی تو نے اس ہو گئے تھے البتہ طاعن ہری مردہ بدن میں زندگی کا ایک شذر رہا باقی تھا اور اس کی روشنی میں جو چیز جھکنا نظر آتی تھی وہ میری انیل کی دلربا تصویر تھی۔

دوستانہ ایک انسانی آواز نے جھکنا اس خواب کی سی حالت سے چونکا دیا۔ زندگی کا بچتا ہوا شذر اس آواز کو سن کر پھر روشن ہوا۔ جب ایک ادبھی ہر جگہ اپنی چوٹی پر بیکراٹھی تو کچھ قہقہے فاصلہ پر ایک کشتی نظر آئی صرف ایک باد بان جس میں تناہوا تھا۔ بچے ایسا معلوم ہوا۔ گویا ایک آدمی اس میں کھڑا دال میں ستر کی کوئی اور چیز نکالتا اور بچے انداز قریب ہونے کا یقینی دلانا چاہتا ہے۔ ایک لحظے کے عرصہ تک میں مجھ کو اس کشتی پر بھیج دیا گیا اور اس وقت فوری خطرہ سے ٹھکر سلاہتی کی منزل پہ پہنچ جانے کے احساس نے مجھ کو اس طے کے مراجمانہ اثرات پیدا کئے کہ میں پھر ایک بار غش کر گیا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو دکھائی دے رہا تھا کہ ایک جہاز کے پاس کھڑی تھی جس کے بعد فوراً ہی مجھ کو کشتی سے نرکا نکر کسی جہاز پر پہنچا یا گیا۔ ایسا انداز چہرے جن پر موسم کی سردی اور گرمی کے اثرات نمایاں تھے میرے اوپر چھپک کے نظر میں نہ سے دیکھنے لگے اور ان کی نگاہ سے میری حیرت انگیز سلامتی پر مبارکباد کے فاضل الفاظ ادا ہوئے مگر جب اس کے بعد ان لوگوں نے جھکنا غائب ہونے کی کوشش کی تو معلوم ہوا ان کی بولی مختلف تھی اور وہ کسی اور ملک کے باشندے تھے۔ میرے اپنے الفاظ یقیناً ان کے لئے ناقابل فہم ہوتے تھے۔ ہم نے نگاہ سے جہاز تک ممکن تھا اس کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کی اور اس کے ساتھ ہی اس قانون کا شکر ادا کیا جس نے اس عجیب اور حیرت انگیز طریقہ پر بچے مرمت کے مسئلہ سے نکلانا تھا جلدی ہی چٹائی مجھے پہنان کی کہ میں یہ لگے میرے گیلے کپڑے اتار کر صاف کپڑے پہنانے کے پھر مجھے بہتر پو

مٹا دیا گیا۔ اور طاقت بخش دوا میں دی جاسے لگیں۔ چونکہ میں ذہنی اور جسمانی طور پر بالکل شکستہ تھا اس لئے صلیبی ہی آنکھ لگ گئی۔ اود میں کئی گھنٹے بے خبر سو تا رہا۔ پھر جب آنکھ کھلی۔ تو میں تازہ دم ہو چکا تھا اس وقت میرے لئے کھانا بھی لایا گیا اور اس کے کھا کر میرے تن مرو جہن کی جان گئی۔

معلوم ہوا جہاز، اپنے مکان ٹوٹی ہوئی انگریزی دلت اور کسی حد تک اس زبان کو سمجھنے والوں کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ ایک دلنڈہ نری جہاز ہے۔ اور اس وقت راولپنڈی کی طرف جارہا ہے جس جہاز پر مجھ کو ایک وال میں سوا کر لیا گیا۔ اور جیسے نکلی انکھوں سے غرق ہوئے دیکھا تھا اس کے باوجود میں اس طرح کے سوالات پوچھتے ہوئے میرے جی کو سخت مضرت ہوتی تھی۔ تو ابی میں خیال ہے ان لوگوں سے میری نگاہ سے معلوم کر لیا ہوگا کہ میں اس جہاز کے انجام کے بارے میں صحیح حالات نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ نیکدل کپتان نے دیکھا ہی ہوئی انکھوں سے بیان کیا کہ ہم لوگوں نے انداز کے ساتھ کشتیاں بھی تھیں۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ جہاز کے قریب پہنچ سکیں جہاز جوٹ ٹوٹا رہا ہے۔ پاش ہو گیا اور ملاحوں اور مسافروں میں سے کوئی ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا۔ صرف میں ہی ایک ایسا خوش نصیب تھا جو حالات کے معجزہ اثرات سے زندہ رہ گیا۔ ورنہ جس قدر آدمی اس جہاز پر سوار تھے۔ وہ سب .. . محض اندازہ کے طور پر نہیں بلکہ یقیناً اور حقیقتاً غرق ہوئے۔ ہر چند وہ لوگ جو اس جہاز پر سوار تھے ان کے سب میرے لئے جہنمی تھے۔ تاہم اس سانحہ کو سن کر میری اپنی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے اور پھر ایک بار میں نے اس تادمطلق کا شکریہ ادا کیا جو اپنے ناقابل فہم طریقوں پر انسان کی زندگی اور موت کے سوالوں کو طے کیا کرتا ہے۔

باب ۴۲ - سکاٹ لینڈ

دلنڈہ نری کپتان کے رد و بردان حالات کی تفصیل غیر ضروری تھی جن میں مجھ کو غرق ہونے والے جہاز پر

سرا کر لایا تھا پس یہ قصہ اس بار میں قاضی ردا۔ ناظرین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مریض خاص وجہ
 ایسی تھیں جن سے میں مشر لینور کو اس کے کینہ آمیز دہشت خیز حملوں کے باوجود سزاؤں سے ہمیشہ محفوظ
 رکھنا چاہتا تھا۔ نیپل کی خاطر میں ان سب مصیبتوں اور تکلیفوں کیلئے ان سے بھی وہ چند زیادہ آفتوں
 کو بخوشی برداشت کرنے کے لئے آمادہ تھا پس میں نے اس نئے جہاز کے کپتان سے معنی اس قدر
 بیان کرنا کافی سمجھا کہ میں نارکان وطن کی ایک جماعت کے ساتھ اس جہاز پر سفر کر رہا تھا۔ مگر اب اپنا
 عزم فرطیح کر کے جب قدر جہد ممکن ہو۔ اس انگلستان پہنچ جانا چاہتا ہوں۔ اس کا مطلب قدرتی طور پر
 یہی سمجھا گیا کہ میرا ایک باب چونکہ غرق شدہ جہاز کے ساتھ کثرت ہو چکا ہے۔ اس لئے میں سفر جاری رکھنا
 نہیں چاہتا اور میں نے بھی اس غلط فہمی کی اصلاح ضروری نہ سمجھی۔ اس کے باوجود میرا خیال تھا کہ مجھ کو
 جہاز پر سوار کرانے وقت مشر لینور سنے دیکھا دے سکے۔ نیز باقی مسافروں کا اطمینان کرانے کی غرض
 سے کپتان کی ایک صندوق۔۔۔ میرے لئے جہاز پر رکھا دیا۔ مگر بغیر اندیزی جہاز میں نے جو ایک
 ڈرائیو تک باطن رحمدل آدمی تھا۔ مجھ کو سہولت سہولت دی اور سب کے راز کو دم پہنچا۔ ضرورتیں انگلستان پہنچنے
 میں سب انتظام کر دیا۔ مگر اب یہاں تک سمجھا جاسکتا ہے میں نے اس عنایت کا تول سے شکریہ ادا کیا۔
 انصاف ہمارا جہاز وقت مقرر پر کسی نئے حادثے کے بغیر انڈوم پہنچ گیا اور کپتان نے جو رزم
 ثبات کا محسوس تھا۔ مجھے اپنے ساتھ گھر چلے پر عجیب کر دیا۔ چونکہ وہ تین سال کے بچے سفر کے بعد واپس آیا
 تھا اس لئے اس کے اپنے کینہ سے دوبارہ ملنے کا نظارہ ایک ہی وقت میں بڑا رقت انگیز اور جرح خیز
 تھا۔ اس کی بی بی خوبصورت۔ مگر لاد بدن کی عورت تھی اور ان کے چار پانچ چوٹے بچے تھے جو سب
 اس سے دوبارہ ملکر بہت خوش ہوئے۔ معلوم ہوا اس کا جہاز داؤد میرہ کئی و درافتہ وہ جزیروں
 کی سیاحت کر کے آیا تھا۔ کپتان کو اصرار تھا کہ بچائے صحت کی غرض سے مجھے چند دن اس کے ہاں
 ہان دہنا چاہئے۔ اور گو میں نے بہت زحمت کی۔ تاہم آخر کار اس کی بڑی ہولی عنایت کے روبرو سرخیم
 زاپڑا ایک ایسے بچے سفر کے بعد واپس آنے پر کپتان کو کئی دن تک مصروفیت رہی۔ بدن میں کئی
 نئی بار بند لگا۔ پر جان اور مارکان جہاز کے دفتر سے پھیرے کرنا پڑتا تھا۔ کئی ایک کام تھے۔ جن میں

میں گرتے ہی پڑا کرنا تھا۔ بہر حال جب چند دن کے بعد اس کو ان کاموں سے فراغت ہوئی۔ تو اس نے میری نسبت استغناات تشریف کئے۔ رات تک اس کے سوالات محض یہی تھے مگر اب اس نے میرے حالات اور آئندہ ارادوں کے بارہیں ہر ایک بات گہرے تجسس سے معلوم کرنی شروع کی۔ اس وقت میں نے بیان کیا کہ میرے بعض دوست سکاٹ لینڈ میں رہتے ہیں اور میں جس قدر جلد ممکن ہو ان کے پاس چلا جانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ وہاں محکمہ گہرے حبیبی آرام حاصل ہوگا۔ یہ بیان کرنا لا حاصل ہے کہ میرا مقصد ایچ متھکلن پہنچ کر کسی ملازمت شروع کرینا تھا۔ کپتان کو جس وقت معلوم ہوا کہ میں انگلستان نہیں سکاٹ لینڈ جانا چاہتا ہوں۔ تو اس نے کہا کہ میرا ایک دوست ایک تجارتی جہاز کا کپتان ہے جسے غرضاً شہر ڈنڈی کو روانہ ہوگا۔ اس جہاز پر نہ صرف تمہارا سفر کا انتظام بلکہ کرایہ کر دیا جائیگا۔ بلکہ رستہ میں کسی قسم کی بھینٹ بھی تم کو نہ ہوگی۔ میں نے اس تجویز کو خوشی کے ساتھ قبول کیا اور کپتان نے رخصت کرتے وقت نہ صرف مجھے اپنے پاس سے لباس تبدیل کرنے کے پکڑے دیئے بلکہ اس بات پر بھی ہزار کیا کہ ڈنڈی سے آگے سفر جاری کیجئے کی سہولت کے خیال سے۔ میں کچھ روپیہ اس سے لے لوں۔ میں نے اس تازہ احسان کو اس شرط کے ساتھ قبول کیا کہ وہ میری قرضت نہ سمجھا جائے۔ جسے موقع ملنے پر فوراً واپس کروایا جائیگا۔ کپتان نے اگر مجرئی سے معاملہ کیا اور کہنے لگا بہت اچھا تمہاری خوشی تم کو منظور ہے۔

رخصت ہونے سے پہلے میں نے ایک چٹھی لکھ کر ایچ مسٹریت لندن کی کو اس کمینڈر نامی مراٹے کے مالک کے نام لکھی جس میں درخواست کی کہ میرا صندوق جو اس جگہ رہ گیا تھا محفوظ رکھا ذریعہ سے ایچ متھکلن واقع پر تھ شارب میں مسٹر دنیاچ کے مکان پر پہنچ دیا جائے اور اگر آپ اپنے مطالبات کا بل وہی میرے نام روانہ کریں تو اس کی ادائیگی با تامل کر دی جائے گی۔ سسرانہ سے اپنی ذریعہ رخصت کے بارہیں میں نے کوئی تشریح ضروری نہ سمجھی۔ کیونکہ نا حاصل جہٹ ٹھیکہ نہ منظور تھا اور حقیقت حال کا اظہار غایب از بحث۔ غرض حبیبی کہ پیشہ بیان کیا گیا ہے۔ میں کپتان جہاز اور اس کے اہل خانہ کی عنایتوں کا بلا بار شکریہ ادا کرتا رہا۔ روم سے رخصت ہوا اور اس نے

جہاں پر سوار ہو گیا جسے ونڈی جانا تھا۔ سہتہ میں نہ صرف کپتان جہاں پر کپاس کے سارے محلے
 (غانبا) اسی پہلے کپتان کی سفارش پر، مجھ سے انتہائی رعایت کا سلوک کیا، انہوں نے مجھ سے
 کرایہ لینا منظور کیا اور نہ فراک کا صدمہ۔ چوبیسے شام کا وقت تھا کہ ہمارا جہاز ونڈی پہنچا اور
 چونکہ کوئی گاڑی اگلی صبح تک پہنچنے کی طرف روانہ نہ ہوئی تھی اس لئے عارضی طور پر ہکو بند گاہ
 کے پاس ہی ایک سسٹیک میں قیام کرنا پڑا۔ کھانا کھاتے رات ہو گئی۔ اس وقت شہر و پچھلے باہر
 جانا چونکہ بے سود تھا۔ اس لئے میں جلدی ہی پڑ کر سو رہا۔

لیکن انہیں یہ کہنا غلط ہے کہ میں جلدی ہی پڑ کر سو گیا۔ کیونکہ غنیدہ اسے سے پہلے اپنے
 خیالات دل میں پیدا ہوئے۔ ماوریں نے گذشتہ چند یوم کے سارے وقت جہاں ایک غنیدہ
 ڈالی۔ پچ پچھے تو اس چند دن کے مختصر عرصہ نے میری عجیب و غریب زندگی کی حیرت
 انگیز موتے پیدا کئے تھے۔ پہلے میں قید ہوا۔ اس کے بعد وہ جس کے ساتھ ایک جہاز پر سوار
 کیا گیا جو تارکان وطن کی ایک جماعت کو کسی دور افتادہ مقام کی طرف لے جا رہا تھا۔ میرے ساتھ
 میں وہ جہاز غرق ہوا۔ مگر کسی معجزہ غیبی سے میری زندگی بچ گئی۔ ان ہولناکیوں کے
 بعد میں ایک لیے شخص کا مہمان ہوا۔ جو رحم و عنایت کا مجسمہ تھا اور جس نے (میں) ہونے
 ہوئے بھی مجھ سے اس قدر مہربانی کا سلوک کیا جس کو میں عمر بھر فراموش نہ کر سکتا تھا۔ ہر حال
 میں آپس آڑ کا رسکاٹ لیتے پہنچ چکا تھا اور امید کال تھی کہ اگر کوئی نئی مصیبت نازل نہ ہوگی
 تو کل تک اس مقام پر جا پہنچوں گا جہاں ارل آف مینڈی دل سے میرے لئے ملازمت کا
 انتظام کیا تھا۔ اس سلسلے میں میرے خیالات کی رومٹر لینیور کے حیرت انگیز طرز عمل کی طرف
 بھی گئی۔ مگر جتنا زیادہ میں نے اس سوال پر غور کیا کہ کیوں شخص مجھ سے اس قدر سختی و اور
 ظلم کا ہوتا کرتا ہے۔ اتنا ہی یہ معاملہ زیادہ پر راز بنتا گیا۔ بارہا دل میں سوچتا تھا کیا وہ
 سچے میزبانوں ہے؟ اور اگر ہے تو کس لئے وہ ہکو اپنی راہ سے ہٹانے کی کوشش کرتا
 ہے؟ کیا کوئی ایسی جائداد وارثہ حاصل کرتے کئے جس کا جائز حق میں ہوں؟ لیکن

پھر سچ آئی کہ یہ ایک نامکن سا خیال ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس کے لئے عمل کی بہترین صورت یعنی کردہ اص جائداد یا درش کی موجودگی کو میری نظروں سے چھپائے رکھے اور خود مزے اڑائے۔ اپنی لاعلمی کی صورت میں یکس طرح ممکن تھا کہ میں اس سے اس بارہیں کسی طرح کا مطالبہ کرتا۔ لیکن بالافرض وہ میرا ناموں نہ ہو۔ وہ میرا کوئی دور کا رشتہ دار بھی نہ ہو اور کسی ایسی جائداد کا وجود بھی فرضی اور سوہم ہو تو پھر... اس صورت میں اس کا طرز عمل اور بھی زیادہ پراسرار اور ناقابل فہم دکھائی دیتا تھا۔ کیا اس کے سر کوئی شخص اور تھا جو میری زندگی یا انگلستان میں میری موجودگی کو اپنی راہ میں روکا رکھتا تھا یا...؟ مگر جیسا کہ سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ سب فرضی قیاسات تھے جو بڑی دیر تک میرے دل میں پیدا ہوتے رہے۔ یہ سب ان کی بنا پر کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا محال و غیر ممکن تھا۔

اور اب میری توجہ حادثہ چار کے بعد اپنی مرتبہ اپنی مخصوص حالت کی طرف بھی گئی۔ یعنی اب مجھ کو خیالی آیا کہ ممکن ہے جہاز کی تباہی کا واقعہ در پردہ میرے لئے باعث رحمت ثابت ہو اور وہ اس طرح کہ مسٹر لیونڈراس کا حال سن کر وہ جان لینے کے بعد کہ قنبہ آدمی اس جہاز پر سوار تھے۔ سب کے سب غرق ہو گئے۔ سبھی بھی مردہ تصور کرے اور آمندہ کیلئے مجھے اس کے لئے مظالم کا شکار نہ بننا پڑے۔ یعنی اس وقت تک کہ اتفاقی حالات پھر اس حقیقت کو اس کے کانوں تک پہنچا دیں کہ میں اب تک روس کے زمین پر زندہ اور جمع میراث موجود ہوں۔ لیکن آہ۔ اس سلسلہ میں ایک بڑا بھیانک خیال اور بھی دل میں پیدا ہوا۔ ممکن تھا میری موت کی خبر کسی طرح انیل کے کانوں تک بھی پہنچ جائے اور گو مجھ کو یقین تھا کہ اس کے مجھ سے گہری اور نہ ختم ہونے والی پاک محبت ہے۔ تاہم ممکن تھا کہ کچھ عرصہ غم کرنے کے بعد وہ آخر کار مرضی اوٹے پر شاکر و قلع ہو جائے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ غم کا اثر کم ہونا شروع ہو اور کچھ عرصہ گزر جانے پر وہ کسی دوسرے آدمی کی باتوں سے متاثر ہو کر اس سے شادی کرنا منظور کرے۔ ان گھٹیا لات کے پیدا ہوتے ہی غم کے بادل میرے دل پر چھانے

شروع ہوئے کیونکہ میں نے دیکھا اپنے زندہ رہ جانے کے واقعہ کو اس کے کانوں تک پہنچانا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ ویر تک میں اس فکر و غم سے نڈھال رہا لیکن جب اس کے بعد رفتہ رفتہ مجھ پر سکون طاری ہوا اور میں سارے حالات کو اچھی طرح سوچنے اور سمجھنے کے قابل ہو گیا۔ تو خیال آیا کہ یہ ایک ناممکن ہی بات ہے کہ مسٹر لینڈو اپنی بیٹی یا بی بی کے روبرو میرا نام لے یا میرے بارہ کسی طرح کا ذکر چھڑے۔ چنانچہ جتنا زیادہ میں نے معاملہ کے اس پہلو کو سوچا۔ اتنی ہی سختی سے یہ یقین ذہن نشین ہو گیا کہ وہ میرے بارہ میں لازماً خاموش رہے گا۔ کیونکہ اسے اس بات کا ڈر ہو گا کہ شاید اس سلسلہ میں کسی طرح یہ واقعہ روشنی میں آجائے کہ وہی شخص اس شخص جہاز پر سوار کرنے کا ذریعہ بنا تھا۔ جو آج کل کے تباہ ہوا اس خیال کے پیدا ہونے پر میں نے یہ سوچ کر اپنے جی کو تسلی دی کہ وہ اس اطلاع کو ہی کافی سمجھے گا کہ اس بے نصیب جہاز کے ساتھ میری زندگی کا فائدہ ہو گیا اور قطع نظر اس بات کے کہ کہیں نے محکمہ انگلستان سے رخصت کرنا چاہا تھا یہ جان کر مطمئن ہو گا کہ میں اب عالم موجوداں میں باقی نہیں ہوں اور جہاز کی غرقابی نے وہ مقصد پورا کر دیا ہے۔ جو اس کے پیش نظر تھا۔ ان خیالات کے پیدا ہونے سے میرے جی کو نرمی صد تک اطمینان ہو گیا۔ مگر اس کے باوجود یہ اندیشہ اب بھی پریشان کر رہا تھا کہ جب مسٹر لینڈو کو جو میرا دشمن جانی ہے یہ معلوم ہو گیا کہ میں اب تک زندہ ہوں۔ تو انہیں سے میری شادی کی امید پہنے سے ہی زیادہ مبہوم ہو جائے گی۔

اپنی فکر میں لیٹے ہوئے آخر کار آنکھ لگ گئی۔ اور چونکہ رستہ کا تھکا ماندہ تھا اس لئے دن نکلنے تک بے خبر ٹپڑا سوتا رہا۔ بعد ازاں ناشتہ سے فارغ ہو کر اس گاڑی پر سوار ہوا۔ جو پھر قحطی طوفان جاتی تھی اور دہرے قریب اس جگہ جا پہنچا۔ گاڑی ایک سرائے کے دروازہ پر پھری جہاں سے ادنیٰ گاڑیاں مختلف اطراف کو جاتی تھیں۔ اور میں نے اتر کر اس محراب سے جو ایک بڑا سا جھڑ سائے رکھے بیٹھا تھا دریافت کیا کہ یہاں سے راج متھل کتنی دور ہے اور اس مقام کی طرٹ جانے والی گاڑی کب چلا کرتی ہے۔

راج متھل کا فاصلہ "اس نے تھوڑی دیر چپ چاپ میری طرٹ دیکھتے رہنے کے

مید کہا یہاں سے قریباً پینتیس میل ہے اور صحت ایک گھاڑی اس طرف جاتی ہے۔ مگر وہ گاڑی
 چونکہ ہر روز گیارہ بجے قبل دوپہر خست ہر جاتی ہے اس آپ مبارک وقت آئے ہیں۔
 "آہ کیا وہ آج دن بھر کے لئے رخصت ہو گئی؟ میں سننا اس خیال سے پریشان ہو کر
 کہہ کہ وہ تاخیر جو سلسلہ حالات سے پیش آئی تھی ماب اور زیادہ بڑھے گی۔ پھر اس کے بددب کل تک
 انتظار کرنا پڑے گا؟"

"جی نہیں" اس نے جواب دیا "کل کی گاڑی میں بھی سارا نچلے سستیں رک چکی ہیں مالیت
 پرسوں اگر آپ چاہیں۔ تو روانگی کا انتظام ممکن ہو گا۔ اور اس کے بعد ایک اور مور کی طرف سفر کر
 جو پاس ہی بیٹھا تھا اس نے کہا "میرے خیال میں بہتر ہو کہ مالکان کچنی اس سفر پر در
 گاڑیاں روز چلانے کا انتظام کر دیں۔"

"میرا اپنا یہی خیال ہے" ایک اور شخص نے میرے پیچھے سے شکایتی ہجڑیں بھائی ہو کر
 اس صورت میں مجھ پر یہ مصروف آدمی کو رستہ میں غم کے رشتے صانع کرنے پر مجبور ہونا پڑتا
 میں نے بندھی سے ہرگز نہ کیا۔ ایک پتہ قد متوسط العمر فریڈام آدمی جس کے سرخ چہرہ پر نیک
 طبعی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اس کے سر پر صوفے بادل کی ٹوپی تھی۔ کھڑا تھا اس کو
 عام حالت نما ہر کرتی تھی کہ کوئی باحیثیت۔ آسودہ حال آدمی ہے۔ جو فراغت کی زندگی بسر کرتا ہے اور
 گواس کے لفظوں سے کرداشت کی جاتی تھی۔ تاہم اگر انسان کا چہرہ اس کے خیالات کا صحیح مظہر
 سکتا ہے تو یہ ایک نامکن سی بات تھی۔ کہ اس شخص و صورت کا آدمی کبھی غصہ میں بھر کر کوئی بات کہتا ہو
 کیا آپ اسے سمجھ سکتے ہیں؟ اس نے میری طرف دیکھ کر پوچھا۔ "جھکو بھی اسی راہ
 جانا اور اس لئے اسی گاڑی پر سفر کرنا ہو گا لیکن پرسوں تک کا انتظار۔۔۔ کم از کم میرے لئے
 ممکن ہے۔"

"مستر کلنسی" مہرنے جو اس سے واقف معلوم ہوتا تھا۔ اب اس شخص کو مخاطب کر کے کہا۔
 "کو بھی طرح معلوم ہے کہ آپ کی آسائش کے لئے مجھ سے جو کچھ ممکن ہو کر کے کو تیار ہوں۔ کیونکہ آپ

صرف اس طرح کے سبک نامی وکیل اور آفریدی جو بریٹ ہیں بکواس کے ساتھ ہی ...
 "گو کہ انکم اس موقع پر میری وکالت کی کامیابی یا میری آفریدی جو بریٹ کی جگہ کوئی فائدہ نہیں
 دے سکتی" مسٹر ڈنگلبنی نے خوش طبعی سے کہا: "وہ گیا پرسوں تمکاس جگہ جھڑک رہی تھیں پیتے رہنے
 کا سوال تو کم از کم میں اس کے لئے آمادہ نہیں ہوں۔ کیونکہ مجھے صرف تھوڑی سی دیر کے لئے یہ نڈیل
 جھک جانی تھی۔ اور میں رستہ میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کر سکتا۔"

"لیکن اس صورت میں کیا یہ بہتر نہ ہو گا؟" دفعتاً مونس نے خیال کے زبراؤں کہا۔
 "بکواس دو نوں ملکر اپنے لئے ایک سفری گاڑی کا انتظام کر لیں؛ مجھ سے چنانچہ ممکن ہو گا آپ کیلئے
 اس سے کرایہ میں خاص رعایت کروں گا۔"

"اچھا خیال ہے" مسٹر ڈنگلبنی نے خوشی سے دو نوں کے لئے ہونے کہا اور اس کے آپس میں
 چہرہ پر ناگوار قسم پیدا ہو گئے۔ "مگر کیوں صاحب آپ کا کیا خیال ہے؟" اس نے فریاد کرتے ہوئے
 پوچھا۔ "یاد رکھئے اس طرح کو گریس میں پہنچا دیتی ہو گی۔ تاہم پرسوں تک گاڑی کا انتظار کرتے ہوئے
 اس جگہ رہنے میں جو خرچہ اُس وقت ملے گا۔ وہ بھی کسی طرح کم نہ ہو گا۔ سچ ہے اس مقام سے جہاں آپ کو جانا ہے
 اس کا وہ سبب دیکھ سکتے ہیں۔ تاہم اگر آپ کو منظور ہو۔ تو میں گاڑی کا آمادہ خرچ دینے
 کو تیار ہوں۔"

میں نے اس تجویز کے حلقہ پہلوؤں کو تھوڑی دیر سوچا تو خیالی آیا کہ وہ نہ صرف مقبول
 بلکہ اور دے گا۔ یہ نیت فوری بھی صحیح تھی۔ اور چونکہ میں رستہ میں پر رہنے کی بجائے حتیٰ
 بلکہ منزل مقصد پر پہنچ جاتا بہتر سمجھتا تھا۔ اس لئے فوراً آمادہ ہو گیا۔ تاہم خیال آیا کہ کسی نہ کسی
 لڑکچہ پر یہ بات مسٹر ڈنگلبنی کے کانوں تک جس کے بارے میں غور کی گئی تھی وہ معلوم ہوا تھا کہ کاشیا
 نے اور ذی وجاہت میں ہے۔ پنچا دینی چاہئے۔ کہ میں ایک بے حیثیت لوگر ہوں اور اپنی
 ادنیٰ ملازمت کرنے والا ہوں۔ کیونکہ اس نے مجھ کو ایک مدرسہ تعلیم کی طرح فقط آپ سے
 احاطہ کیا تھا۔ اور مجھ کو اندیشہ تھا کہ اگر میں نے اپنی اصلی حیثیت کو اس سے چھپایا اور بعد ازاں

کسی ذریعہ سے اس کو اصل حقیقت معلوم ہو گئی۔ تو اغلب ہے وہ مجھ سے ناراض ہو جائے لیکن پھر سچ آئی کہ اول تو ہمارا یہ سفر ایک امر اتفاقی ہے اور ایک بار جدا ہونے کے بعد کے امید ہونکتی ہے کہ پھر ایک دوسرے سے ملنے کا اتفاق ہو۔ دوسرے یہ بھی احتمال ہے کہ میری طرف سے اس قسم کا اظہار حقیقت شاید مسٹر ڈکنسن ہی کو برا فروخت کر دے مگر وہ ایک کم حیثیت نوکر کے ساتھ ایک ہی گاڑی میں سفر کرنا نامنظر کرے پس سارے پہلو پر چکر میں نے اس بار چپ رہنا ہی بہتر سمجھا چنانچہ جلد ہی ایک گاڑی تیار کر دی گئی اور میں اور مسٹر ڈکنسنی پہلو پہلو اس میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔

میں پیشتر بیان کر چکا ہوں کہ وہ خوش طبع انسان تھا۔ مگر اس کے بعد جلد ہی ہی معلوم ہو گیا کہ وہ باتوئی ہی بہت تھا۔ اپنی گفتگو کے انہماک میں دوسرے کو بڑے ملے کا موقع دینے یا اس سے دریافت حال کرنے کی کوئی ضرورت نہ سمجھتا تھا تبیں راہ سے ہم گزر رہے تھے۔ وہ اس سے پوری طرح واقف معلوم ہوتا تھا اور پہلے چند سیلوں تک وہ اس رستہ کی ہر ایک گلی کی سمتوں و نظرات کی طرف سے ایک کا نام اس کے فائدہ کی حالت اور گزشتہ واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کرتا رہا۔ مثلاً یہ کہ جو لوگ پہلے اس رستہ سے گئے وہ اسے کہاں سے گئے اور فی الحال کون کیاں رہتا ہے تاہم میں نے دیکھا کہ ایسی گفتگو میں نام کا پہلو موجود نہ تھا نہ وہ کسی کی غیبت کرتا اور کسی کے بارے میں بھی وہ الفاظ نہ کرتا۔ وہ ایک ایسے طرح کی ایماندارانہ اور نیک لاء گفتگو تھی۔ جس نے بالکل سے سفر کو چھاپا جھٹکتا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اظہار معلومات کے لئے کئی طرح کی حکایتیں اور لطیفے بھی میان کرتا جاتا تھا۔ جو اقدیں سننے میں ہر آدمی سے کہیں یہ سوچ کر حیران ہوتا تھا کہ اس میں لطف مزاح کہاں ہے۔ بہر حال وہ ان حکایات پر جو دہی جڑے نادر سے تہمتہ ماکر جھینٹے لگتے تھے اس کے تھوڑی دیر بعد اس سے چہرے کے غلاف میں لٹنی ہوئی ایک چوڑی سی ہنس نکالی اور ہنسنے لگا۔ ہنسے ہوئے کہنے لگا کہ اس کے اندر اتنی کمزور پانی ملی ہوئی برائندی ہے کہ کوئی چھوٹا بچہ بھی بے ضرر اس کو پی سکتا ہے۔ مگر میں نے اس عنایت کو قبول کرنے سے شکر یہ کہ اس کے ساتھ انکار کیا جس پر اس نے پسندیدگی کی نظروں سے میری

طرف دیکھا پھر ایک لبا محوٹ بھر کے اطمینان کی گہری آہ کھینچی اور بول کر دوبارہ اپنی حبیب میں رکھ لیا۔
 "طوبہ اس کے بعد اس نے کہا" آپ انچ متھکلن جا رہے ہیں۔ مگر کیوں صاحب کبھی اس سے پہلے بھی اس جگہ جانے کا اتفاق ہوا ہے؟ نہیں! میرا خیال ہے آپ اس جگہ جا کر بہت خوش ہوں گے۔ کیونکہ اس ملک کے کوہستانی علاقوں میں انچ متھکلن ایک بڑا عزت انگیز مقام ہے۔ یہاں تو میں ان اطراف میں بھی ذی حیثیت آدمیوں سے واقف ہوں کیونکہ اپنے پیشہ وکار کی وجہ سے میرا اس ملک کے اراضی دار طبقہ سے بہت گہرا تعلق ہے۔ تاہم اتفاق کی بات ہے کہ اس ان صاحب مسٹر دینا چرے ... بکیریوں کہنا چاہتے دے انچ متھکلن سے جیکہ وہ لپسے آپ کو سکتے ہیں۔ ردائق نہیں ہوں۔ ان کی پورا لقب یہی ہے۔ اور اگر کوئی شخص ان کو اس پورے لقب سے مخاطب نہ کرے۔ تو وہ اس سے غما بھی مرجائے ہیں۔"

"تو میں مسٹر دینا چر کوئی بہت بڑا آدمی ہے، جس نے عبدی سے پوچھا
 "بڑا آدمی! مسٹر ڈکنسی نے حیرت کے ساتھ کہا "کیا آپ کو معلوم نہیں۔ وہ ایک قبیلہ کا سردار ہے۔ گوشتاؤ اس سے پہلے بھی آپ کو سکاٹ لینڈ آنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بہر حال یہ دیکھئے کہ سکاٹ لینڈ میں کسی قبیلہ کو اس قدر ہونا پڑی رہتا ہے کہ ایک خوفناک ریشہ لاء اور جنگجو آدمی ہے جس کی جماعت ہر وقت اس کے گرد حلقہ زن رہتی ہے۔ ... بالکل نہیں وہ زمانہ نذر گیا۔
 جب ایسی باتیں دیکھنے میں آتی تھیں۔ آجکل لفظ قبیلہ سے مراد ان رشتہ داروں کی جماعت سے لی جاتی ہے جو قریب یا دور کا کوئی تعلق رکھتے ہوں۔ اور جنہیں کسی نہ کسی وجہ سے حلقہ غارتی میں شامل کیا جاسکے۔"

"میرے خدا! میں نے اس بیان کو سنا کر چرٹکتے ہوئے کہا "تو کیا یہ سارے رشتہ دار مسٹر دینا چر کے پاس ہی رہا کرتے ہیں؟"

"پھر آپ نے وہی نام لیا۔ میرے دوست انچ متھکلن کہے" ڈکنسی نے عبدی سے
 اصلاح کی اور یاد رکھئے کہ مسٹر دینا چر کو جینڈلے انچ متھکلن ہی کہنا چاہئے۔ بالفرض آپ یہ نہ کہنا چاہتے ہیں

تو پھر اختصار کے لئے بعض ایچ متھگلن بھی کہہ سکتے ہیں۔ فی الحقیقت اس جگہ پہنچنے کے بعد دنیا پر کا نام بھی آپ کے سننے میں نہ آئے گا۔ کیونکہ وہاں ہر شخص یہی کہتا ہے۔ ایچ متھگلن کا یہ حکم ہے۔ یا ایچ متھگلن نے ایسا کیا یا ایچ متھگلن کی یہ خواہش ہے وغیرہ اور اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھئے۔ کہ جب ایچ متھگلن کوئی حکم صادر کرتا ہے تو ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اس پر عمل کرے کیونکہ گو مجھے اس سے کھٹکے گا مگر وہ نہیں ملا تاہم میں نے اس کا شہرہ سنا ہے اور میں شکل و صورت سے بھی اس کو پہچانتا ہوں وہ گیا۔ وہ ال جا آپ نے پوچھا تھا تو اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ قبیلہ کا لفظ دراصل کوئی معنوی حیثیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ سب برہمنہ دار جو ایچ متھگلن کے قبیلہ میں شامل ہیں وہ سب ایک ہی مقام پر رہتے ہیں بالکل نہیں۔ ان میں سے کئی ایک گرو دوارج میں اپنے اپنے مکانات پر آباد ہیں۔ بہتر ہے ان میں آسودہ حال ہی ہیں۔ البتہ بعض جو بہت غریب ہیں۔ ان کو اب تک قبیلہ کی عدد میں ہی شامل رکھا جاتا ہے۔ دستور یہ ہے کہ جب ایچ متھگلن میں کوئی صلبہ دعوت ہو تو پھر اس قبیلہ کے سب آدمی جمع ہوتے ہیں یعنی اگر خاندان میں کوئی شادی ہو تو جشن منانے کے لئے۔ یا موت ہو تو سوگ کرنے کے لئے۔ ان کا اجتماع ضرور ہوتا ہے۔ شادی اور تمہ کے جلوسوں میں ہی قبیلہ کے ہر شخص کا شامل ہونا ضروری ہے آپ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ سارے قبیلہ میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے۔ جسے اپنے سردار کی شخصیت پر کامل فخر نہ ہو یا جو اس کی عزت و مانج کی حفاظت کو اسی طرح اپنا پاک فرض نہ سمجھتا ہو جس طرح اپنی عزت کی حفاظت کو۔

”لیکن کیا یہ صاحب دماغ ایچ متھگلن لیے ہی مغرور و تکبر اور عزت گیر ہیں؟“ میں نے کسی قدر بے چینی اس کے ساتھ پوچھا کیونکہ مسٹر ڈکنسی کی زبانی اس آدمی کے بارہ میں جس کی طاقت میں شامل ہونے کے لئے میں عارہ تھا اس مہم کے حالات سن کر میرے جی کو سخت اضطراب لاحق ہو گیا تھا۔

”معزورہ دہ بے شک ہے مگر ایک مددک“ مسٹر ڈکنسنی نے جواب دیا۔ معنی اسے اپنی سرکاری اپنی دولت اور اس دسویں عظیم پر بے شک عزا ہے۔ جو اسے اپنے قبیلہ کے افراد پر محال ہے تاہم میں کہو صحیح معنوں میں سخت گیر اور جنگبر نہیں کہہ سکتا۔ فی الحقیقت چھاتک میں نے سنا ہے وہ گرم جوش طبیعت کا فیاض آدمی ہے جس کے نیک افعال اس کی برائیوں پر ہر طرح غالب ہیں یعنی اس صورت میں کہ اس کی برائیوں کا کوئی حقیقی وجود ہو کیسے چھاتک جہکو معلوم ہے کہی کوئی بری بات اس کے برعکس میرے سننے میں نہیں آئی یا اگر آئی ہے تو محض اس قدر کہ ایک قبیلہ کے برعکس اس کے دل میں صدیوں کا پرانا جوش و خروش و عداوت تک باقی ہے مگر اس دشمنی کا عہد حال سے کوئی تعلق نہیں۔“

”اور کیا وہ دشمنی ان دو قبیلوں میں اب تک قائم چلی جاتی ہے؟“ میں نے اس خیال سے پوچھا کہ اس ذریعہ سے مسٹر دنیا چر کے بارہ میں جس قدر حالات ممکن ہوں۔ در یاد رکھ کر لے جاؤ۔“ دراصل یہ دشمنی“ مسٹر ڈکنسنی نے جواب دیا نہ بہت قدیم اور روایتی ہے اس کا آغاز مدت گزری ہوا تھا مگر اس کے بعد اس کا سلسلہ سنڈا بعد سنڈا قائم رہا۔ بات یہ ہے اس ملک میں اس طرح کی خاندانی عداوتیں مدت مدید تک قائم رہتی ہیں۔ گو میں کہہ سکتا ہوں کہ کبھی کبھی عدالت حتیٰ کہ گلیں کو کے خاندانوں کے درمیان آگ لگنے کے خاندان کیسبل کی ہونٹا کی تاریخی دشمنی بھی اتنی شدید نہ تھی جتنی اس کے تھکھن اور کیرن ڈیل کے دو قبیلوں میں قائم چلی آتی ہے۔“

”میرا خیال ہے“ رفتی میں نے کہا کہ صورتی کہیں کا طریقوں کے ادھ پر یہ لفظ کیرن ڈیل میرے سننے میں آیا تھا۔“

”بات یہ ہے کیرن ڈیل اس گاؤں کا نام ہے۔ جو اس نام کے قبیلہ کا مرکز تھا۔ مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ گاؤں اس خاندان کے نام سے مشہور ہوا۔ یا یہ خاندان اس گاؤں کے نام سے بارہ میں نے اس سب کو طے کرنے کے لئے پرانے تاریخی کاغذات کی جانچ کی ہے۔“

لے ملاحظہ فرمادو! کوئی تکرار تریہ نشی تیر تھرام صاحب فیروز پوری (دو جلدیں) جیت لکھتے ہیں طلب فرماتے

مگر کسی فیملی کن نیچر پر نہیں پہنچ سکا۔ ہر حال وہ گاؤں جو کیرن ڈیل کے نام سے مشہور ہے
 وہی اس وقت میری منزل مقصود ہے۔ جیسا کہ آپ نے بتا تھا۔ میں اس علاقہ میں ڈیل ہل
 اور خاندان کیرن ڈیل کی اراضی کا قانونی انتظام مدت سے ہمارے خاندان کے سپرد چلا آتا
 ہے ماب وہ میرے پاس ہے۔ مجھ سے پہلے میرے والد کے سپرد تھا اور اس سے بھی پہلے
 میرے دادا کے۔ اور شاید یہ بھی ایک وجہ اس بات کی ہے کہ میں ایچ ٹھگلن کے سٹر دنیاچ
 سے پوری طرح واقف نہیں ہوں۔

”اوپر کیا یہ ممکن ہے؟ میں نے اب دلچسپی ایک نئے خیال سے مدت زدہ ہو کر پوچھا
 ”کیا یہ ممکن ہے کہ واسٹے ایچ ٹھگلن کی طرف سے قبیلہ کیرنڈیل کے برصافات اپنی عداوت
 کو ہر تھک ٹول دیا جائے کہ وہ سب آدمی دشمن سمجھے جائیں ج... لیکن آہ“ میں نے جلدی
 سے گھٹتے ہوئے کہا ”ممکن ہے اس کے وجہ یہ ہو کہ وہ آپ کا تعلق اسی خاندان کیرنڈیل سے ہے۔“
 ”نہیں میرا خاندان کیرنڈیل سے کوئی تعلق نہیں“ سٹر ٹھگلن نے جواب دیا۔ ”میں رطل
 میڈانی اضلاع کا رہنے والا ہوں اور میں قبیلہ پرستی کا حامی نہیں۔ رہ گیا خاندان کیرنڈیل
 تو عملی طور پر اس کا بالکل ہی خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس کی ساری عداوت قانون کی آہنی گزرت میں
 آ چکی ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ موجودہ واسٹے کیرنڈیل اب کہاں ہے۔ یہ حالت کئی سال سے
 چلی آتی ہے اور یہی بڑی وجہ اس بات کی ہے کہ ایچ ٹھگلن کے دل میں اس خاندان کے
 برصافات جو عداوت پہلے تھی۔ وہ بڑی مدد کم ہو چکی ہے کیونکہ باقی ہی کون رہا ہے جس کے
 برصافات عداوت کی جائے؟ بدقسمت یہ ہے کہ آفری کیرنڈیل سردارو مینی سرالینگز میڈر کیرنڈیل
 کا انتقال تقریباً بیس سال گذرے ہو گیا تھا جس کے بعد اس کا وارث اس کا چھوٹا سا بچہ مینی
 موجودہ سرالینگز میڈر رہ گیا لیکن وہ نام کا واسٹے ریاست تھا۔ اور وہ اس کی حالت کو گرا رہا
 سے بہتر نہ تھی صرف چند دوست ایسے تھے۔ جو اس کی حمایت و امداد کا دم بھرتے تھے۔
 درجہ... کچھ نہیں۔“

”تاہم آپ کو معلوم ہے کہ آخری کیرنڈیل سلسلہ کا بے نصیب وارث اب تک زندہ و مریم سلامت ہے“ میں نے جلدی سے کہا: ”کیونکہ گو آپ نے اس کا ذکر صنفِ ماضی میں کیا تاہم آپ کے استعمال کردہ لفظ ”موجودہ“ سے پایا جاتا ہے کہ وہ اب تک قید حیات میں ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے“

”آہ میرے عزیز دوست“ مسٹر ڈکنسنی نے خوش ہو کر کہا: ”آپ سننے اس فقرہ نے ثابت کر دیا کہ نہ آپ کو دشمنِ مبالغہ عطا کیا ہے۔ مگر سچ کہنے گا آپ کسی کیل کے ختم میں تو کام نہیں کرتے؟ نہیں! تو پھر میری رائے میں ضرور آپ کو کرنا چاہئے کیونکہ آپ نے وہ بات کہی ہے جس نے مجھیلیے ہر شیہہ وکیل کا واقعی جی خوش کر دیا اور چونکہ سلسلہ گفتگو اس حد تک پہنچ چکا ہے اس لئے میں اب کوئی بات آپ سے چھپانا بھی نہیں چاہتا اس کے علاوہ چونکہ میں آپ کی تیز ذہانت کی قدر کرتا ہوں اس لئے جھکویہ بیان کرنے میں غرض نہیں ہے کہ موجودہ سلسلہ کیرنڈیل واقعی زندہ ہے اور محکمہ معلوم ہے کہ وہ کس جگہ رہتا ہے۔ تاہم یاد رکھئے۔ ایک میں ہی ایسا آدمی ہوں جسے اس کی ہستی اور موجودگی کا علم ہے۔ وہ نہ اپنے آپ کو سارے عالم کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے ہوئے ہے مگر صبیحہ صبح جا سکتا ہے اس کی اپنی شخصیت چھپانے کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً ایک یہ کہ اپنے خاندانی تکبر کی وجہ سے وہ یہ بات ظاہر کرنا نہیں چاہتا کہ ایک ایسے اونچے قبیلہ کا سردار اس تباہ حالی سے زندگی بسر کر رہا ہے۔ چنانچہ یہی باعث ہے کہ وہ اپنا نام بدل کر دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ایک عیوہ مقام پر رہتا ہے۔“

”اٹھو! اٹھو! میں نے خستہ تک لہجہ میں کہا ”کس طرح والدین کی فضل و خیرات بیچاری اولاد کی تباہی اور بدنامی کا ذریعہ ثابت ہوتی ہیں“

”بالکل صحیح“ مسٹر ڈکنسنی نے تسلیم کیا ”گو سچ پوچھتے تو بربادی کے اس کام میں اس کے باپ سے پہلے دادا اور پردادا نے بھی کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ تاہم اب اس سوال کے متعلق قانونی عدالتوں میں زوردار جہد جاری ہے۔ قریباً بیس سال مقدمہ بازی

کرتے ہوئے

ادراجمی نہ معلوم یہ سلسلہ کب تک جاری رہے " میں نے کہا۔

"خیر یہ بات تو نہیں" مسٹر ڈکنسنی نے جواب دیا "کیونکہ معاملہ اب قریب الختم ہے۔ موجودہ سرائیکز منڈر کی طرف سے بنائے ہوئے یہ ہے کہ اس کے باپ اور دادا جو دیہہ ریاست کی بنا پر قرض لیا وہ اندر دے قانون ناجائز تھا کیونکہ ان لوگوں نے رہا جماعت کو بعض لمبے اختیارات دیئے جس کے وہ ہرگز اہل نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ موجودہ سرائیکز منڈر کے والد کے انتقال پر انہوں نے ساری جائداد پر قبضہ کر لیا اور وہیں سے بنائے مقدمہ بازی قائم ہوئی اب غائب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ایک طرف میں جائز وارث کے لئے اس کی جائداد واپس لینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اور دوسری جانب راہن لوگ اپنے دعوے کی حفاظت میں آمادہ پیکار ہیں۔ مقدمہ کی رفتار بالکل سست ہے۔ سال میں ایک دو پیشیاں ہر جاتی میں لیکن آخری فیصلہ کی نوبت اب تک نہیں آئی۔ گو قوی امید ہے کہ اب میں سال کے بعد اس کا فیصلہ منقریب سنا دیا جائیگا۔"

"اور کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ فیصلہ کس کے حق میں ہوگا؟ میں نے ڈکنسنی سے پوچھا۔

بشرطیکہ آپ اس سوال پر براہ مامنی؟

"خیر میں تو برا نہیں مانتا،" ڈکنسنی نے کہنے ہوئے کہا "تاہم آپ کے اس سوال سے ثابت ہو گیا کہ واقعہ میں اتنے ہوشیار نہیں جتنا پیشتر میں نے سمجھا تھا میرے دوست کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اگر مجھے اپنے دعوے کی کامیابی کا نصف نصف یقین نہ ہوتا تو میں کیا اب تک اس شخص میں الجھا رہنا پسند کرتا؟ اس کے علاوہ مقدمہ بازی کے سارے اخراجات بھی اب تک میری گروہ سے ادا ہوتے رہے ہیں اور اگر سچ مجھے کامیابی ہوئی۔ تو پھر میری تباہی میں کیا شک ہے پس میں اپنے اور سرائیکز منڈر کی زندگی کیلئے بہترین امیدیں رکھتا ہوں اور فضل خدا سے ضرور کامیابی حاصل کروں گا۔"

یہ بکرا اس نے اپنی ہمت و امید کو برقرار رکھنے کے لئے پھر وہی شراب کی چربی
 قبول نکالی اور منہ سے لگا کے ایک لمبا گھونٹ پیا۔

"لیکن اگر" میں نے اس گفتگو میں دھمپسی لیتے ہوئے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر پوچھا
 "تو کیا یہ سچ ہے آپ کو چل ہو گئی اور آپ رہن شدہ جائیداد کو مرتبہوں کے حوالہ کرنے
 میں کامیاب ہو گئے۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہو گا کہ جن لوگوں نے جائیداد کی کفالت
 پر روپیہ قرض دیا تھا وہ سب کچھ ہاتھ سے دے بیٹھیں گے؟"

"بالکل نہیں" مسٹر ٹیکسنی نے جلدی سے کہا "در اصل موجودہ سرالیکز اینڈر
 کیئرٹ ڈپٹی اینڈ اورجسٹس شریف اور ایسا ہمارا آدمی ہے اور خدا ذکر کریں کوئی ایسا
 مشورہ اس کو دے گا۔ جو اسے اس ایک سے نفرت کرنے کا ذریعہ ثابت ہو اس کا پختہ
 آمادہ ہے کہ راجنوں کو ان کا ہر ذریعہ روپیہ کوڑی پیسے سے بے باقی کر دیا جائے مگر اس وقت
 جبکہ وہ جائز مقدار میں اس سے زیادہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ قرضہ اس کے لئے سب سے پہلے
 تو اس قدر زیادہ شرح سود مقرر کی جیسے ممکن ہو ش ارٹے ہیں اور یہ تین چار سو فیصد
 چونکہ آخری سرالیکز اینڈر کی طبعیت یہ ہے کہ اسراف غالب ہے اس لئے یہ
 نہ سوچا کہ کس طرح میں اپنے آپ کو اس سے بچاؤں گا۔ وہ منجانی شرطوں
 پر روپیہ وصول کر کے اس کو بیجا صورت کرتا رہا۔ زیادہ مصیبت یہ ہوئی کہ اس نے ان معاملہ
 میں کہی مجھ سے بھی مشورہ نہ لیا۔ اور کچھ کو صحیح حالات کا علم اس وقت ہوا جب تب ہی کی
 لہر کو رد کیا غیر ممکن ہو چکا تھا۔ ان صحت میں وہ بدعاش سود خوار اگر اپنا اصل نامناسب
 شرح سود کے ساتھ اس معاملہ کر سکیں تو یقیناً ان کو نقصان نہیں اور موجودہ سرالیکز اینڈر
 کیئرٹ ڈپٹی اس کے لئے ہر وقت آمادہ ہے۔"

"صاحب آپ کہہ استمان نے میرے دل پر بہت اثر کیا ہے" میں نے کہا "اور مجھے
 خاندان کیئرٹ ڈپٹی سے غائبانہ اتنی مہر دی ہو گئی ہے کہ میں دست بردار ہوں۔ اس معاملہ

میں آخری کامیابی سود خواروں کو حاصل نہ ہو۔

”بالکل ٹھیک بالکل صحیح“ مسٹر فنکسنبی نے کہا: ”مگر جیسا میں کہہ رہا تھا، مقدمہ بازی شروع ہونے کے بعد عدالت کی فراہمی کے لئے سرکاری امین مقرر کر دیا گیا تھا جو اس میں سال کے عرصہ میں لگان کی رقمیں باقاعدہ وصول کرتا رہا ہے۔ اس سے بیشمار روپیہ جمع ہو چکا ہے جس سے ہر طرح کے اخراجات وضع کہتے اتنی رقم باقی رہ جانے لگی۔ جو قرضہ انہوں نے عائد کیا تھا وہ پورے کر سکے۔ اس طرح اگر یا مقدمہ کی کامیابی پر جب سراسر ایک ریٹرن کو اس کی ادائیگی یا مسترد دوبارہ واپس لے لی گئی۔ تو اس پر کسی طرح کا بار قطعاً نہ ہو گا۔ یعنی آمدنی اور خرچ برابر۔ تاہم ایک اتنی بڑی سیاست کا بغیر کسی بار کے اصل وارثوں کو ملنا یہ بھی ایک نعمت ہے۔ کیونکہ آٹھ دس ہزار سالانہ کی آمدنی تو بآسانی اس سے ہوتی ہے۔ اور اگر حقور ڈی سی محنت اور کی جائے۔ تو پھر اس آمدنی کو اعضا ملت بھی کیا جاسکتا ہے؟“

لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے حیرت آمیز لہجہ میں کہا: ”کہ جب آپ قرضہ انہوں کے جائز مطالبات پر ادا کرنے کو تیار ہیں۔ تو پھر کس نے دوسرا مقدمہ بازی کرتے اور اس معاملہ کو طول دیتے ہیں؟“

”اس نے کہ ہم ان کے صرف جائز مطالبات پر ادا کرتے ہیں ناجائز نہیں“ مسٹر فنکسنبی نے جواب دیا: ”رہ گیا یہ سوال کہ وہ ان جائز مطالبات کے پورا ہونے پر سیڑیاں نشانہ نہیں تو اس کا جواب میں کیونکر دے سکتا ہوں۔ یہ تو بالکل ایسا ہی سوال ہے۔ مگر کیا آپ پچھیں کہ تو کس نے مقدمہ بازی کرتے اور کیوں سالہا سال تک قانونی جھگڑا میں روپیہ برباد کئے جاتے ہیں؟ آہ میرے عزیز دوست اس سوال کا ایک ہی جواب ممکن ہے۔ یعنی طبع انسانی کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی حرص و انہیہ نہ ہو۔ تو پھر نہ آپس میں جھگڑے ہوں نہ مقدمہ بازی کی فوج آئے۔ نہ ہم قانون پیشہ لوگوں کا ذریعہ معاش

باقی رہے۔ بصورتِ موجودہ قرضوں پر ان کی یہ خواہش ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں اپنا پیسہ
 بھی اور اس کے ساتھ جائیداد بھی اپنے قبضہ میں لے لیں۔ اور ایک قانون دان کی حیثیت
 میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس بارہ میں جو کوشش ان کے وکیل کی طرف سے ہو رہی ہے وہ
 کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی مگر جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ نقصان . . . قرضوں پر ان کا
 قانونی مشیر اس معاملہ کے اخلاقی پہلو کو بالکل نہیں سوچتا۔ مگر اس کی وجہ شاید یہ ہو۔
 کہ قانون اور اخلاقی میں بڑا فرق ہے۔ اور وہ معاملہ ساقتہ نہیں چلتے۔ . . اور اب اس
 معاملہ میں یہ بھی آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ قریباً آدھے حصہ سے ہماری گھڑی سبزین
 کیرنڈیل ہی پر چل رہی ہے۔ چنانچہ حدنگاہ تک یہ جتنی اراضی آپ کو نظر آتی ہے۔ وہ
 سب فائدہ ان کیرنڈیل کی ہے۔ اتنی وسیع ریاست کے ہوتے ہوئے ایک سمجھدار اور بااقت
 آدمی جس قدر نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اس کا اندازہ آپ خود ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ یہ
 بٹیل میدان جو دور تک غیر آباد ہیں۔ ان میں گھاؤں آباد کئے جاسکتے ہیں۔ یہ ویران
 زمینیں جن میں خال خال آبادی ہے۔ زیادہ بار دلت بن سکتی ہیں۔ یہ سرنگھانہ کوہی علاقہ
 بن میں خشک گھاس کے سوا کوئی چیز نہیں اگتی۔ سرسبز بنانے ممکن ہیں۔ آپ کچھ ارہی
 نو دیکھیں۔ جس سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں۔ وہ بالکل ویران ہے۔ مگر کیا قصور ہی
 سی محنت اور محنت سے اس میں اناج پیدا نہیں ہو سکتا؟ اپنے ارد گرد دیکھئے۔ کیا کوئی
 بار دلت بستی یا کوئی آباد گھاؤں آپ کو نظر آتا ہے؟ وہ خوشگوار دیہاتی گریے۔ وہ مدر
 جھگاؤں کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے قائم ہونے چاہئیں۔ وہ کہاں ہیں؟ کہیں نہیں۔ ہر طرف
 ویرانہ ہی دیراندہ نظر آتا ہے۔ غریب ہماری گھڑی موضع کیرنڈیل میں بیچے گی۔ تو آپ
 دیکھیں گے کہ جھوپڑیوں اور مکانات کی حالت کتنی زار اور رعیت کتنی بد حال ہے
 کس طرح بچے بچے ہوئے کپڑے پہنے۔ نیچے پاؤں دوڑتے پھرتے ہیں۔ نتیجہ ہے اس
 بات کا کہ ایک ایسی شاندار ریاست کو جیسی یہ کسی زمانہ میں تھی بے فائدہ قانونی تکیفوں

میں ڈال گیا۔ میرے دوست جو یہ سمجھ گئے کہ ایک دکیل کی حیثیت میں مجھے اس مقدمہ بڑے سے یقینی نفع حاصل ہوگا۔ تاہم ایک انسان کی حیثیت میں اُس تباہی اور بربادی کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ جو محض اس مقدمہ بازی سے لاحق ہوئی ہے۔

اپنی تقریر کے آخری حصہ میں مسٹر ڈکنسنی نے کچھ ایسی بلاغت کا اظہار کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی مجھے اُس کے لفظوں میں کچھ اس طرح کی فیاضی دکھائی دی تھی کہ میں اپنے دل میں اُس کی طبع نیک کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اپنی مختصر زندگی کے وسیع غربات میں شاذ و نادر پڑھے کسی ایسے آدمی سے ملنے کا اتفاق ہوا ہوگا جس نے دو گھنٹوں کے عرصہ قلیل میں ناوانسٹر اور بلنائش اس قدر خوبیرں کا اظہار کیا ہو۔ جتنی مسٹر ڈکنسنی کی سیرت میں نظر آئی تھیں۔ اور میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اگر اس آدمی کو سچ بچ باشتہ گان سکاٹ لینڈ کی سیرت کا صحیح نمونہ سمجھا جاسکتا ہے۔ تو کچھ شک نہیں۔ اس ملک کے رہنے والے ہر لحاظ سے قدرو عزت کے قابل ہیں۔

گفتگو کا سلسلہ قصور می دیر کے لئے ختم کیا۔ میرے خیال میں پرتھ سے روانہ ہونے کے بعد یہ اپنی قسم کا پہلا موقع تھا۔ بہر حال اس کی بار مسٹر ڈکنسنی نے برائے نامی کی بریل بھی منہ سے نکلنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ دفعتاً اس کے ایسا مذاہرہ پر فکر عظیم کے آثار پیدا ہوئے۔ قصور می دیر یہ کیفیت دہی۔ اُس کے بعد پھر وہی بشارت کی چمک ظاہر ہو گئی۔ اور اُس نے جلدی سے کہا: اچھا امید کرنی چاہئے۔ کہ جلدی یا دیر میں ریاست کی اصلاح کا عمل ضرور شروع ہوگا۔ یہ علاقہ اپنے جائزہ نامک کے مقصد میں آنے کے بعد پھر خوشحال ہوگا۔۔۔ بس میرا سفر ختم ہوا۔ یہ آخری فقرہ عین اُس وقت اُس کے منہ سے نکلا۔ جب گاڑی ایک ادنیٰ شراب خانہ کے دروازہ پر جو ایک تباہ حال چھوٹے سے گاؤں کے پہلو میں واقع تھا۔ ٹھہری اور معلوم ہوا کہ موضع کی منزل مل گئی۔

”وکیل صاحب۔ آپ کو اوداع کہتے ہوئے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا شروع کیا۔ میں نہیں جانتا کس منہ سے آپ کی منیت و بزرگی اخلاق کا شکریہ ادا کروں۔ سارا رستہ آپ نے مجھ سے اس قدر مہربانی کا سلوک کیا ہے۔۔۔“

مگر مسٹر وٹکنس نے میرا کھڑکھڑائی سے ہلاتے ہوئے یہ کہہ کر مجھے اپنا فقرہ ناتمام ہی چھوڑنے پر مجبور کیا کہ ”دست چھے آپ کے چہرہ پر شروع سے ہی نہ کی۔ دیا نہ اوداع کی کے اشارہ دکھائی دیئے تھے۔ اس لیے میں نے سب باتیں آپ کے رو برو بیان کی ہیں۔ اور اب دیکھئے۔“ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی آواز کو پُر اسرار طریقہ پر دبا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گھاؤں سے لٹریٹا ایک میل کے فاصلہ پر ایک باؤٹ کی طرف اشارہ کیا۔ جس کی چوٹی پر بنی ہوئی عمارت کا صرف ایک پہلو دکھائی دیتا تھا کیونکہ باقی حصہ بہت اونچے چھتارے درختوں کے سایہ میں چھپے ہوئے تھے، اور میں یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہوں کہ کیرنڈیل کی وسیع اراضی میں میرے لئے اس طرح کے اونچے اور شاندار درخت دیکھنے کا یہ پہلا ہی موقع تھا۔ دیکھئے آپ کی نظروں کے سامنے خاندان کیرنڈیل کی تاریخی عمارت واقع ہے جو افسوس باقی سب چیزوں کی طرح زوال و انحطاط کی منزل میں گرتی چلی جا رہی ہے۔“ پھر سلسلہ تقریر جاری رکھ کر ایک زمانہ تھا۔ جب یہ گھر نوکروں اور مہانوں سے پُر رہا کرتا تھا۔ مگر اب صرف ایک بڑھا ہوا بان اور اس کی بی بی اس میں رہتے ہیں۔ اور وہی اس کی حفاظت و نگہبانی کر چھوڑتے ہیں۔ تاہم جیسا کہ سمجھا جاسکتا ہے وہ بیچارے ایک ایسی عالیشان عمارت کی کیا نگہبانی کر سکتے ہیں۔ جس کی جھاڑ پونچھ کے لئے پیاس نوکر بھی تھوڑے ہیں۔ اور وہ درخت جو آپ کو اس عمارت کے پاس دکھائی دیتے ہیں۔ غور کیجئے کتنے شاندار ہیں۔ لیکن وہ سو درختوں بد معاش عدالت کی ڈگری حاصل کر کے ان کو بھی کٹوا رہا ہے۔ مجھ میں نے انہیں زک دی۔ ایسی زک دی کہ وہ عمر بھر یاد رکھیں گے۔“ اور یہ

کہتے ہوئے مسٹر ڈکنسنی نے پھر ایک بار پُر زور قہقہہ دیا۔

”اچھا امید کرنی چاہئے۔“ میں نے دعائیہ انداز سے کہا۔ ”آپ کی یہ پہلی فتح تھی۔“
کی آخری کامیابی کے حق میں فال ٹیک ثابت ہوگی۔“

”بہت اچھا خیال ہے! مسٹر ڈکنسنی نے میرا لمحہ گرجوشتی سے ہلاتے ہوئے کہا۔“ مگر کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ آپ اس جگہ کیرنڈیل آرمز کے شراب خانہ میں بغیر کمر تھوڑی دیر آرام کریں۔ اور کچھ ماحضریٰ تبادل کرتے جائیں۔ نہیں! آپ کو حلیہ ہے۔ بہت اچھائی مجبور نہیں کرتا۔ لیکن اگر کبھی آپ کو ایڈنبرگ آنے کا اتفاق ہو۔ تو ڈکنسنی دکیل کا نام پوچھ لیجئے۔ مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوگی۔“

اس نے پھر ایک بار رخصتی مصافحہ کیا۔ اتنے میں گھوڑے تبدیل ہو چکے تھے۔ مسٹر ڈکنسنی نے علیحدگی میں چند الفاظ اس گارڈی بان سے جو اس جگہ نہ آیا تھا۔ اور اس سے بھی جسے گارڈی کو آتے لیکر جانا تھا۔ کہے۔ ساتھ ہی اپنی جیب سے بڑھ نکالا اور دونوں آدمیوں کو انعامات دیئے۔ جو میرے خیال میں معقول تھے۔ کیونکہ میں نے دیکھا ان دونوں نے بڑے ادب کے ساتھ نوٹیوں کو چھو کر سلام کیا۔ پھر جب گارڈی آگے چلنے کو تیار ہوئی تو مسٹر ڈکنسنی نے کھڑکی کے پاس آ کر مجھے کہا: ”آپ اب گارڈی کا لایہ ادا کرنے کی رحمت نہ کریں۔ کیونکہ جو کچھ بنتا ہے۔ وہ سب میں نے ادا کروایا ہے۔ مبادا آپ میرے اس فعل کو حد سے آگے بڑھی ہوئی آزادی اور بے تکلفی پر محمول کریں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک بار بڑھ ہاتھ میں لے لینے کے بعد میرے خیال میں حساب کی رحمت گوارا کرنے سے یہ بہتر تھا کہ پورا چکر نہ کر دیا جائے۔ اس لئے آپ میرے اس فعل سے ناراض نہ ہوں اور اب . . . خدا حافظ!“

اس سے پہلے کہ میں جواب سے طور پر کچھ کہتا۔ وہ تیز چلتا شراب خانہ کے اندر چلا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گارڈی آگے کی طرف چلی۔ مگر چند ہی میل کے فاصلہ میں رستہ

کی عام حالت اصلاح پذیر ہونی شروع ہو گئی۔ اب اطراف کے پہاڑوں پر خشک گھاس
 بچا بجائے ہریالی تھی۔ جا بجا مرغزاروں میں صاف ستھری چھوٹی نہریاں دکھائی دیتی
 تھیں۔ اور بہتی ہوئی نہریں کے کناروں پر خوش قطع گھاؤں آباد تھے۔ بھیریا بھی میں
 نے دیکھا۔ کہ خوشحال صورت گڈریئے پلے ہوئی بھیریاؤں کے روبرو لئے ان کو جا بجا چراتے
 پھر رہے تھے۔ ہر طرف سبزہ و گل کی بہار تھی۔ اور سوکھے کھڑنگ درختوں کی بجائے
 شاواہ اور سرسبز پودے نظر آتے تھے۔ رستہ میں گاڑی ایک خوشنما چھوٹے سے
 گاؤں میں سڑا بجائے کے پاس ٹھہری۔ تو دریافت پر معلوم ہوا کہ ایچ متھگلن کا علاقہ
 گھاڑی پھر ایک بار چلنے لگی اور مناسب عرصہ کے بعد منزل مقصود پر پہنچ گئی
 مگر ایچ متھگلن کا نقشہ میں نہیں جانتا کن لفظوں میں پیش کروں۔ ناظرین چشم تصور
 سے دیکھیں۔ ایک وسیع و عریض بھیل ہے۔ جس کی چوڑائی قریباً دو میل اور لمبائی حدنگا
 سے باہر اور بے حساب۔ اس کے شفات نیگلوں پانی آئینہ کی طرح ساکن ہیں۔ اور
 ساحل پر آگے ہوئے محوِ آب پودوں کا تاریک سایہ بھیل کی شفات سطح پر پڑ کر نظارہ
 جان بخش پیدا کرتا ہے۔ ستیائے رنگ کے پتھر۔ ہریائے مرغزار نیلی پتلی قلعہ ریاں اور
 ان کی پشت پر چھوٹے چھوٹے گھاؤں۔ کہیں عشق بیچے کی بیلوں سے ڈھکے ہوئے
 حر جاکا اور پتلی کلس۔ کہیں چڑا سائش کوٹھی۔ کہیں کھیت۔ کہیں وادی۔ کہیں جنگل
 کہیں آبادی اور اس پر نہ کوہ منظر کے وسط میں تصویر کے سب سے نمایاں حصہ کے
 طور پر ایک عجائبانہ سنگخانہ عمارت بھیل کے عین مرکز میں لمبندی کے اوپر بنی ہوئی
 میرے خیال میں یہ ساری تفصیلات اگر چشم تصور سے دیکھی جانی ممکن ہوں۔ تو پھر اس
 نظارہ پر کیف کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ جوائی متھگلن میں پہنچ کر سب سے پہلے میں نے دیکھا
 مگر اس کے متعلق کچھ تفصیلات اور بھی ہیں۔ جن کو میں نے لفظوں میں بیان کر دینا چاہتا
 ہوں۔ پیشتر لکھا تھا کہ اس بھیل کا سب سے چوڑا پاٹ جو میری نظروں کے سامنے

تھا۔ دو میل کے قریب ہو گا۔ مگر اس سلسلے میں یہ بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ بالمقابل ساحل پر ایک جزیرہ نما قریباً گول ساخت کا جسے ایک تنگ خانے ساحل کے ساتھ ملائی تھی جھیل کی چوڑائی میں قریباً نصف فاصلہ تک آگے کی طرف نکلا ہوا تھا۔ اور اس جزیرہ نما کی آخری حد اور اس ساحل کے درمیان جہاں تک اسی سے قیام کیا۔ قریباً پونے دو میل کا آبی قطعہ حامل تھا۔ جزیرہ نما کا قطر اندازاً ایک میل ہو گا۔ اور خانے کی لمبائی قریباً پانچ میل۔ اسی جزیرہ نما کے وسط میں جس کے بارہ میں معلوم ہو گا کہ کونسا طرف میں انج کیا جاتا ہے۔ وہ اونچی قلعہ نما عالیشان عمارت تھی۔ جسے والے انج منہ ٹھٹھن کا مسکن کہنا چاہئے۔ رکتہ اشیل اور پتھر کی بنی ہوئی وہ حیرت انگیز عمارت، بظاہر مختلف زمانوں کی تعمیر کا مرکب تھی۔ اس نے اس میں ہزار ہا کی تعمیر کے لرزے پائے جاتے تھے۔ اور محو مرمت اور ترمیم کے اس سلسلے میں جس کا محل مختلف زمانوں میں جاری رہا تھا کوئی خاص سر مشتمل جم آہنگی پیدا کرنے کی نہ کی گئی تھی۔ تاہم میں چونکہ اس فن کا ہر زمانہ تھا، اس نے زیادہ غور میں نظروں سے کام نہ لیتے ہوئے بحیثیت جمہوری یہ تسلیم کرنے کیلئے آمادہ ہو گیا کہ فن تعمیر کے مختلف نمونوں کا یہ حیرت انگیز مجموعہ جس میں عمارت کے پہلو کسی ایک طرز کے بنے ہوئے تھے۔ اور مینار کسی دوسری طرز کے جس میں وضع جدید کی کھرکیاں ایک حصہ میں موجود تھیں۔ اور بھاری پٹھانک کسی دوسرے مقام پر۔ ایک سایہ دار خوشنما برآمدہ ایک طرف دکھائی دیتا تھا۔ اور تنکوئی ساخت کا دروازہ کسی دوسرے حصہ میں جس میں قلعہ نما تفصیلیں ایک طرف بنی ہوئی تھیں۔ اور چھٹی کانس کی نئی ساخت کی چھت کسی دوسرے مقام پر ان مختلف اور متضاد چیزوں کا حیرت ناک مجموعہ اس پر آشوب نہیں پر عظمت اور دل فریب تھا۔

مگر اسی جیسا کہ میں نے پیشتر بیان کیا ہے جھیل کے ساحل پر پہنچ کر ایک چھوٹے سے فرش قطع مکان کے دروازہ پر پھیری تھی جس کی ظاہری شکل و صورت بالکل

وہی جیسی امرائے انگلستان کی جاگیروں میں دربان کی جائے سکونت کی ہوا کرتی تھیں اس مکان کے دوسری جانب جھیل کی سمت میں ایک پھرنا سا گھاٹ پانی کے اندر بنا ہوا تھا۔ اور پانچ چھ بڑی چھوٹی کشتیاں اس گھاٹ کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔ گاڑی کی آواز سن کر ایک خوش پرش ملا ہوا مسرور چہرہ اور کسرتی بدن کا آدمی مکان سے باہر نکلا۔ دو بجے دیکھ کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن پھر کسی خیال سے رک گیا۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ اس کے دل میں کیا خیالات پیدا ہوئے ہیں۔ بظاہر اسے نہ ذکر کی آمد کی اطلاع دی جا چکی تھی۔ اور اُسے اس کا انتظار بھی تھا۔ مگر جیب اُس نے میری شکل و صورت دیکھی۔ اور جب اُس کی نگاہ اُس خوش قطع سوٹ کی طرف گئی۔ جو میرے دوست ولندیزی کپتان نے مجھ کو دیا تھا۔ تو اس کو یہ سوچ کر تامل ہوا کہ یہ آدمی وہ نوکر نہیں ہو سکتا جس کا انتظار تھا۔ بہر حال میں نے اُسے بہت عرصہ شش و پنج میں رکھا غیر ضروری سمجھا۔ میں نے اُس کو بتایا کہ میں کون ہوں جس کے بعد اس نے میرا پر تپاک خیر مقدم کیا۔ رخصت ہونے سے پہلے میں نے گاڑی کو اپنی طرف سے کچھ اہتمام پیش کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس نے جواب دیا کہ میں آپ سے ایک بات بھی لینا منظور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مسٹر ڈکنسنی نے صرف میرا حق پوری طرح ادا کر دیا تھا۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا۔ کہ اگر تم ان سے کچھ اور مانگے تو مجھے سخت ناراضگی ہوگی۔ تاہم اُس نے میرا شکریہ ادا کیا۔ اور اُس کے بعد گھوڑوں کو چابک رگاکے موضع متھگن کی طرف چل دیا۔ جس کے بارہ میں معلوم ہوا کہ ایک چھوٹا سا پرنس گاؤں ہے۔ اور جھیل کے اُسی ساحل پر جہاں میں اس وقت کھڑا تھا قریباً پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

ملاح نے جو مسٹر دیناچر کا دیباہی تخواہ دار آدمی تھا۔ جیسے امرائے انگلستان کی اراضی کے دربان مسموم ہوتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی ڈونگی کھول کر میرا ٹنک اس

میں دکھایا۔ اور جب میں خود بھی اُس میں بیٹھ چکا۔ تو وہ اُسے کھیتا جزیرہ ناک کی طرف
 لے چلا۔ وسط مارچ کی پُر فضا سہانی شام تھی۔ اور سوچ مفری پہاڑوں کی چوٹی
 پر آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اطراف کو ہستان میں چھائے ہوئے چند بادل بھیل
 کے شفات پانی میں عکس افکن ہو کر عجیبے غریب سائے پیدا کرتے تھے۔ نہاد میں
 بھی وہ سردی نہ تھی۔ جس کی بجائے اس موسم میں سکٹ لینڈ کے کوہی علاقہ میں امید
 ہو سکتی تھی۔ البتہ ایک طرح کی راحت افزا خشکی صحت بخش اور جاں پرور اس میں
 باقی تھی۔ ہماری کشتی جب انج کے ساحل کی طرف بڑھی۔ تو اس کے وسط میں اونچے
 مقام پر بنی ہوئی عالیشان عمارت نیلگوں آسمان کے مقابلہ میں زیادہ پُر عظمت
 دکھائی دیے لگی۔ پردوں میں ہری ہری کوئلیں نکلنے لگی تھیں۔ اور گرجے درخت الیہ
 بھی تھے۔ جن کی سبے برگ شاخوں میں سرمائی سختی کے آثار اب تک باقی تھے تاہم
 وہ برہنہ شاخیں بھی نظارہ کی سنسنائی پیدا نہ کرتی تھیں۔ اور ان کے مقابلہ میں حدنگاہ
 تک پہنچا ہوا سمندر جو ڈھلوان مقاموں پر عمارت کے سامنے اور اس کے اطراف میں
 جھیل کی سطح تک پہنچا ہوا تھا۔ بڑا پر کیف نظارہ پیش کرتا تھا۔ کشتی آواز کار ایک
 اور گھاٹ کے پاس جا کر رُک۔ جو عین اس گھاٹ کے بالقابل واقع تھا جس سے
 ہم چلے تھے۔ اور اس وقت میں نے دیکھا کہ ایک ویسا ہی خوشنما چھوٹا سا مکان
 جیسا بھیل کے دوسری جانب تھا۔ اس جگہ بھی موجود تھا۔ قریباً ایک درجن کشتیاں
 جوبلی جھت کے نیچے جس کے استادے سطح آب سے اُدپر کی طرف اُٹھتے تھے بندھی
 ہوئی تھیں۔ بعض اتنی وسیع اور عالیشان کہ میرے خیال میں ان کو چلنے کے لئے
 کم از کم ایک درجن ملاحوں کی حاجت ہوتی تھی۔ گھاٹ پر اتار کر میں نے اپنا صندوق
 شانہ پر رکھ لیا۔ اور عمارت کی طرف چلا جس کا بڑا بھانگ اُس گھاٹ دے
 مکان سے جس کے پاس میں جا کر اُتر تھا۔ قریباً پانچ میل کے فاصلہ پر دکھائی دیتا تھا۔

باب سوم

ایچ متھکن

طرز جدید کی ڈیز دھی میں بنا ہوا ساسنی طون کا پھانک چڑھ کر بند تھا۔ اس نے میں نے اس کو کھٹکھٹا نا غیر ضروری سمجھا۔ اور غار سے پہلو میں جتا ہوا شاگرد پیش کی طرف ہولیا۔ چند منٹ کے عرصہ میں ایک ٹھکانہ وضع کے دروازہ کے پاس جا پہنچا جس کے بھاری پھانک میں ایک چھوٹی سی کھڑکی کھلی تھی۔ چھوٹا آتا دیکھ کر ایک دروازہ قہ نہ کر جس نے خوشنما و روی پہنی ہوئی تھی۔ باہر نکلا اور اس نے قہ سے پرچھا کیا تم ہی وہ نوجوان ہو جس کی آمد کا انتظار تھا میرے دل کہنے پر طوح کی طرح اس نے بھی میرا بڑا تپاک غیر مقدم کیا۔ در قہ اپنے ساتھ ایک سزاخ اور اونچی ڈیڑھی میں سے گیا جس کی دیراروں پر چنگ اور شکار کی تعداد یادگار میں آویزاں تھیں۔ مثلاً پرانی وضع کی ڈھالیں اور جھنڈے بڑے اور باریک بھل کی تلواریں اور خنجر بارہ سنگوں اور سو روں کے کٹے ہوئے سر اور ایسی ہی تعداد چیزیں ایک تشکیل دھیمہ آدمی جس کا قد چھ فٹ وہ اپنے سے کسی طرح کم نہ ہو گا۔ سکاٹ لینڈ کے کوہی علاقہ کی پوری در دی پہنچے جس کی ٹوپی میں گھما ہوئے مسیحا پر اس کے بایں شان پر لہر لہتے رہتے پر بھیابین اقد میں نے اس کو ٹھیک ٹھاک کر رہا تھا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ والے ایچ متھکن کا تنخواہ دار ملازم تھا۔ اور اس کا کام مختلف اوقاتی میں جاکر مستا تھا۔

نہ کر جو یہ سہ ساتھ آیا تھا۔ ڈیڑھی کے وسط میں عقد ڈی دیر کے لے کھڑا ہو گیا۔ اور تعریفی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے کے بعد میری طرف دیکھنے لگا گیا یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس نظارہ نے میرے دل پر کیا اثر پیدا کیا ہے۔ میں نے جیساکہ

لازم تھا۔ تو تعین و خوش آمد کے چند الفاظ کہے۔ جس پر نوکر اندازِ وقار سے مسکرایا۔ میرا خیال ہے اُسے اُس خاندان کی عظمت و عزت جس میں وہ نوکر تھا۔ کچھ کم تکبر نہ ہوگا۔ غالباً اسی نے اُس کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔ کہ میں اس نگارہ سے سجدہ متاثر ہوا ہوں۔ بعد ازاں وہ مجھے ساتھ لے کر لیٹے رستوں اور غلام گروٹوں سے گذر کر مکان کے اُس حصہ میں پہنچا۔ جہاں نوکر لوگ رہتے تھے۔ اور جس کی گھر دیکھاں عمارت کی پشت پر ایک نہایت وسیع صحن کی طرف کھلتی تھیں۔ ایک بہت لمبی میز اس جگہ بھی ہوئی تھی۔ جس کو دیکھ کر میں نے اندازہ کیا کہ کم از کم تیس نوکر اس کے ارد گرد بیٹھ سکتے ہوں گے۔ چنانچہ اب بھی دس یا دہ نوکر اور نوکرانیاں اس جگہ بیٹھی آپس میں گفتگو کر رہی تھیں۔ پھر جب اُس آدمی نے جو مجھے اپنے ساتھ لایا تھا۔ اُن سے میرا تعارف کرایا۔ تو وہ سب اس قدر محبت اور بہتہ تکلفی سے پیش آئے۔ کہ مجھے کسی طرح کی اجنبیت محسوس نہ ہوئی۔ اتنے میں ایک اور نوکر مسٹر وینا جو کہ میری آمد کی خبر دینے جدا گیا۔ اور اسی نے چند منٹ بعد واپس آکر اطلاع دی کہ آقا نے اسی وقت تم کو یاد کیا ہے۔ اس پر میں اُس دوسرے آدمی کے ساتھ فراخ صحن سے گذر کر عمارت کے قطعی حصہ میں بنے ہوئے ایک برآمدہ میں پہنچا جہاں سے ہم ایک اور رستہ سے گذر کر بہت بڑے ہال میں جا پہنچے۔ اس کا فرش اور استوائے ایک ڈال سنگ مرمر کے بنے ہوئے تھے۔ ایک چوڑا اور خوشنما زینہ اس جگہ سے اوپر کی طرف جاتا تھا۔ ہم اُس پر چڑھنے لگے۔ اور آخر کار ایک ایسے مقام پر پہنچے۔ جہاں سے کئی رستے مکان کے مختلف حصوں کی طرف جلتے تھے۔ یہیں سے ایک رستہ کمرہ نشست کی طرف بھی گیا تھا۔ یہ کمرہ بجائے خود بہت وسیع اور خوشنما طریقہ پر آراستہ تھا۔ مگر اس سامان آرائش کو دیکھ کر مجھے بے اختیار اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا کہ زمانہ حال کی دیکھیاں رکھتے ہوئے بھی اس گھر کے مالک کو عہد گذشتہ

کی یادگاریں جمع کرنے کا خاص شوق ہے۔ کمرہ میں جا بجاشیشہ کی اما دیوں میں رکھے ہوئے سکاٹ لینڈ کے کوہستانی جگہوں کے کئی کئی طبع کے بت تھے۔ جن کا لباس باشندگان ہائی لینڈس کی مشہور قومی طرز پر تھا۔ حتیٰ کہ آئینہ ان پر رکھے ہوئے ٹائم پیسوں کے گرد بھی اسی طبع کے بت کھڑے دکھائے گئے تھے۔ لباس کی اس طرز خاص کی کثرت کو دیکھ کر پیرا خیال تھا۔ کہ خود والے انچ متھگلن بھی اسی طبع کا لباس پہننے کا عادی ہوگا۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ کہ اس نے بالکل اس قسم کا لباس پہنا ہوا تھا۔ جیسا صدر مقام برطانیہ کے کسی ذی استطاعت باشندہ کا ہو سکتا ہے۔

مسٹر دیناچر کی عمر ساڑھے سال کے قریب تھی۔ مگر اُس کی کافی اتنی مضبوط قامت اتنی سیدھی۔ رنگت اتنی سرخ۔ دانت ایسے مضبوط اور سیاہ آنکھیں اتنی روشن عقیں۔ کہ کوئی شخص اس کو دیکھ کر بڑی آسانی سے یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ پچیس سال یا اس سے بھی کم عمر کا آدمی ہے۔ سر کے بال جو عہد شباب میں سیاہ تھے بقدر نصف سپیدی قبل کر چکے تھے۔ دو سسے لفظوں میں اُن کی رنگت لوہے کی بیگی رنگت سے ملتی تھی۔ مگر نہ اُن کی گنجائی میں فرق آیا۔ اور نہ کسی مقام پر ان کے اڑنے کا نشان تھا۔ اس کے تشکیل دو جیہ چہرہ پر گواس قسم کے آثار کبر موجود تھے جن سے پایا جاتا تھا کہ اسے اپنی دولت عزت اور شوکت پر ناز ہے۔ تاہم ان کے ساتھ ملے ہوئے فیاضی اور رحمہائی کے اثرات ان کی سختی کو بڑی حد تک کم کرتے تھے۔ علاوہ بریں وہ آثار ذہانت جو اس کی کشادہ پیشانی پر موجود تھے۔ وہ اس کے چہرہ کو اور بھی زیادہ دکش بناتے تھے۔ اس کے انداز خالص امیرانہ ہوتے ہوئے بھی ناچاز و دعوت سے پاک تھے۔ اُس کی ہر بات سے وقار ظاہر ہوتا تھا تاہم بحیثیت مجموعی وہ ایک سلسلہ صاحب اخلاق اور پورا ایک طہیت آدمی تھا

اس کا بوجھ ہر چند اُس آدمی سے ملتا تھا۔ جو عمر بھر حکم صادر کرنے۔ اور اپنے اہلکار
کی تعمیل کرانے کا عادی رہا ہو۔ تاہم انعاماً کہنا پڑتا ہے۔ کہ کسی طرح کی سختی یا سخت
گیری نہ اُس کے بوجھ اور نہ انداز میں پائی جاتی تھی۔ اور مطلق انسان کی خواہش
میں قطعاً موجود نہ تھی۔ اس کے برعکس وہ بڑا احیلم اور منکسر المزاج آدمی تھا۔ چنانچہ
جب اُس نے مجھے معنی طلب کیا۔ تو جو اس کا بوجھ اس آدمی سے ملتا تھا۔ جو سچا اور
محسوس کرتا ہو کہ وہ شخص ثانی سے بدرجہا افضل و برتر ہے۔ تاہم کیا خیال اس کی
گفتگو میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا ہو جو مجھ پر اپنی کم حیثیتی ظاہر کرے میرے دل میں
ذلت یا شرم کا احساس پیدا کرتا۔ انقصہ اس کی گفتگو اس طرح کی تھی جس سے
پایا جاتا تھا۔ کہ اپنے آپ کو میرا افسردہ حاکم سمجھتے تھے۔ یہ بھی وہ چھتے پیراؤں
تھا برتاؤ کرنا چاہتا ہے۔ اور تو اُس کو معلوم ہے کہ اس کی جائے سکونت کمرہ نشست
میں ہے۔ اور میری شاگردی پیشے کی ادنیٰ کو فٹری میں تاہم اُس کی طرف سے تو کوئی
تو قدر و منزلت کے ساتھ رکھتے اور ماہرین ہر طرح کا آرام بہم پہنچانے کے معاملہ میں
کوئی کوتاہی عمل میں نہیں آ سکتی۔ یہ وہ سرسری اندازہ تھا۔ جو میں نے اپنے
میتھنگل کے رد و بجا کر فقور کی اسی دیر میں اس کی سیرت کے متعلق قائم کیا۔ اور
گزرا اس کے بعد اُس کی ملازمت کے دوران میں مجھے اس کے متعلق کئی باتیں اور
معلوم ہوئیں۔ تاہم اس کی وہ عزت جو یوم اول کو میرے دل میں قائم ہوئی تھی۔ وہ
ہم آؤ تک کم نہ ہو سکی۔ نہ مجھے اس اندازہ میں جو میں نے اس کی خدمت کے
متعلق شروع میں قائم کیا تھا۔ کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی۔

یہ سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے میں ان تین شخصوں کے بارہ میں
چند الفاظ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جو اس وقت والے انج متھنگل کے
ماہر تھے۔ جب میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبکہ بعد ازاں معلوم ہوا

وہ تین شخص یہ تھے۔ ایک اس کا بیٹا۔ ایک اس کی بھتیجی اور ایک وہ عجیب الوجود چڑھا جس کا پورا نام ڈاسنی کلیک مین تھا۔ مگر جیسے سب لوگ ڈاسنی آہنگر بنایا کرتے تھے میں ان تینوں کا ذکر باری باری کرتا ہوں۔

والیہ ایچ مٹھکھن کے بیٹے کا نام لینا کس۔۔۔ لینا کس دینا چاہتا تھا۔ اور اس کی صورت اپنے باپ کی شکل و صورت سے اتنی ہی مشابہ تھی۔ جتنی ایک سالخوردہ آدمی کی تصویر اس کی عہد شباب کی تصویر سے مشابہ ہو سکتی ہے۔ عمر اس کی تیس سال کے قریب تھی۔ اور اپنی عمر میں جتنے خوبصورت انسان تھے جو ان میری نظروں سے گزرے ہیں۔ میں دعوت کے کہہ سکتا ہوں کہ ان سب سے افضل و بہتر تھا۔ قامت دراز۔ چھ فٹ کے قریب۔ خط وخال مردانہ۔ مگر اعضا کا تناسب اتنا نفیس جتنا صنف نازک ہی میں پایا جاسکتا ہے۔ میرے خیال میں وہ اپنی جنس کا بہترین اور اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ نہ صرف اس کے چہرے کی ساخت اپنے باپ کے چہرے سے ملتی تھی۔ بلکہ اس کے بشرو کے انداز بھی وہی تھے۔ یعنی نکبہ و فیاضی انکسار و عالی جوہرگی اپنی مرکب صورت میں اس کے چہرہ پر موجود تھے۔ سر کے بال پرزور کی مانند سیاہ اور تدرقی طور پر پیل کھائے ہوئے۔ پیشانی اونچی اور فراخ۔ گہری سیاہ۔ جن کی تہ میں جوش شباب کی آتش جھنڈ پائی جاتی تھی۔ چمکیلے سیاہ گچھے ٹھڈی کے نیچے اس طرح لے ہوئے تھے۔ کہ سامنے سے دیکھیں تو اس کا چہرہ مکمل بیضوی دکھائی دیتا تھا۔ دانت تو کسی قدر چوڑے تھے۔ تاہم ان کی رنگت علاج سے بڑھ کر سپید تھی۔ اور جلد بدن کا سرخ و سپید رنگ جو حساسوں کے پاس خصوصیت سے نمایاں تھا۔ ظاہر کرتا تھا۔ کہ یہ شخص گول کرہ میں بیٹھ کر وقت ضائع کرنا نہیں جانتا۔ بلکہ قبیل پرستی چلانے یا دادی اور کچھار میں نیٹکا رکھ کر کچھار کے مردانہ کھیلوں کا شائق و دلدادہ ہے۔

مگر میں نہیں جانتا۔ وہ کہنے لگا ظلم جن میں اس
 نامزدین کے حسن و گھوسوز کی تعریف کی جائے۔ جو ایک صوفی پر کسی ساخت میں جبری
 میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ والے انجھ مٹھکھن کی بھتیجی ایلین دیا جبری دیکھی ہوئی عورتوں
 کی چازا دہن۔ دینا کے سب سے زیادہ خوشنما چھوٹوں میں ایلین کا دیکھ میں پایا جاتا
 اول پر تھی۔ تاہم اگر انصاف کوئی چیز ہے۔ تو میں یہ کہنے پر مجبور ہوں اس کی ذات سے گہری
 بڑی آسانی سے اس کے بعد دوسرا درجہ دیا جاسکتا تھا۔ رگت سے
 اتنی شرافت کہ اس جگہ کو ہستان سکات بینڈ میں بھی جہاں عورتوں کی صف سے
 اور گری اس قدر عار سمجھی گئی ہے۔ اس کی پاکیزگی مکمل ترین صورت میں تھی
 تھی۔ چھوٹوں میں کیلیا کا رنگ اپنی دلکش سپیدی کی وجہ سے کسی مضموم و مہر
 کے حسن سے مشابہ سمجھا گیا ہے۔ مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ ایلین کے چہرہ کی سپیدی
 اس کے گلابی نشان کے سوا جو رخا روں کے وسط میں قائم تھا۔ اس پر بھی
 فانی اور غائب تھی۔ گہرے نیلے رنگ کی موٹی آنکھیں جن کی تیر خیال انگیز
 سکون کی گہری جھلک موجود تھی۔ اور وہ جھلک اُن اشار ذہن کے عین حسب
 حال تھی۔ جو اس کی فراخ سپید پیشانی پر موجود تھے۔ لیکن وہ آثار ذہن انت جنہیں
 قدرت صرف منتخب اشخاص کو عطا کرتی ہے۔ اس کے انداز میں کسی طرح کی مردانہ
 جھلک پیدا نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس سے محض اس طرح کا وقار نسوانی پیدا ہوتا تھا
 جسے چہرہ کی نرمی اور مصدومیت کم کرتی اور پاک بناتی تھی۔ سر کے بال گہرے
 بھورے رنگ کے جن میں ایک دلغریب قدرتی چمک پائی جاتی تھی۔ اور وہ اس
 کے خوشنما چہرہ کے اطراف میں اس کے پُر کیف و لاسے شانوں اور گردن کے
 پاس جس کی سپیدی بدن کے دوسرے حصوں سے زیادہ واضح اور صاف تھی
 بے بالا لٹکے ہوئے تھے۔ اس کے تریا تو فی ہونٹ اپنے اندر اس کی نمی رکھتے تھے

ہر نمونہ کے اندر موتیوں کی دوڑیاں بے داغ اور ہموار جن کی چمک
 رزاتی تھی۔ موجود نقیصہ۔ پتلیں لمبی اور آبنوس کی مانند کالی جس
 وں کی گہری نیلی رنگت حقیقت سے زیادہ سیاہ نظر آتی تھی
 کی مانند سیاہ نقیصہ آنکھوں کے اوپر اس طرح صورت کمان
 نکلیں اُن میں کرنی نقص دریافت نہ کر سکتی تھیں۔ اس دلکش
 اور تفصیل بیان کرنے کے بعد میں صرف یہ الفاظ اس پر اضافہ
 کرتا ہوں کہ اُس کے خط و خال نمایاں تھے۔ تاہم اُن میں اس قسم کی نرمی
 اور لائی پائی جاتی تھی جسے عہد قدیم کے نامی مصوروں نے اپنی شاہکار تصویر
 پیش کیلئے پھر اُن خط و خال سے زمانہ نزاکت اور دو شیزگی کی معصومیت
 اس حد تک ظاہر ہوتی تھی۔ کہ ان کی موجودگی سے وہ اثر و قار جو اُس کی
 چوڑی پیشانی پر نمایاں تھا۔ اگر باطل دبا ہوا نہیں تو کسی حد تک منسوب ضرور تھا
 پہلی بار اُس کی صورت دیکھنے سے اُس کے حسن تازہ کی یہ چند خصوصیات ہی نظر آتی
 تھیں۔ لیکن بعد ازاں جب اُس کے خوشنما پاک چہرہ کو مختلف اوقات میں دیکھنے
 کا موقع ملے۔ تو وہ قدرتی ذہانت بھی جو اُس کی فرخ پیشانی پر قائم تھی پوری طرح
 دکھائی دیتی تھی۔ اُس کا چہرہ جب سامنے سے دیکھا جاتا ہے۔ تو ہرے ہوئے خسار و
 کی وجہ سے گداز معلوم ہوتا تھا۔ تاہم اُس کی دو دھیا سپید رنگت اور اس رنگت
 میں لی ہوئی ہلکی گلابی چھلک کو نہ نظر رکھ کر یہ خیال بھڑے سے بھی دل میں نہ لایا جا
 سکتا تھا۔ کہ فریبی کے آثار اُس کے حسن کی دھڑبڑ ہی کو کسی طرح کم کرنے کے لئے موجود
 ہیں۔ اس کی قامت درجہ اوسط سے زیادہ بدنی ساخت مکمل دوران اوجھاقت
 سے پُر تھی۔ جن کی موجودگی میں مناسب وقت گزر جانے کے بعد اس شکوفہ کے
 دلفریب کلی کی صورت اختیار کرنے کی پوری امید قائم ہوتی تھی۔ بحیثیت مجموعی

اس کا بدن ہکا بھال چکیلی گردن میں راج کی گردن سے ملتی ہوئی یاد دہش کی ساخت میں بڑی اور وقار کی و لفریب آئینہ شقی - اقصہ انہیل سے دوسرے درجہ پر وہ میری دیکھی ہوئی عورتوں میں سب سے زیادہ نازک اور حسین تھی سادہ اس تدریجی نیک اطاری اور علم اس میں پایا جاتا تھا کہ وہ زمین پر ایسا کوئی آدمی نہ ہو گا - جو کیلین دینا چر کر دیکھے اور اس کی ذات سے گہری بچھی محسوس نہ کرے۔

اس ذکر کو چھوڑنے سے پہلے میں یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ یہ نوجوان خاتون کسنی سے تیسیم تھی - یہاں تک کہ اسے اپنے والدین کے بارہیں کوئی حال قطعاً معلوم نہ تھا - کیونکہ اس کی ماں اس کی ولادت کے چند ماہ بعد ہی مر گئی - اور باپ جو شرق انہدیں ذبی افسر تھا اس وقت انتقال کر گیا تھا - جب اس کی عمر چھ تھی - مشرق کی دور افتادہ سر زمین میں وہ اس ہمہ میں کام آیا - جو بعض ویسی سرداروں کے بضعاف اختیار کی گئی تھی اور اس طرح اپنی ایکوتی بیٹی کو شیر خوارگی میں ہی اپنے بھائی دانے لے کر منتقلی کے زیر سایہ چھوڑ گیا - صرف چند ہزار روپے کا چھوٹا سا ٹکڑا اس کی داعدیراث تھا - تو یہاں تک کہ پرورش شروع سے ہی دانے لے کر منتقلی کے زیر نگرانی ہوئی اور یہ بیان کرنا نا حاصل ہے کہ اس نے اس فرض کو بڑی خوش پہلوی کے ساتھ انجام دیا - مگر دینا چر کو ہر طرح کے سکولوں سے سخت نفرت تھی - خواہ وہ لڑکوں کے لئے ہوں یا لڑکیوں کے - پس سولہ سال کی عمر تک پہلین کی تعلیم ایک ہستانی کے سپرد رہی - تاہم اس کی عمر کا تمام تر حصہ جھیل کے وسط میں بنے ہوئے اس محل میں ہی بسر نہ ہوا تھا - وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ایڈنبرگ اور سکاٹ لینڈ کے بعض دوسرے بڑے شہروں کی سیاحت کر چکی تھی اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد تقریباً ایک سال سکاٹ لینڈ کے صدر مقام میں رہی تھی - اس چارہترین سولہ سالگی کے میں محل نے اس کے اطوار میں وہ حرکت اور صفائی پیدا کر دی تھی - جو بہترین تربیت کے باوجود دشنامیں صورت میں کبھی حاصل نہ ہوئی - مگر اس کو ہر بھر سکاٹ لینڈ کے کوہستانی علاقہ کی کم مہذب سادگی میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہونا پڑتا۔

تھیرا دوی جسے میں نے اپنے آقا کے نام پر کہے پاس بیٹھ رہے دیکھا۔ اسی کلیک میں تھا
 عمر اس کو والے ایچ متھکن سے دو یا تین سال زیادہ یعنی ساٹھ سال سے اوپر تھی مگر اپنی طرز پر
 وہ بھی اس سن و سال کے باوجود اتنا ہی مضبوط و توانا تھا۔ جتنا مشر دنیا جو ایک عجیب طرح کی ہول
 کی جی ہوئی ٹوپی جس کی رنگت سن کی ہلکی رنگت سے ملتی تھی۔ مگر نہایت بھاری ساخت کی اور
 انتہا درجے معجزہ انگیز اس کے سب پر تھی۔ اس کے چوڑے چپے چہرے پر جو اس قدر فربہ تھا
 کوٹھڑی کے بل گئے میں نہ بے ہوش رہے۔ وہ مال کو بالکل چھپاتے تھے۔ چھپھروں کا نشان بہت
 تھا۔ قد بہت لیکن بدن انتہا درجے فربہ اور اس کی قدرتی لڑکھرائی ہوئی چال کو دیکھ کر بارہا
 ایسا معلوم ہوتا۔ گویا وہ بے حد شراب پیئے ہوئے ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ کہ وہ بسیار نوش
 میگز نہ تھا۔ عمدہ کھانوں کو اور مقدار میں نوش کرنے کا اس کو شوق تھا۔ تاہم شراب کے ہتھل
 میں وہ کسی حد اعتدال سے آگے نہ بڑھتا تھا۔ وہ صاف و سادہ مزاج کا شکیل نیک خواہی
 تھا۔ علم دنیاوی حالات سے نا علم اور برائی کے وجود سے اس قدر بے بہرہ کہ اگر کبھی یہ بات اس
 کے سامنے میں آتی کہ فلاں شخص رائے ایچ متھکن کے خلاف منشا کوئی کام کرے گا اس کو بخیر یاد کر رہا
 ہے۔ تو وہ نگاہ تار گھنٹوں اعتقاد حیرت کے آثار منہ پر لئے پُر خیال انداز سے چپ چاپ بیٹھا تھا
 اس قسم کی حماقت آمیز بے خبری کے آثار تقریباً ہر وقت اس کے چہرہ پر موجود رہتے تھے۔ صبح
 صبح میں وہ کسی وقت بھی گفتگو نہ کرتا تھا۔ مگر اس کی عادت تھی کہ جو کچھ اس کی موجودگی میں
 کہا جائے۔ وہ اس کے سلسلہ میں بہت انداز سے چند فقرے جو بوجے اظہار اے کے طور پر
 کہہ دیتا۔ خصوصیت سے اس طرح کے موقعوں پر جب رائے ایچ متھکن کے منہ سے کوئی حکم صاف
 ہو اس وقت وہ اس حکم کی نوعیت سے قطع نظر ضرور اپنے طور پر اس حکم کی تصدیق کر دیتا تھا مگر
 اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ مشر کلیک میں ٹوڈی یا فوش نہ ہی تھا جس میں وہ اپنے طور
 پر بڑا آزاد خیال آدمی تھا مادہ صبیحا کہ معتد بہ واقع ہو گا۔ اپنے آپ کو ایچ متھکن کے حلقہ
 خاندانی کا جز لازم سمجھتا تھا۔ پھر اس کی گفتگو کے متعلق اگر اس کے منہ سے نکلے ہوئے بے جڑ

غفلت کو اس نام سے موسوم کرنا ممکن ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ غاوثِ اظہارِ رائے کے طور پر ضرور مرقیہ فقہ بیان کرنا شروع کرتا لیکن ہر حال میں اس کو نامِ مسمیٰ چھوڑ دینا تھا فی الحقیقت جہان تک جھکوا یاد ہے۔ اس نے کبھی کسی موقع پر بھی اپنے بیان کردہ فقہ کو تکمیل تک نہیں پہنچایا۔ یا تو اپنے ہی خیالات کے انہماک میں اس کا سلسلہ بھول جاتا۔ یا کسی دوسرے آدمی کے گفتگو میں حصہ لینے سے چھوڑا رکھ جاتا۔ قدیم لاطینی کتابوں یا درسی کتب کے سرائے مطالعہ کا شوق بالکل نہ تھا۔ اور اب کچھ عرصہ سے تو اس نے ان چیزوں کو دیکھنا بھی بالکل ترک کر دیا تھا۔ یونہی آرام و آسائش کی حالت میں چپ چاپ بیٹھا اور نگھا کرتا۔ اس کا ستر تھا۔ سرائے ان حالتوں کے جب کھانے کی میز پر بیٹھا ہوا اور اس طرح کی حالتوں میں وہ بڑا تیز دظار اور چالاک و چکنا چک کرتا تھا۔ موسمِ سرما میں جتنی آگ کے پاس آرام کر کسی پر یا گرمیوں میں جیل کے ساحل پر پہنچ کر پوچھ کر اطمینان سے آنکھیں بند کر لیتا میں نے ہمیشہ اس کے گلے میں سیاہ رنگ کا موٹا دیکھا۔ یعنی درزی کا سلاہا ڈریس کوٹ بڑی بڑی جیبوں کی دو کٹن لائن میں سے ایک کے اندر لباس کی ڈبہ اور دوسری میں تنباکو کا کبس موجود رہتا تھا۔ کیونکہ اسے تنباکو پینے کا بہت شوق تھا اور بہن کے زیریں حصہ میں آدھی برجس اور گٹر ہمیشہ مجموعی اس کی صورت کسی ناواری یا اڈیہ سے متقی تھی۔ چاندی کی ایک بہت بڑی گھڑی ہر وقت اس کی جیب میں رہتی تھی۔ اور اس کے ساتھ لگی ہوئی سونے کی زنجیر میں لاتعداد گنجیاں اور مہریں اور پیرانہ راکرتی تھیں۔

سلسلہ دستاویز شروع کرنے سے پہلے میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ ستر دینا چاہے کی دوبار شاہی ہوئی تھی پہلی بی بی سے سینا کس جو ریاست کا وارث تھا پیدا ہوا اور ویسا کہ اس سے پہلے بیان ہوا ہے۔ اس کی ماں اس کی ولادت کے تھوڑا ہی عرصہ بعد مر گئی۔ اس کے بعد کئی سال گزر گئے اور اس عرصہ میں واسے کوچ متھکھن نے دھری شاہی نہ کی لیکن بعد ازاں عرصہ دوا زگدھانے پر اس نے پھر شاہی کرنی۔ اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ مگر دوسرے بیٹے کی ولادت کے تھوڑا عرصہ بعد اس بی بی کا بھی انتقال ہو گیا چنانچہ جس زمانہ

میں پس پسند طاعت اچھلن چنچا۔ توان دو درکوں کی عمر جن کے نام آئور اور لوکیل تھے
 بارہ اور دس برس کی تھی۔ معلوم ہوا اسی کلیک مین کا نام سب سے پہلے بڑے لڑکے لینا کس
 کی تعلیم کے سلسلہ میں ہوئی تھی مذہب اور روشن دماغ نہ ہوتے ہوئے بی ڈا سنی قدیم ادبیات
 تاریخ جغرافیہ اور ریاضی کی تعلیم بوجہ حسن دے سکتا تھا۔ اور اپنی چیزوں کی دانے بچہ تھکلن
 کی رائے میں ایک کوسہ تانی امیر کے بیٹے کو ضرورت تھی سلسلہ تعلیم مکمل ہونے کے بعد اگر اس طرح
 کی کسی تعلیم کو کسی پیر سے مکمل سمجھا جاسکتا ہے، مگر اسی کلیک مین کی خدمات کی ضرورت
 باقی نہ رہی تھی۔ تاہم دانے اچھلن نے پاس دھنداری سے ہکولپنے ہی پاس رہنے پر
 مجبور کیا اور عذریہ رکھا کہ اب آپ آئور اور لوکیل کی تعلیم کا فرض اپنے ذمہ میں چند سال ڈا سنی بیچارہ
 جس طرح ہی ممکن تھا۔ ان دو درکوں کے ساتھ نباہ کر تا رہا۔ لیکن اس طرف کچھ عرصہ سے اس کا
 بہن اتنا فریب اور دماغ ایسا کند ہو گیا تھا کہ اس کے لئے ان فراموش کو پورا کرنا نامدیش محال
 ہو گیا۔ مشر دنیا چرنے کی حالت دکھی۔ تو دو نو چھوٹے لڑکوں کے تعلیم کے لئے ایک اور نوجوان
 اور قابل ہستاد کی خدمات حاصل کر لیں مگر ڈا سنی کلیک مین کو پھر بھی اپنے ہی مکان پر رکھا اب
 لگو یا وہ ہمیشہ کے لئے اس حادثان کا ایک جزو لازم بن چکا تھا اور اچھلن نے واقعہ
 میں ڈا سنی کے صحیح آداب میر بانی سے کام لیکر لیکن ظاہر ڈا سنی کی موجودگی کو چھوٹے بچوں
 کی حفاظت و نگرانی کے لئے ضروری قرار دے کے اسے اپنے ہی پاس رہنے پر مجبور کیا۔
 اس نے بیٹھے معلم پر یہ بات اشارتاً بھی ظاہر نہ ہونے دی کہ وہ جو کچھ اس کے لئے کر رہا
 ہے وہ محض ازراہ فیاضی ہے بلکہ نالیش یہ کی کہ گھریں اس کی موجودگی اس قدر ضروری
 ہے کہ اسے رخصت کی اجازت دی ہی نہیں جاسکتی۔ کلیک مین بیچارہ کچھ تو طبعاً کند
 ذہن تھا۔ کچھ اس جگہ رہتے ہوئے عمدہ کھانے اور آرام کی زندگی بسر کرنے سے اور بھی زیادہ
 کند دماغ ہو گیا۔ پس اس نے جوئے پینے سے بھی سمجھا کہ اچھلن کی بیان کردہ وجوہات
 صحیح ہیں۔ اور اسی خیال کے اثر میں وہ بڑی ہی جگہ رہنے لگا۔ فی الحال اس قیام کے عارضہ

میں نہ صرف اس کو پہننے کے لئے اچھی جگہ اور کھانے کو عمدہ اور نفیس غذا مفت ملتی تھی بلکہ ٹیبلٹ
سرپرائز لانا جیب خراج کے لئے اس کے علاوہ دیئے جاتے تھے۔ مگر ایسا فائبر کلبک میں کے
بارہیں جی۔ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ اس لئے قیام میں اسے اس خاندان سے گہری محبت ہو گئی تھی۔
اس کی دلہنیں انچھٹکلن روتے زمین کا سب سے بڑا آدمی تھا۔ کیا کس میری شکا میں سب
سے بڑھ کر بے خوف اور مردوں کی صف میں سب سے بڑا وڈیکل و جیہ تھا اسی طرح ایسٹین کے
بارہیں اس کا خیال تھا کہ جو نوزاد اور وڈیکل کی ردائی اشکال فرمے رقی اور خوشنالی میں
کبھی اس کی ہم پند نہیں ہو سکتیں۔ وہ کئے چہوٹے لڑکے تان کے بارہیں جی اس کی رائے
اتنی ہی بلند و ارفع تھی جتنی اس کنبہ کے اور لوگوں کے بارہیں ان سب باتوں کے علاوہ
لالی ڈوسنی پانچھٹکلن کے دسترخوان کو بہترین تصور کرتا تھا اور اس کی رائے میں وہ بڑا ہی
بہ نصیب انسان ہو گا جسے اس دسترخوان سے ذہنی کا فخر حاصل نہ رہا ہو۔

یہ سارے حالات جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک ہی وقت میں لکچھٹکلن کے حضور
میں پیش ہونے کے موقع پر کچھ کو معلوم نہ ہوئے تھے کہ ان کے بارہیں میری واقفیت نے
رفتہ رفتہ ترقی کی تھی۔ تاہم میں نے ان سب کا یکجا فی ذکر اس لئے ضروری سمجھا ہے کہ آگے
چل کر سلسلہ داستان کو ان تفصیلات کی خاطر روکنے کی حاجت نہ ہو۔ خیر تو میں جس وقت مسٹر
دینا چر کے رد بردہ پہنچا۔ تو اس نے گہری توجہ سے لی ہوئی اس قسم کی بلند نظری سے جس کا
وہ عادی تھا۔ میری طرف دیکھنا شروع کیا۔ اپنے جی میں یہ بات اچھی طرح سمجھ چکے
تھا۔ کہ گو اول آن منیدی دل نے اپنی بیٹی کیلئے تھے اس وقت کے بارہیں جو اس غریب کو
مجھ سے تھا اشارہ بھی کوئی بات مسٹر دینا چر سے بیان نہیں کی۔ تاہم اس کا مجھ کو یقین
تھا کہ اپنے خط میں ضرور اس نے میری پر زور سفارش کی ہوگی۔ چنانچہ اس کا حوالہ اس
خط میں بھی درج تھا۔ جو اس نے ریڈ میں میرے نام پہنچا تھا پس میں نے جان لیا کہ یہ
ان سفارشات کا نتیجہ ہے کہ انچھٹکلن نے نامی اور طاقتور سردار کو میری ذات

سے اتنی گہری دلچسپی ہے۔ درنہ میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایک نہایت معمولی نوکر تھا اور مجھ میں کوئی خصوصیت ایسی نہ تھی۔ جو دوائے اور عجیب تھکن کے لئے ذریعہ کشش نہ ثابت ہوتی۔

تھوڑی دیر چپ چاپ میری طرف دیکھتے رہنے کے بعد آخر کار مٹر دنیا چرنے یہ کہہ کر ہر سکوت توڑی : ”زوجان آؤ۔“ مجھے کئی دن پہلے تمہارے آنے کی امید تھی۔“
 ”جنا ب مجھ کو افسوس ہے کہ میں اس سے پہلے حاضر نہ ہو سکا۔“ میں نے سو دہانہ جوا دیا۔ ”بہر حال میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے کوئی بے جا متاہل نہیں ہوا بلکہ میں جس قدر جلد حالات نے مہلت دی حاضر ہو گیا۔“

”خیر میں تمہارے جواب سے مطمئن ہوں۔“ مٹر دنیا چرنے کہا۔ ”اور اب میں چاہتا ہوں کہ آئندہ تم مٹر لینا کس کے ساتھ رہ کر اسی کی خدمت کیا کرو۔“ یہ کہتے ہوئے اس نے اس مقام کی طرف دیکھا جہاں اس کا بیٹا صوفے پر بیٹھا تھا ”عام طور پر میں اپنے نوکر کو یہ بیان کرنا ضروری نہیں سمجھا کہ تاکہ اگر وہ اپنے کام کو خوش ہلوی سے کرتے ہیں۔ تو انہیں اس جگہ پر کسی تکلیف کی شکایت نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں وہ آرام و اطمینان کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ قصداً کوئی ایسا فعل کریں جو میری ناراضگی کا موجب ہو۔ تو پھر وہ اس کے نتیجہ کے اپنے آپ ذمہ دار ہیں۔ بہر حال تمہاری بابت چونکہ خاص طور پر رعنا رش کی گئی ہے اس لئے میں یہ بات خصوصیت سے تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔“ اور یہ کہتے ہوئے اس نے اس انداز سے میری طرف دیکھا کہ گویا وہ حاضر کرنا چاہتا تھا کہ میں تمہارے معاملہ میں خاص کامیابی سے کام لے رہا ہوں۔“ یاد رکھو۔“ اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا کہ اپنے ہی طرز عمل سے تم نیچے اپنا بہترین دوست یا بدترین دشمن بنا سکتے ہو۔ درنہ جو لوگ ایک بار اس گھر میں داخل ہوں۔ انہیں اس بات کا اطمینان ہونا چاہئے۔ کہ اس حالت کے سوا کہ کوئی ناقابل معافی خطا ان کی طرف سے سرزد ہو سکتی کوئی موقع ان کی عیب دہی کا پیش نہیں آ سکتا۔

”بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک“ ڈامنی کلکٹک مین نے لباس کی ایک مٹلی لینے کے لئے اسنگلی سے اپنی کرسی پر سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

”جناب محکوم پوری امید اور یقین ہے“ میں نے براہ راست دانے لہجے متحکمن کو جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”کہ آپ مجھے ہر طرح اپنی عنایت اور فیاضی کا مستحق پائیں گے۔ میرے پاس بہترین مسندات موجود ہیں...“ مگر الفاظ نہ سے نکلے ہی تھے۔ کہیں غصہ مٹ گیا کیونکہ یاد آگیا میرے سب کا غذات اس صندوق میں بند ہیں۔ جولدن کے شراب خانہ کو اس کثیر میں رہنمیا تھا اور جس کے فی احوال کئی روز تک اس جگہ آنے کی امید نہ تھی۔

”خیر میں تمہاری مسندات دیکھنا نہیں چاہتا“ نامی سٹار نے ایک ہاتھ لاپرواہی سے ہلاتے ہوئے کہا ”میرے ایک بہت پرانے اور صادق دوست نے چونکہ تمہاری سفارش کی ہے، پس میرے لئے اسی قدر کافی ہے۔“

”بالکل ٹھیک“ ڈامنی نے پھر ایک بار کرسی میں حرکت کرتے ہوئے لباس کی ڈبیا ہاتھ میں لیکر کہا ”مجھے ایک قصہ یاد ہے جیکہ...“

”جوزف اب میرے لئے اسی قدر بیان کرنا باقی ہے“ انجے متحکمن نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا ”کہ مجھے جبری خوشی ہو گئی۔ اگر تم اپنے آپ کو ان سفارشات کے لائق ثابت کر دو گے۔ جو تمہاری مذہب کی گئی ہیں۔ یہی تم اپنے آپ کو اس بھر دہ اور افتادہ کا حق ثابت کرو جو تم پر کیا جاتا ہے۔“

”والہ میرے خیال میں“ اس موقع پر لینا کس نے کہنا شروع کیا۔ ”اڑ کا ہر طرح ان خدمات کے اہل ثابت ہو گا۔ جو اس کے سپرد کی جاتی ہیں اور چونکہ اسے ہر وقت میرے ہی ساتھ رہنا ہے۔ اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس کی صورت سے سب کا صحیح اندازہ ممکن ہو سکتا ہے۔ تو مجھے اس کی طرف سے کہیں کسی طرح کی شکایت کا موقع پیش نہ آئے گا۔“

”بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک“ ڈامنی نے پھر ایک بار لباس کی چکی لیتے ہوئے کہا۔

آدمی کی صورت اکثر حالتوں میں اس کی سیرت کی مظہر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مجھے ایک اور چہرہ ساقدار یاد آیا ہے۔۔۔

اس وقت والے انچ متعلق نے مجھے اٹھ کے اشارہ سے نصرت ہونے کے لئے کہا اور میں اس نوکر کے ساتھ جو دروازہ کے باہر سری واپسی کا منتظر کھڑا تھا۔ پھر ایک بار شاگرد چیشے کی طرف چلا گیا۔ اس نے میں ساڑھے چہرے بیچ گئے تھے۔ اور رات کا کھانا کمرہ طعام میں رکھا جانے لگا تھا چنانچہ میں جس وقت نوکروں کے کمرہ کی طرف جا رہا تھا تو حوسات خاصہ بردار نظر آئے جن میں سے ہر ایک ہاتھوں میں بھاری خان پوش تھے۔ اس سے میں نے اندازہ کیا شاید رات کے کھانے پر کچھ مہمان شریک طعام ہوں گے۔ لیکن بعد ازاں معلوم ہوا۔ یہ خیال غلط تھا۔ ورنہ اس قدر کھانا محض گھر کے لوگوں کے لئے تیار کیا گیا تھا جس سے قدرتی طور پر مجھے اس نتیجہ پر پہنچا پڑا کہ ان متعلق کے دسترخوان پر ہمیشہ اسی کثرت سے عمدہ اور نفیس کھانا پڑا جاتا ہے۔ یہ بات کہ نوکروں کو ہی کھانے کی مقدار اور عمدگی کے بارے میں کسی طرح کی شکایت نہ تھی جلدی ہی واضح ہو گئی۔ کیونکہ نوبت کے قریب نوکروں کے کمرہ میں دسترخوان اچھا تو معلوم ہوا کہ اچھی سے اچھی نعمتیں اس میں شامل تھیں میز کے گرد میز نشینوں کا انتظام تھا اور کئی طرح کا گوشت مرغ و ماہی کھنے بندے اور لائقہ دار قابل بیان نفاس میں اس کھانے میں شامل تھیں جن کی کرلے دیکھ کر مجھے دل ہی دل میں تسلیم کرنا پڑا کہ وہ عمدہ کھانا بھی جولاہ ڈریسنگ ہل کے مکان پر نوکروں کو ملتا تھا ماس کے مقدمہ میں بیچ اور بے حقیقت تھا میرے سمیت نوکروں کی کل تعداد سولہ تھی۔ ان کے علاوہ بارگشتہ ہی بان جدا حوں کی طرز کی در دی پہنا کرتے اور ہاشمہ گان مائی لینڈس کی صحت اور درازی قیامت کا بہترین نمونہ تھے۔ اسی میز پر بیٹھا کرتے تھے۔ چودہ آدمی ایک طرف اور چودہ ان کے سامنے۔ اور میز کے دونوں سروں پر ایک جانب داروغہ اور دوسری طرف خان سالار کی نشستیں تھیں۔ ایک اور بات جو میں نے اس جگہ دیکھ کر دیکھی یہ تھی کہ برتن ملنے والے یا دوسرے

اٹھنا لکروں کے لئے بھی کھانے کا علیحدہ انتظام نہ تھا۔ یہ آدمی ایک ہی ماندہ پر بیٹھا کرتے اور ان میں بہترین برادرانہ تعلقات پائے جاتے تھے۔ القعد میں جب اس رات اپنے کمرہ میں سونے کے لئے گیا جو سٹر لینا کس دینا چرکے کمرہ سے بالکل محقق تھا۔ تو اس نئی عمارت کے بارہ میں بہترین اثرات میرے دل میں پیدا ہو چکے تھے۔ خواب گاہ میں سچکے یہ بھی میں نے دیکھا کہ ایک چوٹا سا گھنٹا اس جگہ لٹکا ہوا تھا جہاں جس وقت ناک کو میری خدمات کی ضرورت ہو۔ تو بجھے فوراً طلب کر لیا جاسکے۔ ✓

میری گھڑی چونکہ لندن میں سٹر لینو در اور اس کے شیطان سیرت ساتھیوں کی عنایت سے غائب ہو چکی تھی اس لئے لیٹر پر نشیہ وقت یہ خیال بھی دوڑ گیا کہ کیا نہ ہو صبح کے وقت اُٹھنے میں دیر ہو جائے۔ لیکن مجھے اس کمرہ میں آئے بہت دیر نہ گزری تھی کہ صبح ہوا کمرہ کے باہر کئی مقام پر ایک دیوار گیر گھڑی لگی ہوئی ہے اور اس کے گھنٹے کی آواز میرے کمرہ میں سنائی دیتی ہے اس سے وہ تشویش جو پہلے دل کو جوئی تھی رفع ہو گئی میں تھیک چھ بجے اٹھا اور اپنے کمرہ کی گھڑی سے جو عمارت کی ایشیت پر مبنی ہوئی تھی مگر دو نواح کا منظر دیکھنے لگا۔ چونکہ واسطے رنج متفکرن کا عالیشان محل ایک ادب کے مقام پر واقع تھا اس لئے یہاں سے جزیرہ نما کے اکثر حصہ کا نظارہ بخوبی دیکھا جاسکتا تھا۔ چنانچہ جس طرف میں نے دیکھا خوشحالی اور فراوانی کے آثار نظر آئے۔ وہ خانے جو عمارت کی ایشیت پر اس جزیرہ نما کو تعمیل کے دو ستر سال سے ملاتی تھی۔ گو بہت چوڑی نہ تھی تاہم اتنی وسیع ضرورتی کو سمجھا جریاں تری آسانی سے اس پر آجا سکتی تھیں اس مطلب کے لئے ایک پختہ اور مہارٹرک اس پر مبنی ہوئی تھی اور وہی سٹر گھڑی کے سے مکان کا طواف کرتی ہوئی عمارت کے چاروں طرف گزرتی تھی جس سے یہ سہولت ملتی کہ اگر کوئی آدمی گاڑی پر سوار ہو کر مکان کے پچھلی طرف سے آئے تو دوا تر سے بغیر صدر دروازہ تک آسانی پہنچ سکتا تھا۔ اپنے کمرہ کی کھڑکی میں کمرے کے کمرے نے دیکھا کہ چھوٹے سے کی زمین خدا نگاہ تک زیر کاشت اور عمدہ حالت میں تھی۔ بلکہ دو لافندہ مقامات پر جو گھاٹوں یا چوٹیوں پر

نظر آئیں وہ بھی آسودگی اور خوشالی کا نذر تھیں اس کے مقابل میں جب چھ کیرٹریں کی طشتہ
 حال تباہ شدہ اراضی یاد آئی تو میرے سینہ سے بے اختیار افسوس کی سرواڑہ نکل گئی چاروں
 طرف جہانک نظر کام کرتی تھی لہجہ محققان کی دسین جاگیر پھیلی ہوئی تھی اور اس کی دست
 اور زرخیزی دیکھ کر یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا کہ گواس جاگیر کو کمالک لارڈ یا سیرنٹ نہیں جیتی کہ
 وہ نامٹ کا خطاب بھی نہیں رکھتا بلکہ ہنایت معنوی مسٹر کا لفظ اس کے نام کے ساتھ ہتھمال
 کیا جاتا ہے۔ تمام دولت سلطوت اور اثر کے لحاظ سے اس کو بری اہمیت حاصل ہے۔ علاوہ یہ
 وہ اپنے قبیلہ کا سردار اور ایک نامی واثق ریاست تھا۔ بالقدار درشتہ دار اور ملازم جس کے
 حلقہ اثر میں تھے پس مجمع معنوں میں وہ ایک غیر معمولی اثر و رسوخ کا آدمی تھا وہ ایک ذی دجا
 باحیثیت سردار تھا جس کی تاثیر بر سر کسی ریاست تھی اور جس کا گھر اس کا قلعہ۔

اس جگہ کہتے ہوئے یہ بات جلد ہی ہی واضح ہو گئی کہ کام تھوڑا تنخواہ معقول اور مقرر
 بحال میں زیادہ تھی۔ فی الحقیقت مسٹر لیناکس دنیا پر کی خدمات بجا لانے کے جو فرائض میرے پر
 تھے وہ محض ہائے نام تھے تین ایک طرح پر اس کا خادم فاس تھا جس کی موجودگی کام سے
 بہت زیادہ محض زینت کے لئے تھی۔ کیونکہ مسٹر لیناکس آخر ایک نامی واثق کا بیٹا تھا اور مناسب
 عرض گوہارے کے بعد وہ اس کو بھی اس درجہ سرداری تک پہنچا تھا۔ چہ دردی توچہ شک پنی پڑتی تھی
 تاہم خدمات جو میرے سپرد ہیں وہ ایسی جتنیں جو کسی معمولی نوکر کو انجام دینی پڑتی ہیں۔ شگایر افرض یہ
 تھا کہ اپنے فوجان آقا کے کپڑوں کا کٹہ رکھا دکر دں حبب وہ لباس تبدیل کرے تو اسے اس کام
 میں بند و دوں ہیں یہ میرے فاس کام تھے۔ ان کے علاوہ طہری کو دینی پڑتی تھی تاہم کام علی طور
 پر کچھ نہ تھا۔ نہ بچے مسٹر خوان پر حاضر ہونا پڑتا تھا نہ دروازہ کھولنے کے لئے جا بجا حاجت ہوتی۔
 حتی صرف لیناکس ہی کچھ لپٹا کام کے لئے بلاتا تھا اور وہ کام بھی عجیب کو کہا جا سکتا ہے بہت کم
 اور بالکل بڑے نام تھے جیسا کہ ذمہ نامہ معلوم ہوا۔ اسی میں ذکر دں کی کثرت کی وجہ سے کسی آدمی
 میرے علاوہ اور بھی تھے جو اسی طرح کاہلی اور آسائش کی زندگی بسر کرتے تھے۔ مثلاً واسے

پنج متھکلن کا خادم خاص میں میلین کی دو کنیزیں آکر ایک گوان میں سے ایک سے کھلے ہی کافی کام لے رہا تھا ہم مشہور دنیا پر کو اصرار تھا کہ دو سے کم کنیزوں کی موجودگی شان ریاست سے بعید ہے (دو دربان جن میں سے ایک ایک دو ٹیڑھوں میں مقیم تھا اور یہ دونوں ڈیڑھیاں نوابی اور سنگ مرمری ڈیڑھوں کے نام سے موسوم تھیں۔ نیز ان کے علاوہ وہ دروی پوش جو ان جیسے مختلف موصوفوں پر مرتبین بجائے کا فرض ادا کرنا پڑتا تھا۔

دلنے پنج متھکلن کا خادم خاص جو میرے اس جگہ پہنچنے کے بعد عہد ہی میں گزرا وہ بن بھیا قریباً چالیس سال عمر کا آدمی تھا۔ بڑا نیک طبیعت مگر باتوں جسے اپنے ملک کی ذات پر بے حد غرور تھا اور جو فہمی شخصوں کو اس جیل یا اس کے وسط میں بیٹھنے پر مجبور کر دیتا اور اس کے طرف کا نظارہ دکھا کر خاص طور پر خوش ہوتا تھا اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جتنے دن و مرد اس گھر میں ٹوکر تھے ان میں ایک ہی ہی ایسا تھا جس کی سکونت انگلستان کی تھی۔ ورنہ سب کے سب سکاٹ لینڈ کے رہنے والے تھے لیکن گونا گونا گویاں اس بات کا احتمال ہو سکتا تھا۔ کوہ لوگ ایک ہی ملک کے باشندے ہونے کی وجہ سے مجھ آئیکے کو نفرت یا کم از کم سردہری کی نظروں سے دیکھتے۔ تاہم عملی طور پر ایسا نہ تھا۔ وہ سب مجھ سے گہری محبت کرتے تھے۔ اور میں جلد ہی ہی ان میں ہر دلعزیز بن گیا۔ انہیں اپنی سست ہوج کی گفتگو کے مقابل میں میرے الفاظ کی روانی سے شکر حیرت اور خوشی ہوتی تھی اور چونکہ ان میں کوئی آدمی ایسا نہ تھا جسے باخفی لینڈس کی حدود سے باہر جانے یا انگلستان کا سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہو اس نے حبیب میں ان کے مدبر و مشہر لندن اور انگلستان کے دوسرے مقامات کا ذکر کرتا تو وہ میرے بیان کو بڑی دلچسپی کے ساتھ سنتے تھے۔ واسطے ان پنج متھکلن کے خاص ٹوکر کا نام کیمرن تھا اور وہ میرے اس جگہ پہنچنے کے دوسرے دن اپنے ساتھ مجھے سیر کرنے لے گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ اس جزیرہ ناما ہر ایک جگہ جس کی عکوائی میں میل کے قریب تھی۔ پر فضا باغات سے ڈھکا ہوا تھا۔ ہر جگہ رنگ کے پھول کھلے ہوئے اور ہر قسم کے پودے موجود تھے۔ عمارت بجائے خود بہت وسیع تھی۔ کیونکہ سکونی مکان کے علاوہ

کئی مستقلہ عمارت بھی اس کے گرد و نواح میں بنی ہوئی تھیں یہیں زیری فارم تھا کہیں مال خانہ اور گودام اندام صطیل میں چھ سات طرح کی گاڑیاں بھاری ہند گاڑی سے لیکر علی قفل تک اور قریباً ایک درجن گھوڑے کئی رنگوں اور نسلوں کے بنائیتا بھی حالت میں موجود تھے۔

”اتفاق کی بات ہے کہ تم ایک ایسے دن اس جگہ آئے گھیرنے اس وقت مجھ سے کہا جب ہم جھیل کے ساحل پر ان لاشداد آبی پودوں کے پاس سیر کرتے پھر رہے تھے جن میں موسم ہمارے جنگی پھل ابھی سے جا بجا خندہ زن ہونے لگے تھے۔ جیسا میں مل میں کوئی صبر دعوت نہ تھا۔ حالانکہ صلیبا تم دیکھ گئے۔ عام طور پر ہفتہ میں قریباً پانچ روز اس جگہ دعوتی جھنڈے بہتے رہتے ہیں۔ اور سال کا کوئی صبر ایسا نہیں جیسا یہاں مہمان آکر نہ گھبرنے ہوں یا ان میں سے بعض دنوں اور بعض ہفتوں اس جگہ قیام کرتے ہیں۔“

”اس صورت میں میرا خیال ہے“ میں نے جواب دیا کہ اس جگہ رہتے ہوئے میت کی کسی آدمی کو ادھی کا سامنا ہونا ہوگا اور سچ پوچھو تو ادھی ہو بھی کیوں جبکہ یہ سال کے مختلف حصوں میں نظارہ کی مختلف دفعہ بیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔“

”ادھی ابھیرنے سے حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ رنجی میں بگڑی آدمی کو ادھی کی شکایت ہو سکتی ہے جبکہ ہمارے مالک مہمان نوازی کے مجسم ہیں اور قلم میں ہر وقت عیش و طرب کے سامان مہیا رہتے ہیں۔ دیکھنا مڑ لینا کس کشیتوں میں سے ایک پر سوار ہو کر سیر کرنے جا رہے ہیں۔ لیکن نہیں... ان کے پاس پہلی پکڑنے کی لمبی ہے اور تم دیکھ گئے کہ وہ اس چہرے کی سی کھڑی میں مٹھیکہ جو گاؤں کے اس طرف رات ہے گھنٹوں مایہ گیری کا شوق کرتے رہیں گے۔“

”میت اچھے نیکدل اور شریف آدمی ہیں“ میں نے گھیرنے کی نگاہ کا چھپا کرتے ہوئے اس مقام کی طرف دیکھ کر کہا جہاں لینا کس دنیا چرکی دروازہ قد صورت، مکان سے ٹکڑ گھنٹی خانہ کی طرف جاتی نظر آتی تھی۔

• بیشک کیرن نے جواب دیا "اسی لئے مالک کو ان کی ذات پر غرہ ہے اور ہم سب لوگ
یسرے حکمت غرض ہوتے ہیں کہ زمانہ آئندہ میں وہی ہمارے مالک کے جانشین ہوں گے کیوں
جزت تمہاری رائے میں ان کی اور میں ایملین کی جوڑی کیسی اچھی رہے گی؟"
شیان دونوں میں نسبت قرار پائی ہے؟ میں نے پوچھا۔

"یقیناً" کیرن نے اس طرح کے لہجہ میں جواب دیا "گویا اسے حیرت تھی کہ ایچ متھکلن کے
مختصر قیام میں کس نے مجھے اس حقیقت سے اب تک انکا ہی حامل نہیں ہوئی؟" بچپن ہی سے ان
کی پرورش اور تربیت کتنی ہوتی رہی ہے مادر یہ خیال شغف کے دل میں جاگزیں ہو چکا ہے
کہ قدرت نے ان کو ایک دوسرے کے لئے بنایا ہے میرے خیال میں وہ وقت دور نہیں جب ان
کی شادی دھرم دھرم سے ہوگی۔ مالک کو مس ایملین سے اتنی ہی محبت ہے۔ گویا وہ ان کی
بہن ہو اور انہیں اس کی ذات پر غرہ بھی ہے کیونکہ خاندان دنیا پر کا پاک لہو اس کی رگوں
میں بہتا ہے۔ غالباً تم کو معلوم ہو گا کہ وہ ہمارے مالک کے چہرے جہاں کی لڑکی ہے جس کا
شرق الہند میں انتقال ہوا تھا۔ سچ کہنا کیا ایسی خوبصورت مخلوق کبھی تمہارے دیکھنے میں آئی ہے؟
بہت کم میں نے اس بے مہم لفظوں میں جواب دیا کہ میری اپنی نظروں میں انہیں سے
بڑھ کر خوبصورت مخلوق اور کوئی نہ تھی۔

"ہنس باکل انہیں کیرن نے غرہ لہجہ میں کہا "مگر جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو اس جگہ پر متھکلن
میں ہر ایک چیز اعلیٰ درجہ اور خوبصورت ہے مالک کو دیکھو ان کے پہلے کا کوئی دوسرا سردار مافی ایشیا
میں نہیں۔ ان کا قدر سب سے زیادہ خوش نا دارا منی سب سے بڑھ کر زرخیز اور ریاست نامحدود
ہے پھر ان کا بیٹا کتنا شکیل و دجیبہ اور ان کی بیٹی روتے زمین کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت
ہے آہ! میں نے اطمینان کی آہ بہتے ہوئے کہا "ایچ متھکلن کے زیر سایہ رہنا بھائے خود بخود
عزت کا باعث ہے۔"

ہر چند میری نظروں میں کیرن کا یا ظہار مسرت بڑی مدد تک مبالعہ آ میز

اور قہرین کی جائزہ دے آگے بڑھا ہوا تھا۔ تاہم میں چونکہ اس کے جذبات کو مجروح کرنا نہ چاہتا تھا اس لئے میں نے اختلاف رائے کے طور پر کوئی لفظ نہ کہا۔ علاوہ بریں میں اس وقت میرا نگاہ ایک اور واقعہ کی طرف گئی جس نے ناگہانہ لنگھو کی روپھیری کیونکہ میں نے دیکھا ایک چوٹی کی کشتی دوسرے ساحل سے جھک رہی تھی اس لئے میں نے اس کی طرف اشارہ کیا اور ایک شریف آدمی گھاٹ پر چھوڑ لیا اس دینا چر کے پاس بیٹھا چند منٹ ان دونوں لنگھو ہوتی رہی اس کے بعد وہ آدمی لیناس کو سلام کر کے جس کا جواب آخر الذکر نے ایک ہلکے تکبر آمیز اشارہ کے ساتھ دیا تیز قدموں سے تلوکی طرف چلنے لگا۔ چونکہ اس موقع پر میں اور کیرن صرف ایک سوگڑ سے فاصلہ پر کھڑے تھے اس لئے میں نے دیکھا کہ وہ آدمی جو کشتی سے اترا نہ صرف لیناس کے برابر دماغی شکل و صورت کے اعتبار سے اتنا ہی شکیل تھا۔ گو فاصلہ کی زیادتی کی وجہ سے میں اس کے چہرہ کو اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔

”ابھی تم نے کہا تھا“ میں نے کیرن سے مخاطب ہو کر کہا ”آج صبح ان آئے داسے میں شاید یہ صاحبان میں سے ایک ہیں؟“

”اوہ بالکل نہیں“ کیرن نے کسی قدر حقارت اور لامردانی سے جواب دیا ”یہ تو مسٹر سٹوارٹ ہے جو چھوٹے صاحبزادوں کو تعلیم دیا کرتا ہے۔ بات یہ ہے گذشتہ ایک دو سال سے ڈامنی چوٹا اس فرض سے سبکدوش ہو چکا ہے اس لئے یہ کلم مسٹر سٹوارٹ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ وہ ہر روز گیارہ بجے کے قریب آتا ہے اور تین چار بجے رخصت ہو جاتا ہے۔ آدمی بیشک اچھا ہے اور اس سے مالک کا سلوک بھی غایت آمیز ہے تاہم... آخر وہ ایک معمولی استاد ہے؟“

میں نے کیرن کے اس لہجہ کو جس میں اس نے مسٹر سٹوارٹ کا ذکر کیا تھا۔ ناپسند کیا۔ فی الحقیقت اس کے بارہیں کیرن کا انداز بڑی حد تک حقارت آمیز تھا پس میں یہ کہے بغیر نہ رہا ”میرے خیال میں مسٹر سٹوارٹ کوئی بڑا ہوشیار آدمی ہوگا اور اگر واقعی ایسا ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس کے ذہانت کے مقابل میں خاندان کے ہندی یا دولت و عظمت کوئی اہمیت

نہیں دیکھتے۔ علاوہ بریں ہیں دیکھتا ہوں کہ سہارنپور میں کلیک مین سے ایک دوست اور
مہادی جیثیت کے آدمی کی طرح سلوک کرتے ہیں۔۔۔

آہ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈاؤسی کا تعلق کلیک مین انکس کے ہی خاندان کلیک
مین سے ہے۔ یکیرن نے فخر یہ اچھ میں کہا اور مجھے اس کے منہ سے نکلے ہوئے اس لیے اور
عجیب و غریب لفظ کو سن کر جس کا تعلق ادا کرنا ہی میرے لئے سخت مشکل تھا۔ بے اختیار مہادی
آگئی مگر اس نے اپنی دھن میں سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "بیشک یہ صحیح ہے۔ کہ
کلیک مین انکس کا خاندان کلیک مین اب کچھ عرصہ سے غریب ہو گیا ہے اس سلسلہ میں
یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ڈاؤسی اپنے رشتہ داروں سے ہمیشہ دنیا مینی کا سلوک کرتا ہے
تاہم اس خاندان کی رگوں میں تدریجاً درخشاں خون بہتا ہے اس لئے ڈاؤسی اور مہادی
کا کیا مقابلہ؟ فی الحقیقت اگر کوئی پوچھے کہ ڈاؤس لڈ سوارٹ کون ہے؟ تو اس کا جواب یہی
ہو گا کہ ایک نہایت مولیٰ آدمی مولیٰ ڈاؤس لڈ سوارٹ کیونکہ علاوہ ڈاؤس لڈ سوارٹ کا کوئی پرانا
خاندان ایسا نہیں ہے جس سے وہ اپنا شجرہ نسب لے سکے۔"
خیر یہ تو معلوم ہو گا کہ وہ کس عہدہ رہتا ہے؟ میں نے گفتگو کا پہلو بدلنے کی کوشش کرتے
ہوئے کہا۔

"رہتا ہے؟ یکیرن نے انداز ہنرات سے کہا "ادہ وہ اس گاؤں میں پڑ رہا ہے" یکیرن
نے مست مقابل میں جہیل کے حامل پرے پرے متعلقین کے چہرے سے خوشنما گاؤں کی
طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں رہنے اور چر رہے میں کوئی بڑا فرق نہیں؟ میں نے مسکراتے ہوئے
کہا "کیونکہ معلوم دور کا ایک ہے۔"

"غلط بالکل غلط؟ ڈاؤسی کلیک مین نے چرنا گاؤں ہماری بیخبری میں دیکھے سے
جیت قریب آگیا تھا اس موقع پر کہا اور اس کے بعد اپنی ہڈی کی ڈیرہ نکال کر حالت کزن

سجیدگی کے آنا چہرہ پر نہ ہوئے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہے رکھا: مجھے یاد ہے ایک دفعہ... شاید گلاسگو کا ذکر ہے... یا آپس یہ دن ایڈن کا واقعہ ہے میرے دوست سائٹ کوٹ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آپ کہاں رہتے ہیں تو میں نے جواب دیا کہ گلاس منڈی میں یہ لیکن کبٹ کے مکان پر پڑ رہتا ہوں اس پر سائٹ کوٹ کہنے لگا... لیکن یاد نہیں وہ کیا الفاظ تھے جو سائٹ کوٹ نے کہے وہ میرے حافظے اتر گئے ہیں پھر کسی وقت یاد کر کے بتاؤں گا۔ اور یہ کہ وہ اپنی صدی لڑکھرائی چال سے جھیل کے کنارہ پر کبھی ہوئی ایک منج پر چڑھ گیا اور عجیب طرح کی حماقت آمیز صورت بنائے اس بل کی مانند جو کسی خاص چیز کی طرف نہ دیکھتا ہوا سنے کی طرف منہ اٹھائے خیالات کی ابھن میں پڑ گیا۔

”واقعہ“ کیرن نے میرے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا ”وہ بڑا مبارک دن ہو گا۔ جب مٹر لینا کس کی شادی سے امیلین سے ہوگی۔ کیونکہ شخص کو مالک کے بڑے صاحبزادہ کی ذات پر فخر ہے اور ہر ایک آدمی ان کی جیتی سے دلی محبت رکھتا ہے میرے خیال میں تم خود ہی دیکھ چکے ہو کہ وہ کتنی خوبصورت ہے مگر اس میں خوبصورتی کے علاوہ نیک سیرتی کا وصف بھی موجود ہے چنانچہ اچھے موسم میں جب طبع صاف ہو تو شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہوگا جب وہ کوئی نہ کوئی نیکی یا بھلائی کا کام نہ کرتی ہو۔ اگر اس کو معلوم ہو کہ کوئی غریب آدمی بیمار ہے تو وہ ضرور اس کی جھونپڑی میں جا کر اس کو رومیہ سے مدد دیتی ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی جو آسائشیں ممکن ہوں یہم بچپن سے سنا نہیں کرتی۔ غریبوں سے اس کا سلوک بہت سہرہ دانہ ہے اور اگر کبھی ان کاموں سے فرصت ہو تو پھر وہ دیباقتی مددیں باکرچہ بٹے بچوں کو نیک بننے لوان کے مرض سچلنے کی نصیحت کرتی ہے۔“

”بٹیکاس کی یہ خوبیاں قابلِ تعریف ہیں، میں نے دل ہی دل میں کیرن کے اسباق کا مقابلہ ان سابقہ تعریفی الفاظ سے کرتے ہوئے کہا جو اس نے اس کی خوبصورتی فائدہ الی لہذا اور خون کی پاکیزگی کے بارہ میں کہے تھے۔ پھر اس کے یٹن میں امید کرتا ہوں کہ مٹر لینا کس اور

مس بیلین کی ایک دوسرے بہت گہری محبت ہوئی
 اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟ کیرن نے کہا "میں اس پر ہنس کر دھا کرانگی
 بچپن سے اچھی پرورش ہوئی ہے۔"

مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں اس طرح کی محبت ہو۔ جو مرد و عورت کے رشتہ سے
 لئے ضروری ہے۔ میں نے رائے زنی کرتے ہوئے کہا "جو سکتا ہے کہ وہ بعض اس قسم کی محبت پر
 مبنی مافی بن یا دو دوستوں میں ہوتی ہے۔"

"لیکن نہیں" کیرن نے لہجہ صراحت میں کہا "ان کی محبت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں
 چنانچہ مانا ایسا ہوتا ہے کہ اسے مانگ تقریب شادی کے سلسلہ میں چند الفاظ مذاقیہ لہجہ میں کہتے
 ہیں تو وہی وقت جس طرح مس بیلین چمکتی اور شرماتی ہے۔ اور جس طرح اس کی چہرہ کی رنگت
 پہلی پڑ جاتی ہے۔ وہ حالت دیکھنے کے لائق ہوتی ہے۔" اور اس کے بعد پڑھتیں لہجہ میں تقریب
 جاری رکھتے ہوئے "نہیں" اس نے کہا "اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مضر نفسان
 کو جتنی محبت اس سے ہے اتنی ہی وہ ہی اس سے کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر شخص جانتا ہے کہ
 ان کی جوڑی ایک دوسرے کے لئے مبنی ہے۔ ان کی شادی نہایت مبارک شادی ہوگی۔ چنانچہ
 آج تک کسی نے اس کے برخلاف کوئی کلمہ اعتراض نہیں کہا۔"

میرے خیال میں ان حالات سے جو اس دہستان کے سلسلہ میں پیشتر تسلیم ہو چکے ہیں۔
 ناظرین اس حقیقت کو پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ ملندی خاندان کا جو تکبر والے رنج و تھکن میں
 پایا جاتا تھا اس کی وجہ سے اس کے عاقل خاص کیرن کے دل میں رعب و قہر کا مشترکہ احساس
 درج تھا اور ایک اس پر کیا معروف ہے۔ جس کے بھی نوکر اور ان نوکرانوں کے علاوہ جاگیر کے سارے
 نژاد میں حتیٰ اگر وہ و نواح کے دیہات اور بستوں کے لوگ بھی یہی خیالات رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ
 رنج و تھکن کی ریاست کا کوئی امن نہ اسے اسے ملتا ہوا نہ ہی اس احساس تکبر سے خالی نہ تھا لہذا
 یاد اس بے عزت تھا تاہم یہ بات سوچے بغیر نہ رہ سکتا کہ یہ شخص اس بگڑی کا نتیجہ تھا کہ ایک

فروغ میں کربنات اور نیچے درج ہر پیکر اس کے متعلقین بت کی مانند اس کی پرستش کرتے تھے مگر اس کے مقابل میں بعض فائدہ دل کو بھی نظر انداز نہ کیا جاسکتا تھا مثلاً یہ کہ دوائے ایچ متھکلن اپنے آپ کو کھارے حیثیت کا آثار دلی انتہت چھو کہ جہاں تک اس کے بس میں تھا ان کی حالت کو رد و صلاح لانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اور ان اہل حالات سے ریاست میں خوشحالی پیدا ہوتی تھی ماس جگدیس دوائے ایچ متھکلن کے حق میں ایسا فائدہ بھی نکھردینا چاہتا تھا کہ ایک مالک ماضی کی حیثیت میں اس کی طرف سے کبھی کوئی ایسا فعل سسرزد نہ ہوا تھا جو اس کے نام نیک پر حرف لانے والا ہو اور اگر رکات لیتے تھے اراضی داروں میں عیب عموماً پایا جاتا تھا کہ انہوں نے اپنی بھڑوں کے ٹکڑوں کے لئے مزید سے تیار کرنے کی عرض سے لاتعداد وزغیر زمینیں دیوان تیار کر دیں۔ تاہم اس طرح کا نقص دوائے ایچ متھکلن کی ذات میں بالکل موجود تھا یعنی اس نے کبھی کوئی ایسا فعل نہ کیا تھا۔ جو اس کو بدنام کرنے والا ہو۔

کئی دن گزر گئے لندن سے میرا کس آپنچا اور اس کے ساتھ ایک چنبی جی جی میں میرے اخراجات کا بل شامل تھا۔ چرنکل کی رقم مولیٰ تھی ماس لئے شراب خانہ کو اس کی رقم کے مالک نے مجھ پر بھروسہ کر کے میرا کس روایہ کر نہیں ہاں نہ کیا تھا لیکن اب مجھے یہ فکر لاحق ہوئی کہ اس بل کی رقم ادا کرنا کرنا کی جائے؟ میں ماس بارہ میں کیرن سے مشورہ کیا اور اس سے بل کی رقم ادا اسکے بغیر چلے آئے کے متعلق کوئی ہانہ نہ کر دیا اس نے بتایا کہ تم موضع متھکلن میں جا کر اس صاحب کار سے طور۔ جس سے مالک کالین دین ہے۔ اس کا لندن کی بیٹن کو بیٹوں سے صاحب ہے ان کے ذریعہ سے تمہاری اس رقم کی ادائیگی ممکن ہوگی۔ اس کی نصیحت پر عمل کر کے میں نے کشتی پر سوار ہو کر کھل کھجور کیا اور پہلی مرتبہ متھکلن کے چھوٹے سے خوش مذاکدوں میں پہنچا۔ اس ایک پیکر اس ساتھ گھبراہٹ تھے مگر سب کے سب نہایت صاف ستھرے اور آرام دہ جن کے مقابل میں کیرن ڈیل کی برباد شدہ بستیاں حسرت ناک دیدار کا منظر پیش کرتی تھیں مکانوں کے سائے چھوٹے چھوٹے باغ تھے دیوار پر پھسپدی پھری ہوئی لہر باشندے آسودہ خوش حال تھے یہیں ایک گرجا تھا جس کی بھٹی پر عشق پیچھے کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں یا اس گھاؤں کی صوبے پرانی عمارت تھی۔ مگر جاسے تھی

ایک برس تھا جس کی تعمیر زاد حال کی قطعی پادری صاحب کے بیٹے کا مکان کسی مولیٰ کا ٹنڈا کی
 چھینٹری سے تھا اور اس کے کمرے میں گھڑیاں سوہ اور ٹیبلٹ ایک ہی جگہ نظر آتی تھیں۔ گگاؤں
 سے ٹھوڑے فاصلہ پر اس صاحب کار کا مکان تھا جس کی جھکومکھال مٹی۔ یہ جگہ آبادی سے دور ایک
 پرفضا باغ کے وسط میں بنی ہوئی تھی۔ گگاؤں سے کل کمرے اس طرف روانہ ہوا آدمی سن سوسہ
 ٹیکہ دل اور شہد یعن تھا اور وہ اس کام کئے جس نے بیان کیا۔ فوڈ آگاہ ہو گیا۔ اور ہر
 سے ناروغ ہر کمرے میں چھڑا ایک بار گگاؤں سے مہتا ہوا چیل سے ساحل پر پہنچا۔ جہاں کشتی پر
 سوار ہر کمرے کی طرف جانا چاہتا تھا۔ اتنے میں ساڑھے تین کامل ہو گیا تھا۔ گگاؤں کے پاس
 پہنچ کر میں نے دیکھا کہ سڑکارٹ بچوں کی فڑھائی سے ناروغ ہر کمرے سے وضعت ہو رہے ہیں۔
 اس مقدمے میں یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ گوئیرن نے سڑکارٹ کی طبیعت
 کے بارے میں بہت کچھ اظہارِ حقارت کیا تھا۔ تاہم اس کی صورت دیکھ کر میں اپنے دل میں اچھی سا
 قائم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے انداز ظاہر کرتے تھے۔ کہ وہ ہر لحاظ سے نیک سیرت انسان ہے
 میں نے پیشتر بیان کیا تھا کہ وہ لیاکس دنیا چرکی طرح دمازدہ لیاکیل تھا اور اس کی عربی کم پیش
 اتنی ہی تھی جتنی واسے اچھے مٹھکن کے بڑے صاحبزادہ کی۔ مگر اس کے چہرہ پر سڑکارٹ کی
 اسے چہرہ کی طرح ڈھار تکبر موجود نہ تھے۔ اس کے خطہ خال زیادہ نازک بالوں کی رنگت سیاہی
 مال جھوری۔ آنکھیں غفارت نلی اور نگاہ میں غزم و استقلال کے علاوہ کشادہ دل کے آثار
 پائے جاتے تھے۔ مگر اس کے ساتھ ہی کچھ اس طرح کی اندر کی اس کی آنکھوں کی تہ میں
 لکڑائی تھی۔ جو اوقات بعد میں انتہائی ادوہی کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ جب سے میں
 نے اس شخص کو پہلی مرتبہ دیکھا میں اپنے جی میں پوری طرح سمجھ چکا تھا کہ آدمی کو بالکل فیماں
 اور پندہ طراشت رکھنے والا ہے تاہم اپنی مقامی کی زندگی کی وجہ سے اس کے جی کو سخت
 پریشانی لاحق رہتی ہے۔ غالباً جس طبیعت اخلاق بچوں سے واسطے اچھے مٹھکن اس سے
 پیش آتا تھا۔ ناپسند کرتا تھا۔ کیونکہ گورنر دنیا چرکی طرف سے کتنی ہی عنایت کا اظہار کرتا

ہم تمام مضر مٹا دیتے یہ عیسویوں کا مقصد تھا کہ اس کو ایک اونٹنی تصور کیا جاتا ہے
اس نے گھاس گھوٹ نیو سٹی میں تعلیم پائی تھی۔ اور چونکہ اس کے پاس دولت تھی اور نالیہ دست
چراغ کے مددگار ثابت ہو سکتے۔ اس لئے مجبوراً اس کو کافی لپیٹس کے سب سے مفرد سڑک
میں تعلیم دینے کا ذلت بخش اور بے منت فرض ادا کرنے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔

میں اس طرح کا آدمی مضر مٹا دیتا تھا جس سے اس روزنامہ کے جن اور چار شعبے کے
دوہان اس وقت میری ملاقات ہوئی جب وہ لڑکوں کی تعلیم سے ناواقف ہو کر اپنے مکان کی طرف
واپس جانے کے لئے خیل سے گزر رہا تھا۔ اس پر تڑپا تھا۔ میں نے یہ بات غور کر کے دیکھی تھی
کہ کونج متھلن کے نوکر کبھی اس کو سلام نہ کرتے تھے۔ ان کی نظروں میں کم دہش اس کی وہی حیثیت
تھی۔ جو خزانہ کی تھی۔ لیکن اس سے بھی زیادہ وہ شائد اسے اپنے مقابل میں اس پہلو سے حقیر تصور
کرتے تھے۔ کہ وہ تو ایک متھلن کے کالیشان محل کی چار دیواری میں رہتے تھے۔ مادریہ پیرپارہ
کیمبرن کے غفلوں میں متھلن کے گھاڑیوں میں پڑ رہا تھا۔ لیکن چونکہ میرا دل کبھی اس طرح کے خیالات
سے متاثر نہ ہوتا تھا۔ اس لئے میری عادت تھی کہ جب کبھی اس سے ملنے کا اتفاق ہوتا۔ تو
ضرور اس کو سلام کر چھوڑا کرتا۔ کیونکہ میری نظروں میں ذہانت اور طبعی منزلت دو ایسی چیزیں
تھیں جنہیں دہنے اور پڑھنے کی ادنیٰ پابندیوں سے بالاتر سمجھا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اب
میں جس وقت میں نے اسے کشتی سے اتارتے دیکھا۔ تو جب معرل سلام کیا اس پر وہ چلتا چلتا
ٹھہر گیا اور اپنے خوشنما ہونٹوں پر آنا تبسم پیدا کر کے جس سے اس کے چمکے دانت واضح اور صاف
دکھائی دیئے۔ عنایت آمیز لہجہ میں کہنے لگا۔

”میں نے سنا تھا تم انگلستان سے نوکری کرنے آئے ہو۔ کیا یہ ملک تم کو پسند ہے؟“

”جی ہاں مجھے اس بارہ میں کسی طرح کی شکایت نہیں۔ میں نے جواب دیا۔ اس جگہ کا نظارہ

پہلے ہی بے حد دلکش ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ موسم گرما کے آغاز پر وہ اور بھی دل فریب
ہو جائے گا۔“

”معلوم ہوتا ہے کہ میں اچھے نظاروں کا شوق ہے“ اس نے گہری توجہ سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اس کے بعد اس کی نگاہ رفتہ رفتہ جزیرہ نمائے اطراف کا جائزہ لیتی ہوئی ان کو سہانی بندھیوں کی طرف گئی۔ جو محل کی پشت پر جھیل کے اس پار نظر آتی تھیں

”جی بیشک میں نظارہ قدرت کی دلغری بیسیوں کا دلدادہ ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔ چنانچہ اس دربان منظر کو دیکھنے سے پہلے مجھے بالکل معلوم نہ تھا کہ اس منظر کا رخ زمین بھی ایسی دھبیاں پائی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس دائرہ رساٹ کی نظلیں پڑھ کر یہ خیال میرے جی میں بیٹھ چکا تھا۔ کہ اس ملک کے سبھی حصے دیران و نامہ ہوں۔“

”آہ“ ڈومالڈ سٹوارٹ نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”بیشک تم نے رساٹ کی نظلیں پڑھی ہیں؟“

”جی ہاں۔ پورے طور پر میں نے جواب دیا۔“ حتیٰ کہ ان کی ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ جھکویا دے۔ چنانچہ مابین کی نظم میں سرکہ ٹلاؤن کی جو کیفیت شاعر نے بیان کی ہے۔ اسکی پر شکوہ اولہ انگیز تفصیل اور برہمکویا دے اور میرا ارا کہ کسی دن اس میدان کو دیکھنے کے لئے جانے کہے۔“

”مگر اس سے پایا جاتا ہے کہ تم نے اچھی تعلیم حاصل کی ہے۔“ سٹر سٹوارٹ نے جکی پوچھی اب رفتہ رفتہ دوستی میں بدلنے لگی تھی۔ ”مجھ سے کہا۔“ اور اگر ایسا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس نے تم نے...؟“ وہ کہتا کہتا ترک کیا کیونکہ اس نے سوچا یہ ایک ایسا سوال ہے جس سے شاید میرے جذبات کو غصے پہنچے۔

”غائب آپ یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ کس نے اس طرح کی ادنیٰ ملازمت اختیار کی؟“ مگر مجھے قسمت کی نامہ بانی کا شکوہ نہیں ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میں اپنی محنت کی روزی خود کما کر کھاتا ہوں۔“

”جی ہے“ سٹر سٹوارٹ نے ہلکا انداز سے کہا۔ ”اور میں تمہارے ان خطبات کی

تذکرہ ہوں جس کے بعد وہ اپنے سسر کو حرکت دیکر سکرانا ہاتھ پاؤں کی طرف پلٹ گیا
ایک عجیب طرح کی آواز اس کی قسم میں پائی جاتی تھی اور کسی وجہ نامعلوم سے مجھے اس
کذات سے غیر معمولی دلچسپی ہو گئی۔ فی الحقیقت حبیب سے میں نے اس کا نام اور کام نہ تھا۔ یعنی
اس سے بہت پہلے کہ مجھے اس کے صاف اور ایسا ناز چہرہ کو پوری طرح دیکھنے کا اتفاق ہوا میں
میں نے اس سے غائبانہ سہاروی کر لے لگا تھا کہ اچھے بھگن گئے گھر میں رہتے ہوئے شخص اس کے
کہم وحش نفرت کا سلوک کرتا تھا اور اس نفرت کی صمیم وجہ کیا تھی؛ یہ نہیں کہ وہ غریب تھا اور اسے
اپنی روزی کمانے کے لئے محنت کرنی پڑتی تھی۔ بکدر محض اس لئے کہ اس کا تعلق کسی قدیم اور
پہلے خاندان سے نہ تھا یعنی وہ کوئی ایسا شجرہ نسب پیش نہ کر سکتا تھا جس کی کہنوں کو وضاحت
کونے کے لئے کسی نامی محقق کی ضرورت ہو۔ محض اس بے حقیقت وجہ سے ہندو، خاندان کو
بے وقوف و ذہنی کو مسرور دنیا چرکی صحبت کے لائق سمجھا جاتا تھا اور نگہ کے سب لوگ اس کی
عزت کرتے تھے کہ اس کا تعلق کلیک سین آکٹش کے نامی خاندان کلیک سین سے ہے لیکن
مقابلہ میں ذہین مشہور لیف، اطمینان، خوش اطوار دونا ٹھ سمارت کو محض اس لئے حقیر تصور کیا جاتا
تھا کہ وہ اپنا نذر خاندانی بزرگی کا کوئی نشان ثابت نہ کر سکتا تھا۔ سر زمین سکاٹ لینڈ میں رہتے
ہوئے میں نے اس ملک کے باشندوں کے چال چلن کو جہاں تک دیکھا پسند کیا صرف ایک
ذات البتہ میرے جی کو کچھ پہنچاتی تھی۔ یعنی یہ کہ ان میں اس طرح کا بے جا خاندانی تکبر موجود تھا۔
اور وہ اس کے سلسلہ میں سخت نا انصافی سے کام لیتے تھے۔

کمر بچے سلسلہ داستان جاری رکھنا چاہئے۔ عین اس وقت حبیب میں رکان کی طرف
جانے کے لئے کشتی پر سوار ہوا تھا تو یاد آیا کہ موضع بھگن کی طرف جلتے ہوئے میں نے وہاں
کا لہو کیا تھا ایک نئی شنگل کے ساتھ کارے لئے اور دو سکہ بعض روٹنہ خدمت کی چیزیں خریدنے کا تیکڑی ایک ہی
کام کے لئے لیا اور چیزیں خریدنا یاد نہ رہا اس کے ساتھ ہی خیال آیا کہ مکان پر بری موجودگی کی محذرت شام کے
چھ بجے سے پہلے نہ ہوگی جب بچے سفر لینا کس کو کھدے سے پہلے لباس تبدیل کرنا تھا اور

جو کچھ ابھی چار کا کل ہوا تھا۔ اس نے پہلے دو گھنٹے کی فرصت حاصل حتیٰ پس میں پھر کیا ہر گاہوں کی طرف لوٹا۔ مگر اس ایک پہلو کی سی دکان میں نہیں سامان خریدنے کی طرف سے اس کی طرف نہ تھا۔ یہ ایک دیکھا ہوا ہوں برس ایلین مدرسہ کے پھانک سے باہر آ رہی تھیں پھر کی زبان پہ یہ بات پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی کہ وہ مختلف اوقات میں بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں مدرسہ جایا کرتی ہے پس میں یقیناً اس واقعہ کو جس سے یہ سب کے نظارہ انداز کو دیتا اگر میں اس وقت پہلے ایک مرد کی صورت غور سے فاصلہ پر بازار کے موڑ کے پاس وقفہ نظر آ کے غائب ہوتی دکھائی نہ دیتی۔ اس کا ایک ہار آگے آنا اور پھر غائب ہو جانا اتنا غریب اور تیز تھا کہ اگر میں اس آدمی سے واقف ہی ہوتا تو شاید اس کی صورت نہ پہچان سکتا۔ لیکن یہی ایک واقعہ ایسا نہ تھا جس نے مجھے حیرت زدہ کیا کیونکہ میں نے دیکھا کہ اس صورت کے نزدیک ہونے اور پھینپنے کے ساتھ ہی میں ایلین نے ایک تیز گھومتی ہوئی نظر اس آدمی کی طرح چاروں طرف ڈالی کچھ مصلحت سے دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رہنا چاہتا ہو۔ زیادہ صاف لفظوں میں اس نے یہ معلوم کرنے کے لئے ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی آدمی اس کی طرف دیکھتا تو نہیں ہے اس کے بعد وہ بھی اسی موڑ کی طرف چلی گئی۔ چونکہ میں جس مقام پر کھڑا تھا اس جگہ دکان کے دروازہ کے باہر برآمدہ کے طور پر نکلی کی جالی لگی ہوئی تھی اور اس پر سلیٹ بھی ہوئی تھیں اس لئے وہ میری موجودگی سے واقف نہ ہو سکی۔ بہر حال میں نے اس کو جلی برآمدہ میں کھڑے ہو کر اس کو اور اس سے پہلے اس مرد نامی معلوم کو کل کی طرف جانے دیکھ لیا۔

خیر جو کچھ پہلے طرینا تھا نے کس پھر ایک بار صبر کے گھاٹ کی طرف چھٹ کر مستی میں اس واقعہ عجیب کے مختلف پہلوؤں کو سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ خیال آیا۔ شاید یہ آدمی لیکن دنیا چر ہی تھا اور وہ اپنی چھٹا دہن کو مدرسہ سے باہر آنا دیکھ کر مھنسا اس کو چھوڑنے کی غرض سے گلی کے موڑ پر چھپ گیا لیکن پھر خیال آیا کہ اگر ایسا تھا تو اس فارتوں کو مغلطہ نہ چاروں طرف دیکھنے کی کیا حاجت تھی؟ بہر حال میں نے یہ کہہ لیا ہے جی تو سمجھا یا کہ ممکن ہے وہ

دشیرگی کی غم سے گھاؤں والوں کی نظروں سے پوشیدہ اپنے عاشق سے ملنا چاہتی ہو مگر ان
سارے خیالات کے باوجود اس کی شبکشی پر سوار ہونے لگا تو ایک عجیب طرح کی بے چینی حیرت
میں کو لگی ہوئی تھی۔ یعنی دل کسی پیلو سے پہلے نہ سمجھتا تھا۔ اور گو میرے شبہات معزور رہے
بیچہ تنہا کی حسین جھنجھکی کی عزت و حرمت پر حرف لانے والے نہ تھے۔ تو بھی ایک دھندلا
سافیاں میں ہم اندر غیر واضح ہیں کی نوعیت کو میں بالکل نہ سمجھ سکتا تھا۔ خانہ دل میں پیدا ہو چکا تھا۔
ملنے دے گھاٹ پر پہنچ کر میں جس وقت خشکی پر اترا تو کشتی خانہ کا محافظ اپنے مکان
کے دروازہ پر کھڑا تھا وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگا۔ "کیسی دلکش سہانی شام ہے۔"
"راتی میں نے خوش ہو کر جواب دیا۔" پھر اپنے جوبن کو فوختا رنگوں سے آراستہ کرنے
لگی ہے۔"

• بالکل صبح بالکل ٹھیک! "اوپنی کلک میٹن نے جو کشتی خانہ کے سامنے ایک بیچ پر
بیٹھا تھا رفتی گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "بچے یاد ہے اپنی لفظوں سے میں نے بیوہ گلن بکٹ
کو اس وقت مخاطب کیا تھا جب اس نے میرا ڈانٹن ٹوس کو پیش ڈیل کے میرے ہاں شریک
دعوت ہونے پر اپنی پوشاک پہنی تھی اس وقت اس نے مجھ سے کہا تھا... مگر وہ کیا الفاظ
تھے جو اس نے مجھ سے کہے تھے... فی الحال مجھے کو یاد نہیں... میں پھر کسی وقت یاد کر کے
بتاؤں گا!"

اور یہ کیکر لاتی ڈوبنی نے لباس کی ایک بڑی سی چٹکی اپنے ہاتھوں میں غولس لی اور
چہرہ حالت آمیز تجنیہ کی کے آٹا رسید کر کے داستان کے اس حصہ کو سوچنے لگا جو اس کے
ذہن سے اتر چکا تھا۔

ساتویں جلد ختم ہوئی
دور اول ختم ہوا

عالم ہمہ افسانہ ماوار ویاہج

جنابہ منسرخ محمد احسن حیدر آباد دکن مگرویش آفاق کے انتظار میں چشم براہ ہوں۔ بے حد
محبت کتاب ہے

جناب پرس بلند جاہ مرزا محمد عسکری کلکتہ :- یہ جو نیا ناول گردش آفاق آپ نے بھیجا ہے
میں نے کل اس کو پڑھا اس پر حیرت منہ ہوئی ہے اس عمدہ طرز سے معنون ادا کیا ہے کہ دل
بے چین ہو گیا۔ آئسوکل آئے بخشی صاحب کی کون قدر تعریف کر سکتا ہے اس وقت ان کے حجب
میں فدا سے وہ بات عطا کی ہے کہ کسی کو ان کے مقابلہ میں مثال کے طور پر بھی پیش نہیں کیا جاسکتا
جناب غفور احمد صاحب حیدر آباد دکن :- گردش آفاق کا سلسلہ اس قدر محبت اور پر لطافت
ہے کہ ایک جلد کے بعد دوسری کا انتظار کرنا نہایت دشوار ہے مگرویش آفاق کی کس قدر جلدیں
ہیں۔ اگر سب اور سب نہیں توجہ قدر آپ کے یہاں چھپی ہوئی موجود ہیں ایک ساتھ رد کر دی
ہیں تو میری ممنونیت کا باعث ہوگا۔

جناب محمد نجیب الدین خان صاحب حیدر آباد (دکن) ترجمہ جوزف ولٹ دیکھ کر
بے حد مسرت ہوئی میں نے اس سے قبل ہی جناب کو اس کے ترجمہ کی طرف توجہ دلائی تھی ابھی
کہ آج وہی ترجمہ جس کی مدت سے تلاش تھی پیش نظر ہے۔ وہ کون ہے جو دنیا لٹریس کے ناولوں کو قدر
کی نظر سے نہیں دیکھتا جس قدر ناولوں کے تراجم جناب نے کئے ہیں سب چڑی کے ناول ہیں۔
ناول کا انتخاب اور جناب کا ترجمہ کیا کہنے اگر سچ پوچھا جائے تو جناب نے اردو دان پبلک پر بے حد
احسان کیا ہے خصوصاً میں تو جناب کا بے حد احسان مند ہوں میرے یہ الفاظ خوشامدانی نہیں بلکہ
سچے دل سے نکلے ہوئے ہیں کہ اردو زبان و مرہی تھی اس کو جناب نے اپنی توجہ اور محنت کے
انجمن سے زندہ کیا ہے۔

جناب ... از قلم چیرہ دی ضلع میرٹھ مین سے ناول گردش آفاق کے آنکھیں ہیں۔

در اصل یہ ناول ہے جس سے مصنف اور مترجم کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے جن اصحاب نے ناول کی تصانیف کے ترجمہ کی طرف جناب کو توجہ دلائی ہے۔ میں ان کا ہی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن جناب اس قدر اہتمام اور کجوسی سے کام لے رہے ہیں کہ چند اوراق کے حصے ارسال فرماتے ہیں براہ مہربانی بقیہ حصے جلد روانہ فرمائیں تاکہ انتظار دور ہو۔

جناب شیخ محمد سعید صاحب قیصر دہلی منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے ترجمے کے ناول میں نے پڑھے ہیں۔ اور اب اس کے ایک ناول کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے۔۔۔ پختہ یقین ہے کہ ان سے بہتر آج تک کسی ترجمہ کی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذری ادبی دنیا میں واحد مصنف مانے جا چکے ہیں لیکن منشی تیرتھ رام صاحب کو اگر بہترین مترجم نہ کہا جائے تو سراسر نا انصافی میں داخل ہوگا۔ آپ کے ترجمہ کی خاص خوبی یہ ہے کہ الفاظ پاکیزہ اور زبان بے حد سلیس ہوتی ہے۔ میرے خیال میں اگر آپ اپنے ترجمہ کے سوائے ناولوں کو خود اپنی تصانیف ظاہر کریں تو ناممکن ہے کہ کوئی شخص ایک ایک کتاب کو بار بار پڑھنے کے بعد ہی ترجمہ اور تصنیف میں فرق پیدا کر سکے۔ وہ بلا سوچے سمجھے بھی کہہ لے گا کہ یہ کتاب منشی صاحب کی خود اپنی ہی تصنیف کر رہا ہے۔

جناب پیارالال صاحب وثیقہ نولس شہر لٹیا اور سخت امتلا رسکے بعد بے حد اشتیاق کے ساتھ وہی پی کہول کر سب سے پہلے ناول مقدس جوتا پڑھا اور ابھی ختم کر کے اٹھا ہوا یہ ناول تو منہری پیچھے ہے ہی ترجمہ چڑھ کر لکھا۔ ہر ایک باب میں نئے سے نیا راز کھلتا ہے پڑھتا منشی صاحب لاد تیرتھ رام کی عمر دیکھ کر ان کے ہاتھوں ایسے نایاب لکھنوی تاریکی سے روشنی میں آ رہے ہیں۔ جو ظلمات کے اخیر میں گردشِ آفاق کا اختتام دیکھ کر آج تک اس کا ہی محنت امتلا ر تھا۔ بارے خدا خدا کر کے اس کی شکل دیکھنی ہی نصیب ہوئی۔ میرا نام اس سلسلہ کے مستقل خریداروں میں درج کر لیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ منشی صاحب نازک کتاب سے مصنف کا کوئی اور ناول ترجمہ کریں۔

جناب فضل الہی خان صاحب دینا و شہر۔ اس میں کچھ شک نہیں کریں آپ کے اس
سلسلہ ناول کو بہت پسند کرتا ہوں۔ خاص کر منشی تیرتھ رام صاحب کے ترجمہ کو اور اسی سے
ساہا سال سے میں آپ کے اس سلسلہ کی خریداریوں اور چھاپا تنگ جہت سے سکا میں آپ
دوستوں کو بھی آپ کے ناولوں کی خریداری کی ترغیب دیتا اور آپ کے لئے خریداری پیدا کرتا
رہا ہوں۔

جناب محمد نجیب اللہ خاں صاحب ریاست بھوپال مآپ کے ترجمہ کردہ بھی ناولوں کے
دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور مشہد طر زندگی آنیدہ بھی اس کی امید ہے۔ میں بنا سنا نے عن کرنا
ہوں کہ مجھے ان ناولوں کو دیکھا۔ دنیا کے تمام ناول میری نظروں میں بھیجے ہو گئے۔ فن
ترجمہ کے آپ بادشاہ ہیں حیران ہوں کہ کس ناول کو کس پر ترجیح دوں میں ان کی عام
مقبولیت کے لئے جناب کو تـ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب اقبال احمد علوی مقام کرا (اد آہاد) انجیل کاروبار میں کمی ہونے کی وجہ سے
روپیہ کی قلت ہو گئی ہے۔ اس لئے آپ کا سلسلہ بند کرنا پڑا۔ میں نے اگر اور دناؤں
میں کسی کو پسند کیا تو وہ آپ ہی کے تراجم تھے۔ خاص کر میری رعوہ شریک زندگی کو جن کا
انتقال گزشتہ ستمبر میں ہو گیا یہ سلسلہ بہت پسند تھا۔ اگر میں بند کرنا چاہتا ہوں تو شاید
میں اس کی خاطر بند نہ کرتا۔ ابھی امید ہے کہ جس وقت میں اس قابل ہوا فوراً جناب سے جاری
کرنے کی درخواست کروں گا۔

جناب سید عابد شاہ صاحب تحصیلہ اربلہ چتران منشی تیرتھ رام صاحب ادنا گری
کے میدان میں گونے سبقت بیٹھے ہیں۔

جناب مہر جید حجاب بکرامی ضیل آباد۔ بچہ خوشی ہوئی کہ میری عرصہ کی خوشی پوری ہو گئی
یعنی ریٹائرس کے ناولوں کا ترجمہ کا انتظام آپ نے پہلے شروع کیا۔ میں نے فوراً ہی
پارسل چٹرایا ہے۔

بہترین مشرقی تراجم اور تصانیف

ہماکوی کا لیداس

صفحات قیمت

نام کتاب	اصلی نام	مترجم	صفحات	قیمت
پیک ابر	میگھ وودت	ہندت پرچودیا ل مصر عاشق بکھنوی	۳۸	۸
کیرین	رتو سنگھ	فشی پیارے لال شاکریر علی	۶۸	۸
دکرم اردسی	دکرم اردسی	مولوی عزیز مرزا بی لے	...	ج
کلکتا	کلکتا	بابو الیور چند	۱۶۸	۸

کلکتا نیڈت

تہذیب تاریخ کشمیر	راج تہذیبی	ٹھاکر اچھر چند امنشی تیرتھ رام فیروز پوری ۱۹۱۹ء	۱۹۱۹	۸
		شاعر بند رنا تھ میگو		

ترجمہ چتون	چکیر والی	فشی گوری شنکر لال اختر	۲۴۲	۸
لڑکا ڈوبی	لڑکا ڈوبی	"	...	۸
آہ مظلوم	راج رشی	بابو الیور چند	...	۱۲
گین بھلی	گینا بھلی	مولوی نیاز محمد خاں فقیر پوری	...	۸
نیا چاند	کرلیٹ مون	منشی عبد الحمید ساک بی اے	...	۸
کامنٹس کا تلج	مکت	بابو الیور چند	...	۸
قصہ بستی	...	مہر جے - آہ رے	۱۶۳	۱۲
ہم رکھی بیگم	...	قاضی احمد میاں اختر	۲۴۴	۳
آشیاں برباد	...	منشی گوری شنکر لال اختر	...	۸
چتر	...	منشی عبد الحمید ساک بی اے	...	۱۲

ہم سے طلب فرمائیے

مولوی عبدالحکیم صاحب قلم

۶	خواجه حسین الدین	۱	ابو بکر شبلی	۱	جنید بغدادی
۱۲	قرۃ العین	۲	حروب علیہ	۲	عزیزہ مصر
۳	دگریش خندنی	۶	سکینہ بنت حسین	۳	مکہ زونبہ
۴	حسن پنجلیا	۷	دعیم	۶	حسن برہ صالح
۵	مقدس نازمین	۳	افسانہ نویس	۷	غیس و لبنی
۶	دکاش	۵	شہید وفا	۴	میرہ تلخ
۷	مدت اکبری	۸	ملک العزیز و جہا	۵	شوقین مکہ
۸	فردوس برین	۳	زمانہ اور اسلام	۶	نورالملو زندا
۹	حسن کاڈاکو	۳	بدراشا کی مصیبت	۱۰	آغا حامد کی شادی
۱۲	افغانو	۷	خونناک محبت	۱۰	دیار حرام پور کے سلا
۱۱	بابک خری	۸	جو یسے حق	۷	فتح مفتوح
۱۲	ایام عرب	۷	معدلات	۸	تذکرہ مشہور عالم
۱۳	نقیاتا	۷	ماہ ملک	۷	فتح اندلس
۱۴	نیکی کا پھل	۷	محب چین	۷	زوال بغداد
۱۵	گذشتہ مکتوب	۷	یوسف و زلیخا	۷	طاسرو
۱۶	سیر جمال	۷	آغا زخم سال	۷	شاعرانہ مضامین
۱۷	ادب تحقیق	۷	مینا کا زار	۷	تاریخی مضامین
۱۸	اصلاح قوم	۷	منصور برہنا	۷	سیر لشوار

حکیم محمد علی خاں مرحوم

رام پائی صہ ہیرت ہے حسن مردود لہ آخر حسینہ یا دیول دیوی اور
 حیدر عباسہ ہے نیل کا سائب ہے عورتا
 ہم سے طلب کرو

رے بہادر نیکم چندر چٹرجی

صفحہ قیمت	مترجم	اصلی نام	نام کتاب
۲۱۶ ط	مہاشہ سدیشن	راج سنگھ	راج سنگھ
۱۲ ۷۹	منشی گوری شنکر لال اختر	کیاں کنڈلا	کیاں کنڈلا
۲۰۸ ط	مہاشہ سدیشن	سیتا رام	دھیرا آجیات
۲۱۶ ط	مہاشہ آنند کٹور صاحب	آنند ٹھہ	آنند ٹھہ
۱۲ ۱۳۱	منشی جواہر پاشا دیرق بی لے	لش برکش	مارستین
۲۰۷ ط	"	دیوی چودھری	بنگالی دھن
۲۰۸ ط	"	چندر شکر	پرتاپ
۱۴۳ ط	"	روہنی	روہنی
۱۲ ۰۰۰	مہرشی شیو برت لال دین	اندرا	سندر اندرا
۱۰۶ ط	مودی عبدالحلیم شرر لکھنوی	وگیش نندنی	وگیش نندنی
۳۸ ط	منشی احمد علی کامل	رادہ رانی	رادہ رانی
۱۲ ۱۱۳	مہاشہ سدیشن	جہنی	تدرت سکھیل
۱۲ ۱۶۷	منشی جواہر پاشا دیرق بی لے	مرنانی	مرنانی
۸۰ ط	مہرشی شیو برت لال دین	جوگلا لکری	سندر جوڑی
۰۰۰ ط	لالہ مندر داس بی مادراہیل	بابو رمیش چندر دت سی آئی ای	فاتح بنگال
۱۳۶ ط	منشی بودھراج دت	بنگ وجیتا	صبح زندگی
۱۲۲ ط	سودا رملو سنگھ	جیون پرکھات	راجپوت جیون سندھیا
۲۲۹ ط	بابو ایشور چند	نیک آف پامز	تلج عصمت

ہم سے طلب فرمائیے

نہایت رتن ناتھ صاحب سرشار

دنانہ آزاد ۶۰ سیرکھار ۶۰ بکھڑی دہن ۶۰
 کرم دہم ۶۰ پی کھاں ۶۰ مٹو ۶۰ کاسنی ۶۰
 مدائی فوجدار ۶۰ جام سرشار ۶۰ العنایلی بلرز ناول ۶۰

منشی سجاد حسین صاحب مرحوم

احق الدین ۶۰ حاجی نبدل ۸۰ پیاری دنیا ۱۰۰ دہرکا پلسی نازس ۶۰
 طرصار لونڈی ۶۰ سیٹی چیری ۶۰ کاپاپٹ ۱۰۰ زوای دربار ۸۰

منشی جوالا پشاد برقی بی اے

مرنائی ۱۲ مار آستین ۱۲ ننگالی دہن ۱۲
 مشرق فرنگ ۱۲ پرتاپ ۶۰ ردہنی ۸۰

منشی نرائن پشاد و میاں دہلی

حن فرنگ ۱۲ دہم کا تپ ۶۰ پتی پرتاپ ۱۰۰
 گوشہ سداں ۱۰۰ رامان ۶۰ مہاجارت ۱۰۰
 ٹٹکھ کی شرارت ۵ زہری سانپ ۵ قتل نظیر ۵

آغا حشر کاشمیری

سرداس ۱۲ سفید خون ۸۰ خوبصورت بلا ۸۰
 بیہودی کی لڑکی ۱۲ خواب بستی ۸۰ بن دیوی ۱۰۰
 مدور گنگ ۶۰ صید ہوس ۸۰ اسیر حرص ۸۰
 لشکر یہ یورپ نظم ۳۰۰ ... سوج زمزم و نظم ۱۰

منشی نباک پشاد طالع نباری

سپل و نہار ۵ ہرش چندر ۸۰ رام میلا ۱۲ گوی چند ۶۰
 حکیم سے طلب فرمائیے

منشی پریم چند بی اے

چنگان بہتی ۷۰ ۷۰ ۷۰
 زما ۷۰ ۷۰ ۷۰
 بپارہن ۷۰ ۷۰ ۷۰
 سرز وطن ۱۲ ۱۲ ۱۲
 رام چ چا ۷۰ ۷۰ ۷۰
 محقر فائے ۷۰ ۷۰ ۷۰

پریم چیمپی ۷۰ ۷۰ ۷۰
 خواب و خیال ۷۰ ۷۰ ۷۰
 پریم بنیسی ۷۰ ۷۰ ۷۰
 فردوس خیال ۷۰ ۷۰ ۷۰
 خاک پروانہ ۷۰ ۷۰ ۷۰
 عاشقہ صدر بن ۷۰ ۷۰ ۷۰

چشم و چراغ ۷۰ ۷۰ ۷۰
 خندان ۷۰ ۷۰ ۷۰
 بہارستان ۷۰ ۷۰ ۷۰
 راج سنگ ۷۰ ۷۰ ۷۰
 آذری بہار ۷۰ ۷۰ ۷۰
 بیگناہ مجرم ۷۰ ۷۰ ۷۰
 حکدست سخن ۷۰ ۷۰ ۷۰
 بہار ۷۰ ۷۰ ۷۰
 قوس قزح ۷۰ ۷۰ ۷۰
 قدمت کے کھیل ۷۰ ۷۰ ۷۰
 عورت کی محبت ۷۰ ۷۰ ۷۰
 پارس ۷۰ ۷۰ ۷۰
 چکیاں ۷۰ ۷۰ ۷۰
 محبت کا انتقام ۷۰ ۷۰ ۷۰
 ترانہ قوم ۷۰ ۷۰ ۷۰

مولوی فہیل الرحمن

اخبار اللہ ۷۰ ۷۰ ۷۰
 عذر ۷۰ ۷۰ ۷۰
 مولدین ۷۰ ۷۰ ۷۰
 خون ناحق ۷۰ ۷۰ ۷۰
 خلافت راشدہ ۷۰ ۷۰ ۷۰
 طلسمات ۷۰ ۷۰ ۷۰

مستر ظفر عمر بی اے

نئی چتری ۷۰ ۷۰ ۷۰
 باب کا قاتل ۷۰ ۷۰ ۷۰
 لال کشمیر ۷۰ ۷۰ ۷۰
 چروں کا کلب ۷۰ ۷۰ ۷۰
 منشی شمیم الدین بلہوری ۷۰ ۷۰ ۷۰
 ہم سے خلیفہ فرما لیتے ۷۰ ۷۰ ۷۰
 اتہائے آمزدہ ۷۰ ۷۰ ۷۰

قواعد خرداری

۱۔ در بقیہ صفحہ بعض اصحاب کی حالت میں دیکھا گیا ہے کہ چار پانچ ماہ کے بعد
انشاء اطلاع دیتے ہیں کہ میں اس دوران میں ایک جی پرچہ نہیں ملا۔ ایسی شکایتیں
کسی حالت میں بھی قابل غور نہیں سمجھی جاسکتیں۔ کیونکہ اتنی مدت کے بعد شکایت کی
جائے کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ اس قسم کے موقوفوں پر زیادہ سے زیادہ جو بات ہم کر
سکتے ہیں یہ ہے کہ زیر شکایت پرچے اگر دفتر میں موجود ہوں۔ تو عام رعایتی مشیت
پر دوبارہ مبرا کرو دیتے ہیں لیکن یہ ایک اختیاری رعایت ہے جو تیسرے کوئی وجہ
ظاہر کرنے کے واپس لی جاسکتی ہے۔

۲۔ کچھ اصحاب آغا خانہ سے بھی خطوں کا تدارک دیتے ہیں جن کا فرد افرادہ جلیب
وینا سخت مشغول ہے اس سے فکر گزارش ہے کہ عدم رسی کے خط مہینہ کی ۱۰-۱۲
تاریخ تک انتظار کر کے ہی لکھے جائیں۔ اس سے پہلے لکھے ہوئے خطوں کو
قابل غور نہ سمجھا جائے گا۔

۳۔ ماہوار اختیاست اس سائز کے ایک سو سے لیکر نو سو صفحوں تک مقرر ہے اور
بعض حالتوں میں اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے مگر اس کی بیشی کا اختیار کلی
اس دفتر کو حاصل ہے۔

۴۔ قابل ترجمہ کتابوں کے انتخاب کا حق رئیس تحریر منشی تیسرے رام صاحب کو حاصل
ہے۔ طریقہ اردو کے مشورے ہر وقت فکر یہ کے ساتھ سے جاسکتے ہیں لیکن یہ
دفتر ان پر عمل کرنے کے لئے پابند نہیں اور نہ کوئی صاحب اس بنا پر اعتراض
کر سکتے ہیں کہ فلاں کتاب کا ترجمہ کیوں مشغول نہیں کیا گیا۔

۵۔ ان قواعد سے لاعلمی و اہل عذر نہ سمجھی جائے گی۔

گروش آفاق^{جلد}

حیرت انگیز سوشل ناول

اس سلسلے میں جب ڈیل بھی ملاحظہ فرمائیے
فسانہ لندن (سلسلہ اول و دوم) از نگارہ پرستان مخفی کوانڈیو

مترجم

مصنف

عاج و لیلیو پیچیم ریٹائلڈس
تیسرے تھرام فیوز پوری

لال برادر س

۱۰ - پارسنر روڈ نلکھا لاہور

خانقاہ سید شمس الدین چکلا محلہ روڈ لاہور میں بچہ نام ملک دین محمد پرنٹر ہیں

قواعد خریداری

۱۔ اس سلسلہ کی مستقل خریداری کی سالانہ قیمت پر جمعیت جو خواہ بند رہے مئی آرتھریا دی بی بیٹگی آتی چاہئے۔ ماحول پر باشندہ نامی کو کوئی حساب نہیں جو اصحاب ہمارے سلسلہ ہر افسانہ کے بھی مستقل خریداری میں مان سے بغور رعایت صرفت سے سالانہ لیا جائیگا۔ وصال شدہ روپیہ کسی حالت میں واپس نہ ہوگا۔

۲۔ خریداری کسی ایک جلد سے شروع ہو سکتی ہے۔ لیکن قیمت بہر حال ایک سال کی کٹھی وصال کی جائیگی اور اس کے عوض بارہ ماہ ہر پرچہ (یا ان پرچوں کے مجموعے) ہمارے کے بنائیں گے۔

۳۔ سالانہ اور کوئی قیمت کا حساب ختم ہونے پر اگر نئی قیمت کے آغاز سے پہلے خریداری کی طرف سے اطلاع وصول ہو تو آئندہ اس سلسلہ کی خریداری جاری رکھنا نہیں چاہئے۔ تو اس کو نانا آرتھریا ہر پرچہ خرید سالانہ قیمت کے لئے وہی پی روانہ خدمت ہوگا جس کو وصول کرنا ہر ایک خریدار کا اخلاقی فرض سمجھا جائیگا۔

۴۔ ہر ایک پرچہ یا مجموعہ ہر ایک کے وسط تک مثلاً ہر چار ماہ سے اور تمام خریداروں کے نام کا کھدہ اور مری اعتبار کے ساتھ روانہ ہر تہہ ہے لیکن یہ چند پرچے پرستہ میں ضائع ہو جائیں لیکن اس صورت میں عدم کسی کی اطلاع ہی ہر ایک کے اندر اندر ہر چار ماہ سے ہر چار ماہ سے یہ ہے کہ ہر ایک کی اپنا پہلے تک انتظار کر کے اگر اس وقت تک پرچہ وصول نہ ہو۔ تو ایک اطلاعی خط اس دفتر کے نام روانہ کر دیا جائے اس ہر ایک کے گزر جانے پر عدم کسی کی شکایت قابل قبول نہ ہوگی مگر اس کے غیر خریداروں کے جو آئندہ ماہ کی پہلی تاریخ تک شکایت روانہ کر سکتے ہیں۔

دانی و دیگر موقوفہ

جلد حقوق بحق لالہ زاین دت سہگل محفوظ ہیں
حیرت انگیز سوشل ناول

گردش آفاق

آٹھویں جلد
جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس کی زبردست تصنیف

جو زلف و لمٹ

کا دلکش ترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم منان لندن - نظارہ پرستان - انصاف وغیرہ

لال برادر اس

۷۔ پارسنز روڈ - ٹوکھا - لاہور

انقلابی ٹیم پریس لاہور میں باہتمام ملک دین محمد پرنٹر چھپا

گروش آفاق

دور ثانی

آٹھویں جلد

باب - لم لم

منزل عشق

واقعات مذکورہ کو ایک ماہ سے زائد عرصہ گزر گیا۔

اواخر اپریل کے ایام تھے اور آمد بہار کے ساتھ تھارہ تانباک اور فرحت بخش ہونے لگا تھا جھیل کا نیلگوں پانی اب زیادہ شفاف تھا اور سبزہ کی محویت زیادہ خیال انگیز اور ہریالی کوپوں کی کثرت سے منظر کی کیفیت زیادہ شگفتہ و دلغریب تھی جھیل کی گنگلی تہ میں خود رو آبی پردے ترتیب و تدوین کے بغیر اچھٹے گئے تھے۔ اور سطح آب پر درختوں کی لرزا پتیاں اور ٹھک شاخیں قدرت کو محو نقص ظاہر کرتی تھیں۔ کناروں پر جنگلی پھولوں کی افراط تھی۔ درختوں کی ٹہنیوں میں خوش گلو پرندے نغمہ سرائی کرتے تھے۔ اور شہد کی مکھیوں کے بھنبھانے سے ایک عجیب طرح کا کیف انگیز راگ پیدا ہو رہا تھا۔

مجھے ادبچ مٹھکن میں آئے قریباً ڈیڑھ مہینہ گزر چکا تھا اور جہاں تک آسائش و آرام

کا تعلق ہے مجھے اس ملازمت کے بارہ میں کوئی شکایت نہ تھی۔ بہت کم کام میرے ذمہ تھا۔ اور چونکہ میں بے روک و لے اچھے مٹھکن کے کتب خانہ سے ہر قسم کی کتابیں حاصل کر سکتا تھا۔ اس لئے میرے اوقات فرصت کا بیشتر حصہ مطالعہ میں بسر ہوتا تھا

حیرت انگیز جاسوسی ناولوں کا سلسلہ

اس دفتر سے بنالڈس کے ناولوں کے علاوہ ایک اور سلسلہ بہترین جاسوسی ناولوں کے تراجم کا بھی شائع ہوتا ہے۔ اس مطلب کیلئے دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین کتابیں انتخاب کی جاتی ہیں، اور ان کا ترجمہ خاص اہتمام سے کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ کے تراجم بھی منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری مترجم گردش آفاق وغیرہ ہیں۔ پس اگر آپ کو عہد حال کے بہترین جاسوسی ناول دیکھنے کا شوق ہو تو ہمارے اس سلسلہ کی بھی مستقل خریداری قبول فرمائیے۔ اس وقت تک اس سلسلہ میں حسب ذیل ناول شائع ہوئے ہیں۔ جو طلب کئے جاسکتے ہیں۔

خونی ہیرا	بحسب فنا	مکتم مسافر	مطلبی دنیا	حور ظلمات
انقلاب یورپ	میراب زندگی	معلیٰ شب چراغ	نازک کنار	تبدیل قسمت
شریعت بدعاش	انڈل ہیرا	خبر بیداد	قاتل ہار	کائنات شریعت
چلتا پرزہ	نوکھار	مصری جادوگر	مہر خموشی	سنہری لاش
خونی چراغ	ہیرا کا بادشاہ	مقدس جوتا	آزادی	کائنات آرمین
نقعی نواب	آتش سنا	سنہری بچھو	ڈاکٹر ککولا	خونی جھک
منزل مقصود	انصاف	شاہی خزانہ	تلاش اکسیر	کرنی کا پھل

اس سلسلہ کا اگلا ناول زہری بان خصوصیت سے قابل دید ہو گا۔ اور اس کے بعد سلسلہ وار کئی اور دلکش ناول پبلا ہیرا خونی چلا ستارہ یورپ۔ چڑیا کی و غیرہ شائع ہونگے۔ غرض کہ یہ ادنیٰ قسم کے ایک یا دو پنی قیمت کے پڑ ناولوں کے مرتبے نہیں۔ بلکہ دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین تصنیفوں کا پڑ ہیں۔

ضرور آپ اس سلسلہ کی قدر دانی کریں

گروش آفاق

دور ثانی

آکھویں جیلہ

باب - لم لم

منزل عشق

واقعات مذکورہ کو ایک ماہ سے زائد عرصہ گزر گیا۔

ادھر اہل کے ایام تھے اور آمد بہار کے ساتھ تظارہ تانناک اور فرحت بخش ہونے لگا تھا۔ جھیل کانیکوں پانی اب زیادہ شفاف، فضا اور سبزہ کی محویت زیادہ خیال انگیز اور ہریالی کو پلوں کی کثرت سے منظر کی کیفیت زیادہ شگفتہ و دلغزیب تھی۔ جھیل کی گنگری تہ میں خود رو آبی پردے ترتیب و تدوین کے بغیر آجھنے لگے تھے۔ اور سطح آب پر درختوں کی لڑیا پتیاں اور ٹھکر شاخیں قدرت کو عورتص ظاہر کرتی تھیں۔ کناروں پر جنگلی پھولوں کی افراط فنی، درختوں کی ٹہنیوں میں خوش گلو پرندے نغمہ سدا کی کرتے تھے، اور شہد کی کھیلوں کے بھینسنے سے ایک عجیب طرح کا کیفیت انگیز راگ پیدا ہو رہا تھا۔

مجھے ایچ متھلگن میں آئے قریباً ڈیڑھ مہینہ گزر چکا تھا، اور جہاں تک آسائش و آرام کا تعلق ہے مجھے اس ملازمت کے بارے میں کوئی شکایت نہ تھی۔ بہت کم کام میرے ذمہ تھا۔ اور چمکے میں بے روک والے ایچ متھلگن کے کتب خانہ سے ہر قسم کی کتابیں حاصل کر سکتا تھا۔ اس لئے میرے اوقات فراغت کا بیشتر حصہ مطالعہ میں بسر ہوتا تھا۔

لائبریری میں کتابوں کا ذخیرہ بے شمار تھا۔ مگر خود تھکلن یا اس کا بیٹا لینا کس ان کے مطالعہ سے بہت ہی کم فائدہ اٹھاتے تھے۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ اخبارات کے سوا کبھی کوئی چیز نہ پڑھتے تھے۔ فی الحقیقت ان کے وقت کا بڑا حصہ مہانوں کی خاطر عمارات میں یا اچھا کھانے۔ سیر کرنے سواری یا کشتی رانی کے مقابلوں اور ایسی ہی دوسری تفریحوں میں بسر ہوتا تھا۔ اور پچھلے چند ہفتوں سے تو اتنی کثرت مہانوں کی رہی تھی کہ مس ایملین کو کمسن طلبہ کی بہتری کا اس قدر خواہش مند ہونے کے باوجود صرف دو یا تین موقعے مدرسہ تک جانے کے ملے تھے۔ رہ گیا سامان اکل و شرب کی کثرت اور نفقہ کا سوال۔ تو اس کے بارہ میں میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی عمر میں آج تک میں نے کبھی کسی گھر میں اس کی نظیر نہ دیکھی تھی۔ اور نہ شہ کا سامان اٹھتا۔ اور نہ لچ کی تیاریاں شروع ہو جاتیں۔ اور اتنی متنوع اور نفیس چیزیں دسترخوان پر لائی جاتیں کہ خزانہ یا کاشانہ نگارہ آنکھوں میں پھر جاتا۔ رات کا کھانا من و مسلوی کے مترادف ہوتا تھا اور اسی پر قناعت نہ کر کے گیارہ بجے کے قریب آدھی رات کا کھانا پھر ایک بار چرسا جاتا۔ خود انچ تھکلن کو عمدہ اور نفیس کھانوں کا شوق تھا۔ اور بسا یا رنوش نہ ہونے سے باوجود وہ برتل کا شوق بھی خوب کرتا تھا۔ ڈرامنی کلیکے مین کی پرفوری کا حال کیا کہنا۔ جس کسی موقع پر مہانوں کی کثرت کی وجہ سے دوپہر کا کھانا دو یا تین بار چرسا جاتا تو وہ رہانوں کے دل بہلاؤ کے بہانہ سے اس موقع پر ان کے ساتھ شامل ہو جاتا۔ اور اس پُر شوق انداز سے چھری کاٹنا چلاتا۔ جو یا اس نے صبح سے ایک لقمہ تک نہ کھایا تھا۔

لیکن رفتہ رفتہ وقت آگیا۔ جب دنیا کی ہر ایک چیز کی طرح انچ تھکلن کے اس جشنِ طرب کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ جب مئی کا مہینہ شروع ہوا۔ تو قصرِ عظیم میں کنبہ کے آدمیوں اور ملازموں کے سوا کوئی اجنبی شخص موجود نہ تھا۔

ایک دن کاؤ کھپے سہ پہر کے قریب مسٹر لینا کس نے مجھے گاؤں جا کر پھیل پکڑنے کے کانٹے خریدنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اس کا سوجہ ذخیرو ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت تین پونڈ منٹ گزرے تھے۔ اور جب میں پھیل کو عبور کرنے کے لئے گھاٹ کے پاس پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ مسٹر سٹوارٹ دو نوچرے صاحبزادوں کی قیلم سے فارغ ہو کر کشتی پر سوار ہو رہا ہے مجھے آتا دیکھ کر اس نے کشتی رکوالی اور جیسا اس کی عادت تھی خوش طبعی اور اخلاق کے ساتھ منکراتے ہوئے کہا: "جو زندگی میں امید کرتا ہوں۔ اب نہیں اس ملک کے نظاروں کو ان کی بہترین خوشنماہا ستوں دیکھنے کا موقع ملے گا۔ ایک مہینہ کے عرصہ میں سبزہ نوخیز کی رنگت زیادہ شوخ ہونے لگے گی۔ اور جس وقت پہاڑوں کے اطراف میں بستر گھاس اٹنے لگی تو مجھ کو یقین ہے تم اس منظر کو دیکھ کر بہت ہی خوش رہو گے۔" جی اس میں شک نہیں یہ ایک بڑا ہی فرحت بخش مقام ہے؟ میں نے جواب دیا "بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ رازِ علاقہ ہی زرخیز ہے۔ نہ صرف انج کے اطراف میں۔ بلکہ اس سے پرے بھی جہانک ریاست کے حدود ہیں۔ ہر طرف خوشحالی اور فراوانی کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ کم از کم جو نظارے میں نے اس جگہ سمیٹے ہوئے رستوں دیکھے تھے۔ ان کی بنا پر میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ ایک بڑی ہی خوشحال ریاست ہے۔" اور کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کس رستہ سے آئے تھے؟ مسٹر سٹوارٹ نے دریافت کیا۔

"جی میں پرتھ سے ہوتا ہوا آیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔ "رستہ میں سیرینڈیل کی ریست بھی دیکھی تھی لیکن . . . کما عرض کروں کہ تنہا بھاری حد میرے دل کو اس کی زار حالت دیکھ کر ہوا . . ."

"ایسا ہونا قدرتی تھا۔ مسٹر سٹوارٹ نے اپنے دستاؤ کو اٹھانے کے لئے جھکے ہوئے کہا۔ جو اس کے ہاتھ کے کشتی کے چنپے پر گر گیا تھا۔ "جے جی ان اطراف

سے گزرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور میرے اپنے دل کو اس ریاضت کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر اسی طرح سخت صدمہ ہوا تھا۔

”اے صاحب کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ میں نے بعد حسرت میں کہا شروع کیا کہ ایک ایسی اچھی جائیداد جو اتنی زرخیز ثابت ہو سکتی تھی۔ محض اس لئے۔“

”میری اپنی رائے میں ریاضت کی زندگی کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر اس کے بد نصیب ہانکے کو بھی سخت صدمہ ہوتا ہو گا۔“ مسٹر سٹوارٹ نے جلدی سے کہا ”میرے کنبہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس شخص کو جو اس حالت میں بھی اپنے آپ کو اس جائیداد کا مالک سمجھتا ہے۔“

”میری دلی تمنا یہ ہے۔“ میں نے دعائیہ لہجہ میں کہا کہ اس مقدمہ میں جو ریاضت کے برخلاف اصول رہے، خدا سسرانیکز بند رکیرن ڈیل کو دشمنوں پر فتح نصیب کرے۔“

”آہ یہ تمہاری آرزو ہے۔“ مسٹر سٹوارٹ نے حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ادھر پھر ہو سکتے ہوئے۔“ لیکن ہمیں ان سارے حالات کا کیونکہ علم ہوا جو اس بد نصیب ریاضت سے تعلق رکھتے ہیں؟

”محض حسن اتفاق ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ ”وراصل میں اس گاڑی پر سوار ہو کر آیا تھا جس میں ان اطراف کے نامی وکیل مسٹر ڈکنسی سفر کر رہے تھے۔۔۔“

”آہ میں سمجھا۔“ سٹوارٹ نے کچھ اس طرح کی لاپرواہی سے کہا۔ جس سے مجھے کوخیاں پیدا ہوا کہ شاید وہ اس گفتگو کو جاری رکھنا نہیں چاہتا۔ یا اس بارہ میں باتیں کرتے کرتے تھک گیا ہے۔

چنانچہ اس خیال سے میں بھی چپ ہو گیا۔ اس نے مجھ سے کوئی اور سوال نہ پوچھا۔ بلکہ کشتی کے دوسرے کتھاٹ پر پہنچنے کے وقت تک دو تین منٹ اپنے ہی خیالات میں طوق رہا۔ کشتی جس وقت سنارہر جا کر ٹنگی۔ کردہ کو در ساحل پر اترا۔

اور عیسا اس کا معمول تھا۔ البتہ اخلاق میں الوداعی سلام کر کے تیز چلتا گاؤں کی طرف ہوا۔ مگر گاؤں کے اندر داخل ہونے کی بجائے وہ بائیں طرف مڑا۔ گویا موضع متنگن کے گرد چکر کاٹنا چاہتا تھا۔ جس سے میں نے خیال کیا۔ کہ وہ اس پر نفا سے پہر کو ہڑی دیر کے لئے سیر کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ بہر حال میں سیدھے رستے سے گاؤں میں داخل ہو گیا۔ جو سامان مجھ کو خریدنا تھا لیا۔ اور اس قریبی رستے سے جو جمیل کے کنارے ساتھ ساتھ آتا تھا۔ واپسی کا ارادہ کر رہا تھا۔ کہ بڑ خیال آیا۔ مشرینا کس کو ان کانٹوں کی ضرورت کل صبح سے پہلے نہ ہوگی۔ اس لئے میرے پاس فرصت کا وقت کافی ہے۔ پس کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ میں بھی اسے گاؤں کے باہر اودھڑ چلے سیر و قلعہ میں گزار دوں۔ گاؤں کا صرف ایک چھوٹا سا نیم آباد بازار تھا۔ اس کو طے کر کے میں دروازہ گر جا کے پاس سے ہوتا ہوا اس گلی کی طرف مڑا۔ جو شاہزہ سے ایک طرف کو تہتی تھی۔ اور اب دفعتاً یاد آیا کہ اسی گلی کے سڑ پر میں نے ایک مونا سلوا کو اس عجیب و غریب طریقہ پر جس کا ذکر باب گذشتہ کے آخری حصہ میں کیا گیا ہے۔ نمودار اور غائب ہوتے دیکھا تھا۔ اس معمولی واقعہ کی یاد جو اس سے پہلے میرے ذہن سے اتر چکا تھا۔ اب پھر اس مقام کو دیکھ کر تازہ ہو گئی اور میں اس کے متعلق اپنے دل میں سوچ ہی رہا تھا۔ کہ گلی میں ہڑی دور آئے ایک مرد شریف اور خاتون ساتھ ساتھ بہت نظر آئے۔ میرے لئے ان کو صرف ایک نظر دیکھنا کافی تھا۔ معلوم ہوا وہ دو نامہ شوارٹ اور ایملین دینا چاہیں !

میں چلتا چلتا ٹھہر گیا۔ فرط حیرت سے نہیں بلکہ ایک فوری خیال کے اثر سے جو روشنی کی تیز شعلہ کی مانند میرے دل میں پیدا ہوا۔ اور اس وقت آن واحد میں سارا حال واضح ہو گیا۔ وہ بات جو بیشتر میرے لئے ہمنزلہ داز تھی۔ اب بالکل صاف ہو گئی یقیناً مس ایملین اور زوجان علم کو ایک دوسرے سے عشق تھا۔ نہیں اس بارہ میں

کسی تنگ و شبہ کی گنجائش نہ تھی بلکہ اذکم اُن کی یہ ملاقات محض اتفاقیہ نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہو گئی۔ کہ وہ شخص جسے چند ہفتے پیشتر میں نے گلی کے موڑ پر ظاہر و غائب ہوتے دیکھا تھا دراصل مسٹر سنوارٹ ہی تھا۔ علاوہ بریں میں کیا اس نگاہ کو بھول سکتا تھا جو اس موقع پر مس ایلین نے گلی کے موڑ پر چاروں طرف ڈالی تھی؟ پھر اس کے علاوہ آج بھی مسٹر سنوارٹ کا سیدھا گاؤں میں داخل ہونے کی بجائے۔ اس کے گھر دچکر کاٹنے کیلئے جہاں غالی از اہمیت نہ تھا۔ غرض یہ ساری باتیں اس ایک خیال کی تصدیق کرنے والی تھیں کہ وہ دونوں پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں اور اسی طرح ملا کرتے ہیں۔ لیکن اگر اُن سابقہ واقعات کے بارہ میں کوئی شبہ میرے دل میں باقی بھی ہوتا۔ تو وہ اُن کی موجودہ حالت دیکھ کر باسانی رفع ہو سکتا تھا۔ کیونکہ نہ صرف وہ دونوں پہلو پہلو چل رہے تھے بلکہ وقتاً سنوارٹ نے اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں بیکر ہونٹوں سے لگایا۔ اور اپنا دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہ حالت دیکھ کر میں جلدی سے ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ کیونکہ میں نہ چاہتا تھا۔ کہ وہ مجھے دیکھ لیں۔ اور خیال کریں کہ میں ان کی جاسوسی کرتا پھر رہا ہوں سنہ یہ بات ہی مجھ کو منظور تھی۔ کہ وہ میری موجودگی سے واقف ہو کر مجھ سے درخواست کریں کہ میں اُن کے راز کو پوشیدہ رکھوں پھر حال اپنے دل میں میں اس بارے کا پہلا ہی سے پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ کہ اس واقعہ کو بالکل پوشیدہ رکھوں گا۔ کیونکہ مغرور و متکبر دنیا کس دینا جو کے مقابل میں نادانستہ مجھ کو خلیق و منسا مسٹر سنوارٹ سے اُنس ہو گیا تھا۔ علاوہ بریں میں اس حقیقت سے بھی نا آشنا نہ تھا۔ کہ عشق کسے کہتے ہیں اور اُس میں کتنی زبردست کشش ہوتی ہے۔ پس گو میں غائب اُن سے مہر دی کرتا اور اُن کی حالت پر دل ہی دل میں رحم کرنا چاہتا تھا مگر اُن کے ساتھ مکر فاش کرنا کسی حال میں مجھ کو منظور نہ تھا۔

میں اس وقت تنگ درخت کی ادھیل میں کھڑا رہا جتنی کہ گلی کے دوسرے موڑ

کے پاس وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے اور اس کے بعد پھر ایک بار گھاؤں سے ہوتا ہوا گھاٹ کی طرف چلا آیا۔ میں ایک ایسے راز سے آگاہ ہو چکا تھا۔ جس کے بارہ میں مجھ کو پورا یقین تھا کہ مالے انج تھکن کو اس کے متعلق ذرا بھی شبہ نہیں ہے۔ اور گو میں بد نصیب عشاق کی امداد کے لئے کچھ نہ کر سکتا تھا۔ تاہم یہ سوچ کہ اُن کی محبت بے ثمر اور لا حاصل ہے۔ میں اُن کی حالت پر رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کیونکہ کوئی امید اس عشق کی کامیابی کی نظر نہ آتی تھی۔ اور بالفرض وہ دونوں فرار ہو کر ویر پر وہ شادی کر لیتے تو اس صورت میں بھی یہ ایک فیصلہ شدہ امر تھا۔ کہ بیلیں کے معذور رشتہ دار بلا تامل اس کو اپنے خاندان سے علیحدہ کر دیں گے۔ اور کسی حال میں اس سے ملنا گوارا نہ کریں گے اور گو یہ صحیح ہے کہ اس خاتون کو چند ہزار پونڈ کا ذاتی ورثہ حاصل تھا۔ تاہم مقابلہ میں مسٹر سٹوارٹ کے پاس اپنے ذہنی اوصاف کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی اور ذہنی اوصاف جیسا کہ ہر شخص کو معلوم ہے۔ اس دنیا میں کبھی مالی ضرورتوں کو پورا کرنے کا ذریعہ ثابت نہیں ہو سکتے۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی میں نے سوچا۔ کہ ڈونا لڈ سٹوارٹ کے متعلق جس قدر حالات مجھ کو معلوم ہیں۔ ان کی بنا پر بھلا تائیکدل اور ڈو کی محسوس انسان ہے اور اس کے ساتھ ہی اس قدر جوش مردانگی اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ کسی حال میں اس نوجوان خاتون کے مستقبل کو تباہ کرنے یا اُسے اُس کے خاندان سے علیحدہ کرنے کا ذریعہ ثابت ہونے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔ یہی باعث تھا کہ ان کی بے ثمر محبت کو دیکھتے ہوئے میں نہ دل سے اُن دونوں کے لئے رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

اس طرح کی جو تحصیل کے خارجی ساحل پر رہتا تھا۔ عادت مٹی۔ کہ جب مجھ سے قلماء صدر مقام لندن کی عالیشان عمارتوں اور ہوشیار نظاروں کے متعلق کئی کئی طرح کے سوالات پوچھا کرتا تھا۔ چنانچہ اب جیسی کشتی کھولنے سے پہلے اس نے آدھ گھنٹہ مجھ کو اسی طرح باتوں میں لگا رکھا۔ آخر کار تنگ آ کر میں نے کہا کہ بھائی میرے پاس

فصل لے کرنے کو وقت نہیں ہے اور میں جلد از جلد دو سکر ساحل پر پہنچنا چاہتا ہوں اے
 میں ایلین دینا چاہی اس جگہ آپہنچی۔ مگر اس پہنی نظر سے ہی جو میں نے سو د بار سلام کرتے
 ہوئے اس پر ڈالی۔ معلوم ہو گیا اس کے چہرہ کی رنگت زرد تھی اور نظا ہری سکون کے پردہ
 میں اس کا سینہ جوش انگیز خیانات کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس خیال سے کہ وہ مجھ سے پہلے
 کشتی پر سوار ہو کے محل کی طرف رخصت ہو جائے۔ میں ادب سے چند قدم ایک طرف
 ہٹ کے کھڑا ہو گیا۔ مگر اس نے اپنے فطری اخلاق سے ترنم خیز آواز میں مجھے بھی اسی
 کشتی میں بیٹھ جانے کی اجازت دی اور اس کے ساتھ ہی کہا کہ ایک کشتی کے دو پھیر
 کرنے یا طبع کو بار بار آنے جلدی کی زحمت دینے کی کیا حاجت ہے۔ جبکہ یہ کام ایک
 ہی پھیرے میں بڑی اچھی طرح ہو سکتا ہے۔

مگر اس کے بعد جب کشتی بان ڈونگی کو زور سے کھینتا ہوا محل کی طرف بھاگ رہا تھا
 اور سبک سیر کشتی کسی آبی پرندہ کی مانند سطح آب پر تیر رہی تھی۔ تو میں دینا چہرے چھپی
 ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے نرم آواز سے پوچھا: "کیوں جوڑتے کیا تم
 محاذوں سے واپس آ رہے ہو؟" اور میں یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ چینی کے چھپے ہوئے
 آثار اس کے چہرہ پر نمودار ہونے کے لئے جلد جلد کر رہے تھے۔

"جی ہاں۔ میں نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بڑی کوشش کی کہ یہ بات
 کسی طرح میرے چہرہ سے ظاہر نہ ہونے پائے۔ کہ میں اس کے راز سے کسی حد تک واقف
 ہو چکا ہوں۔" میں دراصل چھپنی سے کہہ کر اس کے لئے محفل کے کانٹے لائے گیا تھا۔

میرا خیال ہے کہ اس جواب سے بڑی حد تک اس کا اطمینان ہو گیا۔ بہر حال
 اس کے بعد کشتی کے دوسرے گھاٹ پر پہنچنے تک اور کچھ گفتگو نہیں ہوئی۔ اس جگہ محل
 کے سامنے والے انچ مٹھلن اور ڈابنی کلیک مینن گھاٹ کے پاس کھڑے تھے۔
 اول الذکر اس طرح کی غریب نظروں سے جو کسی مالک کی آنکھوں میں ہی پائی جاسکتی

ہیں۔ گرد و زح کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اور آخر الذکر جیسا اس کا معمول تھا۔ چہرہ پر آشرفیت لے بے مدعا نظروں سے سانس کی طرف گھوڑا تھا۔

”میری عزیز اسیلین“ انج متھگلن نے اپنی بیعتی کو بازو کا سہارا پیش کرتے ہوئے کہا: ”مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ کہ تم نے میری نصیحت پر عمل کر کے مدرسہ جاتے ہوئے علم کا ایک آدمی اپنے ساتھ لے لیا۔“ گرا اس نے مجھے اسیلین کے ساتھ ایک ہی کشتی پر سوار دیکھ کر غلطی سے یہ سمجھا کہ میں اس کے ہمراہ گاؤں تک گیا تھا۔ اور اب وہیں سے واپس آ رہا ہوں۔

”اوہ!۔۔۔۔۔“ تیرا جھلا ہوا اسیلین نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی آگے جھک کر وہ رومال جو اس کے ہاتھ سے زمین پر گر پڑا تھا۔ میرے آگے بڑھتے ہوئے پیشتر اٹھا لیا۔

تاہم میں نے دیکھا اس کے چہرہ پر شرم کی تیز سرخی پھیلی ہوئی تھی۔ اور اگر میرا اندازہ بالکل ہی غلط نہیں ہے۔ تو اس نے ایک عجیب طرح کی پرسنی۔ انگار آمیز التجائی نظر میری طرف بھی ڈالی۔ جو یہ خواہش ظاہر کرتی تھی۔ کہ مجھے اس معاملہ میں دینا چاہیے۔ غلط فہمی رفع کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہیے۔ میرا خیال ہے رنچوان خاتون کا دل اس وقت لاتعداد اندیشوں سے پُر تھا۔ اور اس کے خیالات کچھ اس طرح کی الجھن میں پڑے ہوئے تھے۔ کہ اسے قطعا معلوم نہ تھا۔ وہ کیا کر رہی ہے یا اسے کیا کرنا چاہیے۔

”بس۔ بس۔ یہ طریقہ خوب ہے“ انج متھگلن نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”اسیلین میں بارہا تم سے کہہ چکا ہوں۔ کہ میری بیعتی اور میرے چاٹنیں یعنی آئینہ انج متھگلن کی ہونے والی بی بی کی حیثیت میں کبھی تم کو کسی مطلب کے لئے بھی خواہ وہ کام نیا ہی اور بنی نوع انسان کی بہتری کے متعلق خود اختیار ہی کیوں نہ ہو۔ تنہا باہر

نہ جانا چاہئے

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک! اس موقع پر ڈامنی کلک سین نے جو اپنے آقائے نعمت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہا۔

"میں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم اوقات فرصت میں "اینج مٹھکلن" نے اسی سلسلہ میں کہا: "مدرسہ جا کر نئے بچوں کی اخلاقی تربیت کا خیال رکھو اور دیکھو کہ بڑی استثنائی اپنے فرض کو کس طرح ادا کرتی ہے"

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک! ڈامنی نے ہداس کی ڈبیہ جیب سے نکالتے ہوئے کہا: "اور اب جرمیں سوچنا ہوں تو یہی افلاک تھے جو میرے دوست یلی آؤل ہیڈ سکنہ گلیو گیٹ ایمرڈین نے اس موقع پر کہے تھے۔ جب فیصلے میں سوچ لوں میرے خیال میں یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب لیکن نہیں میں عمل گیا۔ بالکل بھول گیا۔ اور اب پھر کسی وقت یاد کر کے بتاؤں گا!"

"بہر حال دلنے اینج مٹھکلن کی بھتیجی کو "مسٹر دیناچر نے ڈامنی کی اس بے بسی تقریر کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا: "ہیشہ اپنی موجودہ اور آئندہ حیثیت یاد رکھنی چاہیے یعنی یہ کہ وہ موجودہ والے ریاست کی بھتیجی اور اس کے آئندہ جانشین کی ہونے والی بی بی ہے جس کے پہلو میں مجھے کراسے اس عائشان جاگیر کی حکومت میں حصہ لینا ہے۔ اور یہ کہتے ہوئے مسٹر دیناچر نے غریبہ انداز سے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی تا اس کو یاد رکھنا چاہے کہ اتنا دور کہ ہر وقت اس کی خدمت گزاری کے لئے حاضر ہیں۔ اور اگر کسی موقع پر وہ اپنی کینزوں کو سافٹ لے جانا پسند نہ کرے۔ تو اس صورت میں بھی کسی مرد تو کر کا اس کے ساتھ حاضر رہنا ضروری ہے۔"

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک! ڈامنی نے پھر ایک بار کہا نیچے یاد ہے۔ ایسے ہی اتفاقاً میں نے اس موقع پر اپنے دوست ساٹ کوٹ سے کہے تھے۔ جب اس نے ایڈنبرگ

کی گھاس منڈی میں بیواگن بیکٹ کے مکان پر میرے ساتھ مل کر کھانا کھا یا تھا۔ یہ اس دن کا فکرم ہے جب میں ایک یاہو پر سوار تھا۔ اور جب اس نے ٹھوکر کھائی۔ تو میں اس کے سر پر ہو کر گرا تھا۔ . . . نہ دم پر ہو کر . . . لیکن انہیں میرے خیال میں میں اس کے سر پر ہو کر ہی گرا تھا۔ کیونکہ اس کی دم کی طرف میری پیچھے تھی . . . یا انہیں وہ کیا موقع تھا۔ بہر حال کچھ اس طرح کے الفاظ میں نے کہے تھے۔ اور انہیں سن کر لڑنا کوٹھنے کہا تھا۔ . . لیکن یا انہیں اس نے کیا کہا تھا۔ میں پھر کسی وقت یاد کر کے بتاؤں گا . . .

”اس نے میری عزیز ایلین! والے ایچ متھلن نے اپنے معمولی پر شکوہ اپہ میں جو کسی حد تک غنایت کا پہلوئے ہوئے تھا تقریر جاری رکھ کر کہا: تم نے بہت چھا کیا ر جوزف کو ساتھ لے گئیں! اور پھر میری طرف مڑ کر ”جوزف! اس نے کہا: یاد رکھو جب کبھی اس طرح کے موقع پر آپ کو باہر جانے کی حاجت ہو۔ تو ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہا کر دو۔ سمجھو؟“

اس موقع پر ایلین نے بھی منہ پھیر کر میری طرف دیکھا۔ مگر اس کے سر کی حرکت مسٹر دیناچ کی طرح سست اور پر شکوہ نہ تھی۔ بلکہ اس سے فکر و اضطراب ظاہر ہوتا تھا۔ اس کی خوشنمائی آنکھوں میں بے چینی کی تیز چمک پائی جاتی تھی۔ اور اس کے رخساروں پر مسخری کی جھلک اس طرح ظاہر و غائب ہوتی تھی جس طرح ہستی ہوئی نہی کے ساحل پر اُگے ہوئے درخت کی متحرک شاخوں کا سایہ۔ ایک دفعہ پھر میں اس حقیقت کو معلوم کے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ نگاہ جو اس نے میری طرف ڈالی دہشت و اتجا کے مشترک آثار لئے ہوئے تھی۔ جس کا اظہار سبھی ضبط کے باوجود بے اختیار ہوا جاتا تھا۔ اور جس کا احساس ہی اس کے رخساروں کی رنگت کو بادی بادی سرخ و پیلا کرتا تھا۔

سرکاری ہر طرح کی خدمت کے لئے ہر وقت حاضر رہوں گا! میں نے دے دیا۔
 ایچ مٹھگلن کو جواب دیا۔ اور مس دینا چر جو حکم صادر کریں گی۔ اس کی بخوشی تعمیل
 کیا کروں گا۔

اس اثنا میں ایسلین نے پھر اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا۔ تاہم میں نے اس
 عرصہ قلیل میں ہی دیکھ لیا کہ میرے اس جواب کو سن کر اب اس کے چہرہ کے آثار
 تشویش تشکر و اطمینان میں تبدیل ہو گئے تھے۔ گو میرا خیال ہے کہ اپنے دل میں وہ
 اس بات پر ضرور حیرت کرتی تھی کہ کس نے اس نے بھڑک بولا۔ اور کیوں صاف
 صاف نہ کہہ دیا۔ کہ میں اس موقع پر گھاؤں میں اس کے ہمراہ نہ گیا تھا۔

”ایچ مٹھگلن! دفعتاً ڈانسی کلیک مین نے جو بہت کم لمبی تقریر کیا کرنا تھا اور
 کمتر موقوف پر اپنی طرف سے کسی گفتگو کا آغاز کر سکتا تھا۔ کہا: ”میں بارہ یا سوچ کر حیران
 ہوا کرتا ہوں۔ فی الحقیقت مجھے اس سوال پر غور کرتے پندرہ سولہ برس ۱۰۰۔ یا اس
 سے زیادہ ۱۰۰۔ یا شاید کم ہو گئے ہیں۔ کہ کیوں آپ نے اب تک اپنے ایران سے
 لیکر جھیل کے دوسرے ساحل تک پل تعمیر نہیں کرایا۔ ۱۰۰۔“

”کیا پل؟“ دالے ایچ مٹھگلن نے دفعتاً چلتے چلتے پھر کر انداز حیرت سے
 کہا اور اس کے ساتھ ہی اُس نے کڑی نظروں سے ڈانسی کی طرف دیکھا۔ پل! اس
 نے پھر کہا: ”مسٹر کلیک مین کیا تم نے کہا تھا پل؟ ۱۰۰۔“

”بالکل صحیح بالکل ٹھیک“ حاکم تاب ڈانسی نے جس کے دماغ میں اتنا مادہ
 نہ تھا کہ وہ معلوم کر سکتا دالے ایچ مٹھگلن اُس کی تقریر سے کس قدر غصہ اور جوش
 کی حالت میں ہے۔ اپنے معمولی انداز سے جواب دیا: ”واقعی اگر اس مقام پر ایک پل
 تیار ہو جائے۔ تو ہر شخص کے لئے آمد و رفت میں بڑی آسانی ہو اور ان کشتیوں کی روز
 روز کی زحمت سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل ہو جائے۔ اگلے دن کی بات ہے۔“

جانتا کہ میری عایشان کشتی اور اُسے کھینٹنے والے بارہ ملاحوں کا کیا خسر ہو۔
 بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک! "ناوان ڈامنی نے اپنی بات پر اڑتے ہوئے جواب
 دیا: "تاہم خیال فرمائیے کہ اس صورت میں آپ کے اخراجات میں کتنی کمی ہو اور کس
 قدر زحمت سے بچاتے ہو گئے۔ ایک دفعہ میں جب بیوہ گلن بکٹس کے مکان پر
 گھسا س منڈھی میں رہتا تھا۔ تو میں نے اس کا کہا تھا کہ اگر تم کھن اور چار پونڈ کے حساب
 سے خرید کر دو۔ تو چھالی پونڈ خریدنے کے مقابلہ میں بڑی کفایت ہو جائے۔۔۔ میرا
 خیال ہے میں نے پونڈ ہی کہا تھا۔۔۔ یا ممکن ہے اولس کہا ہو۔۔۔"

اخراجات۔ سسر کلک مین باؤاے انچ تھگلن نے شاہانہ انداز سے
 جواب دیا: "کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ مجھے اخراجات کی ذرا بھی پروا ہے؟ میں دلے
 انچ تھگلن رو پیسہ کو ہاتھ کی میل اور ہر طرح کے اخراجات کو بیچ تصور کرتا ہوں۔" اور
 اس کے بعد اس بکٹ کو جو اس کی شان امارت سے ہمیدھی۔ طول نہ دینے کے خیال
 سے اس نے اپنا بازو پھر ایک بار ایسلین کو پیش کیا۔ اور اس طرح کے انداز شکوہ
 سے گویا وہ محض ایک جاگیر نہیں بلکہ سارے سکاٹ لینڈ کا مالک ہو۔ نفرت سے
 بالائی ہونٹ کو خم دے کر چپ چاپ اپنے محل کی طرف چلنے لگا۔

حالانکہ میری اپنی رائے میں: "سادہ لوح ڈامنی نے جس کا کندو غ ہر طرح کی
 تمہائش و سرزنش کے اثرات قبل کرنے سے عاجز تھا۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے
 ہوئے کہا: "اس طرح کے پل کی تیاری آپ کی ریاست کی شان کو اور دو بالا کر دگی
 دیکھئے۔ انچ تھگلن! اس نے سٹر دینا چرکی مٹی ہوئی صورت کو مخاطب کر کے کہا: "اگر
 اس جگہ پل بنا ہوا ہوتا تو میں اس دن۔۔۔ اگلے روز۔۔۔ پندرہ برس مٹی
 پھیل کے پانی میں غوطے کھانے سے بچ جاتا۔ جبکہ پہلے میرے ہاتھ سے ہلاس کی ٹیہ
 مگری اور اس کے بعد اُسے پانے کے لئے میں بھی اس میں کود گیا۔ لیکن نہیں۔۔۔"

میرے خیال میں تصور کشتی یا جہاز نیر لے ملج کا بھی نہیں تھا... کیونکہ یہ واقعہ جھیل کے دوسرے ساحل کے پاس پیش آیا تھا۔ میر خلیل کے کہیں وہ لمبی چٹھی پڑھ رہا تھا جو میرے دوست لیرڈ آف ٹن ٹرس کوٹن ڈیل کی طرف سے آئی تھی... شاید اس کی طرف سے... یا سبلی آؤل مینڈ کی طرف سے... یا بیوہ گلن کبٹن کی طرف سے... مجھے ٹھیک یاد نہیں ہیں یا ذکر کے بناؤں گا۔ تاہم ذکر اس پل کا تھا...

مگر دانیل نے پتہ متھگن اس بات میں کافی دوجا چکا تھا اور جب ڈامنی کلک میں نے دیکھا کہ کوئی اس کی گفتگو سننے والا موجود نہیں تو اس نے بھی ہلاس کی ایک بڑی سی چنگی لیکر احقانہ انداز سے بے مدعا سامنے کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

”جوزف“ والے ارچ متھگن نے تھوڑی دور جا کر میری طرف کو پیچے مڑتے ہوئے نشانہ انداز سے کہنا شروع کیا ”میں امید کرتا ہوں آئندہ تم اس بات کو ہمیشہ یاد رکھو گے کہ جب کبھی میں دنیا پر گواہوں کی طرف جانا ہو تو محتاج آج سپریم اس کے ساتھ گئے تھے اسی طرح آئندہ بھی ضرور ان کے ہمراہ جانا...“

”جی میں اس خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہوں گا“ میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی میں نے ایک چھپی ہوئی نظر لوجوان خاتون کے چہرہ کی طرف ڈالی جس سے معلوم ہوا کہ اس کی بے چینی کے آثار رفتہ رفتہ جیت میں تبدیل ہونے لگے تھے۔ اسے اس بات کا تعجب تھا کہ کیوں میں نے اس طرح کے پرسکون لہجہ میں اس کے ساتھ رہنے کے غلط واقعہ کو صریح تسلیم کیا کیونکہ جیسا ناظرین کو یاد ہے میں گاؤں میں ہرگز ہرگز اس کے ساتھ نہ تھا۔ لیکن اس جگہ پہنچ کر جھیل کے ساحل پر اس کا اشارہ پا کر اس کشتی پر سوار ہوا تھا جس میں وہ بیٹھی تھی۔

”مگر اس پل کے بارے میں“ ڈامنی کلک مینن کی آواز پھر ایک بار سنائی دی اور جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ساتھ نہڑھکتا چلا آتا تھا

”اس پل کے بارے میں“ والے ارچ متھگن نے غصہ میں جھرک رہا۔ ”میرا آخری فیصلہ یہ ہے کہ خواہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے یا آفتاب مغرب سے نکلے نہ کہ وہ پل تیار نہ ہوگا۔ اس کی بجائے میں خود جھیل کے پانی کو تیر کر عبور کرن منظور کروں گا اور حکم دوں گا کہ میرے عمل کے

جس قدر آدمی ہیں۔ وہ سب تیر گنڈا کریں۔ مگر مل بنانا میں کسی حال میں منظور نہ کروں گا۔
 " بالکل صحیح بالکل ٹھیک " زامنی نے ہلدی سے کہا " لیکن اپنے باقی ٹکڑے کو آپ ایسا کرنے
 پر مجبور کریں۔ تاہم مجھ کو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مجھ میں تیرنے کی قوت اتنی ہی کم ہے جتنی... جتنی
 کسی پتھر میں اور اس سلسلہ میں یاد آگیا کہ ایک دفعہ میں نے بیوہ گلن کبکٹ سے کیا بات کہی
 تھی اس وقت نیند ہی میک و پیل ہی موجود تھا... "
 لیکن میں چونکہ تیز چلتا مکان کی پشت کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے لائق ڈامنی کی
 حکمت کا باقی حصہ مجھ کو سنائی نہ دے سکا۔ گو میں لائق کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ اسے
 ہرگز کھل نہ کر سکا ہو گا۔

اس کے بعد کئی دن گزر گئے اور میں ایلین گھر پر ہی رہی۔ بیوہ خوشگوار تھا اور ظاہر
 کوئی وجہ مانع سرور یا حجت نہ ہو سکتی تھی تاہم ایلین کو میں نے دیکھا کہ وہ ہر وقت گھر پر
 ہی رہتی اور کبھی جیل کے اس پار نہ جاتی تھی۔ میرا خیال ہے وہ اس شش پہنچ میں تھی کہ
 کیا کرے اور کہا نہ کرے شاید مٹا دینا چرنے سابق کی نسبت بہت زیادہ سختی سے تاکید کر دی
 تھی کہ وہ کبھی اکیلی باہر نہ جائے اور وہ اس حکم کی خلاف ورزی کی جرات نہ کر سکتی تھی یہی بات
 تھا کہ وہ ہمیشہ اندرونی جزیرہ نما کی کھلی زمین پر سیر کر چہرہ راکرتی اور گواس جگہ جی تقریباً
 تین میل کی گولائی میں وہ بڑھی آسانی سے کسی ایسے مقام پر ڈونا لڈ سٹارٹ سے مل سکتی
 تھی جہاں کوئی ان کی ملاقات دیکھنے والا نہ ہوتا ہم واقعہ مذکور کے بعد ایک ہفتہ گزر گیا اور
 اس ہفتہ کی کوئی ملاقات دوبارہ ان میں نہ ہوئی بعض اوقات پائیں باغ کی سیر کرتے ہوئے
 لینا کس اس کے پہلو میں چلت نظر آتا لیکن ان کی یہ صحبت ہمیشہ عارضی ہو کر تھی چونکہ
 انہوں نے چھپن سے ایک ہی جگہ رکھ کر پردہ پائی تھی۔ اس لئے گو یہ ممکن ہے کہ لینا کس
 کے سر میں اس کے لئے اس طرح کی صحبت ہو جو بھائی بہن میں ہوتی تو تاہم اس کی صحبت
 میں اس کے لئے کسی طرح کی خاموشی یا حدت بالکل نہ تھی۔ علاوہ بریں مجھے اس بات کا

پدا یقین ہے کہ وہ اس کی لٹلے خوبوں کو سمجھنے اور ان کی قدر کرنے کا ملک بھی نہ رکھتا تھا۔ کیونکہ اس کی ذہانت اتنی بلند نہ تھی کہ وہ اس نازک خاتون کے اوصاف کی قدر کرتا اس ایک ہفتہ کے عرصہ میں دو تین بار مس دینا چر کے پاس سے گزرتے ہوئے بس نے اسکے انداز سے معلوم کیا کہ وہ بچہ کو مخاطب کرنا چاہتی ہے مگر وہ ایسا کرنے کی جرات نہیں کر سکی۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی بس نے دیکھا کہ ان ابام میں وہ عموماً افسردہ دل گرفتہ نظر آتی تھی مگر اس کی ادا اسی طرح کی نہ تھی جسے لینکس یا مسٹر دینا چر یا بیڈھا امتحان دہنی معلوم کر سکتا تاہم وہ اس اتنی بین اوصاف تھی۔ جسے کوئی ایسا شخص با سانی معلوم کر سکتا تھا جو دل کی اس حالت سے واقف ہو جب اسے امید کا سہا یا نہیں ہوتا اور وہ یا اس میں گھر کر لولی دھڑون رہتا ہے اور شاید یہی وجہ تھی کہ کم از کم میں اسے وہی کہ جس سے اسے معلوم کر سکتا تھا خیر صبا بیان کیا گیا ہے ایک ہفتہ کا عرصہ گزر گیا اور اس کے بعد ایک روز سہ پہر کو بچے اس گولی کو کہ میں حاضر ہونے کا حکم ملا جہاں واسلے انچ متھکن اور مس دینا چر اس ہی پاس بیٹھے تھے اور ڈاہنی صبا اس کا معمول تھا ایک کھلی کھڑکی کے پاس بیٹھا اونگھ رہا تھا بچے دیکھ کر انچ متھکن نے کہا جوزف مس دینا چر ایک کام کے لئے گاڈ جانا چاہتی ہیں میں حکم دیتا ہوں کہ تم بھی آپ کے ساتھ جاؤ مگر نئی درسی کتابوں کا ایک پارسل پر تھ سے آیا تھا تم نے اسے آپ کے ساتھ ساتھ لے جانا

میں آواز بجا لاکر واپس آ گیا۔ داروغہ نے کتابوں کا ایک بنڈل میرے حوالے کر دیا اور میں مس دینا چر کی آمد کے انتظار میں دیوڑھی میں ٹھہر گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ آپہنچی اور گھاٹ کے پاس جا کر ہم دونوں آگے پیچھے کشتی پر سوار ہوئے کسی طرح کا بے جا ٹکڑاں خاتون میں بالکل نہ تھا چنانچہ اب بھی کشتی پر سوار ہونے کے بعد اسے معمولی پر اخلاق سمجھ میں اس نے سفر کی دفر میں اور موسم کی تبدیلی کے بارہ میں چند اضافہ کے جن کے میں نے بھی جواب دے دیے تاہم ایسا کرتے ہوئے جب مجھے اس سے چار آنکس کرنے کا اتفاق ہوا تو میں یہ بھی

فیروزہ دیکھا کہ باقی کی طرح اس موقع پر بھی وہ مجھ سے کچھ کہنے کی خواہش رکھتی تھی مگر الفاظ ہر دفعہ ٹوک زبان پر آکر رہ جاتے تھے اس سے کم از کم یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ کسی نامعلوم وجہ سے مضطرب اور بے چین ہے اس کی ادو اسی رنج کی حالت تک پہنچی ہوئی تھی جس کا ہیشہ میرے لئے جو اس کے رازِ عظیم سے واقف تھا معلوم کر لینا بہت مشکل نہ تھا یہی وجہ تھی کہ میں اس کی نگاہ کے ان گہرے اسرار کو باسانی سمجھ سکتا تھا جن کو دور یا فتنہ کرنا کسی دوسرے آدمی کے لئے غیر ممکن ہوتا۔

خیر ہم دوسرے گھٹا پر پہنچ کر کشتی سے اترے اور گھاٹوں کی طرف روانہ ہوئے میں ایسلیں آئے آئے پہل رہی تھی اوپر اس کے پیچھے مودبانہ فاصلہ پر کتا بوں کا پارل بنل میں دا بے چلا جاتا تھا۔ ایک بار میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک اور کشتی محل کے گھاٹ سے رخصت ہو کر خشکی کی طرف آرہی تھی میں نے دور سے پہچان کر لہجہ ان معلم ذوالسوارٹ اس میں سوار تھا۔ ایسلیں نے ہی پیچھے کی طرف نظر ڈالی مگر فوراً منہ پھیر لیا اور حالت اضطراب میں آگئے کی طرف تیز تر چلنے لگی۔ غریب لڑکی میں بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ اس کے دل میں کیا خیالات گزر رہے ہیں۔ یقیناً وہ بیوہ تھی کہ اگر میں اس وقت تنہا نہ ہوتا تو اپنے عاشق جانبار سے باسانی لی مٹی لیکن میں اس کے ساتھ تھا اور وہ اپنے جی میں یہ شائد یہ سوچ کر ڈری تھی کہ ممکن ہے اس کے انتشار کا کچھ کہنے کے باوجود میں اس کا ساتھ چھوڑنا منظور نہ کروں۔

ہم جب دروازے کے پاس پہنچے تو طالعہ السلام بڑکیوں میں سے ایک دوڑتی ہوئی آئی اور کتا بوں کا ہڈل میرے ہاتھ سے لیکر پھر دروازے کے اندر چلی گئی۔ اس وقت میں نے ادب سے سلام کرتے ہوئے بڑی ٹپ سکون آواز میں اس دینا چرستہ کہا "بانو اب آپ حکم دیں کہ مجھے کس وقت واپسی کے لئے گھاٹ پر حاضر رہنا چاہئے؟"

ان الفاظ کو سن کر ایسلیں کے چہرہ پر حیرت کے آثار پیدا ہو گئے اس کے رخسار

پیر مخی کی چمک پھیل گئی اور میرا خیال بے کردہ اپنے دل میں اچھی طرح سمجھ گئی کہ میں جانتا ہوں۔
اس کی اپنی خواہش مجھے واپس بیچ دینے کی ہے۔ اس کے بعد دفعتاً اس کے چہرہ کی رنگت
پیلی پڑ گئی اور وہ نمایاں طور پر کانپ کر تھرائی ہوئی آواز سے بولی۔

”جوزف کیوں تم سے سوال پوچھتے ہو؟“

”مھن اس لئے بانو“ میں نے چہرہ کے آئینے سے کوئی بات ظاہر نہ کرتے ہوئے جواب دیا
”کہ میرا خیال ہے شاید آپ تھوڑی دیر کے لئے بیماروں اور محتاجوں سے ملنے کے لئے
جانا چاہتی ہوں۔ اس طرح کے موقع پر یقیناً آپ کو میری عنایت کی ضرورت نہ پڑے گی۔“
اس نے تھوڑی دیر گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا اور اس کی خوشنما
نیلی آنکھوں میں ایک نئی طرح کی چمک پیدا ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے نمایاں طور پر
سے کام لیکر کہا ”جوزف تم کو یاد ہو گا کہ اس روز مشردینا چرنے میں چار دفعہ اس قسم کے الفاظ
تم سے کہے تھے جن سے پایا جاتا تھا کہ تم اس دن میرے ساتھ ہی ساتھ رہے گے۔ حالانکہ
ایسا نہیں تھا پس کیا وجہ تھی کہ تم نے...“ وہ کہتے کہتے رُکی اور شرمناک ہو گئی۔ کیوں
تھے صاف صاف نہ کہہ سکی کہ میں ان کے ساتھ نہیں تھا؟

”بانو مھن اس لئے“ میں نے بلاتالی جواب دیا کہ آقا کی اپنی خواہش یہ تھی کہ میں آپ کے
ساتھ رہوں اور میں کوئی ایسی بات کہنا نہ چاہتا تھا جو ان کے خلاف منشا ہو کر باعث رنج
شماست ہو۔“

ایک مرتبہ پھر اس نے تیز تجسس نظروں سے میری طرف دیکھا پھر دفعتاً شرماؤ
اور کانپنے لگی۔ شاید وہ اس خیال سے ڈرتی تھی کہ میں جو بول رہا ہوں یا میرے
جوابات فرضی ہیں لیکن اس کے بعد بیکار ایک گھنٹہ دو تار کا لہجہ اختیار کر کے اس نے کہا ”ہاں
اچھا تم ایک گھنٹہ کے لئے جاسکتے ہو اس کے بعد گھنٹہ پر میرا انتظار کرنا۔“
میں نے جھجک کر سلام کیا اور ظاہراً پردہ الٹی سے ایک طرف کو چلنے لگا۔ جس کے بعد

میں دینا چہ در سہ میں داخل ہو گئی اور میں احتیاطاً ایک ایسے مقام کی طرف ہولیا۔ جو اس گلی سے دور تھا۔ جہاں عاشق ایک دوسرے سے مل کر تے تھے کیونکہ ان کی ملاقات کو خفیہ طور پر دیکھنا کسی حال میں ممکن نہ نظر نہ تھا۔ بعد ازاں گاؤں کے بانڈارے ہوتا ہوا میں جیل کی طرف چل دیا اور اس کے سامنے پر تعزیتی ٹہنٹ قریباً ایک میل آگئے کل گیا اس کے بعد جب میرے خیال میں کافی وقت گزر گیا تھا۔ تو میں پھر گھاٹ کی طرف مڑا لیکن قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص نیز صیت میری طرف کو آ رہا ہے اور جب وہ بالکل پاس آ گیا تو دیکھا کہ لینا کس دنیا چہ ہے! آہ جوزف! اس نے مجھے دیکھ کر بتایا کہ پوچھا تم کدھر پھر رہے ہو اور میں دنیا چہ کہاں ہے؟

”سرکار وہ مدرسہ میں ہیں“ میں نے دوسری سے جواب دیا گو اپنے جی میں میں اس حقیقت سے بڑی طرح واقف تھا کہ وہ اپنے عاشق جانیاز کے ہمراہ کسی اور ہی مقام پر سیر کرتی پھر رہی ہے۔

”اچھا تو دڑکے جاؤ“ لینا کس نے حکم دیا ”اور میں دنیا چہ سے کہہ دو کہ ان کی عدم حاضری میں بہت سے مہمان گہر میں آئے ہیں۔۔۔ یا پھر وہیں خود جاتا ہوں میں اس کام کو تم سے بہتر کر سکوں گا“

اور اس سے پہلے کہ میں کہہ کہتا دو تیزی رفتار سے گاؤں کی طرف چلنے لگا میں حیران و ششدر کہہ کر اس پر رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے ایک بار جی میں آئی کہ گلی میں جا کر لینا کو خطرہ سے آگاہ کر دوں لیکن پھر سوچا کہ اس نے ہسکول اور سٹوڈنٹوں کو معلوم ہو چھا لینا کس میں ان کی خفیہ ملاقاتوں کے بارے میں واقف ہوں جس کے بعد ممکن ہے وہ مجھے جاسوس تصور کر لیں دوسری جانب یہ خیال بھی سہانہ نہ تھا کہ اگر لینا کس ایسٹین کو تلاش کرنا اس جگہ پہنچا اور اس سے ان دونوں کو کبھی دیکھ لیا تو پھر... خدا کو ہی بہتر معلوم تھا کہ کیا ہو گا۔ تھوڑی دیر میں اس شش دہن میں کہہ رہا تھا اس کے بعد کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر

مض اس امید پر کشادہ واقعات خود بخود رو بہ اصلاح ہو جائیں ماس فیال سے گاؤں کی طرف
 ہو گیا کہ ممکن ہے میری موجودگی کسی طریقہ پر اس ایملین کے لئے فائدہ مند ثابت ہو جس
 وقت مدرسہ کے پاس پہنچا تو لینا کس تیز چلتا باہر آ رہا تھا اور گواس وقت تک کسی طرح کا
 شبہ اپنی چچا زاد بہن کے برخلاف اس کے دل میں نہیں تھا۔ تاہم مجھے دیکھ کر اس نے مضطرب
 کہا "جو فم میں دیا چاس جگہ نہیں ہیں اور مجھ کو بتایا گیا ہے کہ وہ صرف خیمہ میں اس جگہ نہیں
 تھیں انہیں اس جگہ سے قہقہہ ہونے لگا تھا۔"

"سرکاران کا ارادہ خیرات کے سلسلہ میں بعض محتاجوں کے مکانوں پر جانے کا تھا۔" میں نے
 جواب دیا "میں ان کی واپسی کے انتظار میں گھٹا ہوا کھڑا تھا۔"

"اورہ بکستی پریشانی؟" لینا کس نے بے چین ہو کر کہا "گھر میں بہان آئے بیٹھے ہیں اور
 ایملین کا کچھ پتہ نہیں آہ... وہ سامنے سے آتی ہے۔"

اور اس وقت میں نے بھی دیکھا کہ کچھ ایملین گلی سے نکل کر مدرسہ کی طرف آ رہی تھی۔
 اس کے ساتھ ہی یہ سوچ کر خوف کی تھر تھری میرے بدن میں پیدا ہو گئی کہ اگر مسٹر سٹوارٹ جی اس
 کے ساتھ ہو تو... کیا ہوگا؟ لینا کس تیز چلتا اس کے پاس گیا لیکن میں جس جگہ کھڑا تھا وہیں
 انتظار کرتا رہا۔ ایملین نے جہان کے بازو کا سہارا لے لیا اور لینا کس نے پروردگار اشارہ کے
 ساتھ اس سے کہہ کر اشارہ کیا۔ اتنا ہی الفاظ تو فاصلہ کی مدد سے میرے کانوں میں نہ آ سکے
 تاہم وہ جب پاس آ گئے تو میں نے لینا کس کی تقریر کا آخری حصہ سنا جو کہہ رہا تھا۔

"کوئی تیرہ چودہ آدمی گراہم اد کیسبل والوں کے ریکے سب آئے بیٹھے ہیں اور وہ بھی
 اس وقت جب تم گھر سے باہر تھیں۔ میرے خدا کس قدر حیرانی!... لیکن ایملین یہ بتاؤ
 تم اس وقت کہاں سے آئی ہو اور اس گلی میں کیا کرنے لگی تھیں؟ چھانٹ کر چھک کر معلوم ہے
 اس سمت میں قریباً دو میل فاصلہ تک کوئی ایک جگہ آباد نہیں۔"

"آہ تم کہتے ہو گراہم اد کیسبل والوں کے تیرہ چودہ آدمی آئے۔" ایملین نے سخت

پریشانی کے عالم میں بدحواس ہو کر کہا حالانکہ اس بدحواسی اور منظر اب کی اصلی وجہ ان لوگوں کی آمد نہیں بلکہ کچھ اور تھی جس کو گویں بہتر سمجھ سکتا تھا تاہم اس کا صحیح حال اس کے غمزدہ چہرے کو بالکل معلوم نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک اس طرح کی نظریہ کی طرف ڈالی جو زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ میں تمہاری باتوں اور طریقوں کو بالکل نہیں سمجھ سکتی۔

”اے۔ اے۔۔۔ وہ سب اس وقت تلو میں موجود ہیں۔“ لینا کس نے جوابی دہن میں تھا کہ ”اے۔۔۔“ میں نے ابھی تم سے بیان کیا ہے۔ جب بچے اس لڑکے کے جوزف کی زبان سے معلوم ہوا کہ تم مدرسہ سے رخصت ہو کر دھن کی گھوڑوں سے ملے گئی جو تو میں سخت بے چین ہو گیا کیونکہ اندیشہ تھا شاید تمہاری تلاش میں وقت کا سامنا ہو تاہم اچھا ہوا تم مل گئیں۔۔۔ لیکن پیاری بیسین یہ بتاؤ تم اس وقت کہاں سے آئی ہو؟“

”مگر اہم آدمیوں کی آمدوں کا ہر ایک آدمی۔۔۔“ فالتون نے لینا کس کے آخری ہتھیار کو قصداً نظر انداز کر کے کہا۔ ”مذاکرے ہو رہے ہیں۔۔۔ لیکن نہیں میں امید کرتی ہوں وہ ناراض نہ ہو۔“ کیونکہ انہی کے حکم سے آج سپر مدرس میں آئی تھی۔

گھاٹ کی طرف چلتے ہوئے ان دونوں اسی طرح باتیں ہوتی ہیں میں قصداً چند قدم پیچھے رہ گیا تھا۔ گو اس حالت میں بھی ان کی گفتگو کی آواز برابر میرے کانوں میں آرہی تھی لینا کس نے اس کے بعد بھی تین چار بار بیسین سے پوچھا کہ وہ مدرسہ سے رخصت ہو کر کہاں گئی تھی لیکن وہ ہر بار اس ذکر کو اتارتی رہی ماس خاصو بیسین کی مصیبت کو اس اچھی طرح سمجھتا تھا یعنی ایک طرف وہ چوٹ بولنا بھی نہ چاہتی تھی اور دوسری جانب اظہار حقیقت بھی غیر ممکن تھا۔ ہمارے ہم لوگ نلک کی جھونپڑی کے پاس پہنچ گئے اس کے بعد بیسین لینا کس اس فالتون کو سہارا دیکر کشتی پر سوار کر رہا تھا اور میان در دوڑ کے آخر میں سوار ہونے کے لئے پاس کھڑا تھا تو دل الذکر نے کسی فوری خیال کے بغیر اثر جلدی سے پھر ایک بار کہا۔ ”بیسین میں کئی بار پوچھ چکا ہوں کہ تم کہاں گئی ہوئی تھیں مگر اس وقت اب تک میرے اس سوال کا جواب

نہیں دیا۔

”میں... سیر کرنے گئی تھی“ ایسلین نے رد مال ہاتھ سے گراتے اور اس کو پکڑنے کے لئے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا جو دیر سے خیال میں بیان کرنے کی حاجت تھیں، اب اسے عشق یا الجھن میں پھنسی ہوئی فوجان عورتوں کے لئے اپنا اضطراب چھپانے کا سہل ترین طریقہ ہے۔

”لیکن آپ اگر سیر کو سنبھالیں تو اور میری طرف سے دریافت کرنا پڑتا ہے“ اب دفعتاً اس نے جھوم بھول ہی آکر میری طرف مڑتے ہوئے کہا ”تو کیوں پیچھے رہا تھا؟ کیا جھمکے حکم نہ دیا گیا تھا کہ ہر وقت آپ کے ساتھ رہنا؟ کیا والد کی طرف سے اس بارہ میں سخت ترین احکام صادر نہ کئے گئے تھے؟“

”سروکار میں اپنی فضا ماننے پر مجبور ہوں“ میں نے اندازِ ندامت سے گردن جھکا کر جواب دیا ”مہربانے شک میرا ہے میں کمرے میں ایک دوکان کے سامنے ٹھہر گیا تھا اور جب اس کے بعد دیکھا تو آپ چونکے آس پاس نظر آئیں اس لئے میں یہ نہ جانتے ہوئے کد اب کدھر جایا چاہئے...“

”بس فیاموش! میں اس کو اس کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوں“ لینا کس نے کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ”آج کی خطرات میں درگزر کرنا ہوں لیکن آئندہ کے لئے یاد رکھو اگر کبھی تو نے آپ کی خدمت سے غفلت کی یا وہ کاؤں کے سامنے کھڑے ہو کر وقت ضائع کیا تو میں بلا تہید فوراً موقوف کر دوں گا۔“

”لینا کس...“ ایسلین نے فحرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے اس کے چہرہ کے اٹارے سے معلوم کیا کہ وہ صرف میرے ناقابلِ فہم طرزِ عمل سے متعجب ہے بلکہ اس کے ساتھ اس لحاظ سے شکر گزار بھی ہے کہ میں نے اپنے آپ کو سرزنش کے لئے پیش کر کے اس کو ہر طرح کی مشکلات سے نجات دلا دی ”لینا کس کتنی تھی تم غریب

جوراف پر کر رہے ہو۔۔۔“

”سختی۔ بیسین؟“ اس کے منگینے نے عکبر امیر حیرت کے ساتھ کہا، کیا اس رذیل نوکر کو چودھام کی خلاف ورزی کوئے فہائش کرنا سہتی ہے؟ اور اس کے بعد اس نے اپنے ہاتھ سے کچھ اس طرح کا اشارہ کیا گویا اس نکل کو طول دینا شان امارت سے بعید تصور کرنا تھا۔

مار کے کشتی دوسرے گھاٹ پر پہنچی اور وہ دو نوآگے میں پیچھے۔ اس طرح ہم بڑی دیر دھبی کی طرف روانہ ہوئے مگر جس وقت اس دیا چاند رہ جانے کے لئے سیر میوں پر چڑھ رہی تھی تو اس نے ایک بار پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اظہارِ غنیمت کیا یہ حال وہ ایک اس طرح کا رسمی اشارہ تھا جس کا صحیح مطلب میں ہی بہتر سمجھ سکتا تھا درجہ جس شخص کو اصل حقیقت معلوم نہ ہو اس کی نظروں میں وہ ایک اس طرح کا معمولی اشارہ تھا جس کی تائید کوئی خاص سنی پوشیدہ نہ ہو سکتے تھے یعنی ایک ایسا اشارہ جس کے ذریعہ سے وہ محض اس سے نیراش شکر یہ ادا کرتی تھی کہ میں اس کے ساتھ ساتھ گاؤں تک پہنچا پھر ایک بار مہمان جمع ہوئے اور پھر وہی عیش و طرب کے چلے منعقد ہونے لگے۔ اس سلسلہ میں کچھ برس ایسے کوئی دن تک گاؤں کے مدرسہ میں جانے کی فرصت نہ مل سکی۔ ان ایام میں ہر طرقت عیش و نشاط کا دور تھا۔ کچھ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر میسر کرنے چلے جاتے اور کچھ ایسی گیری کرتے تھے کشتیوں کی دوڑیں ہوتیں اور زلی کو بے ناغہ پر تکلف کھانوں کے بعد رقص کے چلے منعقد ہوا کرتے تھے۔ دن سننے کے مہمان دار دوہوتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک روز توان کی تعداد دو درجن کے قریب ہو گئی۔ چھٹی بار ہے کہ یہ لوگ چونکہ اپنے ساتھ اپنے ذاتی لوگوں کے آکر تھے اس لئے ہم لوگوں کو جو بیچ منتھلکن کے ملازم تھے مہانوں کی کثرت سے کسی طرح کی وقت کا سا بھانہ ہوتا تھا اور ہمارا گرد و پیش میں سب لوگ لستے ہی بطن اور سرور تھے۔ چھٹے عالی قدر مہمان مذہب کرد میں۔ آخر کار مہانوں کی رخصت کے ایام

قریب آئے اور کوئی پندرہ دن کے عرصہ میں پھر اکابر اچھے مٹھکوں میں وہی دو سکون قائم ہو گیا۔ اس
 حکم پر بات قابل ذکر ہے کہ کشتی کے اس واقعہ کے بعد جس کا ذکر پیش کرنا جا چکا ہے شروع میں
 چند روز سٹر لینا کس کا سلوک اسی طرح کی سختی اور تکبر کا پہلوئے ہوئے تھا۔ جسے کسی حال میں نظر
 انداز نہ کیا جاسکتا تھا چنانچہ ان ایام میں جب کبھی اس کو مجھے کسی کام کے لئے کہنا یا کسی اور
 سلسلہ میں مجھ کو مخاطب کرنا ہو تو اس کا انداز دلیا ہی تھا تھا جیسا کسی مالک کا اپنے درخیز غلام سے
 ہو سکتا ہے اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ یہ بعض ان حالات محض کی وجہ سے تھا جن میں مجھے اس
 کا نشاء عتاب بننا پڑا کہ میں نے اس کی ہر ایک سختی کو سرسری سمجھ کے نظر انداز کر دیا اور نہ اگر معاملہ
 فقط میری ذات کے لئے ہوتا تو میں کبھی ترک ملازمت سے دریغ نہ کرتا لیکن بعض خاص باتیں
 تھیں جن کو پیش نظر رکھ کر میں ایسا کرنے سے باز رہا۔ ایک تو یہ کہ میں اپنے کسی فعل سے سٹر لینا کس
 کے ذہن میں اس سہ پہر کے واقعات کی یاد نہ کرنا نہ چاہتا تھا جو غریب ایسٹین کے لئے اس قدر
 آزمائش طلب تھی۔ دوسرے یہ بھی مجھ کو معلوم تھا کہ اس کی سختی عارضی اور وقتی ہے ورنہ اس کے دل
 میں کوئی برائی بالکل نہیں اور واقعی علی طور پر اس کی یہ قیمتی رفتہ رفتہ زائل ہوئی تھی، تیسری جو یہ
 بات جو مجھے ترک ملازمت سے روکنے کا باعث ثابت ہوئی یہ تھی کہ میں اس کو کبھی سے ہر طرح
 مطمئن تھا بغیر میں اس باری عشق کا انجام دیکھنے کی خواہش رکھتا تھا جس میں حالات نے نا اہستہ
 مجھ کو شریک کیا تھا چنانچہ بار بار میں سوچا کرتا کہ ممکن ہے کچھ اس طرح کے واقعات پیش آئیں جب میری
 موجودگی عاشق و معشوق کی امداد کا ذریعہ ثابت ہو۔ ورنہ سٹر لارٹ کے لئے میرے دل میں گہری
 عقیدت پیدا ہو چکی تھی اور وہ بھی جب کبھی مجھ سے ملتا تو بڑی نرمی سے پیش آتا تھا۔ لہذا اس سے
 آخری واقعہ کے بعد بار بار میں نے دیکھا کہ ایسٹین کی طرح وہ بھی اپنے طور پر کوئی بات مجھ سے کہنا
 چاہتا ہے مگر کہنے کی جرات نہیں کر سکتا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ میں والے اچھے مٹھکوں کے خادم خاص کیرن سے باتیں کر رہا
 تھا کہ دفعتاً اس نے پرسہ لہجہ میں مجھ سے کہا "اس گفتگو سے جو میں نے آج صبح مالک کی

رانی سنی تھی پایا جاتا ہے کہ مٹر لینا کس اور اس ایسٹین کی شادی کی رسم عنقریب ادا ہو جائیگی۔
 ”کیا۔۔۔ اقس؟“ چینی اس سائل کو جس سے باطن میں بچھے گہری دلچسپی تھی۔ سرسری ظاہر
 کر کے نظر انداز کرتے ہوئے کہا اور کیا یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ یہ رسم کب تک ادا ہونے والی ہے؟
 ”بڑے دنوں سے پہلے“ کیرن نے جواب دیا۔

”اوہ۔ بڑے دنوں کی آمدیں ابھی کئی مہینے باقی ہیں۔“ میں غناس طلوع سے دل ہی دل
 میں کسی قدر خوش ہو کر کہا کیونکہ محکوفیال آیا کہ اس سات ماہ کے عرصہ میں جو بڑے دنوں میں باقی
 تھا کئی واقعات ایسے پیش آ سکتے ہیں جن سے ممکن ہے حالات میں انقلاب پیدا ہو جائے۔ گو اس
 کے ساتھ میں اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہ کر سکتا تھا کہ مٹر سٹوارٹ اور ایسٹین کی ظاہری حیثیتوں
 کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے ان کے تعلقات کے بہر صورت اختیار کرنے کی بہت ہی کم امید ہے۔
 ”ہاں یاد آگیا“ کیرن نے ایک اور ذکر چھیڑتے ہوئے کہا ”تج میں نے پر قہ شاعر کے ایک
 اخبار میں یہ خبر بھی تھی کہ کیرن ڈیل دس ہفتہ کی پیشی اس سال پھر ہوگی اور مرتبوں کو اس
 بات کا پورا یقین ہے کہ وہ جیت جائیں گے سچ کہنا یہ فتح کتنی مبارک ہوگی؟
 ”مبارک! میں نے دیکھا ہے کہ جس کے پاس کیرن ڈیل کی جائیگر گرد مچھلی تھی۔ واقعی

”مطلب یہ ہے کہ اگر وہ لوگ جن کے پاس کیرن ڈیل کی جائیگر گرد مچھلی تھی۔ واقعی
 کامیاب ہو گئے اور انہیں ریاست کا قبضہ مل گیا تو پھر وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کو کے فروخت
 کر دیں گے اور اس موقع پر ہمارے مالک بھی چند ہزار ایکڑ اراضی اپنی جائیداد میں شامل کرنے کے
 موقع کو ہاتھ نہ دیں گے خیال کرو جو زف کیرن نے جوہر چند ایچ تھگلن کا ایک معمولی ملازم
 تھا تاہم اپنے دل میں اتنا ہی جوش طرفداری رکھتا تھا جتنا کسی بااثر کے حصار کو ہو سکتا ہے۔ خیال
 کرو ہمارے مالک کو اس سہ زمین پر قدم رکھ کر کتنی خوشی ہوگی جو لاتعداد صدیوں سے ان کے دشمن
 جانی کے قبضہ میں چلی آئی تھی۔“

”کیرن اگر اختلاف کی پوچھتے ہو“ میں نے اس موقع پر صد دل سے جواب دیا ”تو مجھے

اس معاملہ میں مسرت و اطمینان کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔ اس طرح کی نسلی عداوتیں میرے لئے بعید از فہم ہیں فرض کرو تمہارے باپ کا میرے باپ سے کوئی جھگڑا ہوتا تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم بھی ایک دوسرے کے دشمن بنے ہیں اور اس دیرینہ عداوت کو جاری رکھیں ؟

شروع میں میرے الفاظ اسے کنگیرن کے چہرہ پر غصہ اور جوش کی سرخی پھیلی تھی لیکن اس کے بعد وہ رفتہ رفتہ زائل ہونے لگی اور اس نے کسی قدر اضطراب اور کسی قدر حقارت کے لہجہ میں کہا۔

”میں بھول گیا تھا کہ تم انگریز ہو اور ہمارے ملک کے رسم و رواج کو بالکل نہیں سمجھ سکتے۔“

”صاف کوئی کنگیرن میں اس ملک کے رسم و رواج کو اچھی طرح سمجھتا ہوں اور بعض پہلوؤں سے

ان کی قدر بھی کرتا ہوں“ میں نے جواب دیا ”تاہم میں اس حد انتہا تک جانا منظور نہیں کر سکتا۔۔۔“

اس موقع پر میں نے دیکھا کہ خود اسے ایچ متھکسن اس مقام کی طرف آ رہے تھے جہاں میں انگریز کنگیرن سے باقی کو مٹا تھا اور جہاں سے ایوان بالکل قریب تھا اس سیدہ ڈومنی صاحبہ مول ان کے ساتھ تھا اور اپنے آگے نعمت کی پشت پر دھدیڑا رکھتی ہوئی چال سے چل رہی تھیں۔ میں نے کبھی اس کو ایچ متھکسن کے پہلو میں براہ کھڑا ہو کر چلتے نہیں دیکھا چنانچہ اب بھی مسٹر دنیا پر کی دوازد قدم صریح صورت کی پشت پر ڈومنی کی ٹھکنی فریقا مست اور سسٹنچہ چہرہ کو دیکھ کر عجیب طرح کا مضحک نظر دہیہا ہوتا تھا۔

”جوزف“ ایچ متھکسن نے مجھ سے کہا ”ادھر آؤ میں ایک بات تم سے کہنا چاہتا ہوں۔“

اور یہ کہتے ہوئے اس نے مجھے اشارہ سے اپنی طرف بلایا اور کنگیرن تیز حرکت مکان کی طرف خست

دالے ایچ متھکسن تھوڑی دیر چپ چاپ گہری نگر میں آئے آگے چلتا ہوا ڈومنی اس کے

دو قدم پیچھے گنبد کی طرح لڑکتا چلا جاتا تھا اور میں ان دونوں کے آخر میں مودبانہ فاصلہ پر چلتا تھا۔

یہ ایک ایچ متھکسن چلتے چلتے ٹھہر گیا معلوم ہوتا تھا وہ جس سوال کے مختلف پہلوؤں کو سوچ رہا

تھا اس کے بارے میں کوئی خاص فیصلہ اس نے اپنے چوہیں قائم کر لیا ہے۔ چنانچہ ”جوزف“ اس نے

کہنا شروع کیا ”میں ایک ایسا فرض تمہارے سپرد کرتا ہوں جس میں تھوڑی سی تبدیلیاں دیکھ کر

کی ضرورت ہے تاہم میرا خیال کہ تم اس کو بوجہ احسن پر کر لو گے اول اس لئے کہ تم میرے خیال میں ایک حد تک ذہین ہو۔ "مٹرو دنیا چرکی عادت تھی۔ وہ کبھی کسی شخص یا کسی چیز کی پوری تعریف نہ کرتا تھا۔ بسنے اپنی ذاتی شان و شوکت یا اپنے متعلقین کے اوصاف کے باقی ہر ایک چیز کے متعلق اس کی تعریف ہمیشہ جزدی ہوا کرتی تھی۔" "دوم اس لئے بھی" اس نے فقرہ جاری دھک دھک کہا "کہ تم انگریز ہواور جو حالات میں تحقیق کرنا چاہتا ہو تم ان گران کے متعلق استفسار کرو تو کسی کے دل میں پیشہ بہ پیدائے ہو گا کہ تم میری طرف سے کوئی بات پوچھ رہے ہو۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک۔" ڈامنی نے طامس کی ٹہری سی چٹکی پٹیتے ہوئے کہا "مجھ کو ابھی طرح یاد ہے کہ ایک بار ۱۰۰۰ میرے خیال میں بیس سال کا عرصہ گزرا۔۔۔ میں کاک برمنز یا فٹ میں اپنے دوست پادو ہی مکمل نوز کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا کہ ۱۰۰۰۔"

"نرم جو میں تمہارے ذمہ دانا چاہتا ہوں یہ ہے" "وائے لڑچ مٹھگلن نے ڈامنی کی شخصیت اور اس کی حکایت کو گیمیاں نظر انداز کرتے ہوئے کہا کہ تم سادہ پکڑے پینکر مٹھگلن سے ایک گھوڑا لوارا اس پر سوار ہو کے سید کیرلڈ ڈیلی جاؤ۔۔۔"

"یہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں ٹھیک ہے" ڈامنی نے پہلی مرتبہ اپنے تنکے کلام کو نظر انداز کر کے کہا "لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس لڑکے کو کیرن ڈیلی کا دستہ بھی معلوم ہے؟"

"جو رہا ان ٹھیکہ منادم ہے؟ میں نے جواب دیا "پر تم سے اس طرف کرتے ہوئے میں اسی راہ سے گزرا تھا۔"

"بہت خوب" "وائے لڑچ مٹھگلن نے کہا "پس میں چاہتا ہوں تم موضع کیرن ڈیلی جاؤ۔۔۔ چھوٹی سی سیسٹہ میں جو کیرن ڈیلی آؤ گے نام سے مشہور ہے قیام کرو دو دن۔۔۔ اس سلسلے میں ایک بات اور بھی تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں جو یہ ہے کہ گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے تم انگریز کے گرد آؤ گا۔ ایک گاؤں کا نام اس شہر کے چھوٹے نگو جو پر تھ شائے آتی ہے تو زیادہ تر ہوگا کیونکہ اس ضرورت میں سراسر کے دار یا اس کے آدمی یہ سمجھیں گے کہ تم اس طرف سے آئے ہو اپنے

بارہ میں اگر کوئی تم سے پوچھے تو کہہ دینا کہ میں اس ملک میں سیر و سفر کر کے لے آیا ہوں اور ان اطراف کے مناظر دیکھنے کے لئے ایک دور دراز جگہوں پر گیا تھا... خیر تو سرائے میں قیام کرنے کے بعد میری موقعہ تم نے ایوان کیئر بنڈیل میں جانا اور جو لوگ اس کے محافظ ہیں ان سے ملکر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنا کہ اس جائیداد کے متعلق ان لوگوں کا کیا ارادہ ہے جو غریب اس پر قبضہ کر سکتے والے ہیں۔ شاید تم کو معلوم نہ ہو لیکن واقعہ میں ریاست کیرن ڈیل کے متعلق ایک مدت سے مقدمہ چل رہا ہے...

”سرکار اس کا حال بھی میں پیشتر سن چکا ہوں“ میں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا گو میں نے یہ بیان کرنے کی حاجت نہ سمجھی کہ وہ حالات کیونکر مجھ کو معلوم ہوئے تھے۔

”بس یہ اور بھی اچھا ہے“ واسے اچھے متھکلن نے خوش ہو کر کہا اور اس کے بعد انداز نکبر سے تقریر جاری کیجئے ہوئے کہا ”تھک پورا یقین ہے کہ جس قدر آدمی میرے ہاں ملازم ہیں وہ ضرور اس مقدمہ کی رفتار سے دلچسپی لیتے ہوں گے کیونکہ مرتبوں کی کامیابی کی صورت میں میرے لئے چند ہزار روپے اضافی اپنی ریاست میں شامل کر لینا سہل ہو گا“

”بالکل صحیح بالکل فہمیک“ ڈامنی نے اس موقع پر پھر کہا ”تھک پورا اچھی طرح یاد ہے جب لیننگ بنیز قصاب کا مکان جو یہوہ گلن کبٹ کے مکان سے ملحق تھا برسات میں گر گیا تو میں نے اسکو... یہ امر مطلب ہے یہوہ گلن کبٹ کو مشورہ دیا تھا کہ تھارے لئے اپنی عمارت کی توسیع کا یہ بنیاد اچھا موقعہ ہے لیکن میرے دوست سالٹ کوٹ نے... غالباً وہ سالٹ کوٹ ہی تھا... تاہم میں اس کے متعلق صحیح کیفیت یاد کروں گا“ اور یہ کہ اس نے بچے درپے دو تین چٹکیاں ہلاسن کی غالباً اپنی بھولی ہوئی لاد کو تازہ کرنے کے لئے چڑھائیں۔

”بہر حال جینا میں یہاں کر رہا تھا“ مسٹر دینا چرنے جو ڈامنی کی اس نہ ختم ہونے والی باتوں کا عادی ہو چکا تھا تقریر جاری کیجئے ہوئے کہا ”پر تھو تھو تھو اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ وہ لوگ جن کے پاس کیرن ڈیل کی ریاست گرد رکھی گئی تھی حال میں اس جگہ کا ساکنہ

کرنے گئے تھے اور چونکہ انہیں مقدمہ کی آخری کامیابی کا پورا یقین ہے اس لئے انہوں نے ریاست کے مستقبل کے بارے میں بعض خاص تجویزیں سوچی ہیں مگر مہکوپوری امید ہے اپنی قدر سے قلیل ذہانت کی وجہ سے تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ گئے ہو گے کہ میرے لئے براہ راست ان تجویزوں کی صحیح کیفیت معلوم کرنا غیر ممکن ہے کیونکہ میں براہ راست مرتب لوگوں سے خطہ کتابت نہیں کر سکتا۔ وہ پیشہ ورسو قرار میں اور ممکن ہے میری چٹھی پا کر اپنے جی میں یہ جھین کو میں بچا خود ان سے روپیہ قرض لینا چاہتا ہوں حالانکہ واسئے ایچ مٹھکلیں اس نے ناخرانہ انداز سے گردن اٹھا کر کہا "کبھی کسی سے قرض نہیں لیتا۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک؟" ڈومنی نے پھر کہا میں نے خود اپنی عمر میں صرف ایک بار قرض لیا تھا اور وہ بھی نقد نہیں بلکہ ایک گدھے کی صورت میں جس کے بارے میں آپ کو یاد ہوگا کہ اس نے مجھے اپنے سسر اور پر سے زمین پر گرا دیا تھا... یا شاید دم کے اوپر سے... بیچے صحیح طور پر یاد نہیں... تاہم میں..."

"جوزف" مسر دینا چرسے مجھ کو مخاطب کر کے کہا "مجھے پختہ امید ہے کہ اس تندرہ حالات سنبھلنے کے بعد تم جان گئے ہو گے کہ میں تم سے کیا خدمت لینا چاہتا ہوں پر تمہارے اہل رات نے لکھا تھا کہ مرتب لوگ دور دراز ایران کی رہنمائی میں رہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ ان بدھے غفلتوں نے جو اس مکان میں رہتے ہیں مسروران کی گفتگو کا کچھ نہ کچھ حصہ نہ ہو گا پس میری خواہش یہ ہے کہ تم ان غفلتوں سے بچاؤ اور کا گشت کر سکتے ہو کسی اور ممکن ذریعہ سے وہ معلومات فراہم کر دینا میں حاضر کرنا چاہتا ہوں یہ لوازمات کے لئے کچھ روپیہ میں دیتا ہوں رکھو اور صبر سے رو اور جاؤ۔"

یہ کہتے ہوئے مسر دینا چرسے تین چار پونڈ میرے ہاتھ پر رکھ دیئے ہیں نے وردی کے کے کپڑے اتارے اور وہ لباس پہن کے گھوڑے پر سوار کیرن ڈیل کی طرف چلے دیا۔

باب ۲۵

کیرن ڈیل

ہے سبک رفتار ٹھوڑے کاریج محل کی پشت کی طرف پھیر کر میں خاکسائے کو عبور کر کے نکلی پر پہنچ گیا اور دہاں سے جیل کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ قریباً تین میل فاصلہ طے کرنے کے بعد میں اس مقام پر چاہینیا جہاں اس جیل کا پانی ختم ہوتا تھا اور اس کے بعد اس کی چوڑائی کا طواف کر کے تھوڑی دور دورے سے محل پر پہنچنے کی طرف مڑا اور دیواروں اس راہ کی طرف ہو گیا جو موضع کیرن ڈیل کی طرف جاتی تھی۔

تاہم اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ کتنا عجیب واقعہ ہے کہ تقدیر نے مجھے کبھی سرانگیز نڈر کیرن ڈیل اور مرتبوں کی مقدم بازی سے اتنی دلچسپی تھی اس فرض کی ادائیگی کسے منتخب کیا لیکن صبا کہ سمجھا جاسکتا ہے والے ایچ تھگلن کو کوئی شبہ اس بار وہیں بالکل نہ تھا کہ مجھے بد نصیب برنٹ والے کیرن ڈیل سے کسی طرح کی بہمدادی ہے یا میں سود خواروں کے مطالبات کو ناجائز تصور کرتا ہوں یہ پہرہ ہی یہ ایک نہایت عجیب اتفاق تھا کہ اس نے اس طرح کی جاسوسی کا فرض میرے ذمہ ڈالا کیونکہ حقیقت میں وہ کام جسے میں کرنا چاہتا تھا ایک طرح کی جاسوسی ہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے یہ سرچکر حیرت بھی ہوئی کہ ایک ایسے مرد تنگبرنے ایک اس طرح کے فعل پر آمادگی ظاہر کی جو واقعہ میں بہت ادا تھا اور یہ ظاہر ہونے لگا کہ وہ اپنے خاندانی دشمن سرانگیز نڈر کیرن ڈیل کی تباہی سے فائدہ حاصل کر کے اس کی ریاست کا کچھ حصہ اپنی جائداد میں شامل کرنا چاہتا ہے لیکن پھر یہ ہی خیال آیا کہ ذہن انسانی کی قدرتی بلندی اور عالی حوصلگی۔ جو دو صفات والے ایچ تھگلن میں بوجہ اس پانی جاتی تھیں اس طرح کی خاندانی عداوتوں کے موقع پر عموماً دب جایا کرتی ہیں۔ ناظرین کو یہ بتانے کی میرے خیال میں کوئی حاجت نہیں کہ گو ایچ تھگلن کے رد برد میں نے اس فرض کو اپنے ذمہ لینے سے انکار نہ کیا تھا تاہم

اپنے دل میں اس بات کا محکمہ ارادہ کر لیا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو گا میں سہرا کیڈ سینڈ کیرن ذیل کے معاملات کی گہری چہان بین سے احتراز کروں گا اور اگر مجھے اس کے برخلاف کسی طرح کے حالات معلوم ہوں تو انہیں واپس آکر انچ تھکلن کے روبرو دکھائے کروں گا۔ گلیا سفر تو اس سے میرے دل کو ایک طرح کی خوشی مٹی کیونکہ ایک تو اس ذریعہ سے مجھے سیر و تفریح کا موقع مل گیا اور دوسرے چونکہ مجھے سرائٹز نیڈ کیرن ذیل کے معاملات سے دلچسپی مٹی اس لئے یہ خیال بھی آیا کہ مجھے کیرنڈیل کے وائیان ریاست کے اس آبائی مکان کو دیکھنے کا موقع ملے گا جس کے بارہ میں میری دلی آرزو تھی کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو پھر اسکے اپنے جائز نامک کے قبضے میں چلا جائے مالبہ ایک خبر ایسی تھی جس نے میرے حوصلہ کو کسی قدر پست کر دیا تھا یعنی یہ کہ مرہٹان جاؤا دمقدمہ میں کامیابی حاصل کرنے کی امید پر ابھی سے اس کی نبرد بانٹ کا فیصلہ کرنے لگے تھے۔

یہ حال مبیا بیان کیا گیا ہے میں ایک غرض ڈنگ ہیل گھوڑے پر سوار قبیل لباس سے ضروری کپڑے اور دروازہ ضرورت کی چند چیزوں کا پارسل نتراک سے باندھے کیرنڈیل کی طرف چلا ہوں کے ابتدائی ایام تھے موسم خوشگوار تھا اور کوہستان سے ٹھنڈی خیرت بخش ہوا قنات آفتاب کو کم کر گئی تھی کیرنڈیل کا قاصد انچ تھکلن سے اندازاً آٹھ گھنٹے پہلے تھا۔ کم بیش مین گھنٹے کی زمین سواری کر کے جب میں نے ایک گڑھی سے پوچھا کہ کیرنڈیل کتنی دور ہے تو اس نے ایک بھر کان کے قریب مضمحل بیان کیا۔ یہ معلوم کرنے کے بعد میں نے شاہراہ کو چھوڑا اور انچ تھکلن کی ہدایت کے مطابق کیرنڈیل میں دوسری طرف سے داخل ہونے کے لئے آدھ چکر کاٹ کے سمت مقابل میں جا پہنچا۔ اپنے جی میں میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا کہ ایک حاسوس کا فرض ادا کرتے ہوئے بھی کوشش کروں گا کہ کوئی مجھے جان بوجھ تصور نہ کرے مادہ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر میں اپنے آپ کو جہاں تک ممکن ہو عوام کی نظروں سے چھپائے رکھنا چاہتا تھا لیکن جس وقت میں کیرنڈیل آرمز کی سڑک کے دروازہ پر پہنچا گھوڑے سے اترا۔ تو ایک پہچانی ہوئی آواز کا مسرورہ قبضہ کانوں

میں پہنچا اور اس کے گھر بعد میلا، تھوڑے لمبے نے جڑی معبوطی سے پکڑ لیا۔ یہ جڑی نامی وکیل تھا جس کے ہمراہ میں نے ایچ مٹنگن کی طرف آتے ہوئے گارڈی میں سفر کیا تھا اور جس کے سرخ و سپر چہرہ پر اب پھر ایک بار مجھ سے منکراحت و خینان کا تبسم پیدا ہو چکا تھا۔

”آہ میرے دوست“ اس نے خوش ہو کر کہا ”کیا آپ اب تک سکاٹ لینڈ ہی میں ہیں؟“ میں نے خیال تھا دس چلے گئے ہوں گے۔ کچھ کب ممکن اطراف میں گھومنے کا ارادہ ہے؟... ایک یا دو دن اور... خوب۔۔۔ مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی ہے میں بھی اتفاق سے ابھی ابھی ایڈنبرگ سے آیا ہوں۔ بہ حال اندر آجائے۔ مرغ پک رہا ہے اور ساڑھ گوشت بھی تیار ہے۔ چند منٹ کے عرصہ میں کھانا پر ساجائے گا... آپ بیکار کھانا کھا کر نہیں آئے؟... تو بس آجئے مل کر کھا لیں گے؟“

اس طرح کی گفتگو کرتے ہوئے ڈکنسی مجھے اپنے ساتھ سرائے سے پھرنے سے کہہ میں لے گیا جس کی اندرونی حالت سسٹہ کی بیرونی حیثیت کے مقابل میں ہر حال سے عمدہ تھی۔ علاوہ بریں پہچے یہ دیکھ کر خاص طور پر خوشی حاصل ہوئی کہ اس میں صفائی کا پورا اہتمام تھا نیز پرے درغ سپید چادر بچھی ہوئی اور برتن صاف اور عطاؤں ای میرے لئے دائرہ چیری کلنٹے کا انتظام کر دیا گیا اور اس کے تھوڑی دیر بعد کھانے کا دور شروع ہوا میں گھنٹہ کے سفر نے پیری ہو کر خوب چمکا دی تھی اور سٹرڈکنسی کے باقاعدہ ٹھیکر میں نے طب ہی پڑھ کر کھایا۔

”تاہم یہ فرمائیے آج آپ کا اس جگہ کیرنڈیل کیونکر آنا ہوا؟“ اس نے تیسری یا چوتھی بار مجھ سے پرچا کیا تو اس سے پہلے میں اس کے سوال کو قصداً ”ان سنار تار کا تھا“ آہ۔ یاد آگیا ہمارے اس پہلے سفر کے موقع پر آپ نے اس مقدمہ میں جو اس ریاست کے برخلاف چل رہا تھا بہت دیکھی لی تھی اور اس لئے مجھے آپ سے غیر معمولی انس ہو گیا تھا میرے خیال میں آپ اس وقت ان ضلع کو بحیثیت خود دیکھنے آئے ہیں؟“

”جی ہاں۔ یہی میرا ارادہ ہے“ میں نے جواب دیا۔ ”تاہم اس مقدمہ کا حال کہئے۔ وہ اب کس منزل میں ہے؟“

”اے ہاں۔ میرے عزیز دوست“ مسٹر ڈکنسی نے کہا۔ ”تاؤن اپنی غیر معین رفتار کے لئے مشہور ہے اس لئے اس بارہ میں کوئی خاص رائے ظاہر کرنا دور اندیشی سے بعید ہو گا۔ تاہم جیسا میں نے ایک بار پیشتر آپ سے کہا تھا اگر مجھے اس مقدمہ کی کامیابی کا پورا یقین نہ ہوتا تو یقین جانیے بس ایکڑ نیڈر کینڈیل کی دوستی کے باوجود میں دس بارہ ہزار روپیہ اس پر صرف کرنا منظور کرتا اب اس مقدمہ کی اگلی پیشی بڑے دنوں سے پہلے ہوگی اور گو خدا کو ہی بہتر معلوم ہے کہ عدالت کا فیصلہ کیا ہو تاہم ایک بات میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں اور وہ یہ کہ اس پیشی میں عدالت اپنا آخری فیصلہ سنا دے گی۔“

”اور اس طرح یہ معاملہ فواد آپ کے حق میں یا برضلاف طے ضرور ہو جائے گا“ میں نے کہا۔

”ہاں۔ فواد ہمارے حق میں۔ یا سہا رے برضلاف“ ڈکنسی نے جواب دیا۔ ”لیکن یاد آگیا آپ اس اگلی ملاقات کے موقع پر ایچ تھگلن جارہے تھے۔ میرا خیال ہے اس جگہ رہتے ہوئے آپ نے اس دیرینہ عداوت کا حال سنا ہو گا جو دو نوغاندانوں میں چلی آتی ہے؟“

”بے شک میں نے اس بارہ میں بعض حالات سنے تھے“ میں نے تسلیم کیا۔ ”تاہم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان حالات کو سننے کے بعد گو میں نے الفاظ یا اشارے کوئی بات ایسی ظاہر نہیں کی جو فریق ثانی کے جذبات کو شعلیں بھگاتے والی ہوئی تاہم رائے کیہ نڈیل سے میری مہم روی میں ذرا فرق نہیں آیا۔“

”شاہنشاہ میگزین کے دوست شاہنشاہ“ مسٹر ڈکنسی نے خوش ہو کر کہا۔ ”اس سلسلے سفر کے موقع پر ہی جان گیا تھا کہ آپ ایک صاف دل صفت مزاج آدمی ہیں لیکن...“

اب جو میں سر جتا ہوں تو یاد آتا ہے کہ مجھے اس وقت تک آپ کا نام معلوم نہیں ہوا تھا۔

اس پہے مرتد پر بھی کو پوچھنا یاد نہیں رہا۔ یا آپ ہی بتانا بھول گئے؟

”جوزف ولٹ میرا نام ہے“ میں نے جواب دیا اور پہنے جی میں سوچ لیا کہ مسٹر ڈکنسنی محض میرے نام سے یہ بات ہرگز معلوم نہ ہو سکے گی کہ میں ایچ تنھکن کے ہاں اپنے ملازم ہوں۔ اپنے طور پر میں اس حقیقت کو اس خیال سے واضح کرنا نہ چاہتا تھا کہ پھر وہ یقیناً مجھ کو جاسوس سمجھنے لگے گا اور اس کو پورا یقین ہو جائے گا کہ خاندان کیزنڈل سے میری سب سے زیادہ دشمنی ظاہری اور نفی ہے۔ علاوہ بریں خود مجھے اس شخص مسٹر ڈکنسنی سے ایک طرح کا امن ہو گیا تھا اور اب جبکہ حالات نے پھر ایک بار یہی ایک در سے ملادیا تو میں ہرگز اس کی نظروں میں حقیر ثابت نہ ہونا چاہتا تھا۔

”اچھا تو مسٹر ولٹ آپ کا ارادہ ایک یا دو دن اور اس جگہ ٹھہرنے کا ہے؟“ اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا ”میں خود کل سپر رخصت ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اندر میری خواہش ہے کہ اگر آپ انگلستان واپس جاتے ہوئے ایڈنبرگ کی راہ سے گزریں۔ تو فروری میں غریب خانہ پر قدم نہ پڑے خواہیں۔ مجھ کو پورا یقین ہے کہ ایچ تنھکن میں رہتے ہوئے آپ نے خوب دعوتِ نذرشہ کی ہوں گی کیونکہ وہ اپنے ایچ تنھکن کی مہمان نوازی شہور ہے۔ یہ بھی میں نے سنا ہے کہ اس کا بیٹا مائیکس خود معاشکیل جوان ہے مگر اس کی بھتیجی ایلین بہت ہی خواندہ و رت ہے۔ چہرے کے ساتھ ساتھ وہ بھی بہت لڑکے۔“

”جی ہاں۔ وہ بھی بہت لڑکے۔“ اس نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ”یعنی جو صاحبہ اور پرورش اس کے علاوہ وہ بگڑے دل بھی نہیں ہیں۔۔۔ لیکن شاید وہی وجہ ہے کہ میں نے اسے نہ دیکھا ہوئے کہا کہ وہ ایک بڑے قابل شخص مسٹر ٹوارٹ کے زیرِ تعلیم ہیں۔“

”اوہ۔ کیا مسٹر ٹوارٹ ان کو تعلیم دے رہے ہیں؟“ میں نے سنا تھا ایک صاحب ڈانٹنی اس شخص کو ادھر لے جاتے ہیں۔“

”ہاں مسٹر کلیک مین۔۔۔ جن کا تعلق مشہور خاندان کلیک مینز سے ہے۔“

ادہ۔ کہتے۔ عجب نام ان باشندگان ہائی لینڈس کے ہوتے ہیں "مرد نکبشی نے کہا" جنہیں ہم لوگ نشیبی مقامات کے رہنے والے صحیح طور پر ادا بھی نہیں کر سکتے۔ خیر میں امید کرتا ہوں ایچ مٹھگلن میں آپ کا وقت بڑی خوشی سے گزرا ہوگا لیکن ہاں یہ تو کہئے اس نے ہنستے ہوئے پوچھا کہ میں آپ کو بھی تو ایچ مٹھگلن کی خوبصورت بھتیجی سے عشق نہیں ہو گیا؟ اگر ایسا ہو تو پھر یقیناً آپ کو مایوس ہونا پڑے گا کیونکہ جہاننگ میں نے سنا ہے یہ بات سنے کر دی جا چکی ہے کہ اس کی شاہی واسے ایچ کے صاحبزادہ مینا کس کے ساتھ ہوگی تو مجھے ذاتی طور پر کبھی ایچ جانے کا اتفاق نہیں ہوا تاہم میں نے سنا ہے کہ ایچ مٹھگلن کا محل جراثند ہے۔ کل میں آپ کو کیزر ندیل کا محل دکھانے کے بارے میں کچھ کچھ کواٹھوس ہے۔ اس نے جرمی ہوئی انفرادی کے ساتھ کہا کہ آپ اس جگہ کو اس کی موجودہ حالت میں دیکھا کریں نہ پائیں گے جیسا واسے ایچ مٹھگلن کا محل تھا میری اپنی آمد کی وجہ اس موقع پر مصلحت یہ تھی کہ وہ سو وارا رنگ جن سے قبضہ ریاست کے بارے میں مقدمہ بازی جو رہی ہے اس جگہ اگر طرح طرح کے احکام صادر کرتے رہے ہیں شاید اپنے زعم میں وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ان کو ابھی سے پوری ریاست کا قبضہ حاصل ہو گیا ہے چنانچہ وہ بعض پیالیش کنندوں کو اپنے ہمراہ لائے تھے تاکہ ان سے مشورہ لیں کہ فرط سے پہلے ریاست کو کس قدر جھوں میں تقسیم کرنا چاہیے گاؤں والوں کو کیزر ندیل کے نام پر جان دینے کو تیار ہیں جس وقت معلوم ہوا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے تنازعہ جاری ہے تو وہ ان کے مقابلے میں سرے مارنے کو تیار نہ ہو سکے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ان لوگوں کو اس جگہ سے رخصت ہوتے ہی جی۔ و۔ ایل ان شخصوں کو یہاں آنا ہی نہ چاہئے تھا محل کی حفاظت کا فرض ایک بڑے میاں بی۔ بی لگے ہوئے ہیں جنہیں گاری طور پر اس جگہ کا نگراں مقرر کیا گیا تھا اور اتفاق سے جس شخص نے ان کو مقرر کیا وہ میرا دوست ہے اور اس کی طرف سے مجھ سے اس بات کا ہتھیار حاصل ہے کہ وہ انتظار کو جو حدایت میں چاہیں دیتا ہوں اور یہی خاص وجہ میرے محامہ جگہ اس جگہ آتے رہنے کی ہے کہ اس کے علاوہ"

اتنا ہیکر مڑ ڈنگنبی دفتر رک گیا شاید اس کو خیال آیا کہ معاملہ صاف گوئی کی حد
 اتنا تک نہ پہنچنا چاہئے بہر حال میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل ثابت ہوا کہ وہ اس سے
 آگے کیا کہن چاہتا تھا۔ آخر کا جب وہ دہلی کے جن چار گھاس ختم کر چکا اور سونے کا وقت
 ہو گیا تو ہم رات بھر کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہوئے لیکن اس سے پیشتر ہمارے درمیان
 یہ بات طے پاگئی کہ علی اصبح اٹھ کر ناشتہ کرتے ہی ایوان کی نینڈیل کا ممانہ کرنے چلیں گے۔
 دوسرے دن نو کامل تھا کہ ہم اس طرف روانہ ہوئے جس میں پیشتر کسی موقعہ پر بیان کر
 چکا ہوں کہ یہ عمارت گھاؤں سے قریباً ایک میل فاصلہ پر ایک بلند مقام پر واقع تھی گھاس کے باغ
 کی حد گھاؤں کے بالکل قریب یعنی قریباً دو سو گز کے فاصلہ تک پہنچتی تھی دربان کے رہنے
 کے لئے جو مکان بنا ہوا تھا وہ ساہا سال سے خالی پڑا تھا اور اس میں شکت و سخت کے آثار
 نمایاں تھے ایوان کی طرف جانے کے لئے جو پختہ سڑک بنی ہوئی تھی وہ اب گھاس سے
 ڈھکی ہوئی اور وسیع سبزہ زار میں اہل دیہہ کی گھیریں گھاس چر چھ رہی تھیں آگے گئے تو
 ایک چوڑا تالاب نظر آیا جو کسی زمانہ میں اس منظر کی دلفریبی میں اضافہ کیا کرتا ہو گا مگر اب اس
 کے کنارہ پر لمبی گھاس اُٹی ہوئی تھی اور تالاب کی سطح پر سبز رنگ کی چھپی کافی کا تختہ جما تھا۔
 تاہم میں نے دیکھا کہ وہ درخت جو اس باغ میں جا بجا بگے ہوئے تھے اب درجن میں بعض صدیوں کے
 پرانے معلوم ہوتے تھے درخت فدا و سبز نہ تھے اور جس وقت ہم اس بلندی کی طرف چڑھ رہے تھے
 جس پر عمارت واقع تھی تو درختوں میں چھپا ہوا عالیشان محل بڑا ہی پر شکوہ نظر آیا آخر کار ہم چٹانک
 کے پاس پہنچ گئے۔ سامنے ایک بہت کٹا ہوا دیوڑھی تھی اور ماں تک پہنچنے کے لئے فراخ سیر مہیا
 بنی ہوئی تھیں مگر اب ان میں سے ہر ایک پر وقت کے نشیمن والے اثرات سبز و دیدگی کی صورت
 میں دکھائی دیتے تھے اس وقت پہلی مرتبہ میں نے اس عمارت کو پوری طرح دیکھا جو نہایت وسیع
 اور کشادہ تھی اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اندر دن عمارت کی صفائی پر امید سے بہت زیادہ
 توجہ دی گئی تھی۔ کھڑکیوں کے شیشے صاف تھے البتہ تختوں پر بدست تازہ رنگ نہ چھیر

”مجھے آپ کے من سے یہ الفاظ سن کر بہت خوشی ہوئی ہے“ میں نے اس پر کہا ”یہی سوال میں کل رات آپ سے پوچھنا چاہتا تھا مگر اس نے رگدیا گزشتہ آپ مجھے گستاخ تصور کریں یا میرے استفسار کو رخ حیات کی اونٹنی خواہش پر محمول فرمائیے۔“

”اودہ یہ آپ کیا کہتے ہیں“ میرے دوست دکیل نے جواب دیا ”آپ کے ہاں میں اس طرح کے خیالات کو دل میں مجب دینا غیر ممکن ہے۔ علاوہ بریں میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس معاملہ میں آپ کی سچی مدد دی کسی کے ساتھ ہے۔ آہ مٹروٹ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ تھوڑی سی پیشہ تر جب ہم غالی کمزوری سے گزر رہے تھے جن کی ہوا اس وقت بھی جیب ہا ہوا تھا پوری آب و تاب سے چمکتا تھا میرے سینہ میں سردی پیدا کر رہی تھی تو بیٹے کی پکیوں پر آٹو کا ایک قطرہ دیکھا تھا؟ نہیں میرے دوست عرض فیل کی واقعیت کے باوجود میں آپ پر پورا بھروسہ کر رہا ہوں اور میں آپ کے وہ الفاظ بھی نہیں بھولا جو کل اس بار میں آپ نے کہے تھے کہ انچ محققان میں بطور بہمان رہتے ہوئے بھی آپ نے کسی طرح کے حالات کو اپنی آرزوؤں اور خواہشوں پر سایا لگن ہونے نہیں دیا۔“

”صاحب میں آپ کو پورا یقین دلاتا ہوں“ میں نے جوش میں بھر کر کہا کہ ”گو میں سرائیکونڈ کیئر بنڈیل کو نہیں جانتا اور میں اتنا ہی ان سے ناواقف ہوں جتنا وہ مجھ سے ہیں حتیٰ کہ اپنے علم کے مطابق کبھی کہہ سکاں کہ ان کی صورت دیکھنے کا یہی اتفاق نہیں ہوا۔۔۔“

”غریب بہت خوب“ مٹروٹنگلینی نے کہا ”اپنے خیالات کو مشروط بیان کرنا ہر حال میں محفوظ و مطمئن ہے تاہم نہ کہنے... اپنے علم کے مطابق کہیں آپ کو ان کی صورت دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔“

”جی ہاں۔ تاہم جس قدر حالات آپ کی زبانی سننے میں آئے ہیں ان کی بنا پر سرائیکونڈ کو دیکھنے کے ان سے ملاقات کے بغیر بھی میں ان کی کامیابی کے بارے میں بدعا ہوں۔“

”اور خدا کو سے آپ کی یہ آرزو برائے“ مسٹر ڈنگنہی نے پر جوش لہجہ میں کہا ”لیکن یاد آگیا کل رات میں جس وقت آپ سے باتیں کر رہا تھا تو چند الفاظ میری نوک زبان پر آکر رہ گئے تھے جس سے ممکن ہے یہ خیال آپ کے دل میں پیدا ہوا ہو کہ مجھے آپ پر بھروسہ نہیں ہے خیر اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ کیا الفاظ تھے جو میں اس وقت کہنے لگا تھا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ڈکو میرے نگاہ بنگاہ کینڈیل آنے کا تھا اور اس وقت میں نے آپ سے بیان کیا تھا کہ میری آمد دودھ سے ہوئی ہے ایک اس گھر کے محنتوں کو ضروری ہدایات دینے کے لئے اور دو ستر...“ اس نے ذرا سا رک کر پرسی انڈاز سے کہا ”سر ایگزینیڈر کینڈیل سے ملنے کے لئے“

”کیا...“ سر ایگزینیڈر کینڈیل نے کیا ان نواحیات میں آس لہجہ کی جگہ رہتے ہیں؟ میں نے غیرت زدہ ہونے لگا دیا

”جی۔ وہ اس جگہ سے ایک سو میل کے دائرہ کے اندر نادر موجود ہیں“ مسٹر ڈنگنہی نے جواب دیا ”اور میں گاہ بگاہ ان سے غلط کنایت کے ذریعہ اوقات مقرر کر کے گاڈوئی کی سسٹم میں ملاقات کرتا ہوں“

”حالانکہ میرے خیال میں میں نے رکے ہوئے کہا“ ہمارے اگلے سفر کے موقع پر آپ نے کہا تھا...“

”بے شک“ مسٹر ڈنگنہی نے تسلیم کیا ”اس وقت میں نے کہا تھا کہ سر ایگزینیڈر کینڈیل کا بیج تیرے میرے سوا کسی کو معلوم نہیں اور یہی امر واقعہ ہے کیونکہ فی الحال وہ ایک فرسنی نام جیتا کر کے زندگی بسر کر رہے ہیں اور اپنا صحیح نام اس وقت تک اختیار نہ کریں گے جب تک وہ اپنا قدر میں فتح پا کر پھر ایک بار دنیا کے روبرو ظاہر نہ ہوں۔ آہ مسٹر ولیمٹ۔ موجودہ سر ایگزینیڈر کی عمر سب سے چھٹی مئی جب ان کے والد نے انتقال کیا اور یہ جائداد قانونی محضوں میں چڑھ گئی اپنی کم سنی کی وجہ سے اس زمانہ میں ان کو دس نکالنے کا بہت ہی بڑا ٹھیس ہوا اور جو سب رشتہ دار ایک ایک کر کے ان کا ساتھ چھوڑ گئے تاہم کچھ دوست ایسے تھے جنہوں نے اس حال میں ہی

ان کی امداد کو اپنا فرض سمجھا اس کے بعد سالہا سال کا عرصہ گزر گیا اور جب آخر کار سرانگیزہ نڈلر دوبارہ اپنی ریاست میں آنے کا اتفاق ہوا تو عمر کو شباب کا آغاز ہر چکا تھا ان حالات میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ کوئی شخص بدلی ہوئی صورت اور بڑے ہوئے نام کی تہ میں ریاست کی نڈل کے مالک کی شخصیت پہچان سکتا اور گودہ وقت دو برس جب مذا کے فضل و کرم سے یہ ریاست پھر اپنے مالک کے قبضہ میں چلی جائیگی۔ تاہم سردست انگریز نڈلر کی آمد اس گاؤں کی سڑک میں محض جنبی کی حیثیت میں ہوتی ہے اور کوئی شخص نہیں جان سکتا کہ ایک زعفرانی اور معمولی نام کی تہ میں ایک اتنی عالی قدر شخصیت چھپی ہوئی ہے مٹر دلت یہ راز آج تک میرے ہی سینہ میں محفوظ تھا آج آپ کے روبرو محض اس لئے ذکر کیا ہے کہ اس سے ثابت ہوگا مجھے آپ پر کتنا اعتماد اور بھروسہ ہے اور میں سرانگیزہ نڈلر کی نڈل سے آپ کی بہرہ رومی کی کتنی قدر کرتا ہوں۔

میں نے اس عنایت کے لئے مٹر ڈکننبی کا شکریہ ادا کیا اور چونکہ اس اثنا میں ہم گاؤں کی سڑک کے قریب پہنچ چکے تھے اس لئے یہ گفتگو ہمیں رہ گئی۔ ایوان کی نڈل کے معائنہ میں کافی وقت صرف ہر چکا تھا اور چونکہ مٹر ڈکننبی کا ارادہ اس دن سہ پہر کو رخصت ہو جانے کا تھا اس لئے فوراً ہی کھانا منگا لیا گیا اس کے بعد ہمارے درمیان محض کچا باتیں ہوئیں اور چونکہ حبیب پشتر بیان کیا جا چکا ہے مٹر ڈکننبی کو دوسروں کی باتیں سننے سے بہت زیادہ خوف نگہ کر کے کا شوق تھا۔ اس لئے اس نے مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کیا تم میرے اچھے متھگلن سے اس جگہ آئے ہو یا کسی دوسرے مقام سے؟ نہ یہی اس دریاخت کیا کہیوں تم سمت مقابل سے گاؤں میں داخل ہوئے تھے؟ اور نہ یہ کہ کب تمہارا ارادہ اس جگہ سے رخصت ہونے کا ہے؟ البتہ راز نہ ہونے سے پہلے اس نے پھر اکیلا زور دے کر کہا کہ جب آپ واپس جلتے ہوئے ایڈنبرگ سے گزریں تو ہنرور چہرے سے ملیں اور اس کے بعد وہ گھاڑی پر بوجھ کر رخصت ہو گیا۔

اس کے دوسرے دن صبح کو میں بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اچھے متھگلن کی

طرف لٹا اور دوپہر کے قریب اس جگہ جا پہنچا۔ والے مٹھکن کے بارہ میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میری عدم حاضری میں کچھ آدمی ہمارے آئے تھے اور اس وقت سب لوگ جھیل پر تقریباً کشتی چلاتے ہیں میں نے اپنے کمرہ میں جا کر ساؤتھ کپڑے اتار دیئے اور درمی پتھر گھاٹ کی طرف چلا اس جگہ پہنچ کر دیکھا کہ دو کشتیاں تھوڑے فاصلہ پر پاس ہی پاس جھیل میں چل رہی ہیں ایک میں والے ایچ مٹھکن مشر لینا کس اور چھ سات سو آدمی ہیں اور دوسری میں مس ایلین والے ایچ مٹھکن کے دو چھوٹے لڑکے آ رہے اور دو مکمل اور چار بچے ہمارے پاس۔ دونوں کشتیوں کو سوار یاں ہی کھیتی تھیں کیونکہ بعض تفریح کا سوال تھا اور اسی لئے والے بچے مٹھکن نے اپنے درمی پرش ملاحوں کو ساتھ نہ لیا تھا۔ بدھ سے ڈانسی کلیک منین کو چونکہ پانی سے ایک طرح کی نفرت تھی اس لئے وہ گھاٹ کے قریب ایک نیچے پر بیٹھا دھوپ میں بیٹھا اور غائب اپنی آخری تمام حکایت کا نتیجہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں جس جگہ گھاٹ پر کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا، وہاں سے ایک بڑا خوشگوار منظر دکھائی دیا جھیل کا شفاف پانی دھوپ میں جھیل جھیل کرتا تھا اور دو کشتیاں تیزی رفتار میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے پہلو پہلو چل رہی تھیں یہیں مشر ٹوارٹ بھی مجھ سے آگے اور اس نے حسب معمول اخلاق آمیز لہجہ میں مجھ سے کہا "میرے شاگردوں کو آج کے لئے بھیٹی ہے اس لئے میں بیکار ہوں تم شاید کہیں باہر گئے ہوئے تھے کیونکہ میں نے کل اور پرسوں نہیں نہیں دیکھا۔"

"جی میں ایچ مٹھکن کے ایک کام پر باہر گیا ہوا تھا" میں نے جواب دیا کہ اس کام کی نوعیت مصلحتاً بیان نہیں کی کیونکہ میرا خیال تھا کہ والے ایچ مٹھکن کی اپنی خواہش یہ ہے کہ اس کام کی نوعیت کسی کو معلوم نہ ہو۔ علاوہ برین مشر ٹوارٹ کی ایک طبیعت کو جاننے ہوئے مجھے اس بات کا بھی یقین تھا کہ وہ کمزور دل کی مصیبتوں کو تحقیق و تجسس کا ذریعہ بنائے جانے یا ایچ مٹھکن کے اس سے فائدہ اٹھانے کے سوال کو لازمی طور پر ناپسند کرے گا۔

”دیکھنا میرے شاگرد کس زور سے کشتی چلاتے ہیں“ لیکھا ایک ڈنڈا لٹسوارٹھ نے مجھ سے کہا
 ”اپنی عمر کے لحاظ سے وہ دونوں بہت اچھی صحت رکھتے ہیں۔ آئور کی عمر اس سال کے قریب اور لوکیل
 کی دس سے صرف چند مہینے اوپر ہے۔“

”میرے خیال میں آپ کو اپنے شاگردوں کی ذات پر بڑا فخر ہے“ میں نے کہا۔
 ”اس لئے کہ وہ نہ صرف ذہین ہیں بلکہ مجھ سے گہری محبت بھی کرتے ہیں“ مسٹر لٹسوارٹھ نے
 جواب دیا۔ ”لیکن دیکھا نہ اب درختم ہوگئی کشتی نے فتح حاصل کی ہے جسے میرے شاگرد چلا
 تھے اور اب دونوں کشتیاں گھاٹ کی طرف پلٹیں گی۔“

ادعا اسی ایسا ہمارا دونوں کشتیاں گھاٹ کی طرف لوٹنی شروع ہوئیں اور وہ جو دوسری
 سے پیچھے رہ گئی تھی یعنی وہ جس میں والے ایچ متھکون سوار تھا۔ سب سے پہلے گھاٹ پر پہنچی۔
 دوسری نسبتاً آہستہ چلتی تھی پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ کیونکہ کامیابی کی مسرت ہمیشہ طبع انسان میں کسل
 پیدا کر دیتی ہے۔ یہی کشتی کے گھاٹ پر پہنچ جانے کے بعد والے ایچ متھکون مسٹر لٹسوارٹھ اور
 مہمان خشکی پر اترے اور اس جگہ ٹہرے۔ ہمارا دوسری کشتی کی آمد کا انتظار کرنے لگے اتنے میں وہ
 بھی گھاٹ کے پاس آگئی اور قریب تھا کہ وہ لوگ جو اس پر سوار تھے بھگت خشکی پر اتر جاتے کہ
 دفعتاً آئور اور لوکیل نے اپنی طفلانہ عادات سے مجھ کو کشتی کے چہواس زور سے چلانے کہ
 وہ گھاٹ کی طرف آکر بڑے زور سے ایک چوٹی بلیم کے ساتھ ٹکرائی اس صدمہ کے اثر سے عورتوں
 نے دہشت زدہ ہو کر چیخیں ماریں اور مضطربانہ اٹھ کر تیزی ہو گئیں ماسی جگہ میں کشتی الٹ گئی ہا
 ایک لمحہ کے عرصہ میں امیلیں ایچ متھکون کے وڈو چھوٹے لڑکے اور وہ سب مہمان جو
 اس کشتی میں سوار تھے پانی میں گر پڑے۔ دہشت و اضطراب کی تیز چیخیں حاضرین میں سے ہر شخص
 کے منہ سے نکلیں اور اس کے ساتھ ہی ڈنڈا لٹسوارٹھ جو میرے پیلوں کھڑا تھا بجلی کی تیزی
 رفتار سے چھٹ۔ پانی میں کود چڑھا اس کے لمحہ بھر بعد میں نے بھی اس کی تقلید کی کیونکہ مجھے
 تیزا خوب آتا تھا۔ میرے بعد لینا کس اور مہمانوں میں سے ایک صاحب اسی طرح پانی میں

کو دے لیکن دلنے لےج تھکنگ وہیں خٹکی پر کھڑا شور مچاتا رہا میرے بیٹے! میرے عزیز بیٹے!
میری بھتیجی! مذاکے لئے ان کو بچاؤ کیسی طرح ان کو بچاؤ۔

اس چوش کا حال جو اس سانچے کے بعد حاضرین میں پھیلا غفلتوں کی صورت میں بیان کرنا
غیر ممکن ہے۔ گھاٹ پر کھڑا ہوا انچ تھکنگ اپنے عزیزوں کے لئے دیوانہ وار آہ دہکا کرتا تھا۔
عزیز جو پہلی کشتی سے اتر کر اس کے پہلو میں کھڑی تھیں زور زور سے چہنیں مار رہی تھیں اور مرد
ان کو چپ کرنے کی کوشش میں مشغول تھے۔ گھاٹ سے ٹھوڑی دور یعنی میٹ گز کے فاصلہ پر
جہاں جھیل کا پانی بہت گہرا تھا اس طرح ہاتھ پیر مارنے اور جدوجہد کرنے کی آوازیں سنائی
دیتی تھیں۔ گویا کئی بہت بڑی چھبیاں پانی کے اندر گھلیں کر رہی ہوں۔ مگر دوڑ چیلوں کی آواز
ان آوازوں سے ملتی ہوئی خوشگلی پر کھڑے ہونے آدمیوں کے منہ سے نکلتی تھیں ڈوبنے والوں
کی چیخوں سے مل کر سنائی دیتی تھیں۔

سب سے پہلے لینکس ایک خاتون کو سہارا دینے معامل کے پاس پہنچا اس کے ایک لمحہ
بعد دلہ سٹارٹ اپنی جان سے پیاری ایملین کی غی ہر اے جان صورت کو پانی میں کھینچتا ہوا
گھاٹ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ میرے ہاتھ میں خوش قسمتی سے آلودہ کا بازو لگیا اور میں
بھی اسے خٹکی پر نکال لایا اس کے بعد باری باری کچھ لوگ اور بھی غرق ہوتی ہوئی خاتونوں
کو بچا کر کنارے پرے آئے یہ سب کام جیسا کہ سہا با سکتا ہے۔ صرف چند لمحوں کے عرصہ میں ہو
گیا لیکن جب اس کے بعد دوائے لےج تھکنگ نے گھاٹ پر کھڑے ہو کر ان لوگوں پر ایک گھومتی
ہوئی نظر ڈالی جنہیں غرقابی سے بچا کر معامل عافیت پر لایا جا چکا تھا اور اسے ان میں اپنا سب
سے چھوٹا بچا کوئیل نظر نہ آیا تو ایک تیز چیخ درد اذیت سے ہماری ہوئی اس کے منہ سے نکلی۔
کوئیل میرے عزیز بچ کوئیل! فانس وہ کس نظر نہیں آتا۔ اس نے دیوانہ وار کہا اور اس سے
پہلے کہ کوئی اس کے ارادہ سے واقف ہو سکتا دمطرحم سے جھیل کے پانی میں کود گیا۔
لیکن اسے تیرنا نہ آتا تھا اور یہ بات اس کے بیٹے لینکس سے پوشیدہ نہ تھی نہیں

باپ کو پانی میں کودتا دیکھ کر وہ بھی فوراً اس کے پیچھے کود گیا اور اس کے پیچھے ڈونا لڈ سوارٹ بھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد لٹا کس ہونے باپ کو پانی سے نکال کر ساحل پر لے آیا مگر ڈونا لڈ غرق شدہ بچہ کی تلاش میں پانی کو کھوندتا پھرتا رہا ساحل پر پہنچنے کے بعد تھوڑی دیر دوائے لٹخ تھکن نیم بے ہوشی کی حالت میں رہا لیکن جونہی اس کے حواس بجا ہوئے اس نے اپنا بازو پیٹے کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے پھر ایک بار دیوانہ وار چلنا مشروع کیا۔

”مجھے جانے دو! لٹا کس مجھے چھوڑ دو! میں تمہیں حکم دیتا ہوں...“ دوائے میرا عزیز بچہ کو کیل ڈوب گیا میں بھی اس کے بغیر زندہ نہ رہوں گا خدا کے لئے کوئی لے بچائے میں اسے نہ مانگی مراد دوں گا! اس وقت یاس سے گھبرایا ہوا باپ اپنا سارا کچھ نظر انداز کر دیکھا تھا اور اس کے چہرہ پر رحم و انصاف کے آثار نمودار تھے۔ لٹا کس نے اپنے دونوں بازو باپ کی کمرے گردلے ہوئے مٹے لیکن وہ آنکھ بچا کر پھر ایک بار پانی میں کود جانا چاہتا تھا۔
دغما شکلی پر کھڑے ہوئے کئی شخصوں کے منہ سے آواز سنائی دی۔ ”وہ بچ گیا!“
ہذا کا شکر ہے کہ وہ بچ گیا! اور عباس کے ایک لمحہ بعد متعجب لگا ہیں پانی کی طرف گئیں تو دیکھا کہ ڈونا لڈ سوارٹ حوزہ ساحل کو کیل کا سر پانی کی سطح سے اوپر نکالے اس کو سہارا دیتے شکلی کی طرف لارہے۔

”اٹو! وہ مر چکا! وہ اب زندہ نہیں ہے!“ لٹخ تھکن نے کیل کی ظاہر بے جان صورت دیکھ کر اب ایک نئی دہشت کے زیر اثر فریاد کرنا شروع کیا۔
”نہیں وہ زندہ ہے! سوارٹ نے ساحل پر آکر اٹپتے ہوئے کہا اور اس کے ایک لمحہ بعد کیل اپنے باپ کے بازوؤں میں بٹھا ہوا تھا۔

لیکن گو ڈونا لڈ سوارٹ جان پر کھیل کر حوزہ ساحل بچہ کو کھیل کی گہرائی سے نکال لایا تاہم یکے بعد دیگرے دو بار پانی میں کودنے غلط نکلنے اور تیرنے کی کوشش سے

یہ عالم اس کے صنفِ نعامت کا چرگیا تھا کہ وہ ٹھکی پر قدم رکھتے ہی بیہوش ہو کر گر گیا یہ حالت دیکھتے ہی ایلینز جو اس افتائیں ہوش میں آچکی تھی۔ زور و زور سے براہ نام دوڑتی ہوئی اس مقام پر پہنچ گئی جہاں عاشقِ جانبار نریش زمین پر بے ہوش پڑا تھا۔ وہشت و یاس کی شدت سے اس نے اپنے اعصاب کڑے ہوئے اور ہوشِ نیم باز تھے۔ بخود ہی کے عالم میں اس نے پاس جانر ڈبنا لڑکے مسمر کو مہارادیکرا ڈھایا اور چہاتی سے لگا لیا مگر کوئی غصہ اس کے منہ سے نہیں نکلا اس کا دل اس مضبوطی سے اس کی اذیت برداشت میں آچکا تھا کہ اظہارِ جذبات کی طاقت بالکل ہی اس سے خارج ہو چکی تھی۔ مگر بعد اس وقت سٹوارٹ نے جو بعض بیہوش تھا مگر جس کو میلین اپنے چمے ہوئے اندیشوں کی وجہ سے مردہ سمجھ چکی تھی انکھیں کھول دیں اور ان خوش نما آنکھوں سے جو اس کے اوپر جھکی ہوئے تھیں اٹھائیں چلا گئیں کرتے ہی سٹیوا تبسم اس کے ہونٹوں پر پیدا ہو گیا۔ گھاٹ پر گھڑے ہوئے فوجوں میں چونکہ واقعات تاریکی کی وجہ سے سخت جوش پھیلا ہوا تھا اس لئے کسی کی نظر اس واقعہ کی طرف نہ گئی تاہم وہ شخص ویسے تھا۔ جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا ایک میں اور ایک... لیکن اس دنیا چرخوں کی تھر تھری بے اختیار میرے بدن میں پھری جب میں نے سوچا کہ اس واقعہ عجیب کو دیکھ کر نہ معلوم دنیا کس دنیا پر کہے دل میں کیا فیاض پیدا ہوں گے اور وہشت کا احساس میرے دل میں اور بھی تیز ہو گیا جب میں نے مایہ تار ایک اس کے چہرہ پر دیکھا تو مجھے اس کے فوراً بعد ایک بالکل ہی نئی کیفیت لین کس کے چہرہ پر نمودار ہوئی۔ جس سے پامایا جاتا تھا کہ یا تو اصل حقیقت یا اس حقیقت کا شبہ اس کے دل میں پیدا ہو گیا ہے یا اس کا جوشِ بکمر اس خیال سے جڑک اٹھا ہے کہ اس کی سنگین غارتوں ایک اس طرح کے کم صحبتِ علم کی ذات سے جیسا کہ دولہ سٹوارٹ تھا اتنی سبھی لیتی ہے چند ثانیوں کے بعد وہ تنہا وہ گہرا اس طرح کی حالت میں چپ چاپ کھڑا ہوا یا نہیں جانتا تھا کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں اس کے بعد آگے بڑھ سکتی سے گستاخانہ لہجہ میں کہنے لگا۔ ایلینز جابریں اس شخص کی حالت دیکھنے کے لئے موجود ہوں جاتوں میں جا کے جیسے جیسے کمرے دل لے رہے تھے وہی لگنے لگے کہ اندیشہ ہے ۹

ان الفاظ کو سن کر سٹوارٹ حیرت ادا کر کھڑا ہوا۔ اس کی حالت اس شخص سے اتنی تھی

جو وقتِ خطرہ کی صبحِ نوعیت سے واقف ہو یا جس کی آنکھ یکا یک خواب راحت دیکھنے کے بعد کھل جائے
 عہدی سے، ٹھکر کھڑا ہوتے ہوئے اس نے شکریہ کے چند الفاظ اس دینا چاہتے ہوئے لیکن اس
 کے ساتھ ہی ایسٹلین کی آواز دے رہے ہیں کہتے ہوئے سنائی دی۔

”آپ میرے محسن میں آپ ہی نے میری جان بچائی ہے اس لئے شکریہ کے الفاظ آپ کو نہیں
 بلکہ مجھے کہنے چاہئیں! اس کے بعد اس غلام سے کہنا، ”یہاں اس کے صبح جذبات سے واقف ہو جائے
 وہ عہدی سے ایک طرف کو مڑی اور ان سب لوگوں کی طرح جو پانی میں گرنے کے بعد تبدیل لباس کیلئے
 محل کی طرف جا رہے تھے وہ بھی اسی طرف کو چل دی۔“

تو کئی اس شان میں پوری طرح ہوش آیا اچکا تھا کہ دوسرے باپ اپنے دو نو چیتے بچوں کو ہاری ہار
 سینے سے لٹاتا تھا اس کے بعد وقت اس کی نگاہ سٹوارٹ کی طرف گئی اور اس نے جوش سے کہہ
 رہے تھے کہ اب میں کہتا۔

”آہ سٹوارٹ! الفاظ اس طاقت نہیں کہ میرے ساتھ اس شکر گزاری کو ظاہر کر سکیں، آپ نے
 میری عزیز جہتی اور میرے عزیز بچہ کی جان بچائی ہے۔ یہاں اس جاؤ سٹوارٹ کو اپنے ساتھ
 محل میں لے جا کر لباس تبدیل کرو۔ تمہارا بھی جو زف پھل اس نے میری طرف مڑ کر کہا۔ میں آج کے
 واقعے کے لئے کچھ کہہ سکتا ہوں؟“

میرا بچہ خیال یہ ہے کہ اچھے متعلقین نے اس سے پہلے اپنی عمر میں کبھی اس قدر خوش ظاہر
 نہ کیا ہوگا جتنا اس وقت اس کے غفلتوں میں پایا جاتا تھا تاہم اس نے میرا اور میرا غریب دہانہ
 سٹوارٹ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینے کی پردا کی ہر حال وہ اپنے طور پر ہم دونوں کا شکر گزار تھا یعنی اتنا ہی
 جس قدر اس کی مفروضہ طبیعت اجازت دے سکتی تھی اور اس سلسلے میں اس نے اسے انصاف سے بھی
 کہہ دینا چاہتا ہے کہ جس وقت وہ اپنے دو نو چیتے بچوں کو ساتھ لئے ایران کی طرف جا رہا تھا تو
 ایک لحظہ کے لئے ہتھ کر اس نے کہا ”سٹوارٹ۔ میں نے اس شخص کو جو تو کئی کی جان بچائے
 منہ مانگی مراد دینے کا وعدہ کیا تھا وہ وعدہ اب بھی ٹھکرا دے اور مزہ لپڑا کیا جائیگا۔“

”آئیے آئیے۔ سٹر مشوارٹ“ لیا کس نے پکڑا اس طرح کچ اطلاق ہو کر کہا کہ ایک مرد
کاشتیت میں میں اپنے جی میں آندہ دگی محسوس کئے بغیر زندہ سکا۔ میرے ساتھ آئیے جس چیز کی
ہر گئی ہیا کر دی جائے گی۔“

یہ بیان کرنا اہل ہے کہ سارا واقعہ کشتی کے اٹھنے سے لیکر اس وقت تک جس کا ذکر
اب کیا جا رہا ہے صرف چند ثانیوں کے عرصہ میں ختم ہو گیا تھا۔ اور یہ کہہ سکتا ہوں کہ کبھی کسی موقعہ
حتیٰ اگر کسی مکرک جنگ کے گھسان میں بھی اس قدر عجیب اور اتنے متغداد و متزع جذبات کا اظہار
قبل عرصہ میں نہ ہوا ہو گا۔ جتنا اس موقعہ پر ہوا اس جگہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بچہ اسے ڈانسی
اور تو کچھ نہ ہوسکا اس نے وہیں ساحل پر کھڑے ہو کر اس قدر جوش ظاہر کرنا شروع کیا جس کی عام عام
میں اس سے بہت کم توقع ہو سکتی تھی چنانچہ جس وقت ڈوبنے والوں کی امداد و حفاظت کے سلسلہ
ساحل پر کھڑے ہوئے انگوں میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ تو وہ کسی دیوانی بطح کی مانند بھڑی چال۔
اور ہر مرد و عورت ہاتھ پیرتا تھا۔ ایک دو بار اس نے خود سال بچوں کی طرح رونما بھی شروع کر دیا اور آخر
اپنی طرف سے امداد کا اندر کوئی ذریعہ پیش کر سکتے ہوئے اس نے اپنی لباس کی ڈبیا زور سے جھپ
میں جھینک دی۔ گویا حالات پیش آمدہ میں وہ اس کی ذات کی پوجا جن قائم مقامی کر سکتی تھی۔
جب بعد ازاں اس کو معلوم ہوا کہ ہر شخص کو زندہ اور صحیح سلامت بچا لیا گیا ہے تو اس کی خوشی کا
بھی عجیب طریقہ پر ہوا یعنی اس نے ساحل کے پاس بٹھیکر اپنی ہیٹ ایک طرف کو پھینک دی
سکہ بالوں کی ٹوپی اتار کے اس نے چہرہ کا پسینہ اور آنسو پونچھنے شروع کر دیے۔

باقی ہر شخص کی طرح میں بھی گئے کھڑے اتارے اور دوسرا لباس پہنے کے خیال سے
جدت اپنے کمرہ کی طرف جا رہا تھا کہ ڈانسی نے آٹھے بڑھکر مجھے بازو سے پکڑ لیا اور بائیں
سے بالوں کی ٹوپی سر پر بٹھکتے ہوئے کہنے لگا۔ ”حزف۔ آج ٹھیک تم نے بہادری کا ثبوت د
کہ۔ کتنا شرف اس اور بھلائی کا تھا جس کو دیکھ کر میرے دل میں ایک ایسے ہی اور واقعہ کی
”مازہ ہوتی ہے جو کئی سال پہلے اس زمانہ میں پیش آیا تھا جب میں بیوہ گن تھیں اس کے مکان پر

تھا اور میرا دوست سالت کوٹ فصل خانہ کے ٹب میں گرا تھا...
 صاحب صاف کیجئے "میں نے اپنا ماتہ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "میرے بچے
 چونکہ ترمیں اس لئے ہیں..."

"بالکل ٹھیک" ڈاہنی نے اپنے ہنر پر اس طرح کے آثار حماقت نمودار کرتے ہوئے کہا
 گویا اسکو تعجب تھا کہ جیل میں گرنے سے اس کے کپڑے کیوں بھبک گئے "تاہم جیسا کہ ہم جانتے ہیں...
 لیکن نہیں میں اس وقت بھول گیا... میں پھر کسی وقت یاد رکے بناؤں گا۔"
 میرے پاس فی الحال اس کی بہبودہ دکایات سننے کے لئے وقت نہ تھا لہذا میں جس قدر
 تیزی رفتار سے ممکن تھا۔ اس تبدیلی کرنے محل کی طرف چلا۔

واقعات مذکورہ کے قریب ایک گھنٹہ بعد کیرن مجھ سے ملا اور اس نے لاتعداد سوالات
 مجھ سے اس بارہ میں دریافت کرنے شروع کئے، یہی کہ بات کا جواب دینے کے بعد آخر کار میں
 نے پوچھا۔

"کیا گھر کے لوگ لہجہ کھانکے فارغ ہو چکے؟"

"اے وہ ابھی کھانکے اُٹھے ہیں" اس نے جواب دیا "اور سیر خیاں ہے کہ اس موقع پر نہایت
 اندر کے مزاج طاقتوروں نے بی سروی سے محفوظ رہنے کو تھوڑی سی چیری پر لندی ضرور
 نوش کی ہوگی؟"

"غالبا میں نے تسلیم کیا" گورنر سنوارٹ... کیا وہ بھی لہجہ کھانکے لئے جھبکے؟
 "کیا!... اہل خانہ کے ساتھ؟ کیرن نے تھنناک ہو کر حیرت آمیز نظروں سے میری طرف
 دیکھتے ہوئے کہا "یقیناً نہیں! جیسا کہ اس طرح ممکن ہے کہ دلنے لہجہ کھانکے ایک ایسے کم حیثیت
 شخص کو اپنے دفتر خان پر مجبور کر دے، البتہ انہوں نے ازراہ عنایت میری زبانی مسٹر سنوارٹ کو
 کہلا بھیجا تھا کہ تمہارا سے لے لہجہ کا سامان بلائیں بری کے کمروں میں رکھوا دیا جائے گا۔"
 "ازراہ عنایت! میں نے ڈائری کے ساتھ کہا۔"

”ہاں ہاں کیرن نے میرے الفاظ اور لہجہ کی اہمیت کو محسوس نہ کرتے ہوئے کہا ”مگر مسٹر منڈوارٹ نے انکار کیا۔“

”اور اسے ایسا ہی کرنا چاہئے تھا“ میں نے اس سیدھو کی کوسو چکر جو غریب معلم سے ردا رکھی تھی۔ غصہ میں مہر کر کہا۔

”کیا! ایسا ہی کرنا چاہئے تھا؟ کیرن نے یہ جی جی ہوئی حیرت کے ساتھ پوچھا۔ کیوں کس لئے؟ میری اپنی رائے میں وہ چونکہ بہکان تھا اس لئے اس نے انکار کر دیا مگر کیا نیک اس قدر جوش اور تھکن کے بعد اس کی جھوک زائل ہو جانا قدرتی تھا؟“

”لیکن اگر مسٹر منڈوارٹ کی جگہ میں ہوتا“ میں نے جوش کے ساتھ کہا ”اور جھوک سے میری جان بوں پر چڑھتی تو میں اس حالت میں اپنی جان و سدا مت رکھنے کے لئے بھی ایک بھر تک نہ ہلا دیتے۔“

سننے کی یہی حالت کیرن پر طاری ہو گئی اس کے چہرہ کے آثار سے پایا جاتا تھا کہ وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر ہے کہ کیوں میں اس طرح کے منویات خیالات کا اظہار دانے لے کر تھکسن کی فیاضی اور ایمان نوازی کے برخلاف کر رہا ہوں جو اس کی رائے میں نہ صرف ہائی لیسڈ میں بلکہ ہمارے عالم کے طولی عرض میں سب سے بڑا ریش تھا۔ غیر اس دفعہ گفتگو کو لپٹا نہ کرنے کے خیال سے میں جلدی سے ایک طرف کوٹرا لیکن جس وقت میں کیرن کو حیران و کشتہ چڑا کر رخصت ہو رہا تھا تو بڑبڑاتی ہوئی آواز میں اس کے الفاظ میرے کانوں میں آئے ”یہ بچہ راہ انگریز ہے۔ اور اس ملک کے حالات کو بالکل نہیں جان سکتا۔ تاہم اس طرح کے خیالات۔ انچ تھکن کے برخلاف ظاہر کرنا... کیا میرے کان صحیح سمجھتے ہیں؟ یا میری آنکھوں کو دھوکا دیا ہے؟“

باب ۴۶

دُستی کیلئے مین کی باتیں

اِس روز دماغ نے نئے تھمگلن نے میرے سفر کی رٹیل کا حال پوچھنے کے لئے مجھے طلب نہیں کیا میرا پناہیال یہ ہے کہ جیل کے سائل پر جو پرورش واقف تپش آئے تھے ان کی وجہ سے میرے سفر کا غلط بالکل ہی اس کے ذہن سے ایڑ گرا تھا نہ مجھے اس روز پھر اسپین سے سٹنے کا اتفاق ہوا البتہ اُس کے وہب مہر کے سامنے آدمی اور مہمان کٹر کیاں کہوئے کٹر شہرست میں بیٹھ جیل کے پانی سے بیگہ ہوئی سسر دماغ کے جھونکوں کا مزاج سے رہے تھے جس میں نئے تھمگلن کے وسیع باغات پھولوں کی خوشبو ملی ہوئی تھی۔ تو میں نے دیکھا کہ مسٹر لینا کس دنیا چرتہا محل کے بنی دروازہ سے لنگر بڑھتا تھا حالت اضطراب میں ہر طرف کے ایک دروازہ ساید وار مقام کی طرف ہولیا میں خود اس وقت باغ کے ایک حصہ میں ہوتا پیر ہوا تھا لیکن یا تو اس نے مجھے دیکھا ہی نہیں یا اگر دیکھا تو میری موجودگی کو نظر انداز کر دیا اور اس سے یہ خیال میرے دل میں اور بھی مضبوطی کے ساتھ جم گیا کہ کسی طرح کا بوجھ ضرور اس کے دل پر پڑا ہو ہے جس کی وجہ سے وہ گرد و زح کے حالات کو دیکھنے یا ان کی اہمیت کو سمجھنے سے نا قابل ہے۔ کیونکہ اگر یہ حالت نہ ہوتی تو میرا خیال تھا وہ میری اس خدمت کے صلہ میں جو میں اس کے گھٹے بھائیوں میں سے ایک کو غرقابی سے بچانے میں سسر انجام دی تھی ضرور رمی اور ملائمت کے ایک دو لفظ کہتا۔

خیر میں قصداً پر سے مٹ کر باغ کے دو سے حد کی طرف چلا گیا اور اس طرح چپے ہوئے لاتعداد خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے شروع ہوئے جن میں اینٹیل کا تصور سب پر غالب تھا ایک سایہ دار کچھ میں پنچکڑ میں ایک بیج پر جنم لیا۔ اور اپنے خیالات پر غور کرنے لگا۔ تھوڑی کہو طرح گزری اس کے منہ کی سے پیر دہ کی چاب میری طرف کو آئی سنائی دی ایک نہ تہہ تم گئی اس کے بعد پیر سنائی دینی شروع ہوئی تھی کہ میں نے معلوم کیا کہ وہ شخص تاہم

جو چل رہا تھا۔ کچ کے پاس پہنچکر ایک درخت کے سہارے اُتر اُجھکیا ہے۔ باغ کے اس حصے میں کئی اونچے درخت تھے اور ان کے درمیان گلاب اور یکا من کے قلمے اور خوش ناپاؤسے اور پھلے اس کثرت سے موجود تھے کہ سبزہ و گلزار کا ایک پردہ سا مٹتا ہوا تھا جس کے ایک طرف کھڑا آدمی پشت کے حالات سے بالکل واقف نہ ہو سکتا تھا۔ علاوہ بریں درختوں کی جھکی ہوئی ہڈیاں اس پردہ کو اور بھی زیادہ مکمل اور محفوظ بناتی تھیں۔ اس خیال سے کہ شاید یہ کدو مٹر لینا کس دینا چر کے پیروں کی ہوا وہ کھیر کھیر کرے اس طرف آگیا ہو میں اس جگہ سے اٹھکر رخصت کی تیاری کرنے لگا لیکن شخص نامعلوم درخت کے تنے کے ساتھ اس طرح لٹکا ہوا تھا کہ اس کے پاس سے گذرنا نہ ہو۔ یقیناً میری موجودگی سے خبردار ہو جاتا مجبور ہو کر یہی اسی جگہ بٹھ کر کیا تاہم اس درخت کی شاخوں کے سترے سے میں نے معلوم کیا کہ شخص مذکور سخت جوش کی حالت میں اس کا سہارا لے کھڑا ہے۔

”آہ۔ وہ نظریں جو میں نے دیکھی تھیں،“ ایک آواز چھپ چھپ سے غوراً پہچان دیا کہ طریقہ کیا کی ہے کہ سنائی دی“ کیا وہ سچ کچ کوئی خاص سنی رکھتی تھیں یا بھی کر دھوکا ہو ہے؟ تمام کتنا جوش انگیز دلوانگی پیدا کر نیرالائیاں راہم خدا۔ اگر وہ بے زعم و مرد حقیر حسب کا نہ فائدہ ہے اور نہ در شا۔ اگر واقعی اس نے اپنی امیدوں کو اس قدر داؤ پچا کیا ہے... لیکن نہیں یہ خیال ہی مضحکہ انگیز ہے۔ شاید یہ میرا وہم ہو کہ میں اس نگاہ کو اتنی اہمیت دے رہا ہوں نہیں یہ میری شان آواز سے بعید ہے کہ میں اس معاملہ پر تجدد کی سے غور کروں میرے لئے اس بارہ میں والد سے کچھ کہنا میری اپنی کم ظنی کا ثبوت ہو گا اس لئے یہ خیال ہی دل سے نکال دینا چاہئے تاہم میں نگارنی ہادی رکھوں گا میں ضرور نگارنی رکھوں گا حالانکہ... یہ بھی ایک فعل میوہ ہے کیسے خدا کرے۔ اس جوش رقابت کا ستیا ناس میرا کاش وہ میرے سینے میں پیدا نہ ہوتا“

اتنا اٹھکر لینا کس دینا چر دیکھو کہ شخص نامعلوم یقیناً وہی تھا (تیز چلتا ایک طرف تو رخصت ہو گیا اور جلد ہی اس کے بیٹے ہرے پیروں کی آواز نا صلہ پر سنائی دینی بند ہو گئی۔ تاہم اتفاقاً طور پر میری کسی کوشش یا ارادہ کے بجائے اس کے خیال لامع سے واقعہ ہونے کا موقع مل گیا تھا یعنی

تھکے معلوم ہو گیا تھا کہ پھیل کے ساحل کے اس نقطہ کو دیکھ کر جہاں میں ڈونا لڈ سٹوارٹ فرسٹ زمین پر
 پہنچا ہوا تھا اور ایمین اس کا سہرا اپنی گود میں سے بیٹھی تھی۔ لینکس کے سینہ میں حدود
 جوش کی تیز آگ شعلہ زبہن چمکی ہے اس میں شک نہیں کہ ایک طرف وہ اپنے جذبات تکبر کی وجہ
 سے اس خیالی کو ہی دلیں لانا قابل نفرت سمجھتا تھا لیکن دوسری جانب کوئی زبانی ہونی طاقت
 اسے اپنی جیازادین اور سٹوارٹ کی حرکات کی جاسوسی پر ایک رہی تھی۔ آہ۔ اسے عاشقان کا کام۔
 اتنی بچہ اور افسوسناک تہا رسی حالت تھی! یہ سوچے بغیر نہ دیکھا کہ انکی مشکلات ہر لحظہ نمایاں
 طور پر بڑھتی جا رہی ہیں، ہم اپنے جی میں تھے اس بات کا قسم ارا دہ کر دیا کہ اگر میری ضمانت کسی ملتی ہو
 تو یہ ان کے ذریعہ سے سٹوارٹ اور اس دینا چر کی امداد کے لیے ملے نہ کروں گا۔

اس سے دوسرے دن صبح کو میں جب لینکس دینا چر کے تبدیلی لباس کے پٹے پہنے اس کے
 کمر میں داخل ہوا تو اس کا چہرہ ستا ہوا اور زرد لہقا اور شب گلو مشتمل کی بنے تابی اور خطر کے آثار اس پر
 اب تک نمودار تھے وہ میری آمد سے پہلے ہی بیدار ہو چکا تھا اور ابھی ابھی اٹھ نہ دھو کر خارج ہوا تھا۔
 "آہ۔ جوت" اس نے مجھے دیکھ کر اس طرح کے عجیب و غریب نظریات میں جو اس کی ذہنی بنے تابی
 کا مظہر تھا کہا کل تم نے بڑی ہمت کی کہ آکر کو بچایا۔ اس کے لئے میں تہا را شکریہ ادا کرتا ہوں،
 "میرا میں خود آپ کی ذمہ داری کا ممنون ہوں" میں نے جواب دیا "خدا شا اس میں شک
 نہیں بڑا دوست ہے کہ خدا تمام خدا نے بڑی عنایت کی کہ کسی جان کا نقصان نہیں ہوا۔"

اس کے بعد تھوڑی دیر کو لینکس کے چہرہ سے پاپا جاتا تھا کہ وہ گہری نگوں میں ہے
 اس کے بعد دفع ایک فوری خیال کے اثر سے اس نے چکر کہا "جوت میرے خیال میں والدین تم
 کو سختی سے حکم دیا تھا کہ میں چر کی خدمت گزاری سمیت ہی تم سے ناخوش طرح میری پس اگر اس حکم کی تعمیل
 کرنے کی وجہ سے تم سے ناخوش ہوا تو ایسا ہونا قدرتی تھا یہ حال اس وقت میں اس واقعہ کا ذکر اس
 لئے نہیں کرتا کہ مجھے اس کی یاد نا خوشگوار کو آزار دہ کرنا منظور ہے بلکہ... مجھ اس لئے..."

وہ کہتا کہ تارک گیا اور میں نے دیکھا ایک عجیب طرح کی ذہنی کشمکش اس کے سینہ میں

جاری تھی ایک طرف جوش رقابت اس کو معین ہدایت جاری کرنے پر کسنا تھا دوسری جانب طبعی فیاضی اور احساس تکبر اس فعل رسالت کی راہ میں مزاحمت تھے انھوں طبعی انسانی کی کمزوریاں کیا اوقات آدمی کے ذہنی اوصاف پر غالب آجاتی ہیں حبیب عشق کا غلبہ تیز قلب انسانی میں جاگزیں ہوتا ہے تو پھر متکبر کا احساس بھی جوش رقابت میں دب جاتا ہے۔

”حزرت میں یہ کہنا چاہتا تھا“ لیا کس نے اس طرح جلد بلبہ بننے ہوئے پہاڑ کو ایک خرمن ناخوشگوار کرچس سے وہ واقعہ میں شرمسار تھا جلد ترا کرنا چاہتا ہے کہ تم والد کی ہدایت کے مطابق اُن اوقات میں حبیب میں دینا چر کسی کام کے لئے گاؤں جائے اور مجھے اس کے ہمراہ جانے کی فرصت نہ ہو ضرور اس کے ساتھ جایا کرو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم گاؤں تک جا کر دو اس آجاؤ۔ بلکہ اس دینا چر کو جہاں کہیں جانا ہو اس کے ساتھ ساتھ جاؤ کیا تم میرا مطلب سمجھ گئے ہیں امید کرتا ہوں آئندہ تم اس موقع کی نسبت جب میں نے تمہیں ادارہ چھوڑتے دیکھا تھا اور تم میں نیچے کو چھوڑ کر ایک دوکان کے پاس بیٹھ گئے تھے زیادہ احتیاط کام ہو سکتے۔“

”جی سرکار میں ہمیشہ تعمیل ارشاد کرتا رہوں گا“ میں نے جواب دیا۔ اس روز دن کے گیارہ بجے کیرن نے مجھے کہا کہ جری سرکار نے ایک اشد ضروری کام کے لئے درخواست کو یاد کیا ہے اور وہ لاٹھی بری میں تھلا اٹھلا کر رہتے ہیں چنانچہ میں سمیٹھا اس طرح نکلیں دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ مسٹر دینا چر دو ٹالڈ سٹوارٹ سے بات کر رہے ہیں میں یہ دیکھ کر فوراً پیچھے صہب آنا چاہتا تھا مگر نائے ایچ مٹھکھن نے کہا ”شعبہ و جزدت مسٹر سٹوارٹ میری گفتگو قریباً ختم ہو چکی ہے۔“

میں نے دروازہ پھیر دیا اور خود اس گفتگو کے خاتمہ کے انتظار میں اس کے پاس کھڑا ہوا گیا مسٹر دینا چر وسطی میز کے پاس بیٹھ بیٹھے اور مسٹر سٹوارٹ اس میز کے دوسری جانب کھڑا تھا معلوم ہوا تھا اول الذکر نے نوجوان معلم سے بیٹھنے کے لئے نہیں کہا حالانکہ اس طرح کی تھی گویا مسٹر سٹوارٹ ایک تعلیم یافتہ مرد مسٹر دینا چر نے کی بجائے گہر کا معمولی نوکر تھا یا یہ ایک اس طرح کا سین

میں میں دشمن۔ ایک جن میں سے دوسرے کا مربی تھا اپنے اپنے پارٹ کو اس طریقہ پر ادا کر رہے تھے کہ اول الذکر آخر الذکر کے مقابل میں اپنی وجاہت اور اہمیت کو بالارادہ اس کے جذبات کو ٹھیس لگانے کے لئے نہیں بلکہ عادتاً واضح کر رہے تھے تاہم میں نے دیکھا کہ گوڈونا لڈ سٹوارٹ کے انداز مودبانہ فقہیہم اس کے بشیرہ سے اس طرح کے آثار کمند و وقار ظاہر تھے جو کسی مردِ مہتر کے چہرے پر ہی پائے جاسکتے ہیں۔ زیادہ صاف لفظوں میں سٹرنسٹوارٹ کی حالت ظاہر کرتی تھی کہ اگر دائیے ایچ تھگلن کو اپنی دولت کا غرہ ہے تو اسے اپنے ذہنی اوصاف پر ناز ہے اور اپنے جہ میں وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اس پہلو سے وہ اگر اس پر فائق نہیں تو اس کا ہم پلہ ضرور ہے۔

”سٹرنسٹوارٹ“ دائیے ایچ تھگلن نے بچے دروازہ کے پاس ٹھہرنے کا حکم صادر کرنے کے بعد سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا ”جو وعدہ میں نے کیا تھا میں ہر وقت اس کا پابند ہوں۔ آپ نے میری جیتی اور سب سے پہلے بچے کو غرقابی سے بچا کر جو احسان مجھ پر کیا ہے میں کبھی اس کو فراموش نہیں کر سکتا اور اس کے لئے پھر کیا ریشمریہ ادا کرتا ہوں لیکن میری رشتے میں خالی شکر یہ کے الفاظ اس مطلب کے لئے کافی نہیں ہیں میں نے اس شخص کو جو میرے غمخو لوکیل کو بچا ہے نہ مانگی مراد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مانگئے آپ کیا مانگنا چاہتے ہیں کیونکہ میری خواہش اس قرضہ اخلاقی کے بوجھ سے ہلکتی رہے گی۔ اس نے فخر یہ بھی میں کہا ”کبھی کسی کا مقصد میں کے رہنا منظور نہیں کر سکتا۔“

”بالکل صحیح بالکل ٹھیک“ دنت ڈامنی کی آواز نکرہ کے دروازہ سے آتی سنی
 دی چونکہ وہ ایک کھڑکی کے پاس صوفے پر دبکاسٹا بیٹھا تھا اس لئے میں نے پیشتر اس کو نہ دیکھا تھا۔ ہر ایک شہ رعب آدمی کو چاہئے کہ مقروض نہ کر نہ رہے۔ چنانچہ یہی الفاظ میں نے اس شخص سے کہے تھے جو میرے قریب بیوہ گلن کبٹ کے مکان پر رہتا تھا اور جس پر دمہ بن کے تین غنک چھپ چکے تھے۔ میرا خیال ہے دمہ بن ہی کے تھے۔۔۔ یا شاید تھال کے

ہوں... مگر صحیح حال میں سوچ کر آپ کو بتاؤں گا۔

”اس نے سٹوڈنٹس آرٹ“ دئے ایچ تھکلن نے ڈامنی ٹھیک منین کی بکواس کو نظرا غدار کرتے ہوئے کہا۔ جو کہ آپ اس سلسلہ میں طلب کرنا چاہتے ہوں کیجئے۔ مجھے اس کو پورا کرنے سے قطعاً دریغ نہ ہو گا۔

”لیکن سٹوڈنٹس آرٹ“ سٹوڈنٹس نے جواب دیا ”فی الحال کوئی خاص چیز ایسی نہیں ہے جو میں آپ سے طلب کرنا چاہوں...“

”مہربانی سے مجھے ایچ تھکلن لکھ کر منی طلب کیجئے“ سٹوڈنٹس نے اپنا سر سرخوت سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

”بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک۔ ڈامنی نے پھر کہا“ میرا اپنا قریبی رشتہ دار تو کم ہی ڈاؤن آرڈر اگر آج جلت کر جائے تو پھر لوگوں کا فرض ہو گا کہ وہ مجھے ٹھیک منین آگندش لکھ کر منی طلب کریں، چنانچہ یہی بات میں نے ایک روز سالٹ کوٹ سے کسی مٹی حب ...“

”تاہم کہنے آپ کیا کہنا چاہتے تھے؟“ ایچ تھکلن نے سٹوڈنٹس کو مخاطب کر کے چھا۔ ”جی میں نقطہ یہ عرض کرنا چاہتا تھا“ نوجوان معلم نے لہجہ و تارت جواب دیا ”کرنی ایچال چرنک کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو میں آپ سے طلب کرنا چاہوں اس لئے اگر آپ دیکھیں اس بات کی اعازت دیں کہ زمانہ آئندہ میں کسی موقع پر۔ میں جب کوئی چیز اس سلسلہ میں مانگوں...“

”میں سمجھا“ ایچ تھکلن نے بھیدگی سے کہا۔ ”آپ میرے وعدہ کی مہلت بڑھانا چاہتے ہیں بہت اچھا۔ اگر آپ کو اصرار ہے تو مجھے الکا نہیں کیونکہ کل کے واقعہ کے بعد میرے لئے اس بات پر زور دینا کہ آپ اپنا سوال فوراً ہی پیش کریں۔ یقیناً فی صنی سے بعید ہو گا۔ مجھے آپ کی خاطر منظور ہے ا میں اپنے وعدہ کی مہلت بڑھانا اس شرط کے ساتھ قبول کر کے کہ وہ غیر معمولی لمبی نہ ہونی چاہئے۔ یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا یہ وعدہ بعض شرطوں سے محدود ہے مثلاً یہ کہ آپ کا سوال اس قدر کم ہونا چاہئے کہ میرے لئے اسکو مقبولیت کے ساتھ پورا کرنا ممکن ہو...“

”ایمان فرمائیے اسی طرح ہوگا“ سٹوارٹ نے جواب دیا ”میں دہی چیز آپ سے مانگتا

جس کا دینا جائز طور پر آپ کے اختیار میں ہے“

”بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک“ دہنی نے جلدی سے کہا۔ یہ بات شروع میں ہی طے ہو جانی چاہئے
 کہ آپ کا سوال مدعا بلایت سے باہر نہ ہوگا مثلاً آپ رنج تھکھن سے آپ کے رہنے کا مکمل مذاکرہ
 گئے تان کی جاگیر نہ آپ ان کی جتنی بھی سے شادی کی درخواست پیش کریں گے۔ نہ یہ کہیں گے کہ ان کے
 وہ چھوٹے مدعا جزا سے آپ کی خدمات بجالایا کریں۔ نہ یہ کہیں آپ کو کشتی پر سوار کر کے جھیل کے
 پار لے جائیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہو۔ تو پھر ہم دونوں کا تعلق نہیں ہو جاتا یعنی یہ ہے۔ چنانچہ یاد آگیا اسی طرح
 ایک دفعہ سالٹ کوٹھنے...

”مشرکلیک مین نے اپنی عمر میں پہلی بار ضالکتی بات کہی ہے“ دانی رنج تھکھن نے
 اپنے دیشی فی لفظوں پر زور دیکر کہا ”یقیناً سٹوارٹ میرا مدعا اس طرح کے ضامع اور مدعا
 سوالات کے متعلق نہیں ہے۔ جو شرکلیک مین آتہ کلک مین آکٹش نے بیان کئے ہیں۔“

حادثت باپ، ڈاٹنی کے سبب خبری میں سٹوارٹ کے ایسین سے شادی کرنے کا ذکر
 پھیلنے سے انہوں نے اس علم کے حصاروں پر تیز سرخی چیل گئی تھی کیونکہ ان کا بیٹا کسی ارادہ کے
 کہنے کے قہر میں وہ اپنے اندر خاص اہمیت رکھتے تھے۔ تو اس اہمیت کا حال اس وقت نہ بڑھے
 تو انہیں اور دانی رنج تھکھن کو مدعا تھا چنانچہ سٹوارٹ نے سرری طور پر پھر ایک بار کہا ”جی
 سبے شاہ میں سمجھ گیا۔ اور اس کے بعد چپ ہو گیا۔ وہ گئی اس کے چہرہ کی کسرفی قول سے یا تو
 رنج تھکھن نے دیکھا ہی نہیں یا اگر دیکھیں تو اس کا مطلب کچھ اور سمجھ کے اس کو نظر انداز کر دیا چنانچہ
 اس کے بعد سٹوارٹ مرد بار سلام کے لئے لائبریری سے حضرت ہو گیا مگر جانے سے پہلے جیسا
 اس کا معمول تھا اس نے میری طرف دیکھ کر اپنے چہرہ پر انما تیرتہ پیدا کئے اور اس کے ساتھ ہی ہر
 کو دانا م...

”اب جو دن دانی رنج تھکھن نے مجھ کو تنگ کرنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تم“

اپنے سفر کی ریزل کے حالات بیان کر دے

”سہرا اس بار وہیں بیڑا بیٹا ہنایت مختصر ہے“ میں نے جواب دیا: جہانک میں نے دیکھا اور معلوم کیا مقامی راستے میں کیا کہ پرتھو شاکر کے اخباروں نے ظاہر کیا تھا مہرتنوں کے حق میں نہیں بلکہ ریزل کی حمایت میں ہے چنانچہ حال میں جب مہرتن لوگ موضع کیزنڈیل گئے تو اہل دیہہ کی مخالفت کی وجہ سے ان کو توڑا ہی نصبت ہو جانا پڑا۔“

”گو یا اس کا مطلب یہ ہے کہ مہرتن لوگوں کے رادوں کا حال جاننے میں بالکل کامیاب نہ ہو سکے۔“ ایچ متھکلن نے جس کے چہرہ پر اتنا مہنظا ہو چکے تھے کہا: ”یعنی اس صورت میں کہ مقدمہ ان کے حق میں منسل ہو۔“

”میرے آقائے نامدار صہیا خد خیال فرما سکتے ہیں“ میں نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔ ”اہل دیہہ کی اس علانیہ مخالفت کے بعد مہرتن لوگ اپنے رادوں کا ظہار کر کے تادمہ ہو سکتے ہیں۔“ میں سمجھا: ”اے ایچ متھکلن نے بڑی جی پریشانی کے ساتھ کہا“ بہر حال تم سے کوئی شکایت نہیں۔ تم نے جہانک ممکن تھا اپنی طرف سے پوری کوشش کی۔۔۔“

”بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک۔“ اسی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: ”اور اب اگر سہرا لکھنؤ کی ریزل اپنے حقوق حاصل کرنے میں واقعی کامیاب ہو گیا۔۔۔“

”حقوق مہرتنک مین“ ادا لے ایچ متھکلن نے عذر سے بھر کر ڈامنی کی طرف مڑتے ہوئے کہا: ”آپ کس حقوق کا ذکر کرتے ہیں؟ اس شخص کو کوئی حقوق قطعاً حاصل نہیں ہیں۔“

”بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک۔“ ڈامنی نے اذراہ حماقت دہی و ہریدہ لاپتے ہوئے کہا۔

”حقوق میں میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ اپنے فرائض حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر اس میں جرات بجا رہے گا کوئی قصور نہ ہو گا۔“

”جوزا“ والے ایچ متھکلن نے جے ڈامنی ٹھیک مین کے سابقہ فقرہ کی وجہ سے سخت غصہ کیا تھا بہر حال جس میں مجھ کو کہا: ”کل تم نے میرے عزیز بیتا کی جان بچائی تھی۔ اس کی

میں۔ والے ایچ متھکن فی الحال تمہارا مقروض ہوں۔

”عالی جاہ۔ یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ میں نے اس واقعہ کو یاد کر کے صدمہ ہی سے کہا کہ والے ایچ متھکن کو لفظ مقروض سے کتنی سخت نفرت ہے میں نے جو کہہ لیا۔ وہ آپ کے ادنیٰ نمک خوار کی حیثیت میں اپنا فرض سمجھ کے کیا تھا...“

”بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک“ ڈامنی نے قطع کلام کر کے کہا۔ جس طرح میرے دوست جلی اور مل مبیڈ کا یہ فرض تھا کہ وہ چلتے چلتے تالاب میں گر گیا... لیکن نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس کا فرض تھا کہ اس نے بدسلوکی دہل چکی کو اس جرم میں جیل خانہ بھجوا دیا کہ اس نے ٹھوکر مارا جلی آڈل مبیڈ کو تالاب میں گرایا تھا... میرے خیال میں وہ تالاب ہی تھا... یا شاید سمندر۔ ہر بہر حال میں سارا واقعہ یاد کر کے تباہ کن محاکمہ اور وہ حافظہ کی تقویت کے خیال سے سلسلہ دو منٹ ملاں چڑھا تا رہا۔

”سنو جوزف“ ایچ متھکن نے کہنا شروع کیا ”تم خواہ مانویات یا فزس میں بہر حال اپنے آپ کو تمہارا مقروض سمجھتا ہوں۔ اور اس فرض کو اذکار میں فرض ہے پس یہ تو اس خیالی میں پچاس پونڈ ہیں۔ انہیں اس فرض کی بے باقی میں وصول کر دو۔ نہ بس۔ میں اس بارہ میں کسی طرح کا اعتراض نہیں چاہتا۔ یہ ایچ متھکن کا حکم ہے اور ضرور تم کو اس کی تعمیل کرنی پڑے گی۔“

اس کے بعد میرے لئے کچھ کہنا غیر ممکن ہو گیا اور گویا صبح ہے کہ میرے نقطہ خیال سے ایک نئی نوع انسان کی جان بچانا اس طرح کا مقدس فرض تھا جس کا معاوضہ ذرہ جواہر کی صورت میں ہرگز ادا نہیں ہو سکتا تاہم ملنے ایچ متھکن کی ناراضگی کے خوف سے میں نے وہ جلی چکے سے اپنے ہاتھ میں سے لے کر اس کے بدشکر یہ ادا کر کے حضرت کی توبہ کی کہ اچھا کہ ایچ متھکن نے کوئی بات یاد کر کے پھر ٹھکڑا دیا۔

”جوزف“ اس نے کہا ”حال کے واقعات کے بعد میں تم کو ملامت کرنا نہیں چاہتا تاہم اس ہدایت کی بنا کہ تمہارے ذہن میں تازہ کہتا میں فرض ہے جو بیشتر میں خناس یا وہ میں تم کو

دی تھی۔ کہ جب کبھی میری بھینچی مس دینا چرگاول کو جانا چاہتے تو ضرور تم نے اس کے ساتھ جایا کر ناگران حالات سے جویر سے سننے میں آئے ہیں پایا جاتا ہے کہ آخری مرتبہ جب تم اس کے ساتھ گئے تھے تو تم نے اس فرض کی ادائیگی میں بڑی غفلت کی تھی۔ یاد رکھو میں اس غفلت کے لئے تم کو ملامت نہیں کرتا۔ صرف یاد دہانی کے طور پر کہتا ہوں کہ آئندہ جب کبھی تمہیں اس کے ساتھ جانے کا اتفاق ہو۔ تو رستہ میں دوکانوں کے دروازوں کی لکھڑکیوں کے پاس منہ ہوا ٹمکروں کے لئے کھڑے نہ ہو جانا بلکہ جیسا تمہارا فرض ہے۔ مس دینا چرکے ساتھ ساتھ رہنا سیکھے ؟

اور اس کے بعد میرے جواب کا انتظار کرتے بغیر اس نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے وصیت ہو گئے تھے کہا جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میں ایک لفظ تک اس کے بغیر چپ چاپ باہر گیا تاہم اس واقعہ سے دوا نہ سٹارٹ کے برخلاف لینا کس دینا چرکے کے بڑے ہوئے جوش رقابت کا ادھی بھلی ثبوت مل گیا کیونکہ ظاہر تھا اسی نے میں اس طرح کی باقی شکایت کے طور پر اپنے باپ سے بھی نہیں جن کی بنا پر وائے بیچ تمھارے نے اس موقع پر اپنی سابقہ ہدایات کو فراموش کر لی تھی کہ ساتھ دوہرانے کی ضرورت تھی ہے۔

ایک دو روز سے موسم کی حالت تبدیل ہونے لگی تھی اور اس دن چونکہ چھاؤں پانی بڑھ رہا تھا اس لئے سارے مہمان گہری ہی رہے۔ موسم کی یہ ناخوشگوار حالت چار پانچ دن قائم رہی اور جب آخر کار مطلع صاف ہوا تو سب مہمان یکے بعد دیگرے رخصت ہونے لگے اور پھر ایک بار بیچ تمھارے دو ریکوں قائم ہو گیا تاہم ایک میرے پاس دافرنقدی جمع تھی اس نے خیال آیا کہ جو روپیہ میں نے وائرڈم کے لئے نری کپتان سے فوری اخراجات کے لئے دست گرداں لیا تھا وہ اس کو داپس بھیج دینا چاہئے اس مطلب کے لئے پھر ایک بار منع تمھارے کے قریب مشر دینا چرکے کے ساتھ گار کی کوٹھی پر جانے کی ضرورت پیش آئی اور مطلع صاف ہونے اور مہمانوں

کے رخصت ہونے کے بعد میں ایک روز سپر کو اس مطلب کے لئے گاتوں جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ سچ آئی مسٹر دینا چرادیہ کس دونوں نے چونکہ خاص طور پر اس بات کی تاکید کی تھی کہ جب کبھی ایمیلیں کو گاتوں جانا ہو تو ضرور اس کے ہمراہ جاکرنا اس سے ایک دو گھنٹہ کی غیر حاضری سے پہلے لیا یہ دریافت کر لینا واجب نہ ہو گا کہ اس دینا چر کو فی الحال میری خدمات درکار ہیں یا نہیں یہ سوچکر میں گول کر دیں گیا اور اس جگہ دیکھا کہ اس دینا چر ایک کتاب لے بیٹھی ہے۔ واسے بچے تھک گئے اخبار دیکھ رہے تھے اور ڈاٹنی ایک کونے میں صوفے پر بیٹھا ادگاہتا ہے۔ لیا کس کے بارے میں پہلے ہی مجھ کو معلوم تھا کہ گھوڑے پر سوار ہونے کے باہر گیا ہوا ہے۔

”پانوں میں یہ دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں“ میں نے اس دینا چر سے مودبانہ کہا۔

”کیا آج سپر آپ کو میری خدمات درکار ہوں گی؟“

الفاظ کو نرم لہجے میں کہے گئے تھے تاہم وہ لے بچ تھک گئے کاتوں تک بھی پہنچ گئے اس نے عین آیت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا پھر کہنے لگا ”ہر وقت تم بہت ہی فرض شناس نوکر ہو“ اور پھر اپنی بھتیجی کی طرف ٹھکر کر ایمیلیں اس سے کہا ”کئی دن سے تم کو باہر جانے کا اتفاق نہیں ہوا اس لئے میرے خیال میں تم اگر گاتوں تک میرا ڈو۔ تو خوب ہو گا مجھے لیا کس کی خدمت پر محنت قصداً تانے کو وہ ہمیں اپنے ساتھ کیوں نہ لے گیا“

”لینا کس نے بچے اپنے ہاتھ پر چلنے کے لئے کہا تھا“ اس دینا چر نے جواب دیا ”لیکن میری

طبیعت چونکہ ناساز ہوتی ہے۔“

”آہ۔ اگر ایسا ہے تو پھر ضرور تم کو میرے لئے باہر جانا چاہئے“ بچ تھک گئے نے کہا ”لیکن اس سے یقیناً تم کو فائدہ ہو گا۔ علاوہ بری میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جب اس سے پہلے میں نے ایک موقع پر تمہیں اتہا جانے سے روکا تھا۔ تو اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ تم گاتوں سے گھر میں جانا بالکل ہی ترک کر دو“

”جیت۔ اچھا آپ چونکہ کم نہیں ہیں اس لئے میں جلی جاتی ہوں“ اس دینا چر نے کہا

اور اس کے بعد میری طرف مڑ کر جب معمول عنایت آمیز لہجہ میں اس نے کہا : "جوزف ۔ دس منٹ
 ٹھہرو میں ابھی تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوتی ہوں۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے کہا "اور میں خود بھی اس موقع پر مس ایملین کے
 ساتھ گاؤں تک جاؤں گی۔ کیونکہ وہ ہاس جو میں کھپلی بار خرید کر لایا تھا۔ اچھی ثابت نہیں ہوئی
 اگر میرا دوست سالٹ کوٹ اس جگہ ہوتا۔ تو میں اسی کی ڈبیا سے ایک آدھ چنگی لے لیتا۔
 اور اس سلسلہ میں یہ بھی یاد آگیا کہ میں..."

لیکن اس حکایت کا باقی حصہ مجھ کو معلوم نہ ہو سکا۔ کیونکہ مجھے مس دینا چر کا انتظار
 کرنے کے لئے ڈیوڑھی میں حاضر ہونا تھا۔ اس کے چند منٹ بعد وہ جب اس جگہ آئی۔ تو
 میں نے دیکھا کہ ڈامنی عجیب طرح کی صورت بنائے اس کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ میرا خیال ہے
 وہ اس حکایت کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جو اس نے تھوڑی دیر پہلے بیان کرنی شروع
 کی تھی غیر ہم تمیزوں سمجھا۔ اس کی طرف سے لگے اور کشتی پر سوار ہوئے۔ رستہ میں مسٹر کلیک مین کو
 اس حکایت کے عرض جو اس نے ناتمام چھوڑی تھی وہ تجویز یاد آگئی۔ جو اس نے جھیل پر چل
 نہر حوائے جائیکے بارہ میں پیش کی تھی۔ چنانچہ مس دینا چر سے مخاطب ہو کر اس نے کہا۔

"کیوں مس ایملین۔ کیا اگر اس جھیل پر ایک پل تعمیر کرا دیا جائے تو آپ کی رائے
 میں اس روز روز کی کشتیوں کی زحمت کے مقابلے میں نام نہ مند نہ ہوگا؟ کم از کم مجھے اس کی
 تیاری سے بہت خوشی ہوگی اور اسی طرح میرے دوست سالٹ کوٹ کو بھی۔ اگر وہ کبھی مجھ
 سے ملنے کے لئے اس جگہ آئے۔ لیکن یاد آگیا۔ اس روز کبھی کسی کے حادثہ کے موقع پر کئی
 شخصوں نے کئی دوسرے تھنوں کو غرقابی سے بچایا۔ تو مجھے اس بات کی حسرت باقی رہ گئی
 کہ میں اس وقت کسی کو نہ بچا سکا۔ کاش میں نئے کوئیل کو ہی بچا لیتا اور اس سلسلہ میں مجھے
 ایک حکایت اور یاد آگئی ہے..."

لیکن کیوں مسٹر کلیک مین "مس دینا چر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ کیوں آپ کو یہ

خواہش پیدا ہوئی ہے کہ آپ بھی کسی کو بچاتے؟

”بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک۔“ ڈامنی نے جواب دیا۔ ”میں ایملین اپنی کمرال مینک پر مبنی ہے۔ یہ ہم کیا آپ کو بھول گیا کہ دانتے ایچ تمھلگن نے وعدہ کیا تھا کہ جو شخص لوکیل کو بچائے گا۔ میں اسے زندہ مانگی مراد دل گا۔ اب اگر میں لوکیل کو بچانے میں کامیاب ہو جاتا۔ تو لازمی طور پر یہ درخواست پیش کرتا کہ اس جہل پر ایک پل تعمیر کرا دیا جائے۔ لیکن میری قیمتی سے لوکیل کو مسٹر سنوارٹ نے بچا لیا اور اُن یاد آگیا میں نے اس واقعہ کی اطلاع اپنے دوست مسٹر سالٹ کو دے دی۔ اور بلی آڈل سنیہ کو دی تھی۔ یاد میں یقیناً بیوہ گلن بکٹ کو بھی دینا اگر وہ زندہ ہوئی۔“

اتنا کہ ڈامنی ٹھیک مین ہمارے چڑھانے کے لئے تھہر گیا اور اس وقت میں نے دیکھا کہ اس واقعہ کے سلسلہ میں ڈومالڈ سنوارٹ کا ذکر آنے سے ایملین کے رخساروں پر خوش رخت کی مسرت پیدا ہو گئی تھی۔

”افزون مجھ سے کسی بھول ہوئی“ وقت ڈامنی نے پھر اُنکی بار اپنا مکمل کلام نظر انداز کر کے کہنا شروع کیا۔ ”اس روز جب دانتے ایچ تمھلگن مسٹر سنوارٹ سے کہہ رہے تھے کہ جو کیا آپ کو بطور افام طلب کرنا ہو مجھ سے کہیے۔ اور مسٹر سنوارٹ نے کہا تھا کہ میں فی الحال کوئی چیز طلب کرنا نہیں چاہتا تو کیا ہی اچھا ہوتا اگر میں یاد دہانی کے طور پر مسٹر سنوارٹ سے کہہ دیتا کہ آپ ایچ تمھلگن سے پل کی تیاری کی درخواست کریں۔ میری اپنی رائے میں اگر اس طرح کا موقع میرے دوست بلی آڈل میں بسکے گیو گیٹ کو حاصل ہوتا۔ تو وہ ہرگز اسے ہاتھ نہ دیتا۔ غیر مجھ سے بھی غلطی ہوئی کہ وہ ت پر یاد دہانی نہ کر سکا۔ میں نے مسٹر سنوارٹ سے کئی چیزوں کا ذکر کیا تھا۔ جو اسے ایچ تمھلگن سے طلب کرنی چاہیے۔ مگر یہ کہنا بھول گیا کہ اسے کیا طلب کرنا چاہئے۔ اور اُن یاد آگیا۔ میں ایملین۔ میں نے مسٹر سنوارٹ سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کو اس دیدہ دلیری کا ترکب نہ ہونا چاہئے کہ میں ایملین سے شادی کی درخواست پیش کریں۔“

”آہ۔ دیکھئے مٹر ملکیت مین“ مس دینا چرنے مشہر ماکر معنون بدنے کی کوشش کرتے

ہوئے کہا: اس جیل کے وسط سے اس کی نظر اٹھ کر کتنا دلفریب ہے؟

”بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک۔“ ڈامنی نے تسلیم کیا۔ لیکن وہ اور بھی زیادہ دلفریب ہو

اگر اسے پل پر کھڑا ہو کر دیکھا جائے اور اس کے بعد ازراہ حاکمیت پھر اسی رنجہ معنون

کی طرف آتے ہوئے ”میں نے ڈوناڈو سٹوارٹ سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ آپ سے

شادی کی درخواست پیش کرے کیونکہ اس کا خاندان ادنیٰ ہے اور اس کے پاس دولت

ہے۔ نیز محکمہ معلوم ہے کہ آپ کو اپنے منگیترین کس سے اتنی ہی گہری محبت ہے جتنی کسی

زوجان فاقون کو ہونی چاہئے اور اس سلسلے میں یاد آگیا کہ ایک دفعہ میں نے اپنے دوست سٹ

کوٹ سے کہا تھا۔۔۔“

لیکن ڈامنی بیچارہ اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ ہر اکا ایک تیز جھونکا آیا اور اس کی کھلی

ہوئی ڈوبیا کی ساری خاصیت کو ڈامنی کے منہ پر جا چڑی۔ کئی منٹ تک وہ اپنے منہ اور

آنکھوں کو دھال سے صاف کرنے کی کوشش کرتا رہا اور جب آخر کار اس کام سے فایز ہوا

تو میں نے دیکھا اس کی آنکھیں سنسنے اور انگوٹھیں اپنے دل میں مس دینا چرنے

رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا جسے حق ڈامنی کی باتوں سے یقین ڈامنی تکلیف ہوئی ہوگی اور

اس پہلو سے مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ لباس اڑنے کا واقعہ ناخوشگوار کم از کم ایمین

کے حق میں حجت ثابت ہوا کیونکہ اس کے بعد یہ معنون ڈامنی کے ذہن سے بالکل اڑ گیا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد کشتی ساحل کے پاس جا لگی مٹر ملکیت مین نے مس دینا چر

کو اپنے بازو کا سہارا دیکر اتارا اور میں حسب معمول مودبانہ فاصلہ پر ان کے

پچھے پچھے چلنے لگا۔ گھاؤں میں پیچکر ڈامنی تباہ کو فردش کی دکان پر جانے کیلئے

ہم سے علیحدہ ہو گیا۔ اور اس کے تھوڑی دیر بعد جب اس کی سرچھا فیلڈوں سے

اوجھل ہوئی۔ تو میں نے دو قدم بڑھ کر مس ایمین سے کہا ”بانا اگر آپ اجازت دیں۔ تو

میں آدھ گھنٹہ کے لئے اپنا ایک کام کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ جس جگہ حکم دیں حاضر ہو جاؤں گا۔

وہ تھوڑی دیر متعینانہ میری طرف دیکھتی رہی۔ اس اثنا میں اس کے چہرہ کی رنگت کبھی سرخ کبھی پیلی ہو جاتی تھی۔ تاہم میں نے کسی طرح کے آثار اپنے چہرہ پر نمودار نہ ہونے سے یقین کیا کہ میں اپنے کسی فعل کے ذریعہ سے اس خاتون پر یہ بات ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا۔ کس میں اس کے گہر کا اوستا توکر اس کے راز عشق سے واقف ہوں۔ اور اپنے کام کا بہانہ پیش کر کے ذرا ملے اپنے دلدار سے ملنے کا موقع دینا چاہتا ہوں۔

”جوزف اس نے اپنی قدرتی جوئی آواز سے کہا ”کیا تم بھول گئے کہ تیسرا اس بارہ میں سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ۔۔۔“

”جی ہنیک میں ان ہدایات کو بھولتا نہیں ہوں“ میں نے جواب دیا ”تاہم اس وقت میں چونکہ آپ کے نالغ فرمان ہوں۔ اس لئے آپ ہی کی ہدایات میرے لئے افضل ہیں۔ پس میں درخواست کرتا ہوں کہ ازراہ عنایت مجھے آدھ گھنٹہ کی مہلت عطا فرمائیے۔ میں گاؤں کے ساہوکار کی معرفت کچھ روپیہ روانہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”تو بھت اچھا جاؤ“ ایسٹین نے جواب دیا ”بہن براں جب تم اپنے کام سے فارغ ہو جاؤ تو گاؤں کے گرجا کے پاس میرا انتظار کرنا۔“

اس کے بعد میں رخصت ہو گیا۔ اپنے جی میں مجھے اس بات کا براہیقین تھا کہ مسٹر سنڈارٹ جو ہم سے تھوڑی دیر پہلے تلو سے رخصت ہوا تھا۔ ضرور اس موقع کا فتنہ ہو گا اور اس سے فائدہ حاصل کرنے سے دریغ نہ کرے گا۔ ساہوکار کے مکان پر جا کر میں نے اپنی ضرورت اس سے بیان کی اور وہ سابق کی طرح فوراً میری امداد کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اس کی نیکی اور شرافت کا اس سے بہتر ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کس نے تم راڈم روپیہ روانہ کر رہے ہو۔ اس کلام سے فارغ ہو کر میں پھر اکیلا گاؤں

کی طرف مڑا اور وہ خط جس میں میں نے دندیزی کپتان کو ترسیل زر کی اطلاع دی تھی
 ڈاک خانہ میں ڈالا۔ یہ بیان کرتا ماحصل ہے کہ اس خط میں میں نے کپتان مذکور کا اس
 کی عنایات کے لئے پھر ایک بار تہ دل سے شکریہ ادا کیا تھا لیکن جس وقت ڈاک خانہ
 سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مشرڈنگلنسی دیکس سائے سے چلا آ رہا ہے اس نے جس وقت
 مجھے کوکڑ کی وردی پہنچے ہوئے دیکھا تو اس کی آنکھیں فرط حیرت سے کھل گئیں اور
 تجھ کو اس قدر شرم و ذلت محسوس ہوئی کہ جی چاہتا تھا زمین میرے قدموں میں بچھا دیتا
 اور میں کھڑا کھڑا اس میں سما جاؤں۔ خیالات جو اس موقع پر میرے دل میں پیدا ہوئے یہ تھے
 کہ مشرڈنگلنسی کو یہ سچ کہہ دیتا ہوں کہ آج کل کے گاکریں نے جو ایک حقیر دانے لے کر تھا دو
 بار اپنے آپ کو سو روپے دینے کی عورت میں پیش کر کے محلہ جی حیثیت سے اپنے آپ کو اس کے
 برابر ظاہر کیا۔ علاوہ بری قدرتی طور پر وہ یہ بھی سمجھ گیا کہ واسے لے کر تھک گئے گا تو کر
 ایک دانے جا بس نکلیں کیل ڈیل اور اس کی رو یا ست کے بارہ میں علامات متعین کرنے کی
 کوشش کرتا رہا ہے۔ مقررہ دیر ویرتہ آ میرے مقررہوں سے میری طرف دیکھتا رہا۔ اسی
 نگاہ سے خوش طبعی کے آثار غائب ہو گئے۔ اور ان کی جگہ محنت کی جھلک نظر آنے لگی
 اس کے بعد اس نے کہا: ”آہ کیا تم وہی جوزف دلمٹ ہو جو انجی ٹھگن کے ایوان میں
 مہمان بن کے ٹھہرا تھا؟ اور اس نے اپنے فقرہ کے آخری حصہ پر غماص طور سے زور دیا۔
 ”مشرڈنگلنسی“ میں نے مشکل سے ادساں بجا ل کر تے ہوئے کہا: ”میں درخواست
 کرتا ہوں کہ آپ جلدی سے کوئی راتے میرے برخلاف قائم نہ کریں۔ اس میں شک نہیں کہ
 حالات میرے خلاف ہیں۔۔۔“

”بے شک خلاف ہیں“ وکیل نے تمدن نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ”میں خیال کرتا
 تھا تم ایک صاف ماطع ایماندار لڑکا ہو اور یہ چاہتا ہوں کہ اب بھی مجھے اس رائے
 میں تبدیلی نہ کرنی پڑے۔۔۔“

”جی ہنس۔ مجھکو پورا یقین ہے کہ ایسا نہ ہو گا۔“ میں نے پرجوش لہجے میں کہا ”میں آپ کی عنایتوں کو بھولائیں ہوں نا اور میری اپنی خواہش یہ ہے کہ وہ نیک راستے جو آپ نے میری نسبت قائم کی تھی۔ آئندہ بھی قائم رہے۔“

”بس بس میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔“ مسٹر ڈکنسنی نے کہا ”تم اگر لایچ ٹھکانے کے نوکر ہو اور اپنے آپ کو مردِ شریفیت ظاہر کرتے رہے ہو تو مجھے اس کی پروا نہیں لیکن اگر یہ بات ثابت ہو گئی کہ تم نے وہ کسے سے میرا اعتماد حاصل کر کے راز کی باتیں دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ تو اس صورت میں۔۔۔ تاہم اندر آ جاؤ میں پہلے تمہارا بیان سننا چاہتا ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ تیز رفتاری سے گاؤں کی سڑک پر داخل ہو گیا اور میں بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر گیا۔ ایک علیحدہ کمرہ میں بیٹھا اس نے مجھے کرسی پیش کی اور اس کے بعد اشارہ سے حالات بیان کرنے کے لئے کہا۔

”مسٹر ڈکنسنی آپ کو یاد ہو گا“ میں نے کہنا شروع کیا۔ ”بہاری پہلی ملاقات پر تھیں ہوئی تھی۔ اور اس وقت آپ نے تجویز پیش کی تھی کہ میں آپ کے ساتھ ایک ہی گاڑی پر کیرنڈیل تک سفر کروں۔ اس وقت یہ الفاظ میری نوک زبان پر تھے کہ میں ایک اذیت فطرت گزار آپ کے ساتھ مل کر۔۔۔“

”اچھا خیر میں سمجھ گیا۔“ ڈکنسنی نے قطع کلام کر کے کہا ”تم یہ بات کہنا چاہتے تھے لیکن اس خیال سے رہ گئے کہ تھوڑی دور کا سفر ہے۔ اس کے بعد پھر شاید ایک دوسرے سے ملنا ہو یا نہ ہو۔ بس اس میں ہرج کی کوئی بات نہ تھی۔ علاوہ بریں جہاں تک مجھ کو یاد ہے وہ سفر بڑے آرام سے طے ہوا تھا۔ اور تمہاری باتیں۔۔۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہاری باتیں ایسی ہی قہقہے جو کسی مردِ شریفیت کی ہونی چاہئیں۔“

”آہ مسٹر ڈکنسنی۔ میری تربیت ایک شریف زادہ کی طرح ہوئی تھی۔ میں نے صدمہ منی کے حالات یاد کر کے حسرت ناک لہجہ میں کہا اور میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو

بھرتا ہے۔

”غصہ دین کوئی ایسی بات کہنا نہ چاہتا تھا جو تمہاری دلازاری کا موجب ہو۔“ نیک دل وکیل نے نرم لہجہ میں کہا۔ ”علاوہ بریں اگر کوئی آدمی اپنی روزی محنت سے کماتا ہے۔ تو میں اس کو برا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ ہر شخص کو اپنے اپنے طور پر محنت کر کے ہی روزی کمائی پڑتی ہے۔ تاہم میری جو بات پوچھنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اس روز جب تم کہنیل میں مجھ سے ملے تھے۔۔۔ تو کیا اس وقت تم اس بچے متھکلن کے ہاں ملازم نہ تھے؟“

”جی ہاں۔“ اس زمانہ میں میری بچہ متھکلن کا ہی ملازم تھا۔ میں نے سٹرڈ ٹکنسی کی تجویس رکگاہ کا مقابلہ کرنے سے نفرت تھی۔ تاہم اس حقیقت کو سمجھتی تھی کہ اس میں اب عرصہ گزرتا ہوں۔ دراصل سٹرڈ دنیا چرنے۔ بچے بعض استعارات کے سلسلے میں کہنیل بھجیا تھا۔ اور گو مجھے طبی اس کام سے نفرت تھی۔ تاہم اس بچے متھکلن کے ملازم کی حیثیت میں میں قیاس حکم سے اس کا رد نہ کر سکا۔ اس کے ساتھ ہی میں خدا کو حاضرناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے جی میں اس بات کا محکمہ ارادہ کر لیا تھا کہ واپس جا کر کوئی ایسی بات سٹرڈ دیا چرنے سے بیان نہ کر دوں گا جو سٹرڈ کی زندگی بچہ متھکلن کے اعتراض و مقاصد کے برخلاف ہو۔ فی الحقیقت میرا سٹرڈ سٹرڈ یہ ارادہ نہ تھا کہ سٹرڈ کی زندگی کے نجی معاملات میں بیجا دخل اندازی کر دوں۔ چنانچہ واپس جا کر میں نے اس بچے متھکلن سے پوچھا کہ اس نے بیان کرنا کافی سمجھا کہ سٹرڈ کی زندگی کے مقصد میں شعیاب ہونے کے امکانات واقعات اتنے بعید نہیں جتنا پر تھشائے کے بعض اجازت نے ظاہر کیا تھا۔ نیز یہ کہ اتنی سرد و غریزی سٹرڈ کی زندگی کو اپنی رعیت میں حاصل ہے کہ سٹرڈ لوگ اس کے نام کی پرستش کرتے ہیں۔“

میرے اس بیان کو سن کر نیک دل وکیل نے سٹرڈ ٹکنسی کی آنکھوں سے شبہ کے آثار بالکل غائب ہو گئے۔ اس نے سٹرڈ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ پھر فوش ہو کر کہا۔ ”ہاں۔ ہاں۔ اب میرا اطمینان ہو گیا۔ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ تم بیان کرتے ہو۔ بالکل صحیح ہے۔“

”اے صاحب میں سچے دل سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ سرائیکو نیندر سے جو
 سپردی غائبانہ ٹھکڑا ہو چکی تھی۔ وہ اس واقعہ کے بعد اگر ممکن سمجھا جاسکے۔ تو پہلے کی نسبت
 زیادہ مضبوط ہو گئی ہے۔ فی الحقیقت مجھے ان خاندانی عداوتوں سے جو سہ ماہیوں کی سکاٹ لینڈ
 سے مخصوص ہیں سخت نفرت ہے۔ چنانچہ بار بار اچھے تھکڑوں کے دوسرے نوکروں کے رد و رد
 میرے سامنے سے جوش بے اختیار می میں ایسے الفاظ بھی نکلتے ہیں۔ جن سے یقیناً ان کے دلوں
 کو رنج پہنچا ہو گا۔ تاہم میں مجبور ہوں۔ اس ملک کے باشندوں کے لاتعداد اوصاف کی قدر
 کرتے ہوئے میں پھر ایک بار کہتا ہوں کہ ان کی دد بائیں مجھے بالکل ناپسند ہیں۔ ایک
 ان کا خاندانی تکبر۔ دوسرے ان کی خاندانی عداوتیں“

”میرا اپنا یہی خیال ہے“ مسٹر ڈنگلیسی نے کہا۔ ”اس میں شک نہیں ہائی لینڈس کے
 باشندے بڑے شریفیت نہایت شجاع اور پورے مہمان نواز ہیں۔ تاہم یہ دو کمزوریاں اقامتی
 ان میں پائی جاتی ہیں۔ پہر حال تمہارے اس بیان سے میرے دل کو پورا اطمینان حاصل
 ہو گیا۔ اب ہم تم پر ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور میں تم سے کہہ دیتا ہوں کہ میرے
 اپنے دل میں کسی طرح کا بے جا تکبر بالکل نہیں ہے پس اگر تم ایک گلاس شیشہ راب کا مجھے
 مل کر پینا قبول کر دو۔“

”میں اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں“ میں نے جواب دیا۔ ”تاہم فی الحال مجھے
 فہرے کی ضرورت نہیں ہے اس کے ساتھ ہی میرے دل کو اس خیال سے بے حد خوشی ہو گئی
 ہے کہ اب میرے رفقاء کوئی بدگمانی آپ کو نہیں اگر ہوتی تو یقین کیجئے میں سخت ہی
 غمزدہ ہوتا“

”میرے نوجوان دوست۔ خاتم کو ہرکت دے“ مسٹر ڈنگلیسی نے پر جوش لہجہ
 میں کہا۔ ”سچ جانو کہ وہ رائے جو میں نے پیشتر تمہاری نسبت قائم کی تھی۔ اس واقعہ
 کے بعد اور بھی اچھی ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں مجھ کو اس قدر مضبوط تھکڑوں میں

دیکھ کر مزہ دیرت ہوئی ہوگی۔ تاہم... ایک کام کے سلسلہ میں میری قہر ضروری تھی اور میں چاہتا ہوں کہ تم ویسے متفکران کے رو برو اس واقعہ کا ذکر بالکل نہ کرو کہ وہ دکیل جو سدا انگیزینڈ کیرنٹل کی طرف سے مقدمہ کی پیری کو رہے اس نگاہ آتا ہے۔
 "اطمینان فرمائیے کہ میں آپ کی اس تاکید کے بغیر بھی ہرگز ہرگز ذکر نہ کرتا۔"
 میں نے جواب دیا۔ "اور آپ اگر آپ اجازت دیں تو میں رخصت ہونا چاہتا ہوں..."
 "تاہم شہرہ دکیل نے قطع کلام کر کے کہا" میں اس گفتگو کے سلسلہ میں یہ بھی تم کو بتادینا چاہتا ہوں کہ مقدمہ کی موجودہ رفتار کیا ہے۔ مہرین لوگ اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ میں گئے تو سب کہیں گے اور مصالحت کسی حال میں قبول نہ کریں گے۔ بغیر ہم ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں۔ میری امید یہ ہے کہ نیت کمزور ہے۔ نہ مضبوط۔ بہر حال خندہ کے عرصہ میں بات ایک طرف ہو جائے گی یا ہمارے حق میں یا ہمارے خلاف۔ اور اس کی قطع یقیناً تمہارے کانوں تک پہنچ جائے گی۔"

"خیر تو میری دعا یہ ہے کہ وہ فیصلہ آپ لوگوں کے حق میں ہو" میں نے صدقہ دل سے کہا۔ کیونکہ یقیناً کیجئے میرے دل کو اسی صورت میں خوشی حاصل ہوگی۔"

اس کے بعد ہم مصافحہ کر کے جدا ہوئے اور میں گاؤں کی سڑک سے باہر نکل آیا مجھے مس دیا چرسٹھایچہ ہوئے ایک گھنٹہ گزر گیا تھا اس لئے سابقہ انتظام کے مطابق میں سیدھا گاؤں کی طرف پہنچا۔ مگر وہ اس نگاہ نہیں تھی۔ اس خیال سے کہ وہ شاید دوسری جانب ہو رہیں۔ عمارت کا طواف کیا اور اس وقت دیکھا کہ لیا گس گھوڑے پر سوار اس سڑک پر چلا آ رہا ہے جس سے وہ گلی ایک طرف کو مڑتی تھی۔ جہاں عشاق ایک دوسرے سے ملا کر بیٹھتے تھے اس کو دیکھتے ہی میز دل اس خیال سے، دھک دھک کر رہے لگا کہ اگر وہ ایک دوسرے کے بعد مگر اس طرف کو تہے نظر آئے۔ تو لیا گس یقیناً ان کو دیکھنے لگا اور اس کے بعد... ایسٹین اور ڈونا لڈ سٹاؤٹ۔ دونوں کا خدا حافظ۔ آمین۔

یہ اس جوش رقابت کی یاد میرے دل میں تازہ ہوئی جو لینا کس کے سینہ میں پیدا ہو چکا تھا اور میں اس سچ میں پڑ گیا کہ اس نازک وقت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کیا میں واقعات کو ان کی رفتار پر چلنے دوں اور لینا کس کو انہیں کیجا دیکھنے کا موقع دیدوں یا انہیں وقت پر خبردار کر کے اس شہ بہناک حقیقت سے آگاہ ہونے دوں۔ میں ان کے راز سے واقف ہوں، مگر آخری فیصلہ جس پر میں پہنچا یہی تھا کہ دوسری صورت بہتر ہے۔ پہلی میں کوئی امید عاشقان ناکام کے لئے باقی نہ رہے گی۔ حالانکہ دوسری میں۔ گو ان کو شہم محسوس ہوگی۔ تاہم خطرہ کا امکان بالکل نہ ہوگا مگر وقت نہایت تنگ تھا اس فیصلہ پر پہنچتے ہی میں ایک پک ڈنڈی سے گزر کر گلی کی طرف دوڑا۔

اندھینے جو میرے دل میں پیدا ہوئے تھے۔ صحیح نکلے۔ جونا لڈ سٹوارٹ اور ایسلین دینا چر باس ہی پاس گلی میں بیٹھے پھر رہے تھے۔ ادیس مقام پر وہ اس وقت چل رہے تھے۔ وہ سڑک کے موڑ سے صاف دکھائی دیتا تھا۔ خوش قسمتی سے لینا کس اپنے ٹھوڑے کو بڑی آہستگی سے چلا رہا تھا۔ عاشقان جانباڑنے پہلے تو مجھ کو نہیں دیکھا اور نہ اس شور کو ہی سنا جو میں نے ان کو اپنی موجودگی سے واقف کرنے کے لئے جھاڑیوں کی پشت پر نقصہ اچھا کیا تھا۔ ایسلین صنف جانی سے ڈونا لڈ کے بازو کا سہارا لئے چلتی تھی۔ جسے اس نے اس کی ناک کمر کے گرد ڈالنا ہوا تھا اور وہ دبے نقل میں اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ میرے خیال میں اس طرح کے مہمت افزا الفاظ جیسا کہ اندھیرے میں بھی دروید امید ثابت ہو سکتے ہیں۔ بہر حال یہ نظارہ تھا جو میں نے جھاڑیوں کی پشت پر کھڑے ہو کر دیکھا۔

دن کا ایک پہچانی ہوئی آواز قریب ہی کہتے سنائی دی۔ بالکل صحیح بالکل ٹھیک۔ ادیب میں جو تک کو پیچھے مڑا تو کیا دیکھتا ہوں کڑا منی کلک مین سڑک کے موڑ سے گھوم کر گلی میں داخل ہوا ہے!

میں اس وقت عاشق و معشوق نے ہم دو کو دیکھ لیا۔ خیال کی تیزی کے ساتھ ڈونا لڈ سٹوارٹ نے ٹوپی انا رکے سے دنیا چر کو سلام کیا اور گلی میں سنا کی طرف تیز تر چلنے لگا میں فوراً ایملین کے پاس پہنچا۔ اور جوش سے تھرائی ہوئی آواز میں اس سے کہا "بالو سٹرنیا کس گھوڑے پر سوار سڑک پر چلے آ رہے ہیں؟" گہرے صغراب کے آثار ایملین کے چہرہ پر نمودار تھے۔ راتعداد بدگنیاں لکڑی برخلات اس کے دل میں تازہ ہو گئی تھیں۔ لیکن فوراً ہی سنبھل کر اس نے ناخرانہ انداز سے گردن اٹھائی اور سخوت آمیز غصہ کی تیز نظروں سے میری طرف دیکھا۔ کیونکہ سب سے پہلا خیال جو اس کے دل میں پیدا ہوا قدرتی طور پر یہ تھا کہ بچے اس کی حرکات کی جانچنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے لیکن اس کے بعد جب وہ الفاظ جو اوپر درج ہوئے ہیں میرے منہ سے نکلے تو اس کے انداز میں ایک نوزی قبہیلی واقع ہوئی کیونکہ نہ صرف ان کی معنوی اہمیت واضح اور صاف تھی۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی میں نے جو نظر اس کے چہرہ پر ڈالی وہ ظاہر کرتی تھی کہ میں ایک دوست کی حیثیت میں ان کو لینا کس دنیا چر کی موجودگی سے خبردار کرنے آیا ہوں۔ ان دو باتوں سے اس کو پورا یقین ہو گیا کہ میری آمد جاسوس کے طور پر نہیں بلکہ ایک مددگار کی صورت میں ہے اور اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کے لئے میرا شکریہ ادا کیا۔

یہ سارا واقعہ جو میں نے اس قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے صرف پانچ منٹ کے عرصہ میں پیش آگیا تھا۔ اور اتنے میں لینا کس دنیا چر گھوڑے پر سوار اس مقام کے پاس سے گزر گیا۔ جہاں گلی اور سڑک کا اتصال تھا۔ نہ صرف اس نے اپنے خیالات کی محویت میں گلی کی طرف نہیں دیکھا بلکہ میں نے معلوم کیا کہ اس مقام سے گزرتے ہوئے اس کی نگاہ سمت مقابل کی طرف پھری ہوئی تھی۔ ہفتا اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور پینڈہ سڑک پر ٹاپوں کی پر شور آواز گاڈوں کی سمت میں گونجتی سنائی دی۔ ڈامنی

کلینک مین اس مقام سے جہاں بیشتر ڈونا لڈ سٹوارٹ اور ایمیلین ایک دوسرے کے ساتھ پھر رہے تھے۔ خریبا میں گزرنے کے واسطے پڑھ کر گیا تھا اور جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ اس لحاظ سے عجیب سے متاثر ہو کر حیران و ششدر ہوا اس کی ڈیبا ڈاٹھ میں نے اس کی پے در پے چٹکیاں تھنوں میں ٹھونس رہا تھا۔

”جوزف“ آخر کار میں دینا چہڑے جس کے رخساروں پر اب تک ششدرم و مہلڑا اب کی سرخی پھیلی ہوئی تھی۔ بے تاباں کہا ”تم میری نسبت کیا خیال کرو گے۔۔۔“

”بانو میری نظروں میں آپ نیکی اور شرافت کا مجسمہ ہیں۔ میں نے ادب سے گردن جھکا کر جواب دیا۔

”جوزف۔ آج تم ایک ایسے راز سے واقف ہوئے ہو۔۔۔“ اس نے ڈرتے ہوئے رگ رگ کر کہا ششدر ہو گیا۔

”جو عرصہ دار سے مجھ کو معلوم تھا“ میں نے جواب دیا

”آہ! اس کے منہ سے میری ہوائی آواز میں نکلا اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرہ پر اس طرح کے آثار نمودار ہوئے گویا ایک نئی روشنی اس کے ذہن میں پیدا ہوئی ہو اور کئی باتیں جو پیشتر اس کے پردہ راز میں چھپی ہوئی تھیں۔ واضح و صاف ہو گئی ہوں۔ لیکر کتاب آئی واہ میں وہ میرے سابقہ احوال کی اہمیت کو پوری طرح سمجھ گئی

”میں دینا چہڑے“ میں نے کہا ”میری دفا داری کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ میں نے آج تک اس بارہ میں ایک حرف تک منہ سے نہیں نکالا اور نہ گھر کے آدمیوں اور نہ نوکروں کو اس بارہ میں کسی طرح کا حال معلوم ہے“

”یہ صحیح ہے“ میں دینا چہڑے نے انداز منہ دیتے سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا ”میری وجہ سے تم نے ہر طرح کی سختیاں جھیلیں اور ملاہیت برداشت کی ہیں۔ اور اب یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمہارے طرز عمل کی بعض باتیں جو پرہیزگار تھیں ان کی تمیں کرنے کی خیالات کام کر رہے تھے۔“

ہیٹتے ہوئے پھر اکیس بار اس نے آنکھوں سے میرا شکریہ ادا کیا۔ ارنلٹ کے بعد دہائی کی طرف چھپا
 ہوا اشارہ کر کے اس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ سٹرکلیک منین کا اس طرف کیڑا کرنا ہوا؟"
 "ہاں میں خود اس سے لاعلم ہوں، میں نے جواب دیا "میں جس وقت گر جا سکے پاس کھڑا
 آپ کی آمد کا انتظار کر رہا تھا تو سٹرکلیکس کو گھوڑے پر سوار کئی کے موڑ کی طرف ہستے رکھا
 محض اس خیال سے کہ وہ اس طرف نہ آنکلیں میں دوڑا ہوا پگڈنڈی کی راہ سے آپ کو خبردار
 کرنے چلا آیا۔ درود خواہ کچھ جوتا میں بعید ترین اشارہ سے بھی یہ بات ظاہر نہ ہونے دیتا کہ آپ
 کا راز مجھ کو معلوم ہے۔" شخص یہ سوچ کر کہ حالات پیش آمدہ میں بہترین صورت یہی ہے کہ آپ کو
 وقت پر آگاہ کر دیا جائے میں اس طرف آگیا۔"

"جوزف میں سارا حال سمجھ گئی،" اس نے کہا "اور اس بردت ابداد کے لئے تامل
 سے تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں لیکن اب سٹرکلیک منین کے بارے میں... میں نہیں چاہتی کہ
 کیا کرنا چاہئے۔" ٹھہر دیں اگر کوئی بہانہ اس کی تسلی کے لئے پیش کر دے تو اس کی وجہ سے کوئی بارگاہی
 راستہ میری نسبت قائم نہ کرنا۔"

میں سمجھ گیا۔ وہ ڈوڈلڈ سٹوارٹ کے بازو کے سہارے کے متعلق کوئی پانہ پیش کرنا
 چاہتی تھی مگر اس کے ساتھ ہی جھوٹ کہتے ہوئے ڈرتی اور شرماتی تھی۔

میں دینا چاہتا تھا میری یہ گفتگو جو بے غفلوں میں ہوتی تھی اس سے بہت کم عرصہ
 میں ختم ہو گئی۔ جتنا جیسے اس کو صلہ سحر میری لئے ہوئے لگاتے۔ اس اثنا میں سن بسیدہ دہائی
 شکل سے میں گز کے فاصلہ پر ایک باغ میں لباس کی دنیا لے چہرہ پر مضحکہ انگیز اثر حاکم پیدا
 کئے۔ دابھے اٹھ میں انگوٹھے ادا پہلی انگلی کے درمیان لباس کی چٹکی تھا جسے حیران و ششدر
 کھڑا تھا۔ اس گفتگو کے بعد میں دینا چاہتا تھا اس کی طرف گئی اور میں بھی ایک ایک قدم اس کی
 پشت پر چلنے لگا۔

"لاسیٹ سٹرکلیک منین" اس نے اس سے نرم لہجہ میں کہا "لے پوز بازو کا سہارا مجھ کو

دیکھتے کینک میں چلتے چلتے گر پڑی۔۔۔

”بالکل صحیح، بالکل ٹھیک“ ڈامنی نے شکل سے ادا سن بجال کر کے اپنی تصویریں حالت کو ترک کرتے ہوئے کہا ”میرا پہلے ہی یہ خیال تھا کہ کوئی ایسی بات ہوئی ہوگی۔ کینک یاد آگیا ایک روز جب میں ایڈیٹرنگ کی گھاس منڈی میں بیوہ گلن کبٹ کے مکان پر گیا تو دیکھا تھا کہ وہ لائق فاتون میرے دوست سالٹ کوٹ کے بازو کے سہارے کھڑی تھی چنانچہ میں جب اندر گیا تو اس نے کہا۔۔۔ یا شاید سالٹ کوٹ نے کہا۔۔۔ مجھے ابھی طرح یاد ہیں بہر حال کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کا۔۔۔ بیوہ گلن کبٹ کا پیر فرشی قالین میں ڈنکا اور وہ منہ کیے بل آتے ان کے پاس گر پڑی۔ چنانچہ میں نے جب لسٹ دیکھا تو اس کے رخسار بالکل سسٹ تھے“

میرے خیال میں یہ پہلی لمبی اور مکمل حکایت تھی جو لائق ڈامنی کلیک مین نے بیان کی اور اپنے احمقانہ طریقہ پر وہ اس کامیابی پر اتنا خود بخود اکتفا تھا کہ چنانچہ اس کی وہ چٹکی جو اس کے ہاتھ میں تھی ناک میں چڑھانے اور دوسرے ہاتھ سے ڈبیا جیب میں ڈالتے ہوئے اس نے جلدی سے اپنا بازو دس دینا چڑکوش کر دیا۔

”آہ میٹر کلیک مین“ ایملین نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا ”خوشی قابلین میں پیرنگ کرگرتا تو ایک بات ہے میرا بازو اس جگہ چنٹے سڑک پر ٹکوکھا گیا اور شاید سخت چوٹ آتی۔۔۔“

”بالکل صحیح، بالکل ٹھیک“ ڈیمے ڈامنی نے تسلیم کیا ”آپ کو بے شک چوٹ آئی اگر سٹر سٹوارٹ اتفاق سے سہارا دینے کو پاس موجود نہ ہوتے“

میں نے دیکھا اس دینا چڑکی لگا ہوا زردیدہ ملا پیر سٹر کلیک مین کے چہرہ کی طرف گئی خاندانہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کیا وہ طعناں لیا کہتا ہے یا جلدی اس کی عادت تھی۔ اذروئے حادثہ لیکن میری اپنی راستے میں لے اتنی زحمت اٹھانے کی بالکل حاجت نہ تھی۔

شکریہ کہ ڈامنی کا دماغ اتنا کٹھن اور اس کا مزاج اتنا سادہ تھا کہ طائر تفسیک کی گنجائش اس میں بالکل ہی نہیں تھی۔

”تاہم کیس طرح ممکن ہوا“ اس نے پر خیال انداز سے پوچھا کہ مسٹر سٹوارٹ بھی مین موقع پر اس جگہ پہنچا؟

”بات یہ ہے مسٹر سٹوارٹ اس طرف سیر کرتے پھر رہے تھے۔ ایملین نے جواب دیا۔
”تاہم کیا یہ بہتر نہ ہوگا“ اس نے التجائی نظروں سے ڈامنی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ ”آپ اس واقعہ کا ذکر تعلق میں پہنچ کر کسی سے نہ کریں۔“

”بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک“ ڈامنی نے تسلیم کیا ”کیونکہ اس صورت میں لڑنے سے ٹھکسن کو ناحق تشویش ہوگی اور اس سلسلے میں یہ بھی ٹھیکو یاد ہے کہ کم و بیش ایسا ہی واقعہ ہونے لگن بلیک کی حالت میں پیش آیا تھا۔ شروع میں میرا خیال تھا کہ وہ جوٹ کھانگ کر نیم سو رہی ہو گی۔ لیکن جب پانچ منٹ کے بعد میں نے دیکھا تو وہ بالکل ایسی تھی گویا کوئی حادثہ پیش ہی نہ آیا ہو۔ پس میں نے اپنے دوست سالٹ کوٹ سے کہا... مگر وہ کیا الفاظ تھے جو میں نے سالٹ کوٹ سے کہے تھے۔
فی الحال ٹھیکو یاد نہیں۔ میں پھر کسی وقت سوچ کر بتاؤں گا۔“

اس کے بعد ہم مینوں گاؤں سے گزر کر گھاٹ کی طرف ہوئے لیکن اس جگہ پہنچ کر بڑے ڈامنی کے دماغ میں پھر ایک بار روشنی کی کرن پیدا ہوئی اور اس نے عجلہ سے میری طرف مڑتے ہوئے کہا ”کیوں جوزف۔ مجھے یہ پوچھنا تو یاد ہی نہ رہا کہ تم اس جگہ جہاں ٹریوں کی اہٹ پر کیا کرتے پھر رہے تھے؟“

”میں... میں مسٹر کلیک مینن پھول چھنے لگا تھا“ میں نے جواب دیا ”اور میں دینا چر کوڑھ کر کھاتے دیکھ کر صدمہ ہی سے ان کی مدد کے لئے دوڑا لیکن خوش قسمتی سے مسٹر سٹوارٹ جو اس جگہ سیر کرتے پھر رہے تھے۔ مجھ سے پہلے ان کی مدد کے لئے آئے۔“

”بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک“ ڈامنی نے کہا ”اور ایک معلم کی حیثیت میں مسٹر سٹوارٹ کا

یہ فرمن تھا کہ وہ ایسا کرتا۔ اب تو خیر میں یہ لین چونکہ یہ چاہتی ہیں کہ میں اس واقعہ کا ذکر ایچ منگلن سے نہ کروں۔ اس لئے میں ان کی تعمیل ضروری سمجھتا ہوں اور نہ میری اپنی خواہش یہ تھی کہ اس معاملہ کو ان کی نظروں میں نہ آکر اس بد وقت امداد کے لئے مسٹر سلوارٹ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کہتا۔

ہم مینیو کشی پر سوار ہوئے لیکن میں دینا چاہتا رہا کہ متفکر اور اداس رہی میرا اپنا خیال یہ تھا کہ اس کے حزن و ملال کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ اسے ڈیوٹی ملکیک مینن کے روبرو دھوٹ بونا پڑا۔ خیر کشی دوسرے گھاٹ پر پہنچ کر ٹھہر گئی اور ہم قلعہ کی طرف روٹا ہوئے معلوم ہوا مسٹر لینکس دینا چاہتا اس وقت تک میرے کر کے واپس نہیں آیا جس کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ وہ چونکہ گھوڑے پر سوار تھا اس لئے اسکو جھیل کا چکر کاٹنے کے خاکنہ کے کی راہ سے آنا پڑتا تھا۔

اس کے دوسرے دن سپر کوجس وقت مسٹر سلوارٹ وقت مقررہ پر تعلیم سے فارغ ہو کر رخصت ہو رہا تھا تبھی اس سے ملنے کا اتفاق ہوا اور اس نے بڑے اہلکار کے ساتھ کھجور سے گفتگو کی جیسے شرافت تو وہ اس سے پہلے ہی ثابت ہوا تھا۔ تاہم اس روز میں نے دیکھا کہ اس کے انداز پر جب غامت و دستا نہ تھے۔ اس سے مجھے بڑی حیرت ہوئی کیونکہ اس کا دل کے وقت تنہا ہی میں دینا چاہتا تھا اور اس کی زبانی سارے حالات معلوم کرنا ایک غیر ممکن ہی بات تھی۔ بہر حال کسی نہ کسی طریقہ پر اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ میں دشمن کی طرف سے ان کے قلعوں کی نگرانی کرنے والا ہوں اس میں ہیکران کی حمایت و امداد کرنے والا دوست ہوں۔ میں نہیں جانتا اس کا ذریعہ معلومات کیا تھا ممکن ہے اس نے اپنے طور پر محض خیال سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہو کہ وہ گزشتہ کے واقعہ کا ذکر قلعہ میں بالکل نہ ہوا تھا۔ میرا اپنا خیال یہی ہے کہ اس نے اس خاموشی کی بنا پر سمجھ لیا تھا کہ میں قلعہ چھپ رہا ہوں اور وہ اسی کو قلعہ اور پھیل کر چھپ رہے کے لئے آمادہ کر لیا گیا ہے۔

بہر حال یہ قیاسات تھے جو میں نے سٹر سٹوارٹ کے حد سے بڑھے ہوئے دستاویز
روپیہ کو دیکھ کر اپنے دل میں قائم کئے

باب - ۷۷

بڑھتی ہوئی الجھن

اس کے بعد دو ماہ کا عرصہ گزر گیا اور اس دوران میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا جو شرق و
عراق سے لینا کس دینا چران ایام میں اپنی تین چار ماہوں کے ساتھ پہلے سے بہت زیادہ میل
جول کرنے لگا تھا۔ چنانچہ جب کہیں اس کو کھوڑے پر سوار ہو کر باہر جانے کا اتفاق ہوتا تو وہ ضرور
اسے اپنے ہمراہ لے جاتا۔ اسی طرح گاؤں کے مدرسہ میں جانے کے موقعوں پر بھی وہ خود اس کے
ہمراہ جایا کرتا اور جہانگیر کا خیال ہے اس سارے عرصہ میں میں دینا چر کو کوئی ایک مہینہ بھی
ایسا نہ ملا جب وہ تنہا یا میرے ساتھ موضع متھنگل میں گئی ہو اس کے علاوہ یہ بات اب شخص
کی زبان پر تھی کہ کس اور اسیلین کی شادی یقینی طور پر اوائل ماہ دسمبر میں ہو جائے گی اور
چونکہ اب ستمبر کا آغاز تھا۔ اس لئے اس واقعہ کے پیش آنے میں جس لئے نصیب فائز تھی
پر ہمیشہ کے لئے مہر لگا دینی تھی صرف تین ماہ کا عرصہ باقی تھا۔ بارہا جب میں سوچا کہ وہ ان
ایام میں کتنی بے تاب اور پریشان ہوگی جب میں سٹر سٹوارٹ سے اس کی سچی محبت کے
حالات پر غور کرتا اور جہانگیر کے مستقبل کی تاریکی میری نظروں کے سامنے پہاڑ بن کر کھڑی
ہو جاتی تو خوف کی تھر تھری بے اختیار میرے بدن میں پیدا ہوتی اور میں اس پر نصیب جوڑے
کی حالت کو قابل رحم سمجھنے لگتا تھا۔ بارہا میرے دل میں خیال آتا کہ سٹر سٹوارٹ ان ایام میں
سارے حالات سے واقف ہوتا ہوا کیا سوچتا ہوگا وہ کیا امیدیں عقیں جو اس زمانہ میں اس
کے دل کو دھاس دیتی ہونگی، اور وہ کیا ارادے تھے جو اس نے مستقبل کے بارہا میں سوچے

نکلے ہو گئے، پھر یہ سہی میں نے دیکھا کہ جوں جوں دن گزرتے جاتے ایلیس کی رزاروں کی
 زندگی ترقی کرتی جاتی اور اس کی نگاہوں سے بڑھتی ہوئی پریشانی کا اظہار ہونے لگتا تھا۔
 کئی بار ایسا معلوم ہوتا کہ یاس عظیم نے مسٹر سٹوارٹ کی طبیعت پر غلبہ پایا ہے کبھی کبھی وہ
 پر جوش کہانی دیتا لیکن عام طور پر اسکی حالت اس شخص سے متنی جتنی جس کے حواس باختہ
 اور خیالات بہت دور پیچھے ہوتے ہیں۔ چونکہ ان ایام میں وہ کئی بار مجھ سے ملا اور ہر موقعہ
 پر اپنے معمولی پر اخلاق اور میں گفتگو کرنے کے لئے ہنسنے لگا۔ اس لئے مجھے اس کے مزاج
 کا صحیح اندازہ کرنے کا کافی موقعہ ملتا رہا۔

اس دو ماہ کے عرصہ میں جس کا میں ذکر کر رہا ہوں کئی مہان آئے اگرچہ اس وقت
 ہر مہینے میں ماہ ستمبر کی آمد کے ساتھ مہانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بالکل ختم کیا اور انچ مٹھکوں کے
 ایوان عظیم میں پھر ایک بار دو سیکڑن قائم ہوا۔ ایک دن کا ذکر ہے صبح کے وقت جب مطلع
 صاف اور موسم طوفان مہول عجز تھا تو دوائے انچ مٹھکوں نے کشتی پر سوار ہو کر جھیل کی لمبائی
 میں اس کے آخری سسٹے تک سیر کر کے کشتی پر پیش کی حکم صادر ہونے کی دیر تھی۔ اسی وقت
 شاہی بچہ تیار ہوا اور باہر دو دی پرس کہیں بیٹے حاضر ہو گئے۔ سارے کنبہ کو حکم دیا گیا
 کہ سیر کرنے چلو۔ آئو اور کوئل کو ساتھ بیٹھے گئے۔ کافر منسٹر سٹوارٹ کے سپرد ہوا اور مجھے اور
 کمیرن کو اسلے ساتھ لے لیا گیا کہ جب کشتی جھیل کے ساحل پر پہنچے تو اس غیمہ میں جو پہلے سے
 اس جگہ نصب کر دیا گیا تھا کھانا پکسنے میں مدد دیں ہم جس وقت روانہ ہوئے تو اس کا کل
 تھا۔ شادنا رہا بھرے کی گدے دارشستوں پر دوائے انچ مٹھکوں بن رسیدہ ڈامنی۔ لیکن
 اور ایلیس اور مسٹر سٹوارٹ آئو اور کوئل کے ہمراہ بیٹھے تھے۔ مجھے اور کمیرن کشتی کے سسٹے
 کے پاس جگہ دی گئی تھی مگر جس جگہ ہم بیٹھے تھے۔ دہاں سے وہ سب باتیں جوان لوگوں میں ہوتی
 تھیں بخوبی ہمارے کانوں میں آرہی تھیں۔ میرے انچ مٹھکوں آئے کے بعد یہ بیان نہ تھا
 کو فنانڈ مسٹر سٹوارٹ کو سارے کنبہ کے ہمراہ بیٹھنے کا موقعہ ملا اور میں بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ

عاشق و معشوق کی ذہنی کیفیت اس موقع پر بحث ہی پریشان کن ہوگی۔ وہ ایک دوسرے سے آنکھ ملانے کی جرات نہ کر سکتے تھے۔ انہیں اپنے الفاظ و افعال میں خصوصیت سے محتاط رہنا پڑتا تھا اور معاملہ کا سب سے زیادہ رنجہ پہلو یہ تھا کہ جس وقت لینکس بیلین کی دلجوئی کے لئے کچھ کہتا تو نہ وہ کوئی کلمہ اعتراض زبان سے نکال سکتی اور نہ سٹوارٹ کو کسی طریقہ پر اظہار جذبات کا موقع ملتا وہ چپ چاپ بیٹھا سب کچھ دیکھنے اور برداشت کرنے پر مجبور تھا۔

خوش قسمتی و سکوت رہا اس کے بعد والے انچ تھکنگ نے شام کا انداز سے ایک گھنٹی ہوئی نظر چاروں طرف ڈال کر اس شخص کی مانند چمکے کرتا ہوا کہ وہ اس سہیلی کا جہد نگاہ تک پہنچی ہوئی تھی مابک ہے بھاری پر عیب آواز سے کہنا شروع کیا آج اس خوشگوار موسم میں گرد و نواح کا منظر کتنا دل فریب ہے ماس سے زیادہ یہ دفعتاً نظر آ رہا کبھی میرے خیال میں ہائی لینڈس میں نہ دیکھا گیا ہوگا۔

”اپ کا فرمان بالکل صحیح ہے لینکس نے اس شخص کے انداز سے جس کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ ہر ایک چیز جس پر نگاہ ٹھہرتی ہے جلدی یاد میں اسی کے قبضہ میں آتی ہے تسلیم کیا۔ ہماری ریاست زرخیز اور وسیع ہے اور اگر حالات نے یاد دہی کی۔ تو وہ اور بھی زیادہ وسعت حاصل کرے گی۔“

”ہماری ریاست یقینی طور پر زیادہ وسعت حاصل کرے گی والے انچ تھکنگ نے بیٹے کے الفاظ کو پر مسمیٰ انداز سے دہرائے ہوئے کہا ”اگر میں کیرنڈیل کی اراہنی کا کچھ حصہ اس میں شامل کرنے کا موقع مل گیا۔“ اور اس کے بعد دفعتاً ایک طرف مرکوز مسٹر سٹوارٹ اس نے کہا۔ آپ عموماً عبارات دیکھا کرتے ہیں۔ کئے مقدمہ کیرنڈیل کے بارہ میں تازہ ترین حالات کیا مثل ہوئے ہیں؟

”حضور کوئی خاص طور پر قابل ذکر بات میرے پڑنے میں نہیں آئی“ ڈانارڈ سٹوارٹ

نے جواب دیا اور اس کے بعد ذرا ٹھہر کر سوائے اس ایک طلوع کے کہ مقدم کی آخری مٹی
وہ اکتوبر میں ہونے والی ہے۔

”تو اس کا مطلب یہ ہے“ ڈائلے لڑکے متھکلن نے پر عجب آواز سے کہا ”کہ یہ معاملہ
خفیہ ہفتوں کے عرصہ میں یقینی طور پر طے ہو جائے گا۔ مگر کیا کسی کو معلوم ہے کہ سرائیکز میڈر
کیزنڈیل ان دنوں کہاں ہے؟“

”بالکل صحیح، بالکل ٹھیک“ ڈامنی کلک منین نے جواب دیا ”کسی کو یہ بات یقینی طور
پر معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے لیکن کہتے ہیں کہ وہ انگریزی فوج میں کسی فرضی نام سے چھوٹے
درجہ کا افسر بن کر کام کرتا ہے۔ اور اس نام کی تبدیلی کے سلسلے میں پہلے یاد آگیا کہ میرے دوست
لیروڈ آف ٹن ٹوس کمیشن ڈیل نے حال میں نیا درجہ پانے کے بعد اپنا نام شینگ سپنڈلز
رکھ لیا ہے۔ میں نے اس واقعہ کی اطلاع نہر یہ خط اپنے دوست سالٹ کوٹ کو دی تھی۔
جس کے جواب میں اس نے لکھا تھا .. لیکن یاد نہیں کیا لکھا تھا میں تھوڑی دیر تک یاد
کر کے بتاؤں گا“

”لیکن لیکن حلقوں میں یہ مہی سنا گیا ہے“ لڑکے متھکلن نے کہا ”کہ سرائیکز میڈر کیزنڈیل
در حقیقت کہیں باہر نہیں گیا۔ وہ اسی جگہ سکاٹ لینڈ میں چھپا ہوا مقدم کی رفتار دیکھ رہا ہے
چھپے ہوئے سے میرا مطلب یہ ہے کہ اس نے ایک فرضی نام اختیار کر رکھا ہے گو یقینی
طور پر اس کا معذور دل یہ سوچ کر بھڑکتا ہو گا کہ اسے اس گمنامی اور اتنا س میں جس میں
وہ ان دنوں ڈوبا ہوا ہے۔ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔“

”مگر قید کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اب اس کا دل غزوے بالکل غالی ہو چکا ہو لینا کس
دنیا چرنے رائے دی“ کیونکہ اس کی پرورش اب تک مھن اس روپیہ سے ہوتی ہی ہے۔ جو
اس کے دوستوں نے خیرات کے طور پر اکٹھا کر کے دیا تھا۔“

”بالکل صحیح، بالکل ٹھیک“ ڈامنی نے جواب دیا ”جس آدمی کے پاس اپنا روپیہ

باقی نہ رہے اسے دوسروں کی خیرات پر ہی پنا پڑتا ہے۔ ایک ایسی ہی مین صداقت ہے جس طرح یہ کہنا کہ جو آدمی چیل میں گرے اس کا بھیگ جانا ضروری ہے اور اب جو مین سچا ہوں تو خیال آتا ہے کہ آپ لوگوں کو اس نے خصوصیت سے انوراد کوئیل کو مخاطب کر کے کہا "آج چوہا تھ میں لینے کا خیال بالکل دل میں نہ لانا چاہئے کیونکہ اگر کیشیتی بیچ مینڈا میں لٹ گئی تو تیری آنت ہوگی میں اس پر جوش نظارہ کو جو مین جینے گذرے پیش آیا تھا۔ اب تک نہیں بھلا ہوں اور نہ اس واقعہ کو بھولوں گا کہ مسٹر سنوارٹ نے اس موقع پر سب سے پہلے پانی میں کود کر مس ایسلین کو اور اس کے بعد ننھے کوئیل کو بچا یا تھا۔"

لینا کس دنیا چرکے چہرہ پر غصہ کی شفق فنا سرخی پھیل گئی۔ ڈونا لڈ سنوارٹ کے اس کارنامہ شجاعت کا ذکر سن کر وہ آپس میں زورہ مکا۔ بیچ و تاب کھاتے ہوئے کہنے لگا۔ "خدا کے لئے مسٹر کلیک مین اس جھک جھک کر چھوڑیے۔ نا خوشگوار واقعات کی یاد تازہ کن ہمیشہ نا خوشگوار ہوتا ہے۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے پھر کہا "لیکن میرے اس ذکر کو تازہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ مسٹر سنوارٹ کی بدولت اس سانحہ مبارک صورت اختیار کر لی۔ لنگھ دن کی بات ہے کہ میں جھیل کے کنارے بیچ پر بیٹھا ہوا کم و بیش مین جھٹے اس نظارہ کو یاد کرتا رہا۔ مسٹر سنوارٹ میں آپ کی تعریف منہ پر نہیں کرتا مگر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے اس موقع پر بڑی بہادری کی تھی اور اگر اس دور و دوپ میں مجھے اپنی لباس کی ڈبیر کا نقصان برداشت کرنا پڑا جس کا مجھے اس لئے سخت افسوس ہے۔ کہ وہ میرے دوست مکمل فوز کی پیش کردہ چیز تھی۔۔۔ یا شاید نہیں وہ میرے عزیز بڑا بہادر نوک می ڈاؤن آرڈر نے بچے دی تھی۔"

"مسٹر کلیک مین میں پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس خوشگوار چھوڑیے۔"

لینا کس نے غصہ کیا کہ ہر کہہ "مسٹر سنوارٹ اپنے منہ پر اس طرح کی تعریفیں سن کر خوش نہیں ہو سکتے۔"

”بالکل صحیح بالکل ٹھیک“ اجماعی ڈامنی نے پریضہ ہوتے ہوئے کہا ”اور اس سلسلہ میں یاد آگیا کہ آپ نے رنج تھکھن بھی تکہ و عہہ پر انہیں کیا جو اس روز آپ نے مسٹر سٹوارٹ کو منہ لگتی مراد دینے کے بارہ میں کیا تھا۔“

”میرے خیال میں مسٹر سٹوارٹ اس معاملہ میں آپ کی سفارش کے محتاج نہیں ہیں۔“
 واسئے رنج تھکھن نے فخرانہ لہجہ میں کہا ”ان کو ابھی طرح معلوم ہے کہ جدہ و مقبولیت کے اندر وہ جو سوال جس وقت چاہیں پیش کریں میں اسکو ضرور پورا کر دوں گا۔“

”بالکل صحیح بالکل ٹھیک“ ڈامنی نے پھر کہا ”اگر میں مسٹر سٹوارٹ کی جگہ ہوتا تو یقینی طور پر آپ سے جھیل پر پل بنوانے کی درخواست کرتا۔۔۔“

”مسٹر میکس مین“ واسئے رنج تھکھن نے سخت لہجہ میں کہا ”یہ آپ کس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔۔۔“

”بالکل صحیح بالکل ٹھیک“ ڈامنی نے جواب دیا ”ہی طرح کی باتیں مجھ کو یاد ہیں۔ ایک روز میرے دوست سالٹ کوٹ نے کی تھیں جب۔۔۔ لیکن میں بھول گیا وہ کیا موقع تھا۔۔۔“
 ”تاہم ڈکو مسٹر سٹوارٹ کی خدمات کا ہے جن کے بارہ میں۔۔۔ اب مجھے یاد آگیا انہوں نے ویسی ہی خدمت اکیلے موقع پر بھی انجام دی تھی۔۔۔ کیوں میں اسیلین آپ کو یاد ہو گا۔۔۔“

دہشت کی تھر تھری نوجوان عاتون کے بدن میں پھر گئی اور اس کا خوشنما چہرہ بڑھے ہوئے اضطراب کی وجہ سے باری باری سرخ و سپید ہونے لگا اس کے ساتھ ہی لینا کس نہ بنا چڑ کی آنکھوں میں جس کا باصرہ حسد اور جوش رقابت کی وجہ سے عقاب کی مانند تیز ہو چکا تھا حیرت و بدگمانی کے آثار پیدا ہو گئے۔

”تاہم اب چونکہ اس واقعہ کو پیش آئے کافی عرصہ گزر گیا“ ڈامنی نے لباس کی ایک بڑی سی چکی چڑھاتے ہوئے کہا ”اور گرنے کے حادثہ کے باوجود کسی طرح کے بُرے نتائج پیدا نہیں ہوئے۔۔۔“

”سٹرکٹک منین، ایسین نے عہدی سے کہا اور میز خیال ہے کہ اسے ادا سن بجال کرنے کے لئے انتہائی کوشش سے کام لینا پڑا ہو گا۔“ آپ اپنی ڈبیہ کو سنبھالنے کیونکہ ہوا تیر چلنے لگی ہے ایسا نہ ہو ساری لباس اڑ کر آپ کی آنکھوں میں جا پڑے۔“

”ایسین کیا کہتی ہو؟ لینا کس نے جس کے چہرہ پر غصہ کے دبے ہوئے آثار پائے جاتے تھے۔ طنز کے ساتھ کہا۔ کیسی ہوا۔ اس وقت تو پتہ تک ہلتا نظر نہیں آتا۔“

”بالکل صحیح بالکل ٹھیک“ ڈامنی نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”تاہم عدنیاب کہہ رہا تھا۔ بڑی خوش نصیبی ہوئی کہ اس وقت جبکہ جو رفت چھاڑیوں کے پیچھے پھول چلتا پھر رہا تھا۔۔۔ گو میرا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ اس جگہ جیسا ہوا کھڑا تھا۔۔۔ اور یاد آگیا میں اس وقت آپ بھی مٹر لینا کس گلی کے سرسبز کے پاس سے گزرے تھے مگر آپ نے ان واقعات کو نہیں دیکھا۔۔۔ بہر حال جیسا میں نے اپنے دوست سالٹ کوٹ کو لکھا تھا۔۔۔“

”جنہم گیا سالٹ کوٹ“ لینا کس نے جھوٹے مسکراہٹ میں کہا۔ ”یہ کیا الف ایسین کی سی ہوتا ہے جو آپ بیان کر رہے ہیں۔“ اور اس کی نگاہ دبے ہوئے غصہ اور جوش کی حالت میں ڈامنی کے چہرہ سے ہٹ کر ایسین کی طرف لگئی۔ اور اس کے بعد سنوارٹ کے چہرہ پر ہوتی ہوئی دوبارہ ایسین کی طرف پھر گئی۔

”خدا گواہ ہے اگر میرا پس چلتا تو میں اس وقت اس سٹوس ڈامنی کو یا تو گردن سے پکڑ کر زمین کے سہ پہر پانی میں دوچار غوطے دیتا یا اس کی لعنت زدہ ڈبیہ کو پھینک کر ساری لباس اس کی آنکھوں میں بھر دیتا۔ اس کی طاقت کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو گا کہ بیسیہ بھٹاے وہ ذکر پھیر دیا جس سے خدا معلوم کیا کیا بختے پیدا ہو سکتے تھے۔ صاف نظر آتا تھا کہ ایک طوفان عظیم اٹھا چاہتا ہے جس میں لینا کس دینا چر کا غصہ قبر و عتاب کے زہریلے تیر بسانے گا۔ خود اس نے لکھی تھیں کہ اس کے چہرہ پر بخیہ گی سے بے ہوئے سختی کے آثار نمودار تھے مٹر سنوارٹ کے چہرہ کا رنگ پیلا چمکا تھا۔ اور اس کی آنکھوں میں بے چینی کی تیز چمک پائی باقی تھی

”میرے عزیز لینکس“ ڈامنی نے حیرت آمیز نظروں سے اپنے سابقہ شاگرد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا مجھے پورے یقین ہے کہ اگر آپ میرے دوست سالٹ کوٹ سے واقف ہوتے تو کبھی اس کے حق میں اس طرح کے سخت الفاظ استعمال کرتے اگر کبھی موقعہ ہو اور آپ نے اس کے ساتھ مکر خراب کی ایک بوتل نوش کی تو یقیناً آپ ہمیشہ اسے یاد رکھیں گے لیکن میں بھول گیا۔“

”کیا ذکر تھا جو ہم اس وقت کر رہے تھے...“

”کسی مقدمہ میں دینا چر کے گرنے کا“ لینکس نے حسد اور جوش کے شے ہوئے لہجہ میں کہا ”اور آپ میری بابت کہہ رہے تھے کہ جس وقت وہ واقعہ پیش آیا تو میں گھوڑے پر سوار گلی کے پاس سے گزرا تھا...“

”بالکل صحیح بالکل ٹھیک“ ڈامنی نے جواب دیا ”اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ جو واقعہ میں نے دیکھا اس سے خود مجھ کو بڑی حیرت ہوئی تھی۔ تاہم جس وقت میں نے گھوڑے کی ٹاپ سنی اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ پاس سے گزر رہے تھے۔ کو آپ کا سنا اس وقت دوسری طرف کو پھرا ہوا تھا۔ ممکن ہے آپ پیسج رہے ہوں کہ رات کے کہانے پر کیا کچھ کہنا چاہتے کیونکہ میں خود بھی بارہا اسی طرح سوچا کرتا ہوں۔ اور میرے دوست سالٹ کوٹ کی بھی یہ عادت ہے...“

”مٹر کلیک مینن خدا کے لئے اس مخصوص سالٹ کوٹ کا ذکر چھوڑیے اور سیدھی طرح بتائیے کہ اس کے بعد کیا ہوا؟“ لینکس نے یکدم پوچھا۔

”مٹھرینے میں عرض کرتا ہوں“ ڈامنی ڈرامائی طور پر سناٹا اذکار سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لہجہ میں کہنا شروع کیا ”جس واقعہ کا ذکر مٹر کلیک مینن کر رہے ہیں اس کی کیفیت مختصر ہے۔ وہ اصل میں دینا چر گاؤں کے پاس ایک گلی میں سیر کرتی پھر رہی تھیں۔ مگر ناگاہ ان کے پائوں میں ٹھوکر لگی اور وہ گر پڑیں جس اتفاق سے میں اس وقت پاس سے نکلا جا رہا تھا...“

”خوب! جس اتفاق سے؟“ لینکس نے سنہ چڑاتے ہوئے کہا ”اور کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ چرٹ کہاں مڑ گیا تھا؟“

”بالکل صحیح بالکل ٹھیک“ وہی نے کہا ”وہ میری نظروں کے سامنے ایک جھاڑی کے پیچھے سے نکلا تھا میں اس واقعہ کو ذرا لمبیوں آپ کے کرتا لیکن میں ایسے نے یہ لکھ کر چپے روک دیا کہ اتنے بار حال سن کر فکر لاحق ہوئی تاہم اب چونکہ اس واقعہ کو پیش آئے کافی عرصہ گزر گیا ہے اور آپ خدا کے فضل و کرم سے بالکل تندرست ہیں۔۔۔“

”لیکن مسٹر کلکلیک میں آپ اپنی حیرت کا ذکر کر رہے تھے“ لینا کس نے وقتاً سالانہ گفتگو یاد کر کے کہا ”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس نہایت معمولی واقعہ پر آپ کے حیرت زدہ ہونے کی کیا وجہ تھی؟“ اور میں نے دیکھا کہ اس کی لہجہ تحقیق سے بھرا ہوا درد اور خوفناک اور پونی تھی۔

”آہ نکمرا اس کی وجہ یہ تھی“ بیوقوف وہی نے پہلے کیا بار اپنا تکیہ کلام چہرہ کر تھوڑی سی تھوڑی کے بعد ہاس کی چٹکیاں لیتے ہوئے اور یہ نہ جانتے ہوئے کہ اس کی تقریر کے کیا فائدہ پیدا ہو رہا ہے۔ کہنا شروع کیا ”میں نے جب ایک اپنے خاندان کی خاتون کو ایک خواہ دارِ مسلم کے بازو کا سہارا لئے ہوئے دیکھا تو صحیح حالات نہ جانتے ہوئے میرا حیرت زدہ ہونا قدرتی تھا۔ تاہم اس کے بعد جب صحیح کیفیت معلوم ہوئی تو ثابت ہو گیا کہ ایک نہایت معمولی بات تھی۔۔۔“

”معلوم ہوئی۔۔۔ کس کی زبانی معلوم ہوئی؟ کیا میں دینا چرکی؟“ لینا کس نے تیسریں نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”جانبے دو اس ذکر کو چھوڑ دو“ انجی مٹھکس نے وقتاً سختی کے ساتھ کہا اور معلوم ہوتا تھا وہ اس انکشاف کو دل سے پسند کرتا ہے۔

”تو میں کشتی جیل کے سکر پتھنگی تھی اس جگہ سب لوگ اترے ملاجوں نے سامانِ کدال کے خیمہ کے اندر رکھا اور کیرن اور میں دسترخوان بچھانے میں مشغول ہوئے مگر جب وقت ہم اس کام میں لگے ہوئے تھے تو میرے ساتھی نے وقتاً پوچھا ”جو زلف یہ کیا واقعہ تھا جس کا ذکر وہی نے کیا تھا؟“

”ایک نہایت معمولی بات تھی“ میں نے ٹالنے پر کئے جواب دیا۔

”حالانکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر لینا کس لئے معمولی نہیں سمجھتے ”کیرن نے کہا ”مگر میرے خیال میں ان کا حسد کرنا فضول ہے کیونکہ ایک مفلس و محتاج مسلم کی کیا سبستی ہے کہ وہ ایک عالی قدر خاتون کو جیسی کہ مسٹر ایمیلین ہے، آنکھ بھر کر دیکھے... خیر اب جا کے اطلاع کر دو کہ کھانا تیار ہے“

میر جس وقت خیر سے باہر نکلا تو مسٹر سٹوارٹ اپنے دونوں شاگردوں کے پاس کھڑا جھیل کے آب ساکن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ خود دالے انچ تھکن اور کلیک مینیں ایک طرف شہتے پھر رہے تھے۔ لورینا کس اور ایمیلین سمت مقابل میں ٹپل ہے تھے۔ کون کے بازو ایک دوسرے کے بازو میں پڑے ہوئے تھے اور ان کی ظاہری حالت سے یہ بھی پتا چلتا تھا کہ ان میں کسی طرح کی گفتگو نہیں ہوتی۔ میں نے سب سے پہلے دالے انچ تھکن کو اور اس کے بعد مسٹر سٹوارٹ کو کھانے کی تیاری کی اطلاع دی اور اس کے بعد لینا کس اور ایمیلین کی طرف گیا جو کسی قدر فاصلہ پر تھے اور اس وقت میں نے دیکھا کہ مسٹر لینا کس کے چہرہ پر حاسدانہ غصہ اور کبر کے ساتھ بے ہوش رہا تھا۔ انار تھے اور ایمیلین فکر مند اور نابوس تھی۔

”سرکار کہا تیار ہے“ میں نے پاس جا کر کہا۔

”اچھا“ لینا کس نے جوش آئیز لہجہ میں کہہ کر کسی حد تک حشیا نہ انداز سے کہا۔ ”اباؤ“

ہم آگاہیں گئے“

تاہم دالے آنے سے پہلے میں نے اس دنیا چر کے چہرہ پر اس حشیا نہ سلوک کے لئے سبکدوشی کے آثار پیدا ہوئے، دیکھے اس کے فیمینٹ بعد ساری جماعت جیسے میں پیچھل گئی جہاں ایک لمبی مین کے گرد متحدہ کرسیاں بچھا دی گئیں تھیں۔ ہر ایک آدمی ان پر چپ چاپ بیٹھ گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حال کی گفتگو نے ہر ایک آدمی کے دل پر اس سی گرا دی ہے کہ صرف ڈھنی کلیک مین اور دو چھوٹے لڑکے البتہ اس کلیک سے خارج تھے۔ اول اندک اس لئے کہ حق تھا اور آخر اندک اپنے عہد طغویت کی وجہ سے اس خرابی کی وسعت کو سمجھنے سے قاصر تھے

جو سپید کردی جا چکی تھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد سر کلینک مین نے ایک بڑا سا پھولا ہوا سببوسہ اپنی طرف کو کھینچ لیا اور جب اس کو کھولنے پر معلوم ہوا کہ اس میں کئی طرح کے گوشت اور مٹائے بھرے ہوئے تھے تو اس کے منہ سے "بالکل صبح بالکل ٹھیک" کے مقررہ الفاظ بے اختیار نکل گئے۔

دفعۃً لینا کس دنیا چرکی آواز اس گہرے سکوت کو چیر کر جو طاری ہو چکا تھا کہتے سنائی دی "سٹرٹوارٹ جس وقت گہر کے آدمی کھا نے سے فارغ ہو کر اُٹھ جائیں گے تب آپ کی باری آئے گی؟"

نوجوان معلم جو کہانے کی میز کے پاس بیٹھ کر چہری کاٹا کھا میں بیٹے لگا تھا سخت غصہ اور جوش کی حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دے ہوئے جوش کی سسرخی اس کے چہرہ پر نمودار ہوئی اور میرے خیال میں قریب تھا کہ وہ اس کے جواب میں کوئی چھیٹا ہوا فقرہ اپنی طرف سے کہتا لیکن اگر واقعی یہ اس کا ارادہ تھا تو وہ غور کرنے کے بعد رک گیا۔ چنانچہ لینا کس کو جواب دینے کی پروا نہ کر کے اس نے انجی متھگلن کو مخاطب کر کے کہا "صاحب کیا آپ مجھے میری بیوی کرانے کو غلام کی حیثیت میں اس جگہ اپنے ساتھ لائے تھے؟"

"میرا خیال یہ تھا" دالنے انجی متھگلن نے شانہ زبوت سے کہنا شروع کیا کہ ایک اس طرح کے موقع پر کسی آداب تکلف کو نظر انداز کر کے آپ کو ایک ہی دسترخوان پر بٹک دی جا سکے گی لیکن اگر یہ بات میرے دلچسپ کو ناپسند ہے" اور یہ کہتے ہوئے اس نے لینا کس کی طرف دیکھا "تو اس صورت میں..."

"موجودان" انیس نے جوش کی حالت میں کہڑے ہو کر کہا اور اس موقع پر اس کا جوش صنبا کی ساری پابندیوں پر غالب آگیا "کتنی بُری بات ہے کہ اس طرح کا سٹاک آمیز سلوک اس شخص کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے جو ہر چیز کسی مغیر نام یا کثیر دولت کا مالک نہیں۔ تاہم یہاں تک طبی شرفیت کا تعلق ہے۔ بھائی لینا کس کے کسی طرح پیچھے نہیں۔"

”ایملین بیٹھ جاؤ“ دوائے انجی تھکلن نے بھاری آواز سے حکم دیا ”مجھے تمہارے منہ سے اس طرح کے الفاظ سن کر سخت حیرت ہوئی ہے“

”بے شک آج حیرتوں کا دن ہے“ لیناکس نے جس کے چہرہ پر غصہ اور طنز کے شے ہوئے
 اُٹھتے کہتا ”آج کوئی بات ایسی نہیں جس پر تعجب کیا جاسکے“

”بہر حال اگر میری موجودگی کسی صاحب کے لئے بار غلط ہوئی ہے“ سٹر سٹوارٹ نے
 آخر کار کہا ”تو میں رخصت کے لئے تیار ہوں۔ تاہم میں مس دینا چرکان کی اس فیاضانہ حمایت
 کے لئے شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رو سکتا۔۔۔“

”بس بس! لیناکس نے سخت غصہ کی حالت میں کہنے سے بھرکھا ”خبردار جو تم نے
 مس دینا چرکان نام پھر اپنے منہ سے لیا۔ یا بسا نام نہیں ہے۔ جسے ایک اس طرح کے کھلے فحش
 کے منہ سے سنا جائے جیسے تم ہو“

دونوں سٹوارٹ کے چہرہ پر جوش کی سردخی پھیل گئی۔ اس نے سخت سے گردن
 اٹھائی اور حقارت سے لیناکس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”سٹر دینا چرکان الفاظ جو آپ نے
 کہے ہیں بے حد سخت ہیں اور اگر وہ اس سے مختلف حالات میں کہے گئے ہوتے تو آپ یقیناً ان
 کا مزاد کھو لیتے ہیں اگر اپنی روزی ایمانداری کی محنت سے کما تا ہوں تو میرے لئے اس میں
 شرمسار ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔“

”بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک۔“ ڈی مین نے جوں اپنے طور پر دل کا بڑا آدمی نہ تھا اس موقع
 پر کہا ”میں رائے دیتا ہوں کہ آپ سٹر سٹوارٹ کو دسترخوان پر بیٹھ کر اس مینوس کا ہتھکڑا سا
 حصہ نوش کرنے کی اجازت دیں اگر میز و دست سالت کوٹ اس وقت موجود ہوتا۔۔۔“
 ”خاموش سٹر سٹوارٹ مینن دوائے انجی تھکلن نے پر عجب لہجہ میں کہا ”سٹر سٹوارٹ

میں ایسی وقت تم کو ملازمت سے علیحدہ کرتا ہوں۔ تمہاری آج تک کی تنخواہ چھوڑ بیٹھی ہے
 تمہارا مکان پر بھیج دی جائیگی۔“

”بڑی عنایت۔ بڑی مہربانی۔ بے شک آپ نے وہی بات کہی ہے جو آپ کے پیٹھ کے
 تھک آمیز سرسوں کے بعد میں خود اپنی طرف سے کہتا اگر آپ مجھے ملازمت سے علیحدہ کرتے ہیں
 تو مجھے کوئی شکوہ نہیں کیونکہ اس طرح کی ملازمت جو انسان کی خودداری کے برخلاف
 ہر شے مناک ہے“ اور یہ کہتے ہوئے وہ مالڈسٹوارٹ نے اس طرح ملکیت ددقارے گردن
 اٹھائی۔ گویا اپنی ذہنی قابلیت کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو فانی لینڈس کے سب سے زبردست
 والے ریاست سے بھی اعلیٰ و ارفع سمجھتا تھا اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت جب اس نے
 اپنی وزارت کو پوری طرح سیدھا کیا تھا لہذا جوش کی سہ فی اس کے خوشامیہ
 پر چہاٹی ہوئی تھی۔ تو وہ اتنا شکیل معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کسی میرے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔
 ”یکستاخی یا بے عزتی“ مینا کس دینا چرنے جوش سے مٹھیاں کستے ہوئے کہا۔
 مگر وہ مالڈسٹوارٹ نے اس کے الفاظ و حرکات کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ اس نے
 دئے لیج تھنگس کو کسہ دہری سے سلام کیا اور اس کی نگاہ حاضرین کے چہروں پر جھرتی ہوئی
 ایک لحظہ کے لئے الوداع کہنے کے لئے مجھ پر اور ایک لمحہ کے لئے ایملین کے چہرہ پر
 ٹھہر کر ڈامنی کی طرف پھر گئی۔

”مذا حافظ“ مسٹر کلیک مین نے کہا اور پھر آیدر اور لوکیل کی طرف مڑ کر ”میرے
 عزیز شاگرد و خدا تمہیں شاد رکھے اور تم دنیا میں ترقی حاصل کر دو“
 ”الوداع مسٹر سٹوارٹ“ ایملین نے کہا اور وہ صاف کے لئے ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف
 جانا چاہتی تھی کہ مینا کس نے جلدی سے آئے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور دستانہ جوش سے
 اس کو رکے کی کوشش کی۔

”چھوڑو میں مکمل دیتی ہوں میرا ہاتھ چھوڑو دے خانوں نے انداز نگہ سے کہا اور اپنے
 چپنا دھبائی کے اس بیجا ظلم کے خلاف اس کے دلیرانہ رویہ کا اثر اتنا حیرت انگیز ثابت ہوا کہ
 مینا کس نے جھٹ اس کا ہاتھ چھوڑ دیا بالکل اس طرح گویا اس کے بازو میں ریشہ پڑ چکا تھا۔

”اوداع سٹر سٹوارٹ“ ایملین نے پھر ایک بار نوجوان معلم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور اس نے ہی دو قدم آگے بڑھ کر اس کا پیچھا ہوا مگر لپٹا لپٹا کر اس نے لے لیا عاشق و مشوق کی نگاہیں ایک لمحہ کے عرصہ غنیمت کیلئے ایک دوسرے میں گواہیں ایک رنگا ہیں بھی دو فرما کی پوشیدہ تھا اس کے بعد ڈونا لڈ سٹوارٹ اس خیال سے کہ کسی طرح کا سشیہ ایملین کے برضات ترقی نہ کرے تیز چلتا خمیہ سے رخصت ہو گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد اس دنیا چر جس کا چہرہ زرد وادربن زرد زرد سے کانپ رہا تھا جس کا اضطراب حد انتہا کو پہنچا ہوا اور سچ دھم کا اظہار شکل سے رکھا ہوا تھا اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئی لیکن دنیا چر بھی جس کے چہرہ پر حسد اور جوش رقابت کے آثار تھے اپنی کسی پر بیٹھ گیا۔ دالنے ایچ تھکن کی اپنا چہرہ بھی اس وقت زرد تھا اور اس کی نگاہیں سختی کے آثار پر پائے جاتے تھے دو دن چہرے لڑکوں کے چہرہ پر سچ و حسرت کے آثار تو موجود تھے تاہم حالات پیشی آمدہ کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر تھے محض اتنی بات ان کے ذہن میں آسکتی تھی کہ ان کا ہر دماغ پرستار ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہو گیا ہے۔

”افسوس“ آخر کار تو امی کلیک مین کی آواز اس گہری خاموشی کو جو حاضرین میں سے ہر شخص کے لئے موجب تکلیف و پریشانی ثابت ہو رہی تھی قطع کلام کرتے سنائی دی ”افسوس سٹر سٹوارٹ نے اس سب کو نہ سنا۔ جو بہت ہی عمدہ اور غنیمت بنا ہوا ہے۔ اور ان اس سلسلہ میں یاد آگیا“ اس نے ایچ تھکن کی طرف مڑتے ہوئے کہا: ”آئندہ کے لئے آپ مہربانی سے اپنے باورچی کو ہدایت کر دیں کہ وہ کھانے کی کتب کی طرح وہ بھی تھوڑے سے اور کچھ ضرور اس میں ڈال دیا کرے۔ کیونکہ جیسا میرے دوست سالٹ کوٹ نے کہا تھا...“

”سٹر کلیک مین“ دالنے ایچ تھکن نے چہرہ کر کہا: ”یہ شراب کی بوتل پیچھے اور سالٹ کوٹ کا ذکر تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دیجئے۔“

”بالکل صحیح بالکل ٹھیک“ ڈامنی نے شیری کا ایک گلاس پکارتے ہوئے کہا۔

”ایملین“ وائے ایچ مٹھکھن نے اس طرح کے سر دلچسپیں گویا اس کے خیالات کی رو بہت دوڑ چکی ہوئی تھی کہا ”تم بتاؤ تمہیں کیا پیش کروں؟ لیکن کس کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم اس کی ذرا خاطر نہیں کرتے“

”جی نہیں مجھے کوئی جزوہ کار نہیں“ نوجوان لیڈی نے اس طرح کی ضروری ہوئی آواز سے جواب دیا گویا وہ اپنے آنسوؤں اور سبکیوں کو مشکل سے ضبط کر سکتی تھی۔

”تاہم کچھ نہ کچھ ضرور کہنا چاہئے“ لیناکس نے اپنی طرف سے کہا لیکن اس کی آواز خوفناک اور پولی تھی کیونکہ حسد اور جوش رقابت کا تیر لعلینی طور پر اس کے سینہ میں بجھ چکا تھا۔

خیر کہانے کا عمل شروع ہوا اور وائے ایچ مٹھکھن لیناکس دو نو خرو سال روکوں اور ڈیڑھ کھلیک مہینے نے اپنے اپنے طور پر اس میں کم دیش حصہ زیادہ نوں ٹوکوں کی جھوک پران کی طعنہ مصوبیت کی وجہ سے کسی طرح کا اثر پیدا نہ ہوا تھا اور ڈیڑھ کی حالت میں تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ ان لوگوں کی کسر پوری کرنی چاہتا ہے جنہوں نے بالکل کچھ نہ کہا یا تھا۔

آخر کار کھانا ختم ہوا اور جب باری باری سب لوگ میز سے اٹھ کر کمرے کے تو لیٹا کس نے رسمی طور پر کہا ”ایملین کیا تم میرے ساتھ میرے چلو گی؟“

”نہیں میں شکریہ ادا کرتی ہوں“ اس نے سر دلچسپ جواب دیا ”میں روٹنگی کے وقت تک کشتی ہی میں بیٹھوں گی۔ میں ایک کتاب اپنے ساتھ لیتی آئی تھی اسی کو پڑھنا چاہتی ہوں“

”مگر وہ پڑھتے تیز ہے“ لیناکس نے اپنا ہونٹ جوڑ دے ہر نے غصہ کی وجہ سے بالکل سپید تھا چہلے ہوئے کہا۔

”میرے پاس بھرتی موجود ہے“ قانون نے جواب دیا۔ اور اگر ضرورت ہوگی تو میں ملاوٹ سے نکل کر چارہ تنواؤں لگیں“

اس کسر دہری کے بعد لیناکس برا سامہ بنا کے ایک طرف کو چلا گیا اس نے ایملین کو کشتی تک ساتھ لیجانے کی بھی پروا نہ کی۔

"مجبوراً والے لڑکے تھکلن نے یہ فرض خود ہی پورا کیا اور وہ رواجی کے وقت تک وہ کشتی میں بیٹھا ہوا اپنی بھینچی سے بات کرتا رہا۔

اس کے قتل کی خبر بعد جب ڈوہنی کلیک مین سب سے پیچھے کھانے سے فارغ ہو کر اٹھا اور ملاح کے بیٹھے کی باری آئی تو کیرن نے دبی آواز میں جھپٹے کہا "جوزف آج کا واقعہ کتنا سنجیدہ تھا"

"بلیک" میں نے تسلیم کیا۔

"لیکن تصور برسرِ ڈوہنا لڈ سٹارٹ کا تھا" کیرن نے کہا۔

"یہ غلط ہے۔ تصور برسرِ لینا کس دینا چرکا تھا" میں نے جواب دیا اور اس کے دلباس

سب کچھ کو طول دینے کے خیال سے میں چپ چاپ کھانا کھانے کی میز کے پاس بیٹھ گیا۔

جس وقت کشتی محل کی طرف واپس جا رہی تھی تو حاضرین میں بہت سی گفتگو

ہوئی۔ البتہ دوسروں کی اس خاموشی سے علامہ اٹھا کر ڈوہنی کلیک مین نے اپنی ناکمل حکایتیں

کا دفتر کھول دیا اور ان کو خوب ہی بے روک بیان کیا۔ والے لڑکے تھکلن کے چہرہ پر فکر و

سنجیدگی کے آثار نمودار تھے میں نہیں جانتا کشتی کی رواجی سے پہلے اس کی اپنی بھینچی سے

کیا باتیں ہوتی تھیں۔ تاہم اتنا میں نے دیکھا کہ اس گفتگو نے اس کے مزاج کی برافروختگی

میں کوئی اصلاح پیدا نہ کی۔ رہ گیا لینا کس تو اس کا سلوک اپنی چچا زاد بہن سے متافل اور

سردہری کا تھا اور جب بھی وہ بولتا تو اس کے الفاظ طنز و تضحیک کی بوٹے ہوئے ہوتے

تھے۔ ایک دو مرتبہ وہ ڈوہنی کے منہ سے کوئی احمقانہ حکایت سن کر مہن بھی نگر اس مہی کی آواز

پولی اور خفناک مٹی۔ نالشی لا پودائی کے باوجود اس کے حرکات و سکنات سے فکر و تشویش

کے آثار نمودار تھے۔ ایسٹین نے سارا رستہ کتاب آنکھوں سے لگا رکھی۔ گو میں کہہ سکتا

ہوں کہ وہ ہرگز ہرگز اسے پڑھ نہیں مشغول نہ تھی کیونکہ اس نے صرف دو یا تین بار ورق گردانی

کی اور ان پر غور نہیں کیا۔ ایک ہی مرتبہ دس دس بارہ ورق الٹ ڈالے۔

آخر کار کشتی گھاٹ کے پاس جا کر ٹھہر گئی۔ اور سب لوگ خشکی پر اترے اور
 وقفہ پر پھر ایک بار دنیا کس نے گھاٹ کی سیر حیدر پر ایملین کو سہارا دینے کے لئے اچھا بازو
 پیش کیا۔ مگر وہ اس کی موجودگی کو بالکل ہی نظر انداز کر کے چپ چاپ اور پرچہ اٹھ گئی۔ بعد ازاں
 جب سارے آدمی خشکی پر پہنچ چکے تو دنیا کس بے تباہ ایک طرف کو مڑا۔ اور اکیلا ہی
 رخصت ہو گیا۔ اور واسے انجی متھگلن اپنے بازو کا سہارا دے کر ایملین کو نقل کے اندر
 لے گیا۔ اس کے قریب ایک گھنٹہ بعد چھپے بتایا گیا کہ واسے انجی متھگلن نے تم کو لاٹبریری
 کے کمرہ میں یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ میں فریادیں کیا۔ وہ تھا اس جگہ بیٹھا تھا۔ اور تو اس
 نے اپنے اضطراب کو نکوت کے پردہ میں چھپانے کی بہت کوشش کی تاہم اس سے ہیرہ
 مئے اٹھارہ دیکھ کر یہ معلوم کرنا سہل تھا کہ اس کی پریشانی حد انتہا سے زیادہ بڑھ چکی ہے
 "جوزف" اس نے کہا "مقررہ عرصہ پیشتر جو واقعہ پیش آیا تھا۔ اسے تم نے دیکھا
 ہے اور اس کے متعلق ساری گفتگو بھی سنی ہو مجھ کو واسے انجی متھگلن کیلئے یہ بات سخت
 ہی موجب تکلیف ہے؟" اس نے غارت خانہ لہجہ میں کہا "میرے میں ایک ادنیٰ نوکرسے کسی طرح
 کے سوالات پر پوچھوں۔ مگر حالات پیش آمد میں ایسا کرنا ضروری ہے۔ اس لئے میں تم
 سے دریافت کرتا ہوں کہ وہ کیا واقعہ تھا جس کا وہ کہ مسٹر کلک سٹین نے کیا تھا؟
 یعنی وہ گلی کا واقعہ جو اس ساری بدمزگی کا موجب ثابت ہوا؟"

مسٹر کلک عرض کرتا ہوں؟ میں نے انجی متھگلن کی تیز تہمتیں نگاہ کا پرہیز
 طرح مقابلہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ میں حسب معمول اس دنیا پر کے ساتھ ساتھ اُن کی
 پشت پر غصہ ڈھکے غاصد سے چل رہا تھا۔ اور اُن کے حسب حکم جھڑپوں کے پیچھے چل
 چلنے گیا تھا۔ کہ دفعتاً کسی کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ میں دوڑا کہ ہنر نگاہ اور اس
 وقت دیکھا کہ مسٹر سٹوارٹ نے جو سخت مقابلہ سے آ رہے تھے۔ آگے بڑھ کر اس
 دنیا کو سہارا دیا۔ اور اٹھایا۔ میں اس موقع پر مسٹر کلک سٹین کی اس داخل ہونے

اور اس کے چند منٹ بعد مسٹر لینا کس دینا چر گھوڑے پر سوار گلی کے موڑ کے پاس سے گذرے
مسٹر سٹوارٹ نے اس دینا چر کو سہارا دے کر اٹھانے کے بعد موڈ بات سلام کیا۔ اور اس
کے بعد رخصت ہو گیا۔

اس سارے طرز میں کہیں یہ سچ اور جھوٹ کی ٹٹی ہوئی حکایت بیان کر رہا تھا
دلے دنچ متھ گلن نے ایک لحظہ کے لئے اپنی نگاہ میرے چہرہ سے نہ ہٹائی تھی بظاہر وہ
معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ بیان جو میں اس کے رو بروئے رہا ہوں صحیح ہے۔ اور
کیا الفاظ میرے دل سے نکلے ہوئے ہیں؟ کسی نہ کسی طریقہ پر وہ میری روح کے اندر گہکاؤ
کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں تھیں نے یہ فرضی حکایت بہت
وٹھیسٹ ہو کر بیان کی تھی۔ اور اپنے چہرہ پر کسی طرح کے اضطرابی آثار بالکل ظاہر
نہ کئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے یہ کہہ کر اپنے دل کو سمجھایا کہ ایک اس طرح کے
موقعہ پر جب کسی عالی قدر خاتون کی عزت و ناموس کی حفاظت کا سوال ہو۔ جب سچ
کہنے سے اسے اپنے رشتہ داروں کے غائب کا نشانہ بنا پڑے تو اس طرح کا دروغ
مصلحت آمیز بڑی حد تک قابل معافی سمجھا جاسکتا ہے۔

’بس کافی ہے‘ سارا حال سننے کے بعد مسٹر لینا چرنے کہا: ’جاد‘

اس روز سہ پہر کو میں جب رات کے کھانے سے تھوڑی دیر پہلے یہ معلوم کرنے
کے لئے کہ میرے لائق کوئی خدمت تو نہیں ہے۔ مسٹر لینا کس کے کمرہ میں گیا۔ تو وہ انتہائی
سرد مہری بلکہ جاننا و حشمت کے ساتھ پیش آیا۔ مگر میں نے اس بدسلوکی کو قصداً
نظر انداز کر دیا۔ بلکہ اگر ممکن سمجھا جائے۔ تو اپنی طرت سے قولا اور فعلاً پہلے سے بھی
زیادہ اخلاق کا ثبوت دیا۔ اس نے اس معاملہ کی نسبت جس کے بارہ میں اس کے
باپ نے استفہارات کئے تھے۔ کوئی بات نہیں پوچھی۔ ایک عجیب طرح کا دبا ہوا
فہم اور جوش اس کے سینہ میں موجود تھا۔ اس نے مجھے بہت دیر روکا بھی نہیں۔ بلکہ

جلدی ہی اس طرح دھککار کے رخصت کر دیا۔ گریادہ جھگے کتے سے بھی بدتر خیال کرتا تھا۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اگر اس کا بس چلتا۔ تودہ مجھے اُسی وقت ملازمت سے علیحدہ کر دیتا۔ مگر محض اس ذرے کہ باپ کی ناراضگی کا نشانہ نہ بننا پڑے۔ وہ ایسا کرنے سے باز رہا۔ بحیثیت مجموعی میں جس نتیجہ پر پہنچا یہ تھا۔ کہ گراس کا باپ میرے بیان کو لفظ بلفظ صحیح تصور کرتا ہے۔ تاہم مینا کس اس حسد اور جوش رقابت کی وجہ سے جو اس کے سینہ میں جاگزیں تھا۔ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ایلین اور ڈوناڈ سٹوارٹ کی اس ملاقات میں برابر کا شریک سازش مجرم ہیں۔

خیر اس کے بعد ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ اور اکتوبر کے دن آگئے۔ اس ایک ماہ کے عرصہ میں مینا کس دینا چوکا سلوک مجھ سے تکبر و سرور و غریزی اور حقارت ہی کا دیا۔ لیکن میں نے جس خیال سے اس کی ساری بدسلوکیاں اب تک برداشت کی تھیں۔ اسی خیال کوہ نظر رکھ کر میں اب بھی اُن کو بدستور سمہتا رہا۔ یعنی میں چاہتا تھا کہ اس قصہ عشق کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں جس میں قدرت نے مجھ کو میرے ارادہ کے بغیر اکھٹا دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں ہر قسم کی سختیاں سمہتا ہوا بھی حوت شکایت زبان پر نہ لاتا تھا۔ یہ بیان کرنا حاصل ہے کہ خفیہ کے واقعہ ناخوشگوار کے بعد فوراً ہی ڈوناڈ سٹوارٹ کسی طرف کو رخصت ہو گیا تھا۔ ایلین ان دنوں بہت ہی کم باہر جاتی تھی یعنی وہ سیر و تفریح کے لئے قدرتی سی دیر کو باغ میں نکل آتی اور اس کے بعد پھر اپنے کمرہ میں چلی جاتی تھی۔

ان ایام میں مینا کس بار بار اُس کے ساتھ دیکھا گیا۔ تاہم میں اُن کے برادر کا اس سے زیادہ کئی حال معلوم نہ کر سکا کہ ایلین زرد و رو اور متغیر اپنی پریشانیوں کو چھپانے کی بہت ہی کم کوشش کرتی تھی اور مینا کس وہ بے ہوش کو سینہ میں سے کسی طرح اس کی خوشنودی مزاج حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس ایک مہینہ کے بعد ایک دن صبح کو ایک خط میرے نام موصول ہوا جس کی تحریر میرے لئے بالکل نئی تھی۔ بعد ازاں جب میں نے اُسے کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ میرے دوست مسٹر ڈکنسنی وکیل کی بیوی ہونی چھٹی ہے جس کا مضمون یہ تھا۔

ایڈ ہنگ

۳ اکتوبر ۱۸۲۹ء

میرے نوجوان دوست۔

میں یہ خط یہ معلوم کرنے کے لئے لکھتا ہوں کہ کیا تم اب تک انج متھنگن ہی میں رہتے ہو۔ یا اب تمہارا قیام کسی دوسری جگہ ہے مجھے تمہاری ذات سے جو انس ہو چکا ہے۔ اس کا ذکر محتاج تفصیل نہیں۔ تاہم اگر کبھی خدا نخواستہ تمہیں حالات کی تبدیلی سے کسی طرح کی مشکلات کا سامنا ہو۔ تو میں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ تم ہر وقت مجھے اپنا دوست اور مددگار سمجھ سکتے ہو۔ اپنی اس دوستی کے ثبوت میں میں ایک چھوٹا سا تحفہ تمہیں بھیجنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ نہ جانتے ہوئے کہ کوئی چیز تم کو مقبول ہوگی۔ یہ دس پونڈ کا نوٹ روانہ کرتا ہوں۔ امید ہے تم اسے قبول کر لو گے اور کسی ناراضگی کے خیال کو دل میں جگہ نہ دو گے۔

تمہارا خیر خواہ

ڈکنسن ڈکنسنی

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ میرے محترم دوست وکیل نے میری ناچیز شخصیت کو اس قدر یاد رکھا۔ چنانچہ میں اسی وقت اس کے خط کا جواب لکھنے بیٹھ گیا۔ اور اپنی چٹھی میں موزوں طریقہ پر اس کی عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ بعد ازاں وہ خط میں نے اپنے ہاتھ سے گاڑ کے ڈاکخانہ میں لے جا کر ایئر مین میں ڈال دیا۔ یہ احتیاط اس لئے ضروری تھی کہ مبادا گھر کے آدمیوں یا دوسرے نوکرانوں میں سے

کسی کو معلوم ہو جائے کہ میں مقدمہ کیرنڈیل کی پیروی کرنے والے وکیل کے ساتھ
خط و کتابت کر رہا ہوں۔ مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا۔ اگر یہ راز کسی پر ظاہر ہو گیا۔ تو یہی
سمجھا جائیگا کہ میں دشمن کے جاسوس کی حیثیت میں اس جگہ رہ کے سارے حالات
معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

قریباً ایک ہفتہ بعد ایک اور خط میرے نام موصول ہوا جس کی تحریر ظاہر تھی
تھی کہ حروف قصداً لگا کر لکھے گئے ہیں۔ میں نے جب اسے کھولا تو ایک بند لفظ
اور اس کے اندر سے نکلا۔ جس پر مس دینا چرکا نام درج تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک چھوٹا
سارقہ ڈونالڈ سنوٹ کا لکھا ہوا میرے نام معروف تھا۔ میں اس کو غیبیہ درج
کر رہا ہوں۔

پرچہ
۱۰ اکتوبر ۱۸۳۹ء

جوزف

مجھے پورا یقین ہے کہ وہ اندازہ جو شروع میں میں نے تمہاری نیکی
اور طبیعت پر کیا تھا۔ غلط ثابت نہیں ہوا۔ بہر حال میں اچھی طرح
جانتا ہوں کہ وہ کیا جذبات تھے۔ جن کے زیر اثر تم نے باوقات مختلف میری اور
مس دینا چرکی حضرات انجام دیں۔ مجھے قوی امید ہے کہ غمگین میری حالت میں
خوشگوار اصلاح پیدا ہو جائے گی۔ اور گویں مس دوست اس بارہ میں پورا حال
بیان نہیں کر سکتا۔ تاہم اپنی امیدوں کو مس دینا چرکا کو ضروری خیال کرتا
ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس بات کا اطمینان دلادینا چاہتا ہوں کہ میری وہ
امیدیں فرضی اور مبہوم نہیں۔ پختہ اور یقینی ہیں۔ فی الحال میری یہ خواہش ہے کہ
تم اس بند خط کو جو میں نے مس دینا چرکے نام لکھا ہے۔ اس کے ہاتھوں تک پہنچا دو

اور اگر اس کی طرف سے کوئی جواب بھیجا جانا ہو۔ تو یہ بھی میری خواہش ہے کہ تم اس جوابی خط کو اپنے ہاتھ سے ڈاکخانہ میں ڈال دو۔ جرزف میرے عزیز وہ وقت آنے والا ہے۔ جب میں اپنی شکرگزاری کا مکمل ثبوت پیش کر سکوں گا۔ اس اثنا میں اتنا ہی لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ تمہارے احسانات کی یاد بھی میرے دل سے محو نہ ہوگی

ڈونا لڈ سٹوارٹ

اس خط کو پڑھ کر مجھے اس خیال سے اور بھی زیادہ خوشی حاصل ہوئی تھی کہ ایک ایسے مرد شریف نے جب کہ سٹڈنٹ ڈونا لڈ سٹوارٹ تھا۔ میری خدمات کی اتنی قدر کی اور مجھے اس درجہ لائق اعتماد سمجھا۔ میں نے احتیاطاً وہ خط اپنے صندوق میں بند کر لیا۔ اور دوسرا لفافہ جو مس دینا چر کے نام تھا جیب میں رکھ کر اس خیال سے باغ میں تنکا کہ وہ اگر میری کرتی ہوئی مل جائے۔ تو اس کے حوالہ کر دوں۔ حسن اتفاق سے اس طرح کا موقع جلد ہی مل گیا۔ یعنی اس کے صفوری دیر بعد ایلین میر کرنے آئی اور میں نے دیکھا کہ خوش قسمتی سے یناکس دینا چر اس کے ساتھ نہ تھا میں نے بڑی احتیاط سے چاروں طرف دیکھا۔ اور جیب معلوم ہوا کہ کوئی شخص اس پاس موجود نہیں ہے۔ تو جلد ہی سے اس کے پاس جا کر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور وہ لفافہ اس کے حوالے کرتے ہوئے دلی آواز سے کہا: "باناویہ خط سٹڈنٹ سٹوارٹ نے آپ کے نام بھیجا" آن دھیں جو ش راحت کے ساتھ لے ہوئے فکر و تشویش کے آثار اس کے خوشنما چہرہ پر نمودار ہوئے۔ راحت اس لئے کہ وہ خط اس کا بھیجا ہوا تھا جسے وہ اپنی جان سے بڑھ کر عزیز سمجھتی تھی۔ اور فکر و تشویش اس لئے کہ نہ معلوم اس خط کا مصنون کیا ہو۔ اور اس میں کونسی نئی خبر درج ہو۔ یہ سارے احساسات اتنی ہی وضاحت سے اس کے خوشنما چہرہ پر نمودار تھے۔ گویا اُن کا اظہار الفاظ کے ذریعہ سے کیا گیا ہو۔

"جزف" آخر کار اس نے جو ش سے ٹھہرائی ہوئی آواز سے کہا: "میں اس رہنمائی

کے لئے دل سے بہار شکریہ ادا کرتی ہوں :

"بانو کسی شکریہ کی حاجت نہیں : میں نے جواب دیا : اس خط کے ساتھ مسٹر سٹوارٹ نے ایک چھوٹا سا رقم میرے نام بھی بھیجا تھا۔ جس میں انہوں نے یہ بات تحریر کی تھی کہ اگر آپ اس خط کا جواب لکھیں۔ تو میں اسے اپنے ہاتھ سے ڈاک کے لیٹر بکس میں چھوڑ آؤں۔ اور میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں اس فرض کو بڑی خوشی کے ساتھ پورا کروں گا پس آپ جس وقت چاہیں میری خدمات اس مطلب کے لئے حاضر ہیں" اپنے دل میں مجھے اس بات کا پورا یقین تھا کہ وہ اس خط کا جواب ضرور لکھے گی۔ بہر حال اتنا کہکام میں دہاں سے چلا آیا۔

قریباً تین گھنٹے بعد مس دینا چر کھڑے بلغم میں ملی۔ اور اس نے دے ہوئے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلایا۔ قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس کے چہرہ پر آثار مسرت نمودار تھے۔ صرف ایک بار اس نے مضطرب نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس بات کا اطمینان کرنا چاہتی ہے کہ اس کا حاسد چارواں بھائی تو کہیں اس پاس موجود نہیں ؟ لیکن دور دراز دیکھ کوئی شخص موجود نہ تھا۔ اس نے ایک بند خط جلدی سے میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اور میں اس کا مطلب سمجھ کر وہ خط جیب میں ڈالے دہاں سے چلا آیا۔ پہلے میرا ارادہ اس کو اسی طرح ڈاک میں ڈال دینے کا تھا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ ایسا نامزد ہر ذہنیاجس کے سپرد گاؤں کے ڈاکخانہ کا انتظام تھا۔ رفع استعجاب کے خیال سے خط کھولے یا کھولنے کی کوشش کرے پس میں نے اس بند لفافہ کو ایک اور لفافہ میں ڈالا اور اس کے ساتھ چند سطریں اس مضمون کی اپنی طرف سے لکھ کر شامل کیں کہ میں آپ کی خدمت گزاری کے لئے ہر وقت ہر طرح حاضر ہوں اور آپ جس وقت چاہیں ان سے نامذہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لفافہ کو بند کر کے میں خود اسے موضع متعین کے ڈاک خانہ میں ڈالنے گیا۔ اور اس دن کے بعد میں نے دیکھا کہ ایسلیں کے چہرہ پر

سکون و اطمینان کے آثار پیدا ہو گئے

اکتوبر کے آخری ایام تھے کہ اخبارات کے ذریعہ سے انجے متھنگن میں یہ اطلاع موصول ہوئی کہ مقدمہ کیرنڈیل کی آخری سماعت شروع ہو گئی۔ اپنے طور پر اخبار نویسوں نے اس مقدمہ کی مختصر کیفیت درج کرتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ وہ سالہا سال سے چلی رہا ہے۔ اور اس کے فیصلہ پر لاکھوں روپے کی جائیداد کے ادھر سے ادھر ہو جانے کا دار و مدار ہے۔ اخبارات میں یہ بھی درج تھا کہ سکاٹ لینڈ کے بہترین اور قابل ترین وکلاء فریٹین کی طرف سے پیرکار ہیں۔ نیز یہ کہ صدر مقام سکاٹ لینڈ کی عدالت عالیہ میں کئی کسی دیرانی مقدمہ سے اتنی دلچسپی نہیں لی گئی جتنی اس سے لی جا رہی ہے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ عوام کی ہمدردی سرانگیزینڈر کیرنڈیل سے ساتھ ہے۔ لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ خود اس وقت کہاں ہیں؟ شہر شخص پر چھاپے کہ سرانگیزینڈر کیرنڈیل کو دھڑ گئے؛ لیکن کوئی اس کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکتا۔ کم از کم یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ وہ زندہ اور صحیح سلامت ہیں۔ اور ان کے معزز وکیل مسٹر ونگٹن بھی کا بیان ہے کہ مقدمہ کا فیصلہ اپنے حق میں صادر ہونے پر وہ یقیناً اس پردہ راز سے باہر نکل آئینگے جس میں وہ اب تک چھپے ہوئے تھے۔

میں نے دیکھا کہ ان ایام میں ساکنان انجے متھنگن میں سے ہر ایک کے دل میں (مس) ایبلین کے واحد استیثائے کے ساتھ ایک عجیب طرح کا جوش بے تابلی پایا جاتا تھا۔ وہ نیکدل خاتون البتہ اس معاملہ سے بالکل بے تعلق تھی۔ یا تو اس نے کہ اس قسم کے خاندانی جھگڑوں اور درہرہ عدالتوں سے کوئی دلچسپی اس کو نہ تھی۔ (حالانکہ قبیلہ انجے متھنگن کے اور لوگ اس مقدمہ کی رفتار سے اتنی ہی دلچسپی لے رہے تھے۔ مگر یا اس کا فیصلہ ان کے ذاتی نفع نقصان سے تعلق رکھتا ہو) یا اس نے کہ ڈونالڈ سنوارٹ کی نسبت حال اور مستقبل کے تفکرات ہی اس کے لئے کافی تھے۔ بہر حال جیسا

کہ بیان کیا گیا ہے اس کی ذات واحد کے سوا گھر کے سب آدمیوں کی یعنی دلے انج
مٹھگلن۔ ناکس دینا چر۔ گھر کے نوکر دوں چاکروں حتیٰ کہ بڈھے ڈامنی کی اپنی خواہش
بھی یہ تھی کہ مقدمہ کا فیصلہ سرانگیزینڈر کی نڈیل کے برخلاف صادر ہو۔ یہی وجہ تھی کہ
مقدمہ کی سماعت کے دوران میں ہر روز ایڈنبرگ سے آئے ہوئے اخبارات کا مطالعہ
غیر معمولی اہمک کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور چونکہ اخبارات کی رائے میں مرتبہوں کا پہلو
غفلت تھا۔ اس لئے انج مٹھگلن والوں کی امید میں فلک ہفتہ پر پہنچی ہوئی تھیں۔ لیکن
جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ اور آخر کا ہمدانیہ کے وکیل کی جستجو، مٹھگلن والوں کی رنویہ بات
واضح ہونے لگی کہ وہ امیدیں جو پیشتر اس مقدمہ کے بارہ میں قائم کی گئی تھیں۔ فرضی
اور نقش بر آب تھیں۔ اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ سر ڈونکنسی نے مقدمہ کی تباہی
غیر معمولی احتیاط سے ساتھ کی ہے۔ اور اُس نے کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا۔ جسے کڑوا
سمجھا جاسکے۔ مختصر لفظوں میں اُس نے عدالت عالیہ کے روبرو اس مضمون کی زبردست
شہادت پیش کی تھی۔ کہ سرانگیزینڈر آجہائی یعنی موجودہ سرانگیزینڈر کے باپ کو اس
بات کا قطعاً کوئی اختیار حاصل نہ تھا کہ وہ اپنی ریاست کے رہن با قبضہ کی بنا پر منہلو
سے کسی قسم کا قرضہ وصول کرنا۔

مقدمہ کی سماعت دس روز تک جاری رہی۔ اور جب آخر کار اس کے آخری
فیصلہ کی اطلاع انج مٹھگلن میں پہنچی۔ تو تو سب کے دوسرے مقدمہ کا آغاز ہو چکا تھا اور
وہ فیصلہ انج مٹھگلن والوں کی امیدوں کے سراسر برخلاف۔ سرانگیزینڈر کی نڈیل کے حق
میں تھا۔ جسے اس کی آبائی ریاست پر پھر ایک بار قبضہ مل گیا۔ اور وہ دوسرے حقوق
پیشتر اُس کے آباء اجداد کو حاصل تھے۔ وہ بارہ اس کو دلا دیے گئے۔ اب گویا وہ بڑی
آسانی سے اس قعر گناہی سے نکل کر جس میں وہ اب تک چھپا ہوا تھا۔ اور اپنی اس فرضی
نام کو ترک کر کے جس میں اُس نے اپنی شخصیت کو چھپایا ہوا تھا۔ بغیر کسی شرم و مذلت

کے اپنی اصلی ریشہ نشانی میں ظاہر ہو سکتا تھا۔

جس وقت اس فیصلہ کی اطلاع انجے متحکمن پہنچی تو جو پریشانی اور مایوسی اُن لوگوں کو لاحق ہوئی جو اس فیصلہ کی بنا پر بڑی بڑی امیدیں قائم کئے بیٹھے تھے اس کا حال بیان کرنا عبث ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عدالت عالیہ کے اس فیصلہ کے برخلاف ایک آخری اپیل دارالامرا کے روبرو دائر کی جاسکتی تھی۔ تاہم اس فیصلہ کے ساتھ ساتھ اخبارات میں یہ اطلاع بھی درج تھی۔ کہ گو عدالت نے اپنے فیصلہ کی رو سے سرلیگنڈز کیسز میں ذیل کی ذات کو اس کے متوفی باپ کے قرضوں سے قطعاً سبکدوش قرار دیا۔ اور جائیداد کے وہ سارے محاصل جو اس وقت تک سرکاری زمین کی تحویل میں جمع ہوتے رہے تھے اُس کے سپرد کر دیئے تھے۔ تاہم خود سرلیگنڈز نے بڑی فیاضی اور منصف مزاجی سے کام لیکر مرتہنوں کو اس شرط پر امن کے مطالبات کا جائز حصہ دینا قبول کر لیا ہے کہ وہ اس مطلب کی تحریر دے دیں کہ اُن کی طرف سے اس فیصلہ کے برخلاف کوئی اپیل دائر نہ کی جائے گی۔ اور چونکہ انہوں نے اس شرط کی پابندی قبول کر لی ہے۔ اس لئے ایڈوکیٹ کی عدالت عالیہ کا یہ فیصلہ آخری اور حتمی سمجھا گیا ہے۔

میرے لئے یہ بیان کرنا حاصل ہو گا کہ اس فیصلہ کی اطلاع پا کر میرے اپنے دل کو کس قدر خوشی حاصل ہوئی۔ مجھے شروع سے ہی بیرونیت کی ذات سے ہمدردی تھی۔ چنانچہ مقدمہ کی سماعت کے دوران میں میں تفریقین کی بحثوں کو نہایت دلچسپی کے ساتھ اخبارات میں پڑھا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ میرے لئے اس مقدمہ کی سماعت اسی قدر اہمیت رکھتی تھی جتنی کسی عمارت عظیم کی خبریں شریک جنگ طاقتوں کے دزرائے لئے ہو سکتی ہیں فیصلہ کی اطلاع پانے کے بعد ایک بار میرے جی میں آئی تھی کہ بار کیا دکا ایک خطا مسیر ڈکٹینسی کے نام لکھوں۔ لیکن پھر خیال آیا کہ شاید میری طرف سے اس قسم کی تحریر اس موقع پر ناموزوں ثابت ہو۔ اور اسے کسی اڈرنیٹ پر محمول کیا جائے۔ علاوہ بریں یہ بھی مجھ کو

معلوم تھا کہ اپنی موجودہ بڑھی ہوئی مصروفیتوں میں اسے اس طرح کی نجی خط و کتابت کے لئے فرصت بھی کم ہوگی۔ پس میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

عدالت عالیہ کے فیصلہ کی اطلاع پانے کے دو یا تین دن بعد میرے نام ڈونالڈ سٹارٹ کی طرف سے ایک اور خط موصول ہوا جس کا یہ حسب معمول بگٹے ہوئے خط میں درج تھا۔ اور جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

پر قہ

۱۰ نومبر ۱۹۳۹ء

جوزف

میں پھر ایک بار تہاری اس وفاداری اور نیک نیتی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے تمہارے لئے وہ فرض پورا کیا۔ جو ہٹلر اعرصہ پیشتر تمہارے ذرا لایا تھا۔ اس سے بھی زیادہ میں تمہارے اس وعدہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو تمہارے میری آئندہ امداد کے بارے میں کیا ہے۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی۔ تو ان دو یا تین موقوفوں پر جب ہماری گفتگو ہوئی تھی۔ تم نے اس مقدمہ کے متعلق جو اس زمانہ میں زیر سماعت تھا اود جس کا فیصلہ حال میں صادر کیا گیا ہے۔ پُر حوش حریفہ پر فریقہ ثانی کی حمایت کی تھی۔ دوسرے لفظوں میں میرا مطلب یہ ہے۔ کہ تم نے سرانگیزینڈر کیئر ڈیل کی کامیابی کے متعلق اظہار خیالات کیا تھا۔ یہ تو خیر تم کو معلوم ہو چکا ہو گا۔ کہ اس مقدمہ کا فیصلہ سرانگیزینڈر کیئر ڈیل کے حق میں صادر کیا جا چکا ہے۔ بہر حال میں جو اطلاع تمہیں دینا چاہتا ہوں یہ ہے کہ سرانگیزینڈر موصوف میرے محسن بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ میرے بڑے بہرمان دوست ہیں۔ اور اس مقدمہ میں ان کی کامیابی سے میری وہ امیدیں بھی جن کا حوالہ میں نے اپنے سابقہ خط میں دیا تھا۔ پوری ہو گئی ہیں۔ چونکہ تم ان معاملات سے گہری دلچسپی لیتے رہے ہو۔ اس لئے میں یہ خبر بھی اطمیناناً لکھنا چاہتا ہوں کہ میری سب سے بڑی کوشش ان دونوں پر تھکلن

اور کیرنڈیل والوں کے اس غنا و باہمی کو جو صدیوں سے قائم چلا آتا تھا، رفع کرنے کی ہے۔ سرائیکزینڈر کی طرف سے میں اس بات کا یقین دلانا چاہتا ہوں کہ انہیں ہر طرح کی خاندانی عداوتوں سے نفرت ہے۔ خصوصاً اُن سے جن کی حالات موجودہ میں کوئی وجہ باقی نہ ہو۔ اور جنہیں محض ایک طرح کی جاہلانہ روایت کی یاد سمجھا جائے۔ پس نہیں یہ سن کر اور بھی خوشی حاصل ہوگی۔ کہ میں نے اسی ڈاک میں ایک اور خط اس سلسلہ میں دائے ارجنٹسٹون کے نام لکھا ہے۔ جس کی نفل میں تمہاری واٹھیت کے لئے اسی خط کے ساتھ بھیجتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی میری درخواست ہے کہ وہ دوسرا خط جو میں نے اس چٹھی کے ساتھ بھیجا ہے سابق کی طرح مس دینا چکر دے دینا۔ اور مجھے ہمیشہ اپنا ہی خواہ سمجھنا۔
ڈونا لڈ سٹوارٹ

اس خط کے ساتھ دو پیڑیں اور تھیں۔ یعنی ایک وہ بند نفاذ جو ایلیں کے نام بھیجا گیا تھا۔ اور دوسرے اُس خط کی نقل جس کا حوالہ مسٹر سٹوارٹ نے اپنی چٹھی میں دیا تھا۔ اس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

پرفہ

۱۰ اکتوبر ۱۸۴۹ء

جناب میں

غالباً آپ کو اس شخص کی طرف سے خط و کتابت شروع ہونے پر حیرت ہوگی جو بعض ناخوشگوار حالات میں آپ کی ملازمت سے علیحدہ ہوا تھا۔ تاہم میں درخواست کرتا ہوں کہ کسی طرح کی رائے قائم کرنے سے پیشتر آپ اس خط کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔ غالباً آپ بھڑے نہ ہونگے۔ کہ ایک دفعہ میں نے ایک چھوٹی سی خدمت آپ کی سرانجام دی تھی۔ جس کے لئے آپ نے انرا و غنایت وعدہ کیا تھا۔ کہ اس کے

معاوضہ کے طور پر جو چیز تم مجھ سے مانگو گے، اُسے حد مقبولیت کے اندر قبول کرنے سے مجھے انکار نہ ہوگا۔ وہ وعدہ جیسا آپ کو یاد ہوگا۔ بعض حالات کی وجہ سے اب تک پورا نہیں ہوا تاہم آپ کی بلند سیرت کا جو حال مجھ کو معلوم ہے۔ اس کو جانتے ہوئے میں اپنے دل میں پورا یقین رکھتا ہوں کہ اس واقعہ تاخیر شکار کے باوجود جو میری علیحدگی کا موجب ثابت ہوا تھا۔ آپ خدا نخواستہ اپنے اس کئے ہوئے وعدہ سے معرت نہ ہونگے، اور اُسے اب بھی پورا کرنے سے انکار نہ کریں گے۔ اس یقین کو دل میں یکدم یہ درخواست پیش کرتا ہوں۔ جو مجھے اس وعدہ کے سلسلہ میں آپ سے کرنی ہے۔

سب سے پہلے میں آپ کی واقفیت کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بعض حالات نے میرے تعلقات سرانیکزینڈر کیرن ڈیل سے پیدا کر دیئے ہیں۔ وہ میرے حسن اور دوست ہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے یہ بھی مجھ کو معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک عجیب طرح کی خاندانی عداوت لائے اصدادیوں سے نسلا بولنسلا آپ کے اور ان کے خاندانوں کے درمیان قائم چلی آتی ہے۔ وہ عداوت کن حالات میں شروع ہوئی تھی اور کیوں اب تک قائم رہی۔ میں سروسٹ اس سوال پر بحث کرنا نہیں چاہتا۔ دعائے گزارش یہ ہے کہ اس معاملہ میں سرانیکزینڈر کے خیالات اپنے آباد اجداد سے مختلف ہیں۔ یعنی اس عداوت کو جو ان کے نزدیک بیہودہ لایمینی اور بیہودہ ہے اپنے دل میں بیکہ دیکھنے کی بجائے وہ آپ سے راہ و رسم پیدا کرتا چاہتے ہیں۔ اپنے مقدر میں تنگیاب ہونے کے بعد وہ منتقریب آپ کے ہمسایہ بن کر رہیں گے اور ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ یہ بذات خاص آپ کے اور بالعموم خاندان انجی بھگلن کے ساتھ ان کے تعلقات ہمیشہ دوستانہ اور پر امن رہیں۔

پس جو درخواست میں اس وعدہ کے سلسلہ میں آپ سے کرتا ہوں یہ ہے کہ اپنی طرف سے آپ بھی خاندان کیرن ڈیل کے برخلاف ہر طرح کے جو جس منافرت کو

دل سے نکال دیں۔

مجھے پورا یقین ہے کہ آپ میری اس ناجائز درخواست کو حد مقبولیت سے باہر نہ سمجھیں گے۔ کیونکہ اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں۔ بلکہ اس میں بھلائی اور نیکی کا جذبہ کام کرتا ہے یقین فرمائیے کہ اگر آپ نے میری اس درخواست کو شرف قبول بخشا۔ تو اس سے اس اور تہذیب کی ترقی مقصود ہوگی نہ کہ کچھ اور۔ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہو۔ تو میں سراپگزیٹڈ ریکرن ویل کی طرف سے یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ وہ نبات خود جس قدر جلد ممکن ہوگا خود آپ کے در دولت پر حاضر ہو کر اس قبیلہ کے مقرر سردار کی حیثیت میں جس سے وہ دوستانہ تعلقات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں آداب بجالائیں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تعلقات اُشتی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے سراپگزیٹڈ ریکرن ویل کوئی ایسی بات نہ کرنا نہیں چاہتے۔ جس سے آپ کی شان ریاست میں فرق آنے کا احتمال ہو۔ حتیٰ کہ اس دوستی کے معاملہ میں بھی وہ خود سر نہیا زخم کرنا چاہتے ہیں۔ اتنی خواہش ان کے دل میں آپ سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کی ہے۔ کہ وہ اپنا منہ سے اس رعایت کے لئے جیسے وہ ذاتی احسان تصور کرتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکریہ عرض کریں گے۔

بالفرض آپ میرے اس خط کا براہ راست میرے نام کوئی جواب بھیجنا پسند نہ کریں۔ تو بھرا آپ اس کے متعلق ایک خط براہ راست سراپگزیٹڈ ریکرن ویل کے نام بھیج سکتے ہیں۔ جن کا پتہ اسی قدر کافی ہوگا۔ معرفت مسٹر ڈی کمپنی وکیل ایڈبرگ میں ہوں آپ کا نیا زکیش

ڈونالڈ سٹوارٹ

بنام والے انجی متھکن وغیرہ وغیرہ
مجھے اس خط کا مضمون پڑھ کر بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ اس لئے کہ اس سے

نہ صرف سرایگزینڈر کیرن ڈیل بلکہ مسٹر سنوارٹ کے اوصاف حسنہ پر بھی نہایت
 اچھی روشنی پڑتی تھی۔ تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ سرایگزینڈر کیرن ڈیل اگر واقعی
 اس شخص ڈونالڈ سنوارٹ کا محسن اور مربی ہو اور اس کے والے انجی مٹھگلن سے
 دوستانہ تعلقات بھی قائم ہو جائیں۔ تو اس سے یہ کیونکر ممکن ہو گا کہ غریب ڈونالڈ
 کے پاس اتنی دولت جمع ہو جائے یا اس کی مجلسی حیثیت میں اتنی بلندی واقع ہو کہ
 والے انجی مٹھگلن اپنی بھتیجی کی شادی اس سے کرنا منظور کرے؟ لیکن پھر سوچ آئی
 کہ شاید مسٹر سنوارٹ محض اس وقت کے انتظار میں ہو کہ وہ گزارا لایق رویہ جمع
 کر کے آزادی کی زندگی بسر کرنے کے لایق بن جائے جس کے بعد اس کا ارادہ ممکن ہو
 ایلین کر لینے سافقہ کسی دُرائتادہ مقام پر لیا کر اس کے رشتہ داروں کی رضامندی
 کے بغیر شادی کر لینے کا ہو۔ خواہ ایلین کے پاس ذاتی ورثہ کے طور پر چند ہزار پونڈ
 موجود تھے۔ اور اگر سرایگزینڈر کیرن ڈیل کی اعانت و امداد سے ڈونالڈ سنوارٹ
 کو چند سو پونڈ سالانہ کی آمدنی شروع ہو جائے یعنی وہ اُسے اپنا مستحق خاص یا میٹریشی
 یا ایسا ہی کوئی عہدیدار مقرر کرے۔ تو پھر کوئی ممکن وجہ نہ تھی کہ وہ دوسرا شادی کر کے
 آرام و اطمینان کی زندگی بسر کرنا شروع نہ کریں۔ بہر حال یہ خیالات تھے جو ان
 چٹھیوں کو پڑھ کر میرے دل میں پیدا ہوئے اور اُس کے بعد خیال آیا کہ جس قدر جلد کن
 ہو۔ مجھے ڈونالڈ سنوارٹ کی چٹھی مس دینا چاہیے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مگر
 اس کا موقعہ جلد ہی ہی مل گیا۔ اور اس کے دو یا تین گھنٹے بعد اس خاتون نے اپنا جواب
 لکھ کر بھی میرے حوالہ کر دیا۔ تاکہ میں اُسے سابق کی طرح اپنے نفاذ میں بند کر کے ڈونالڈ
 سنوارٹ کو بھیج دوں۔ تاہم میں نے دیکھا کہ اُس روز وہ پہلے سے بھی زیادہ خوش
 تھی۔ چنانچہ جس وقت اپنا جوابی خط اُس نے میرے حوالہ کیا۔ تو اس کے رخسار شکستہ
 چھوٹوں کی مانند سرخ تھے۔ اور دلی مسرت کی چمک دو شیزگی کی حیل سے ملی ہوئی اس کی

آنکھوں میں پانی جاتی تھی۔

شام کو جس وقت میں گاؤں کے ڈاکخانہ میں خط ڈال کر واپس آیا، تو کیرن سے ملنے کا اتفاق ہوا جس کے چہرہ پر کچھ اس طرح کی علامات پراسرار پائی جاتی تھیں گویا وہ کسی غیر معمولی اہمیت کے لئے واقف ہے اور اس کے اظہار کے لئے بیتاب۔

”جو زوت“ اس نے مجھ دیکھتے ہی کہا۔ ”کیا تم نے وہ نئی خبر سنی ہے جو میں امید کرتا ہوں۔ تمہارے لئے یہی ہر معاملہ سے دل خوش کن ثابت ہوگی۔“

”نہیں تو“ میں نے جواب دیا۔ ”وہ کیا خبر ہے۔ مجھے بھی واقف نہیں ہے۔“

”خوشخبری یہ ہے“ اس نے پُر اہمیت انداز سے کہا۔ ”کہ انجی تھکن اور کیرنڈیل

کے خاندانوں میں جو عداوت قدیم سے چلی آتی تھی اس کا خاتمہ آج ہو گیا۔“

”کیا واقعی؟“ میرے منہ سے نکلا۔ اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنے چہرہ پر خوشی

کی چمک پیدا ہوتی معلوم ہوئی۔ ”دوست کیرن بیچ بیچ میں اس خبر کو سن کر بہت ہی خوش ہوا ہوں۔“

”جو زوت“ کیرن نے کہنا شروع کیا۔ ”انجی تھکن کا حکم ایسا نہیں کہ ہم تم اس پر

اعتراض کریں۔ جو بات ان کو پسند ہو۔ وہ ہم سب کو پسند کرتی پڑتی ہے۔ اور جس چیز کو

ہم اچھا سمجھیں۔ وہ یقیناً ہم سب کے لئے اچھی ہے۔ پس اعتراض یا شکریہ فضول اور

حرفہ گیری ہم لوگوں کی ہمت سے باہر ہے۔ اس نے کہا ہوں مبارک فیصلہ ہوا ہے

اور اب کل انجی تھکن قبیلہ کے سربراہ اور وہ لوگ اس سوال پر غور کرنے کے لئے

ایوان میں جمع ہوں گے۔“

”لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انجی تھکن کے اس بارہ میں فیصلہ کن

رہنے قائم کر لینے کے بعد قبیلہ کے لوگوں سے مشورہ لینے کی کیا حاجت ہے؟“ میں نے کہا۔

”آہ تم سمجھتے نہیں“ کیرن نے جواب دیا۔ ”دراصل یہ محض ضابطہ کی کارروائی

ہوگی۔ وائے ایچ تھکلن بظاہر اپنے قیدم کے سرداروں سے اس معاملہ کی نسبت رائے طلب کریں گے۔ لیکن چونکہ وہ اس بارہ میں اپنی رائے کا اظہار سب سے پہلے اقتصادی تقریر کے موقع پر ہی کر دیں گے۔ اس لئے اس سے بھد کسی کو یا رائے دم زون نہ ہوگا۔ فی الحقیقت کیمرن نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: ”یہ کارروائی ٹل میں لائی جانی ضروری ہے کم از کم مالک نے یہی خیال اس کے متعلق ظاہر کیا تھا۔۔۔“

”ہاں، وہ کیا خیالات تھے جو حضور نے اس بارہ میں ظاہر کئے تھے؟“ میں نے اس معاملہ کی نسبت انتہائی لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

”سنو جو حالات مجھ کو معلوم ہیں وہ تم سے بیان کرتا ہوں۔ کیمرن نے کہا: میں آج صبح مالک کے کمرہ میں حسب معمول حاضر تھا۔ بعض اوقات وہ میری موجودگی میں بھی کچھ طور پر باتیں کئے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ آج صبح ایک حبشی اُن کے ہاتھ میں بھتی اور میں نے دیکھا کہ اس کے مضمون کا اُن کے دل پر بہت ہی گہرا اثر ہوا کئی منٹ تک وہ خاموش اور متفکر دکھائی دیے۔ بعد ازاں انہوں نے اس خط کو پھر پڑھا۔ اور اس کے بعد مجھے حکم دیا کہ فوراً جا کر مسٹر لیناکس کو بلا لاؤ۔ میں جب کر انہیں اپنے ساتھ لے آیا۔ چونکہ اس کے بعد بھی بعض خدمات کے لئے میرا اس کمرہ میں حاضر ہونا ضروری تھا۔ اس لئے میں وہیں ایک طرف سٹ کے کھڑا ہوا۔ اور اُن کی آپس میں جو باتیں ہوئیں وہ سب میں نے سنیں۔ معلوم ہوا کہ خط مسٹر سٹوارٹ نے بھیجا تھا۔ اور اُس میں لکھا تھا کہ ایک دفعہ آپ نے مجھ کو منگائی مرا وہ دینے کا جو وعدہ کیا تھا۔ وہ میں اب آپ سے مانگتا ہوں۔ اور جو ذمہ تم یہ سن کر حیران ہوئے کہ وہ منہ مانگی مرا وہ یہ درخواست تھی۔ کہ خاندان ایچ تھکلن اور کیمرن ڈیل کی باہمی عداوت رفع کر کے آپس میں دوستانہ تعلقات پیدا کئے جائیں۔“

”خوب نہیں نے سارا حال سن کر کہا: پھر اس درخواست کے متعلق والے اپنے متعلقین اور لیناکس میں کیا کیا باتیں ہوئیں؟“

”انجی متھگلن نے یہ کہا کہ میں نے جو وعدہ کیا تھا وہ ضرور پورا ہونا چاہئے کیمرن نے جواب دیا: لیکن سسر لیناکس کی رائے اس سے مختلف تھی۔ چنانچہ انہوں نے غصہ میں بھر ستمی سے مخالفت کی اور ڈونالڈ سنوارٹ کی اس بجا مداخلت کے بارہ میں سخت کسرت بھی کہا۔ میری اپنی رائے میں اس شخص ڈونالڈ سنوارٹ کو کوئی حق حاصل نہ تھا۔ کہ وہ ایک اس طرح کے خاندانی معاملہ کو اپنی دخل اندازی کا ذریعہ بناتا۔ تاہم ولے انجی متھگلن کا کیا ہوا وعدہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور یہ درخواست جو سسر سنوارٹ نے پیش کی تھی۔ حد معقولیت سے باہر تھی نہ تھی۔ چنانچہ یہی الفاظ خود مالک نے اس بارہ میں کہے تھے۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی انہوں نے کہا۔ کہ چونکہ سسر اینگزینڈ کی تجویز یہ ہے۔ . . . اور یہ تجویز اس نے ڈونالڈ سنوارٹ کی معرفت پیش کی ہے جس کے بارہ میں میرا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ ضرور سسر اینگزینڈ کا مستند خاص ہو گا۔ ورنہ دقت ترکیب ہو سکتا ہے۔“

”خیرہ کچھ ہو۔“ میں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ ”تم سارا واقعہ بیان کرو۔ تاکہ مجھے اس حکایت سے بہت دلچسپی ہے۔“

”توصیہ میں بیان کر رہا تھا۔“ کیمرن نے سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا: ”چونکہ سسر اینگزینڈ کیمرن ڈیل نے اس شخص ڈونالڈ سنوارٹ کی معرفت یہ تجویز پیش کی ہے کہ وہ خود انجی متھگلن میں آکر آداب بجالائے گا۔ اور اس دیرینہ خاندانی عداوت کو ترک کرنے کے لئے زبانی شکریہ ادا کرے گا۔ اس لئے مالک کا اس نہایت معمولی رعایت کو منظور کر لینا چندان حیرت خیز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس تجویز کے یہ معنی ہیں کہ سسر اینگزینڈ رخصت ہو کر سامانی مانگے گا۔ اور بخش دینا چونکہ بزرگوں کا کام ہے اس لئے اس تجویز کے منظور رکھے جانے سے انجی متھگلن کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کم از کم مالک کی اپنی رائے یہ ہے کہ سسر اینگزینڈ کیمرن ڈیل نہایت خود حاضر ہو کر اپنے آباؤ اجداد

کی طرف سے معافی کا خواستہ کیا ہوگا، اور ایچ سمٹگلن اپنے قدیم خاندان کے قائم مقام کی حیثیت میں اس معافی کو قبول کر کے عداوت کا خیال دل سے نکال دے گا۔ چنانچہ یہ سب باتیں انہوں نے مسٹر لیناکس کے روبرو اس کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لئے کہی تھیں۔ اس کے بعد مسٹر لیناکس کا رضانہ ہو جانا بہت مشکل نہ تھا۔ کیونکہ وہ طبعا فیاض ہیں۔ اور میں نے ایک دو مرتبہ انہیں اپنے والد سے یہ کہتے بھی سنا ہے کہ اس طرح کی خاندانی عداوتیں محض جہالت کی یادگار ہیں۔ میری رائے میں وہ اس سوال پر ہرگز کسی قسم کا اعتراض نہ اٹھاتے۔ اگر یہ تجویز مسٹر ڈونالڈ سنوارٹ کی درخواست کی صورت میں پیش نہ ہوتی، خیر حیا میں نے بیان کیا ہے آخر کار مسٹر لیناکس کا اطمینان ہو گیا۔ خصوصاً مالک کے اس بات کا وعدہ کر لینے پر کہ قبیلہ کی مجلس شوریٰ کے بعد وہ اس معاملہ میں مسٹر سنوارٹ سے نہیں، بلکہ براہ راست سرانگیزینڈر سے خط و کتابت کریں گے۔ پس یہ اس سارے معاملہ کا پتھر ٹپ ہے۔

”خیر صاحب، مجھے یہ جان کر بید خوشی ہوئی ہے کہ دو خاندانوں کی دیرینہ عداوت کا آخر کار خاتمہ ہو گیا۔“ میں نے سارا حال سننے کے بعد کہا۔ مگر کیرن کیا تھا را خیال یہ کہ قبیلہ کے باقی لوگ اس سوال کی نسبت دلے ایچ سمٹگلن کی رائے سے کوئی اختلاف نہ کریں گے؟“

”بالکل نہیں۔ مجھے اس بات کا پورا اطمینان ہے۔“ اس نے جواب دیا۔ ”مگر کل اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی جو لوگ تھے۔“

اس کے دو سے دو اندھیرے منہ سے ہی اہل قبیلہ کی آمد شروع ہو گئی۔ دو پہر تک جاری رہی۔ اس غرض میں دونوں گھاتوں کے درمیان کشتیوں کی آمد و رفت مسلسل جاری تھی اور جو لوگ گھاتوں پر آئے تھے، ان کی شاندار سواریاں خاندان کی راہ سے مکان کے ایک حصہ کا طواف کر کے سامنے کی ڈیلورٹھی پر پہنچ رہی تھیں۔

معلوم ہوا۔ یہ مجلس اس بڑی ڈیورس میں منعقد ہو گی۔ جس کے بارہ میں پیشتر بھی کسی جگہ لکھا ہے۔ کہ اس میں جنگ اور لشکار کی یادگاریں جا بجا سی ہوئی تھیں۔ اس موقع پر وہ تنخواہ دار بین نواز جس کی خدمات اس طرح کے موقعوں کے لئے مخصوص تھیں۔ اپنی رقم کا روایتی لباس پہننے پر دار لوطی سر پہنے بین بجاتا پڑ شکوہ انداز سے ادھر ادھر پھردھا تھا۔ اور ہنگامہ خیز آوازیں ایران کے ہر حصہ سے آتی تھیں۔ پورے ایک بجے بیچ کے معمولی نام سے ایک نہایت پرستکھٹ کھانا دسہ خوان پر لایا گیا۔ جس سے فارغ ہونے کے بعد خود والے انجی مستحکم اور اس کے قبیلہ کے چالیس یا پچاس آدمی صدر ڈیورس کی طرف روانہ ہونے لگے۔ مگر کے نوکروں میں سے سوائے اس ایک بین نواز کے اور کسی کو اس موقع پر حاضر رہنے کی اجازت نہ تھی۔ اور اس کی موجودگی بھی اس لئے ضروری تھی۔ کہ اس کے بغیر والے انجی مستحکم کی شان ریاست میں فرق آتا تھا۔ اس کی شہادت ایک اس طرح کے رسمی دربار میں بہر حال ضروری تھی۔

اب اس قرینہ پانچ گھنٹے رہا۔ اور جب آفرکار چھبھکے کے قریب وہ ختم ہوا۔ تو پورا بیزی سے قلعہ کے ہر حصہ میں پھیل گئی۔ کہ خاندان انجی مستحکم اور کیرنڈیل میں جو عداوت قدیم سے چلی آتی تھی۔ اس کا عملی طور پر ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ علاوہ بریں یہ بھی سننے میں آیا کہ سرانیکزینڈر کی یہ درخواست منظور کر لی گئی ہے۔ کہ وہ بذات خود قلعہ میں حاضر ہو۔ چنانچہ والے انجی مستحکم نے اس موقع کے لئے مہمان نوازی کا خاص اہتمام کیا ہے۔ یہ خبریں ایک دوسرے کی زبانی جلدی ہی ہر شخص کو معلوم ہو گئیں۔ تاہم اس خیال سے کہ انجی مستحکم کے رشتہ داروں اور قبیلہ کے وڈر اقتادہ شخصوں میں سے کوئی ان سے لاعلم نہ رہ جائے۔ ایک دستور العمل تیار ہوا۔ جسے چند روز کے عرصہ میں ایک مکمل پروگرام کی صورت میں شائع کر کے اس کی نقول محل کے مختلف حصوں میں چسپاں کرادی گئیں۔ اس پروگرام کی عبارت کو مجسبہ درج کرتا ہوں۔

”سرایگزینڈر کیرنڈیل نے انجی تھگلن نے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اور دلے
انجی تھگلن نے سرایگزینڈر کیرن ڈیل کو بطور جواب تحریر کر دیا ہے کہ آپ ۲۶ نومبر
کو قلعہ میں تشریف لائیں۔ جہاں آپ کا مناسب استقبال ہوگا۔

”دلے انجی تھگلن نے اس موقع کے حسب حال بعض خاص آداب معزز کے
ہیں اور ان حالات کی جن میں ملاقات ہوگی مفصل اطلاع سرایگزینڈر کیرنڈیل
کو بھیج دی گئی ہے۔

۲۶ نومبر کو ٹھیک دوپہر کے وقت شاہی بجرہ بارہ وردی پرش ملاحوں کے
زیر اہتمام ساحل کے گھاٹ پر موجود ہوگا۔ اسی وقت امید ہے۔ سرایگزینڈر کیرنڈیل
جھیل کے ساحل پر پہنچیں گے۔

اس آٹائیں غزوہ دلے انجی تھگلن اور ان کے قبیلہ کے سربراہ اور وہ لوگ اندر لے
گھاٹ کے پاس جو محل کے بالمقابل واقع ہے موجود رہیں گے۔ اور گھر کے وہ نوکر جنہیں
اس وقت محل کے اندر کوئی کام نہ ہو اس جمعیت کی پشت پر تھوڑی دور قطار باندھ
کر کھڑے ہوں گے۔

”جس وقت شاہی بجرہ سرایگزینڈر کیرنڈیل اور ان کی جمعیت کھڑے ہوئے
ساحل گھاٹ سے جل کر انجی کے گھاٹ پر پہنچے گا۔ تو سرایگزینڈر گہری خاموشی کے
درمیان خود ہی بجرہ سے اتر کر گھاٹ کی سیڑھیوں پر چڑھنا شروع کریں گے۔ یعنی
اس موقع پر کسی طرح کا مظاہرہ قطعاً نہ ہوگا۔ بعد ازاں وہ جس وقت سیڑھیوں پر چڑھ
کر خشکی پہنچیں گے تو دلے انجی تھگلن ان کو دیکھ کر چند قدم آگے بڑھیں گے۔ اور
اچانک اپنی جمعیت سے کسی قدم آگے نکل کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اسی حالت میں سرایگزینڈر
ان کی طرف آئیں گے۔ اور وہی سب سے پہلے اپنا لاکھ مصافحہ کے لئے پیش کرینگے۔ یا اس
دوستی کی علامت ہوگی۔ جس کے فوراً بعد سے صدیوں کی دیرینہ عداوتوں کا خاتمہ ہوئے

بعد ازاں جس وقت والے انج تھکھن سرانیکز نڈر کیر نڈیل کا اُگے کونکلا ہوا تھا پنے ہاتھ میں لیں گے۔ تو مینڈ بچنا شروع ہو گا۔ اور اس وقت پہلی مرتبہ حاضرین سرانیکز نڈیل کی خوش آمدید کا نرو بلند کریں گے۔ بعد ازاں انج تھکھن کی جمیت انہیں اپنے ساتھ قلعہ کی سمت میں لے جانے گی۔

شام کے سات بجے وسیع دعوتی ہال میں انج تھکھن کی طرف سے سامان و دعوت دیا گیا جائے گا۔ جو اس موقع کے حسب حال ہو گا۔ اور اس کے ایک گھنٹہ بعد شام گرد پیش میں کھانے کا اہتمام ہو گا۔ جس میں انج تھکھن اور کیر نڈیل کے ہر ایک نوکر کو شرکت کی اجازت ہو گی۔

بس۔ یہ اس پروگرام کا مضمون تھا۔ جو اہوان انج تھکھن کے مختلف نمایاں حصوں میں اس تقریب پر چسپاں کیا گیا۔ میں نے اس کو اس خیال سے بجنسہ رنج کر دیا ہے۔ کہ ناظرین اُن آداب و ضوابط کو دیکھ کر جو اس موقع کے لئے ضروری سمجھے گئے تھے۔ غالباً میری اپنی ضرورت سے زیادہ سہولت کے ساتھ والے انج تھکھن کی سیرت کا صحیح اندازہ کر سکیں گے۔ سوائی طور پر سیر خیال ہے۔ کہ روئے زمین کے دو نامی تاجداروں کی ملاقات کا پروگرام بھی اتنا پُر اہمیت اور اس قدر پابندیوں سے محدود نہ ہوا ہو گا جتنا انج تھکھن اور کیر نڈیل کے دو معمولی جاگیرداروں کی ہونے والی ملاقات کا یہ دستور العمل تھا۔ درحقیقت خاندانی اور روایتی مناکا کا جذبہ قبیلہ انج تھکھن کے لوگوں کی سیرت کا اس حد تک جزو غالب بن چکا تھا کہ صلح و آشتی پر آمادہ ہوتے ہوئے بھی والے انج تھکھن نے اپنے طور پر ذرا بھی جھگڑا منظور کیا۔ کیونکہ جیسا اوپر کے بیان سے واضح ہوا ہو گا۔ اس ملاقات پر وہ سرانیکز نڈر کیر نڈیل سے ایک مساوی حیثیت کے ہمایہ جاگیردار سے مساوی حالات میں ملنے کی بجائے اس بات کی نمائش کرتا چاہتا تھا۔ کہ وہ ایک عالی قدر رئیس لپچہ کسی یا جگدار محکوم سے ملنا منظور کرتا ہے۔

اسی کی طرف سے سب سے پہلے دوستی کا ہاتھ پیش ہونا لازم تھا۔ اسی کے لئے مسبت پہلے انجی متھٹکن کی طرف بڑھنا ضروری تھا۔ اور خیر مقدم بات چاک کا کوئی لفظ میرا بول کی طرف سے اُس وقت تک اور اہرنے کی مانوت کر دی گئی تھی۔ حتیٰ کہ سر ایگزینڈر کیرنڈیل کی طرف سے بجز انکار کی یہ نائش سر لحاظ سے مکمل ہو جائے۔ اپنے دل میں میں اس دستور العمل کو پڑھ کر نفرت محسوس کئے بغیر ترہہ مکا۔ مگر مقابلہ میں اس خیال سے جی کو خوشی تھی کہ مخترب ان دو خاندانوں میں جو مدت مدید سے برسرِ بیکار چلے آتے تھے ہمیشہ سے صلح اور امن قائم ہونے والا ہے۔ سب سے زیادہ خوش مجھے اس بات کی تھی کہ میں مخترب سر ایگزینڈر کیرنڈیل کو جس کے بارہ میں غائبانہ تعریفیں بہت سننے میں آئی تھیں اور جس سے مجھ کو ناودہ محبت ہو چکی تھی۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں گا۔

ہم لوگ یعنی اس گھر کے چند نوکر ایک جگہ کھڑے ہوئے اس انتظار کو پڑھ رہے تھے کہ دو وقتا ایک شخص بولا "مسٹر سٹوارٹ کے بارہ میں سو عام طور پر یقین کیا جاتا ہے کہ وہ سر ایگزینڈر کیرنڈیل کا معتمد خاص ہے۔ تاہم میرا خیال ہے۔ وہ ان کے ساتھ نہ آئے گا؟"

انگراس میں خیال کرنے کی کیا بات ہے۔ وہ یقینی طور پر نہ آئے گا۔ کیرنڈیل نے اس طرح پُر غصہ ہو کر جواب دیا۔ مگر اس کے نزدیک اس بارہ میں کسی شبہ کو دل میں جگہ دینا ہی جرمِ شدید تھا۔

"لیکن مسٹر کیرنڈیل نے اُسے دو مرتبہ نوکروں سے علیحدہ ایک طرف بجا ہونے کہا۔ ہمیں اس بات کا کیونکر یقین ہو کہ وہ سر ایگزینڈر کے ہمراہ نہ آئے گا؟" ذاتی طور پر میں خود بھی سمجھ سکتا ہوں کہ اس دانہ ناخوشگوار کے بعد جو مسٹر سٹوارٹ کی رخصت کا موجب ہوا تھا۔ وہ دوبارہ انجی متھٹکن آنا پسند نہیں کر سکتا۔ کیونکہ

نہ صرف حالات کی نزاکت بلکہ اس کا اپنا تکبر بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔
 'تکبر! پھر کہنا؟' کیرن نے اندازِ حقارت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
 'ڈونا لڈ سٹوارٹ اور تکبر کیا کسی کنگے فقیر میں بھی تکبر ہو سکتا ہے؟ وہ اس جگہ پاؤں
 رکھنے کی جرات تو کرے! مگر تم نے پوچھا تھا کہ یہ تکبر مجھے اس بات کا اتنا یقین ہوا۔
 تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے مالک کو مسٹر پنا کس سے یہ کہتے سنا تھا کہ انہوں نے
 جو جیٹھی سر ایگنڈینڈر کیئر نیڈل کے نام رکھی ہے۔ اس میں صاف تحریر کر دیا گیا تھا کہ
 آپ اپنے ہمراہ خواہ کتنے آدمی لائیں ہیں ان کی تقدیم و جمال نوازی سے دریغ نہ ہو گا لیکن
 مہربانی سے ایک شخص مسٹر سٹوارٹ کو ہرگز ہرگز اپنے ساتھ نہ لےئے گا۔'
 'اب میں سارا حال سمجھاؤں گے جواب دیا: تمہاری سارا پر دگر ام سر ایگنڈینڈر کیئر نیڈل
 کا خط آنے پر ہی تیار کیا گیا ہے؟'

یقیناً! کیرن نے تسلیم کیا۔ سر ایگنڈینڈر کیئر نیڈل کی جیٹھی آن صبح موصول ہوئی تھی۔ اور میں
 میں صاف طور پر لکھا تھا کہ سٹوارٹ نام کا کوئی آدمی ہرگز انجی تھگلن میں نہ آئے گا۔
 اس چند دن کے عرصہ میں جو اس قابلِ یاد ملاقات سے پہلے گزرا۔ عظیم الشان
 تیاریاں ایوان کے ہر حصہ میں اس تقریب کے سلسلے میں کی گئیں۔ نہ صرف پرتقہ بلکہ
 ایڈنبرگ تک آدمی بھیج کر عہدہ سے عہدہ اور تہایت نفیس کھانے جو اس دعوت کے موقع پر
 چھجائے گئے۔ حاصل کے گئے۔ میرا مان اور اس کا نائب گھنٹوں سے قابو میں بیٹھے ہوئے
 اس بات کی جانچ کیا کرتے تھے کہ کوئی شراب کس موقع کے لئے موزوں ہوگی؟ شرابی
 بچہ میں نے گسے گولے گئے۔ اور دعوتی ہال میں بندر داروں کے علاوہ نیا سامان آرا
 ہٹایا گیا۔ جابجا خاندان انجی تھگلن کے نام کی ڈھالیں اور جھنڈے نصب ہوئے اور
 اخراجات کی کثرت کا ذرا خیال نہ کر کے لائڈ اور دو پر محض اس لئے ضائع کیا گیا۔ کہ
 سر ایگنڈینڈر کیئر نیڈل اور اس کی جمیٹ کے دلوں پر انجی تھگلن کی شوکت اور تول

کی دھاک بیٹھ جائے۔ شاید وہ اس ذریعہ سے اپنے فائدہ نانی عکبر کے موجودہ اثیار کی تلافی کرنا چاہتا تھا۔ درحقیقت میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اگر اُسے ڈونالڈ سنوارٹ کی منہ مانگی مراد پورا کرنے کے وعدہ کا پاس نہ ہوتا۔ تو پھر شاید وہ اس عداوت کو ترک کرنے سے ہی انکار کر دیتا۔ کیونکہ وہ عداوت اسی طرح نشا بعد نشا فائدہ ان ایچ سمٹنگن میں بطور ورثہ قائم چلی آتی تھی جس طرح محل کی عالیشان عمارت یا بھیل یا اس کے سوا اصل پر پھیلی ہوئی زرخیز اراضی۔ اس کے علاوہ اب ایک بار صلح پر آمادہ ہونے کے بعد وہ اپنے شکست یاب دشمن کو اپنی جہان نوازمی کی عظمت اور سامان کی شوکت سے خوب ہی متحیر و متزلزل کرنا چاہتا تھا۔

میں دینا چکر ڈونالڈ سنوارٹ کا خط دینے اور اس کا جواب وصول کر کے مسٹر سنوارٹ کے نام بھیجنے کے بعد گزشتہ چند یوم میں مجھے پھر اُس سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اس لئے مجھے بالکل معلوم نہ تھا کہ ان سب تیاریوں کا اس کے دل پر کیا اثر ہوا ہے۔ اور عاشق جانیاز کی آمد کی پابندیوں کا علم اس کے کانوں تک پہنچا ہے یا نہیں؟ بات دراصل یہ ہے کہ ان ایام میں لاتعداد جہان آئے دن وارو ہڑ مہڑ مٹتے رہا اور چونکہ گھر میں ایملین ہی واحد خاتون تھی۔ اس لئے غلط و مارات کا سارا فرض اس کو ادا کرنا پڑتا تھا۔

آخر کار وہ یادگار دن جس کا انتظار تھا آہ پہنچا۔ نومبر کے عین میں برطانیہ کے باقی حصوں کی طرح ڈی لینڈس کا موسم بھی بہت کم خوشگوار ہوتا ہے۔ یعنی کبھی اور کبھی بارش کبھی کھرا کبھی جھکڑ۔ یہ اس موسم کی عام علامات ہیں۔ فی الحقیقت پچھلے چند یوم میں موسم کی حالت واقعی خراب تھی۔ لیکن اس روز شاید قدرت بھی اس ہونے والی صلح و آشتی پر شبنم تھی کیونکہ دن بھر موسم میں خلاف معمول تبدیلی واقع ہوئی۔ صبح کو چاروں طرف دھند چھیلی ہوئی تھی۔ لیکن تیز ہوا جلد ہی اس کو اڑا کر لے گئی۔ سطح آسمان

پر جو چند لکھ ہائے ابر موجود تھے وہ بھی منتشر ہو گئے۔ اور اس کی رنگت خالص نیلیں دکھائی دینے لگی۔ آقا بعثت انگیز آب و تاب سے جگمگا شروع ہوا اور جمیل کا لہراتا ہوا پانی کسی نازنین کے آب روان کی چادریں نہ چھپنے کی کوشش سے مشابہ تھا۔

اس خیال سے کہ محل کے مختلف حصوں میں چسپاں کئے ہوئے اشتہارات کی موجودگی معزز مہمان کی ولازاری کا موجب نہ ہو۔ ان ساری نقول کو یوم مذکور کی صبح سے پہلے پہلے حکماً اترادیا گیا۔ تاہم ان کا مضمون ہر شخص کو پوری طرح یاد تھا۔ اور سب آدمی اس کی قائم کردہ شرطوں پر عمل کرنے کے لئے آمادہ و تیار تھے۔ گیارہ بجے کے تھوڑی دیر بعد بارہ ورمی پیش ملاج اس شاہی بجرہ میں سوار ہوئے۔ جس پر انجمن متھکن کا شاہنشاہ غلام لہرا رہا تھا۔ اور بجرہ کو دیکھتے ہوئے سمت مقابل کے گھاٹ پر پہنچ گئے۔ اسی شاہی دہلی انجمن متھکن لینا کس۔ ایبلین اور قبیلہ کے وہ عام معززین جو اس تقریب پر جمع ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ ایورادر کوکیل بھی بہترین لباس پہن کر تیار ہو گئے۔ بڑھے ڈانسی کلک میسن نے اس تقریب پر اپنا بڑھیا سوٹ نکال کر زیب بر کیا اور اسی پر کفایت نہ کر کے خصوصیت سے اس موقع کے لئے اپنی لباس ایک سونے کی بنی ہوئی ڈبیر میں رکھ کے ساتھ لی۔ اور اس کے متعلق ہمانوں سے غفر یہ بیان کیا۔ کہ یہ میرے دوست لیوڈ آف ٹن ٹوس کویش ڈیل کی دی ہوئی یادگارسہ۔ اس نے وہ حالات بھی بیان کرنے شروع کئے تھے۔ جن میں یہ ڈبیا لیرڈ موصوف نے اس کو پیش کی تھی لیکن جیسا کہ عموماً ہوا کرتا تھا۔ وہ اس حکایت کو پورا نہ کر سکا۔ اور اسے ناتمام ہی چھوڑ کر اپنی یاد تازہ کرنے کے لئے دیر تک لباس کی بڑی بڑی چکیاں ناک میں چڑھاتا رہا۔ نوکروں کا بیشتر حصہ اُن پچاس یا ساٹھ مزدوروں کے ساتھ جو ریاست کے مختلف حصوں میں کام کیا کرتے تھے۔ ایک علیحدہ قطار کی صورت میں کھڑا کر دیا گیا۔ اور دروازے پرش میں نوازنے اپنے اہتمام سے اس موقع کے لئے پر قہ سے ایک اعلیٰ درجہ کا

بیند ملگیا۔ بہ حیثیت مجبوری وہ ایک بڑا ہی دلکش اور جوش انگیز نظر رکھتا تھا۔ رات کو
 خاتونیں بڑھیاؤں اور نفیس لباس پہنے اس قریب پرچھ ہوتی تھیں۔ لیکن جہاں تک
 حسن و دلبری کا تعلق ہے۔ ایسین ان پر سب پر فائق و فاضل تھی۔ میں نے حال میں کئی دن
 سے اس کو نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ آج جب اسے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تو صورت ہی بدلی ہوئی
 نظر آئی، یعنی رخساروں پر ضلالت، معمولی سرخی اور خوشام آئینہ صوفی میں مسرت کی چمک پائی
 جاتی تھی۔ کسی عام آدمی کی حالت میں مگر یہ ساری علامات اس بڑے جوش کا اثر
 سمجھی جاسکتی تھیں۔ جو اس یادگار دن سے مخصوص تھا۔ تاہم میرے نزدیک جسے اس
 کے راز کی واقفیت تھی۔ اس کا سبب خاص جذبات امید و تم کا اشتراک تھا۔ مگر
 یہ بات میری سمجھ میں بھی نہ آسکتی کہ اس امید و تم کا تعلق کس واقعہ سے ہو سکتا ہے
 مگر اگر اس کا خیال تھا کہ ڈوناڈ سٹوارٹ شاید سر ایگزیکٹو ڈیرکٹریں ڈیل کے ساتھ
 ہوگا۔ تو یہ ایک فرضی اور بے بنیاد امید تھی۔ کیونکہ انجمن متھکون کے اہل حکم کے سامنے اس
 ہونا خارج از بحث امکان تھا۔ پس میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ کس چیز کی امید ہے
 جو اس کے دل کو آج یہ ضلالت معمول مسرت و سرور ہی ہے؟

جمیل کے دوسرے ساحل کا نظارہ بھی کچھ کم دلکش نہ تھا۔ گاؤں کے لوگ عمدہ
 اور رنگین لباس پہنے سر ایگزیکٹو ڈیرکٹریں ڈیل کی آمد اور اسے بھرپور سوار ہو کر قصر مرغ
 متھکون کو روانہ ہوتے دیکھنے کے انتظار میں تھے۔ انجمن متھکون کا قبضہ اگر چاہی چوٹی پر
 لہراتا تھا۔ اور اگر ظاہری حالات کو باطنی کیفیات کا منظر سمجھا جاسکتا ہے۔ تو کہنا پڑے گا
 کہ سب لوگ۔ دلتے ڈیرکٹریں ڈیل اور دلتے انجمن متھکون کے ملاپ کی امید سے بہت ہی
 مطمئن و مسرور تھے۔

ٹھیک بارہ بجے ایک چوڑا سپر گاڑی اس ٹھکانے کی طرف آتی دکھائی دی جہاں
 شاہی عیسائی موزمبان کی آمد کا منظر کھڑا تھا۔ درگھاٹ کے پاس اس کے ٹھہر گئی۔

جس مقام پر ہم لوگ جمع تھے وہاں سے یہ معلوم کرنا سخت مشکل تھا کہ کتنے آدمی کشتی پر سوار ہونے کے لئے گاڑی سے اترے۔ تاہم اہل دیہات نے معزز مہان کی آمد پر جوڑ جوش نعرے بلند کئے ان کی آواز قبیل کی سطح کو جیرتی ہوئی دوش صبا پر ہمارے کانوں میں بھی پہنچی۔ آخر کار مجبور گھاٹ سے رخصت ہوا۔ بارہ وروی پرش مل چکے تھے۔ بڑی سرگرمی سے دیکھنے لگے۔ اور وہ کسی تیرنے والے پرندہ کی مانند سطح آب پر چلتا اندرونی گھاٹ کی طرف چلا۔ رفتہ رفتہ وہ جب قریب آیا۔ تو ہم نے پہلی بار دیکھا کہ لڑائی کے علاوہ صرف چار آدمی اس عجیب و غریب سوار تھے۔ دو دخلی گھڑے کی نشستوں پر اور دو ان کے پیچھے ان کھتری تپاریوں پر چڑھ کر ان کے استعمال کے لئے مخصوص تھیں۔ اس کا مطلب صریحاً یہ تھا کہ سسرال گزینڈ کیرن ڈیل نے اپنے ہمراہ کسی بڑی چھیت کو لانا پسند نہیں کیا۔ بلکہ صرف ایک دوست کو لانا ہی کافی سمجھا ہے۔ اور اس وقت پہلی مرتبہ اس حقیقت سے واقف ہونے کے بعد میں اپنے آپ سے یہ سوال پوچھے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ دوست کون ہے؟ کیا ڈونالڈ سوارٹ؟ بظاہر اس کی امید نہ تھی۔ تو بھی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ دوسرا آدمی کون ہے؟ اتنے میں کشتی اور زیادہ قریب آ گئی تھی اور اس وقت معلوم ہوا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک نے جو اگلی نشست پر بیٹھا تھا۔ اپنا چہرہ کچھ اس طرح بنا میں چھپا رکھا تھا۔ اور اس کی طرز نشست بھی ایسی تھی کہ گھاٹ کے پاس کھڑے ہونے والوں میں سے کوئی اس کی صورت نہ دیکھ سکتا تھا۔ دوسرے آدمی کا رخ البتہ سیدھا ہماری طرف تھا۔ اور جب میں نے اس کا رخ اور گزینڈ کیرن ڈیل کی طرف دیکھا تو فوراً معلوم ہو گیا کہ وہ سسرال کیرن ڈیل کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اس وقت میں بے اختیار اس نتیجہ پہنچنے کے لئے مجبور ہو گیا کہ ڈونالڈ سوارٹ سسرال کیرن ڈیل کے ہمراہ نہیں آیا۔ لیکن پھر سسرال پیدا ہوا۔ کہ اگر واقعی ایسا ہے تو ایسیلین کی کچی

ہوئی نگاہ اور سرور و جہم جبرہ کا کیا مطلب تھا؟

خیر عایشان کشتی نکلتی کی میٹر جھیل کے پاس پہنچ گئی۔ ملاحوں نے اپنے جہز کھڑے کر لئے۔ اور اس سے ایک چھوٹے سے دیکھ کے کھیت کا نظارہ پیدا ہو گیا۔ سارے کے منتظر لوگوں میں بھی گہری خاموشی چھا گئی۔ جب تک وہ چاروں آدمی میٹر جھیل پہنچتے رہے۔ ہم اُن کی صورتیں نہ دیکھ سکے۔ لیکن چند منٹ کے عرصہ میں وہ شخص جو اپنے ہمراہیوں سے آگے تھا، آخری میٹر جھیل سے گزرتے کر سطح زمین پر پہنچ گیا۔ اور اُس وقت پہلی بار ہم کو اس کا برہنہ چہرہ اپنی اصلی حالت میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن وہ چہرہ!... اسے راجم خدا کیا وہ ڈنڈا لڈ سٹوارٹ کا نہیں تھا؟ سیرادل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ کیا وہ ایچ تھکن کی غایت کہ وہ پابندیوں کے باوجود یہاں آ گیا؟ اور اگر ایسا تھا۔ تو سرانگزنڈر کیرن ذیل کیوں نہ آیا؟ کیونکہ سٹوارٹ کے ہمراہ صرف ایک ہی آدمی اور یعنی مسٹر ڈکنسنی وکیل تھا۔ باقی وہ دونو کر تھے۔ جہان کے پیچھے موڈیز نہ فاصلہ پر چل رہے تھے۔ سنسنی کا تیز احساس اُس گہرے سکوت میں ہر شخص کے جسم میں پیدا ہو گیا۔ اور نوروں کی اس جلالت میں جو میرے برابر کھڑی تھی ہنسنے کی آوازیں پیدا ہوئیں۔

اتنے میں والے ایچ تھکن قائم کردہ دستور العمل کے مطابق سرانگزنڈر کے اس بارہ قدموں کے مقابلہ میں ایک یا دو قدم آگے بڑھنے کی بجائے نخت اور جوش سے گردن اٹھائے لیا کس کو ساتھ لے تیز چلتا ڈنڈا لڈ سٹوارٹ کے پاس جا پہنچا۔

سیردل ہی اس گستاخی کا یا مطلب ہے؟ اس نے اس کو کڑی آواز سے

مخاطب کر کے گرجتے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔

مجھے پورا یقین ہے۔ اس کے ساتھ ہی لیا کس نے جس کے لئے اپنے غصہ اور جوش کو ضبط کرنا محال تھا۔ غضبناک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: یہ ساری شہزاد

جس مقام

پر سوار۔ سرانگنیزڈ کیرن ڈیل ہی کی ہوگی۔ جو اس طریقہ پر ہماری توہین کرنا چاہتا ہے۔ لیکن کیا ہوا
 جو چوہا میں اُسے ایڈجنگ میں یا اُس کے اپنے مکان میں یا اگر ضرورت پیش آئی تو دنیا کے دوسرے
 سرے پر تلاش کر کے اس شہرِ ناک بدسلوکی کی جواب دہی پر مجبور کر کے پھونڈ دیا
 "مسٹر مینا کس دینا چاہے آپ کو اس قدر زحمت گزارا کرنے کی حاجت نہیں ہے"
 ڈونا لڈ سٹوارٹ نے بھر دقاریں جواب دیا۔ "کیونکہ سرانگنیزڈ کیرن ڈیل ہر طرح
 کی جاہد ہی کرنے کو اس جگہ بوجہ ہے۔"

"کیا! کس جگہ؟" مینا کس نے پریشان نظروں سے چاروں طرف دیکھ کر
 مضطربانہ پوچھا۔ لیکن وہ کہیں ہو۔ اُس نے ہم سے نہایت بڑا سلوک کیا ہے۔ اُس نے
 اپنے اس وعدہ کا بھی پاس نہیں کیا۔ جو بطور شرط ہم سے اس بارہ میں لکھ یا تھا۔ کہ
 سٹوارٹ نام کا کوئی آدمی آج رات تھکھن کی سرزمین میں ہرگز پاؤں نہ رکھے گا۔
 "صاف دیکھو وہ وعدہ ٹوٹا نہیں ہے۔" ڈونا لڈ سٹوارٹ نے جواب دیا۔ "سٹوارٹ
 نام کا کوئی آدمی واقعی اس جگہ موجود نہیں؟ اور پھر اپنے الفاظ کو اہمیت دیتے ہیں
 خیال سے ایک لحظہ تامل کر کے اُس نے اُسی بڑقار بھر میں کہا۔ "میں ہی سرانگنیزڈ
 کیرن ڈیل ہوں!"

آٹھویں جلد ختم ہوئی

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

[illegible]

